فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ o الاية
وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ o الاية

نَجُمُ الفَتَاوٰی

تالیف

شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروھوی دامت برکاتہم
مہتمم ورئیس دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن

جدید ترتیب وتبویب
مفتی وقار احمد
استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

جلد اوّل

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مختلف شعبوں سے متعلق تقریباً
پانچ سو اہم فتاویٰ جات کا مدلل ومفصل مجموعہ

فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ الاية

وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ الاية

نَجْمُ الْفَتَاوٰی

تالیف

شیخ الحدیث مفتی **سیّد نجم الحسن** امروهوی دامت برکاتہم

مہتمم ورئیس دارالافتاء جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن

جلد اوّل

کتاب الایمان والعقائد

ایمان وعقائد کے مختلف شعبوں سے متعلق تقریباً پانچ سو اہم فتاویٰ جات کا مدلل ومفصل مجموعہ

جدید ترتیب وتبویب

مفتی **وقار احمد**

استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن (نارتھ کراچی)

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

کتاب کا نام	نجم الفتاویٰ (جلد اوّل) "کتاب ایمان و العقائد"
مؤلف	حضرت شیخ الحدیث مفتی سیّد نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم
جدید ترتیب وتبویب	مولانا مفتی وقار احمد صاحب (استاذ جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی)
کمپوزنگ، سیٹنگ	مفتی ضیاء اللہ صاحب، بھائی شکیل احمد صدیقی صاحب
سن اشاعت	۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء
مطبع	پرنٹ مارک 0321-3939101, 0321-9270048
ناشر	شعبہ نشر واشاعت دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

حاصل کرنے کیلئے رابطہ کیجئے

شعبۂ نشر واشاعت، جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

0301-3452678 021-32064664021-38302662

مکتبہ المعارف، سلام کتب مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

0333-2833755

نیز ملک کے تمام مشہور کتب خانوں پر بھی دستیاب ہے

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست کتاب العقائد

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
	عرضِ مرتب	۲۶
	مقدمہ (از حضرت شیخ الحدیث مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم)	۳۰

کتاب الایمان و العقائد...... (ایمان اور عقائد کے بیان میں)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	کیا ایمان مخلوق ہے؟	۴۷
۲	کتب سماویہ پر ایمان کی کیفیت	۴۸
۳	چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے	۴۸
۴	ایمان کیلئے فقط توحید و رسالت کا اقرار کافی ہے؟	۵۰
۵	نصرانی کے مسلمان ہونے کی کیفیت	۵۰
۶	مرتد کے مسلمان ہو جانے کے بعد اس کی نیکیوں کے لوٹ آنے کا حکم	۵۱
۷	قریب المرگ شخص کا حکم	۵۲
۸	غیر اللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعد اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم	۵۲
۹	مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا	۵۳
۱۰	ملحد کی تعریف	۵۴
۱۱	زندیق کی تعریف	۵۴
۱۲	ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب	۵۵
۱۳	جس کو اسلام کے بارے میں زندگی بھر پتہ نہ چلا	۵۶

فصل فی کلمات الکفر وغیرھا...... (کفریہ کلمات اور افعال کے بیان میں)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۴	اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار	۵۷
۱۵	حالت نیند میں کفریہ کلمات کہنا	۵۷
۱۶	مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا	۵۸

۱۷	صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے والا	۵۸
۱۸	مسلمان کو کافر یا مشرک کہنا	۵۹
۱۹	آپ علیہ السلام کی پسند فرمودہ کے متعلق استہزاء کرنا	۵۹
۲۰	روزہ اور نماز کو تکاسلاً ترک کرنے والا	۶۰
۲۱	کسی بزرگ سے اولاد کا سوال اور والدین کی اطاعت	۶۱
۲۲	اپنی بیوی سے کہنا کہ "تجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" اس کا حکم	۶۱
۲۳	شریعت کے خلاف اشعار کہنا	۶۳
۲۴	یوں کہنا کہ میں اسلام کو چھوڑتا ہوں یا داڑھی مونڈنے پر اچھا لگتا ہوں	۶۴
۲۵	کیا صدقۂ فطر کا منکر کافر ہے؟	۶۵
۲۶	ممنوع اور حرام کام پر خوشی کا اظہار کرنا	۶۵
۲۷	ویزے کے حصول کے لئے اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کرنا	۶۶
۲۸	داڑھی کو اونٹ کی دم کہنا	۶۶
۲۹	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حاضر و ناظر، عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا حکم	۶۷
۳۰	مؤذن کو گالی دینا	۶۷
۳۱	ملاقات کے وقت جھکنا	۶۸
۳۲	کسی کے سامنے سجدہ کرنا	۶۸
۳۳	اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے "تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے"	۶۹
۳۴	غیبت کو حلال سمجھنا	۶۹
۳۵	گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا	۷۰
۳۶	کیا معراج کا منکر کافر ہے؟	۷۰
۳۷	جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہنا	۷۱
۳۸	بغیر وضو جان بوجھ کر نماز پڑھنا	۷۱
۳۹	یوں کہنا: میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں	۷۱
۴۰	یوں کہنا کہ میں نماز نہیں جانتا	۷۲
۴۱	نماز کو گالی دے کر یوں کہنا کہ نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا	۷۳

۴۲	خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کی تفصیل اور منکر زکوٰۃ کا حکم	۷۴
۴۳	یوں کہنا: میری نماز معاف کردی گئی ہے	۷۵
۴۴	جو شخص شیخین کو کافر لکھے	۸۲
۴۵	یوں کہنا کہ ''میں حلال وحرام نہیں جانتا''	۸۲
۴۶	غیر قبلہ کی طرف اور بغیر وضوء نماز پڑھنے والے کا حکم	۸۳
۴۷	کیا محمد بن عبدالوهاب النجدی خوارج میں سے تھا؟	۸۳
۴۸	شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا	۸۴
۴۹	نقلی داڑھی کی خرید وفروخت اور لگانے والے کا حکم	۸۴
۵۰	کفریہ الفاظ ادا کرنے والے کا حکم	۸۵
۵۱	یوں کہنا کہ'' کاش شراب حرام نہ ہوتی، روزہ فرض نہ ہوتا''	۸۶
۵۲	یوں کہنا کہ'' اللہ تعالی کا بچہ بھی آجائے تو اس سے کام لیں گے''	۸۶
۵۳	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل سمجھنا	۸۷
۵۴	غلطی سے کلمات کفر کہہ دینا	۸۸
۵۵	یوں کہنا: میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہو جاؤں پھر اس کام کو سرانجام دینا	۸۸
۵۶	حرام کی ابتدا وانتہاء پر بسم اللہ والحمد للہ کہنا/ ترک صلوٰۃ وقرأۃ پر قسم	۹۰
۵۷	کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر ہیں؟	۹۰
۵۸	غلام علی، غلام مصطفیٰ اور غلام رسول نام رکھنا	۹۳
۵۹	کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہنا	۹۴
۶۰	اللهم صل علی محمد نحن عباد محمد لکھنا یا کہنا	۹۵
۶۱	داڑھی کی توہین کرنا یا مذاق اڑانا	۹۵
۶۲	یوں کہنا کہ ''انا مؤمن انشاء اللہ''	۹۶
۶۳	یوں کہنا کہ میں جزا وسزا سے آزاد ہوں	۹۶
۶۴	''انبیاء کرام کی قبور میں ازواج مطہرات کو پیش کیا جاتا ہے'' اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟	۹۷
۶۵	آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ چیز کو استہزاءً ناپسندیدہ کہنا	۹۸
۶۶	یوں کہنا کہ گانا سننے سے سکون ملتا ہے	۹۹

۶۷	موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا کیسا ہے؟	۹۹
۶۸	کسی ہندو کو کافر کہنا	۱۰۱
۶۹	یوں کہنا کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا	۱۰۱
۷۰	یوں کہنا: میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا	۱۰۱
۷۱	مذاقاً سوال کرنا کہ کیا تمہارے نبی نے شراب پی؟	۱۰۲
۷۲	''اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں'' کہنے کا حکم	۱۰۳
۷۳	''کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے'' یہ کہنے کا حکم	۱۰۳
۷۴	چند شرکیہ اشعار	۱۰۴
۷۵	انامؤمن حقا اور انا مؤمن انشاء اللہ کہنا	۱۰۴
۷۶	''فلاں کا چہرہ ملک الموت کے چہرے کی طرح ہے'' کہنے کا حکم	۱۰۵
۷۷	اللہ تعالیٰ کیلئے کسی جگہ یا مکان میں ہونے کے اعتقاد کا حکم	۱۰۵
۷۸	''اسلامی معاشی نظام، معاشی ترقی سے روکتا ہے'' یہ کہنے والے کا حکم	۱۰۵
۷۹	توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والا:	۱۰۶
۸۰	یوں کہنا کہ اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم نہیں مانیں گے	۱۰۶
۸۱	شرعی قانون وراثت کا انکار کرنا	۱۰۷
۸۲	کافر کو کافر کہنا	۱۰۷
۸۳	یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور یاعلی مشکل کشا کہنا	۱۰۸
۸۴	عامل یا نجومی سے چور متعین کروانا	۱۰۹
۸۵	کیا آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب تھے؟	۱۰۹
۸۶	جنات کی طرف آپ ﷺ کی بعثت کا انکار کرنا	۱۱۰
۸۷	حالت حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنے کو حلال سمجھنے والے کا حکم	۱۱۰
۸۸	کلمات کفر کا صدور	۱۱۱
۸۹	شیعہ کی نماز جنازہ پڑھانا	۱۱۱
۹۰	''شیعہ سنی بھائی بھائی'' نعرہ لگانے والے کا حکم	۱۱۲
۹۱	کیا سجدہ تعظیمی کفر ہے؟	۱۱۴

۹۲	مسواک کا مذاق اڑانا	۱۱۵
۹۳	خلافت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا انکار کرنا	۱۱۶
۹۴	کیا نماز ورزش ہے؟	۱۱۶
۹۵	یوں کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو.....	۱۱۷
۹۶	کیا ہر حرام کا منکر کافر ہے؟	۱۱۷
۹۷	ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا	۱۱۸
۹۸	سنت کا مذاق اڑانا	۱۱۹
۹۹	داڑھی والے شخص کو بکرا کہنا	۱۱۹
۱۰۰	یوں کہنا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی	۱۲۰
۱۰۱	ستارہ ملنے اور نہ ملنے کی حقیقت	۱۲۰
۱۰۲	شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام پر سوال کرنا	۱۲۱
۱۰۳	یا محی الدین وغیرہ کے الفاظ پکارنا	۱۲۱
۱۰۴	سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا	۱۲۲
۱۰۵	فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا فون نمبر کہنا	۱۲۲
۱۰۶	کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا	۱۲۲
۱۰۷	داڑھی کاٹ دو ورنہ رشتہ نہیں ملے گا	۱۲۳
۱۰۸	اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟	۱۲۳
۱۰۹	دست شناسی کی حیثیت	۱۲۴
۱۱۰	حجر اسود کے بوسہ کے وقت گھن آنا	۱۲۴
۱۱۱	حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنا	۱۲۵
۱۱۲	گناہ صغیرہ کو حلال سمجھ کر کرنا	۱۲۵
۱۱۳	یوں کہنا کہ مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں	۱۲۶
۱۱۴	انبیاء وشیخین کو گالی دینا قرآنی آیات میں تاویل اور زکوۃ کو ٹیکس قرار دینا	۱۲۶
۱۱۵	بینک میں اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرنا	۱۲۷
۱۱۶	یوں کہنا کہ تجھ پر اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے	۱۲۸

۱۱۷	یوں کہنا کہ اللہ ورسول کو گواہ بناتا ہوں		۱۲۸
۱۱۸	جادوگری کی شرعی حیثیت		۱۲۹
۱۱۹	یوں کہنا کہ شریعت غلط ہے/ میں خدا کو نہیں مانوں گا، سودی قرض لے کر تبلیغ پر جانا		۱۳۰
۱۲۰	استاد، امام یا والدین کی گستاخی کرنا		۱۳۱
۱۲۱	یوں کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ کافر جنتی ہے یا جہنمی		۱۳۱
۱۲۲	یوں کہنا "مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی" اس کا حکم		۱۳۲
۱۲۳	داڑھی کی وجہ سے حقارت سے دیکھنا		۱۳۳
۱۲۴	قرأت سبعۃ عشر کا انکار		۱۳۳
۱۲۵	کسی کو بے ایمان کہنے سے کفر لازم آتا ہے؟		۱۳۳
۱۲۶	اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا		۱۳۴
۱۲۷	ماں سے نکاح کو حلال سمجھنا		۱۳۴
۱۲۸	کلام مقدس کی بے حرمتی کرنا		۱۳۵
۱۲۹	اولیاء سے مدد مانگنا/ اذان سے پہلے صلوۃ وسلام پڑھنا		۱۳۵
۱۳۰	کتب فقہ کی توہین کرنا		۱۳۶
۱۳۱	یوں کہنا کہ غلام احمد نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا		۱۳۷
۱۳۲	"کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے" اور "جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے" میں تعارض کا دفعیہ		۱۳۷
۱۳۳	سبقت لسانی سے کلمہ کفر کہہ دینا/ غلطی سے آیت غلط پڑھ دینا		۱۳۸
۱۳۴	دعوی مجددیت ومہدیت		۱۳۸
۱۳۵	یا رسول اللہ کہنا اور مصافحہ کے وقت انگوٹھا دیکھنا کیسا ہے؟		۱۳۹
۱۳۶	کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا		۱۴۰
۱۳۷	کیا مولانا کہنا شرک ہے؟		۱۴۰
۱۳۸	کافر سے جھاڑ پھونک کرانا		۱۴۱
۱۳۹	ارکان اسلام کا انکار		۱۴۱
۱۴۰	بغیر تحقیق کفر کا فتوی		۱۴۲
۱۴۱	علم غیب اور فالنامہ		۱۴۲

۱۴۲	عالم دین کے ساتھ بغض رکھنا	۱۴۵
۱۴۳	عالم کی تضحیک کا حکم	۱۴۵
۱۴۴	عالم دین کو مسجد کا میراثی کہنے کا حکم	۱۴۵
۱۴۵	علماء کرام کو سب و شتم کرنے والے کا حکم	۱۴۸
۱۴۶	مشائخ پر لعن طعن کرنے والے سے تعلقات رکھنا	۱۴۸
۱۴۷	بے نمازی اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے کا حکم	۱۴۹
۱۴۸	توہین رسالت کے مرتکب کا حکم	۱۵۰
۱۴۹	نداء غیر اللہ کے جواز کی ایک صورت	۱۵۰

فصل فی السنة و البدعة ......(سنت اور بدعت کے بیان میں)

۱۵۰	قبروں پر چادریں چڑھانا اور اس کی چوری کا حکم	۱۵۲
۱۵۱	بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کرنا/مصیبت کے وقت اذان دینا	۱۵۲
۱۵۲	وعظ و نصیحت کے لئے دن متعین کرنا	۱۵۳
۱۵۳	عاشورہ کے دن سرمہ لگانا	۱۵۳
۱۵۴	مزاروں پر چادریں چڑھانا اور وہاں کا نمک چاٹنا	۱۵۴
۱۵۵	وضوء میں اور حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا	۱۵۵
۱۵۶	سبز پگڑی کا اہتمام کرنا	۱۵۶
۱۵۷	قبروں کا طواف کرنا اور منگھو پیر کے چشمے سے غسل کرنا	۱۵۷
۱۵۸	چالیس روز تک قبر پر تلاوت اور خیرات کرنا	۱۵۸
۱۵۹	جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا اور حیلہ اسقاط کرنا	۱۵۹
۱۶۰	حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ	۱۶۰
۱۶۱	کیا سبز عمامہ سنت ہے؟ بادشاہی مسجد کے عمامے کا حکم	۱۶۲
۱۶۲	بارہ ربیع الاوّل کے دن پکے ہوئے کھانے کو کھانا	۱۶۳
۱۶۳	قبروں کو بوسہ دینا	۱۶۴
۱۶۴	قبر پر قرآن خوانی کرنا	۱۶۴
۱۶۵	مصافحے کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا	۱۶۵

۱۶۶	ختم قرآن کے موقع پر عزیز و اقارب اور بچوں کو مدعو کرنا	۱۶۵
۱۶۷	بدعتی کی عزت و اکرام کرنا	۱۶۵
۱۶۸	کلمہ اور قرآنی آیات والی چادر میت پر ڈالنا	۱۶۶
۱۶۹	نماز کے بعد اجتماعی طور پر درود پڑھنا	۱۶۶
۱۷۰	عید کے دن مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے؟	۱۶۷
۱۷۱	بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا	۱۶۷
۱۷۲	رمضان میں خاص سورتوں کا التزام کرنا	۱۶۸
۱۷۳	فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا	۱۶۹
۱۷۴	فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا	۱۶۹
۱۷۵	میت کے گھر سے ہر جمعرات یا چالیس روز تک کھانا بھیجنا	۱۷۰
۱۷۶	آیت کریمہ کا ختم	۱۷۱
۱۷۷	آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور مروجہ میلاد	۱۷۱
۱۷۸	دس محرم کے مروجہ افعال	۱۷۲
۱۷۹	قبروں پر چادریں چڑھانا اور قبروں کی مٹی کھانا	۱۷۳
۱۸۰	ختم بخاری شریف اور مروجہ عرس میں فرق	۱۷۴
۱۸۱	عرس میں شرکت کے لئے نئے پہننے والے کپڑے کو احرام کہنا	۱۷۴
۱۸۲	عاشورہ کی رسومات اور بدعات	۱۷۵
۱۸۳	''الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' کہنے کا حکم	۱۷۵
۱۸۴	محفل میلاد کا مروجہ طریقہ اور اس کی شرعی حیثیت	۱۷۶
۱۸۵	جنازہ کے آگے قرآن مجید لیکر چلنا	۱۷۷
۱۸۶	قرآنی آیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں کے کتبوں کو چومنا	۱۷۷
۱۸۷	ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ	۱۷۷
۱۸۸	آتش بازی کو ثواب سمجھ کر کرنا	۱۷۸
۱۸۹	۲۲ویں رجب کے کونڈوں کی حیثیت	۱۷۸
۱۹۰	رمضان میں ختم قرآن پر دعا کرنا	۱۷۹
۱۹۱	سنن کے بعد کی اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت	۱۸۰

۱۹۲	نمازِ تراویح کے دوران الصلوٰۃ بر محمد کا نعرہ لگانا	۱۸۸
۱۹۳	بزرگی کا معیار اور کافر کی تعظیم	۱۸۹
۱۹۴	شب جمعہ کے اجتماع میں جانے کی شرعی حیثیت	۱۹۰
۱۹۵	رمضان کی ستائیسویں شب کے التزامات	۱۹۰
۱۹۶	۲۷ رجب میں عبادت کا اہتمام اور مساجد کا چراغاں کرنا	۱۹۵
۱۹۷	ماہِ صفر میں چھولے بانٹنا	۱۹۷
۱۹۸	قبر پر اذان دینا/ نجومی کو ہاتھ دکھانا	۱۹۷
۱۹۹	قبر پر پھول چڑھانا	۱۹۸
۲۰۰	نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کی شرعی حیثیت	۱۹۹
۲۰۱	اہل میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا	۲۰۰
۲۰۲	تعزیت کے ساتھ مالی امداد کرنا	۲۰۰
۲۰۳	حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ	۲۰۱
۲۰۴	تعزیت کے لئے ورثاء میت کے پاس جانا	۲۰۲
۲۰۵	میت یا کفن میت پر کلمہ لکھنا/قبر پر اذان دینا/میت کو چھتری سے ڈھانک کر لے جانا	۲۰۲
۲۰۶	بچوں کے ختم قرآن پر دعوت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل	۲۰۳
۲۰۷	مبتدع (بدعتی) کی تعریف	۲۰۴
۲۰۸	غیر اللہ کی نذر کے بغیر مزار پر کھانا لے جانا	۲۰۴
۲۰۹	رقم جمع کر کے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا	۲۰۵
۲۱۰	تیجہ چالیسواں اور برسی منانا کیسا ہے	۲۰۶
۲۱۱	سوئم کی شرعی حیثیت/ دفن کے بعد دعا کرنا	۲۰۶
۲۱۲	دفن کے بعد تین دفعہ دعا کرنا	۲۰۷
۲۱۳	جنازہ اٹھا کر دس قدم ناپ کر چلنا	۲۰۸
۲۱۴	تین دن تک تعزیت اور تعزیت کا طریقہ	۲۰۸
۲۱۵	میت کی چارپائی کے نیچے گندم وغیرہ رکھنا	۲۰۹
۲۱۶	قضائے عمری کی شرعی حیثیت	۲۱۰
۲۱۷	تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا	۲۱۱

۲۱۸	نعمت کے شکرانے کے طور پر عید میلاد النبی منانا	۲۱۱
۲۱۹	تبرکات کی زیارت کے لئے تعیین وقت	۲۱۳
۲۲۰	بیت اللہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بنانا	۲۱۳
۲۲۱	شادی کے وقت چھوہاروں کی تقسیم	۲۱۴
۲۲۲	یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چھٹی کا مطالبہ	۲۱۵
۲۲۳	اجتماعی طور پر سورہ یٰسین کا اہتمام کرنا	۲۱۵
۲۲۴	ہر جمعرات یٰسین کا ختم کروانا	۲۱۶
۲۲۵	نماز عید کے بعد مصافحہ کرنا	۲۱۷
۲۲۶	دعا بعد الفرائض کا التزام بدعت ہے؟	۲۱۸
۲۲۷	مبتدعین کی مساجد و مدارس پر قبضہ کرنے کی شرعی حیثیت	۲۱۸
۲۲۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت کی تعیین اور نعت خوانی کی شرعی حیثیت	۲۲۰
۲۲۹	قبر پر قرآن مجید کی تلاوت	۲۲۱
۲۳۰	کلمہ طیبہ یا کوئی آیت کفن پر روشنائی سے لکھنا	۲۲۱
۲۳۱	قبروں پر چادریں چڑھانا	۲۲۲
۲۳۲	تعزیت کا طریقہ اور میت کے لئے دعا	۲۲۲
۲۳۳	سنتوں کے بعد والی دعا کو استسقاء پر قیاس کرنا	۲۲۳
۲۳۴	کیا محفل قرأت ونعت کا اہتمام بدعت ہے؟	۲۲۴
۲۳۵	تین دن تک امام ومقتدیوں کا قبرستان جانا	۲۲۴
۲۳۶	گیارہویں اور شب برأت کا کھانا	۲۲۴
۲۳۷	مصیبت کے وقت کالا بکرا ذبح کرنا	۲۲۵
۲۳۸	اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت	۲۲۵
۲۳۹	چالیس روز تک قبرستان جانا	۲۲۶

کتاب الانبیاء ...... (انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

۲۴۰	کیا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی؟	۲۲۸
۲۴۱	حضرت آدم کا دنیا میں بھیجنا خلافت کے طور پر تھا؟	۲۲۸
۲۴۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں من گھڑت قصہ	۲۲۹

۲۴۳	حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کون تھیں؟	۲۲۹
۲۴۴	حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی ایک صورت	۲۳۰
۲۴۵	حضرت خضر، الیاس اور یونس علیہم السلام	۲۳۱
۲۴۶	کیا حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا ثابت ہے؟	۲۳۳
۲۴۷	حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح اور آپ کی اولاد	۲۳۳
۲۴۸	کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں؟ کیا حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام حیات ہیں؟	۲۳۴
۲۴۹	قبض روح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا	۲۳۵
۲۵۰	حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان پیغمبروں کی تعداد	۲۳۵
۲۵۱	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پیروکار نے شہید کردیا تھا یا زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟	۲۳۶
۲۵۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی وجہ	۲۳۶
۲۵۳	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک سوال کا جواب	۲۳۷
۲۵۴	کتنے انبیاء زندہ ہیں؟	۲۳۸
۲۵۵	تحقیق عصمت انبیاء	۲۳۹
۲۵۶	مہاتما بدھ اور گرونانک انبیاء میں سے تھے	۲۴۰
۲۵۷	امتیوں کا نبی کریم ﷺ کیلئے دعا مانگنا عصمت رسول ﷺ کے منافی نہیں	۲۴۱
۲۵۸	انبیاء علیہم السلام کے خون اور فضلات کی طہارت	۲۴۲
۲۵۹	آپ ﷺ کے فضلات (بول و براز) بطور دوا استعمال کرنے کا حکم	۲۴۳
۲۶۰	انبیاء اور دیگر مؤمنین کی حیات میں فرق	۲۴۴
۲۶۱	جنات کی طرف مبعوث انبیاء	۲۴۵
۲۶۲	انبیاء علیہم السلام کے ختنے کی صورت	۲۴۵
۲۶۳	کیا مرتبہ نبوت ولایت سے افضل ہے؟	۲۴۶
۲۶۴	رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت و وفات اور آپ کے غسل و جنازہ کی کیفیت	۲۴۶
۲۶۵	حضور ﷺ کی ولادت کس طرح ہوئی؟	۲۴۷
۲۶۶	کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن میں کلام کیا تھا؟	۲۴۸
۲۶۷	آپ ﷺ نور تھے یا بشر؟	۲۴۹
۲۶۸	رسول اللہ ﷺ کا شق صدر	۲۴۹

۲۶۹	نبوت سے قبل طریقہ عبادت	۲۵۰
۲۷۰	آپ ﷺ کی بعثت جنات کیلئے بھی تھی	۲۵۱
۲۷۱	دیگر انبیاء علیہم السلام پر حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ	۲۵۲
۲۷۲	کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مختون پیدا ہوئے؟	۲۵۳
۲۷۳	آپ ﷺ کی اولاد کی تعداد	۲۵۴
۲۷۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد تھی؟	۲۵۴
۲۷۵	کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب یا مختار کل تھے؟	۲۵۴
۲۷۶	حضور اکرم ﷺ کا اپنے اوپر درود پڑھنا	۲۵۵
۲۷۷	حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟	۲۵۵
۲۷۸	حضور ﷺ کے نعلین کا رنگ	۲۵۶
۲۷۹	آپ ﷺ کے مرض الموت کا ایک واقعہ	۲۵۷
۲۸۰	حضور ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟	۲۵۹
۲۸۱	حیات النبی ﷺ کا ثبوت کتاب وسنت سے	۲۵۹
۲۸۲	آپ علیہ السلام کی قبر اطہر میں حیات مبارکہ	۲۶۰
۲۸۳	قبر اطہر میں امتیوں کے سوال کا جواب اور شفاعت	۲۶۱
۲۸۴	کیا انبیاء علیہم السلام کو حوریں ملیں گی/کیا آپ ﷺ ہمارے والد کی طرح ہیں؟	۲۶۷
۲۸۵	نبی علیہ السلام کی بعثت اور مؤمنین جنات کا حکم	۲۶۸
۲۸۶	کیا معجزات کے لئے تاریخی گواہی ضروری ہے؟	۲۶۹
۲۸۷	شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آپ ﷺ نے نفل نماز پڑھائی تھی یا فرض؟	۲۷۰
۲۸۸	معراج جسمانی یا روحانی؟	۲۷۱
۲۸۹	آنحضرت ﷺ کے والدین کا ایمان	۲۷۲

کتاب التفسیر ومایتعلق بالقرآن ...... (تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

۲۹۰	''مافی الارحام'' سے کیا مراد ہے؟	۲۷۳
۲۹۱	''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟	۲۷۴
۲۹۲	وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا الآیۃ کا مطلب؟	۲۷۴
۲۹۳	''واهجرهم هجرا جميلا'' سے رہبانیت ثابت ہوتی ہے؟	۲۷۷

۲۹۴	علم الیقین اور عین الیقین میں فرق	۲۷۸
۲۹۵	انسان کو ظالم کیوں کہا گیا؟	۲۷۹
۲۹۶	تفاسیری واقعات کی حیثیت	۲۷۹
۲۹۷	ایک آیت کے متعلق وضاحت	۲۸۰
۲۹۸	تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا	۲۸۱
۲۹۹	قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگانا اور اسے چومنا	۲۸۱
۳۰۰	آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نام کے کتبوں کو چومنا	۲۸۲
۳۰۱	قرآن مجید کے نقطے	۲۸۲
۳۰۲	جس کمرے میں قرآن ہو وہاں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا	۲۸۳
۳۰۳	دینی کتب یا قرآن شریف کی موجودگی میں بیوی سے صحبت کرنا	۲۸۳

کتاب مایتعلق بالحدیث ...... (حدیث شریف سے متعلق سوالات)

۳۰۴	وحی کی برکات سے محرومی	۲۸۴
۳۰۵	حجیت حدیث قرآن کی روشنی میں	۲۸۴
۳۰۶	قبور صحابہ کی زیارت اور حدیث لاتشدوالرحال کا مطلب	۲۸۵
۳۰۷	وقت طلوع وغروب پر ایک اشکال وجواب	۲۸۶
۳۰۸	گرگٹ کو مارنے پر ثواب	۲۸۶
۳۰۹	جذامی سے دور رہنے والی روایت کا مطلب	۲۸۷
۳۱۰	احادیث کے بارے میں چند سوالات	۲۸۸
۳۱۱	''ان اللہ خلق آدم علی صورتہ'' کا مطلب	۲۹۰
۳۱۲	''من ترک الصلاۃ متعمدا فقد کفر'' کا مطلب	۲۹۰
۳۱۳	بعد عصر مطالعہ کی ممانعت	۲۹۲
۳۱۴	اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر اجر	۲۹۲
۳۱۵	حجۃ الوداع کے موقع پر خلیفہ اول کا اعلان	۲۹۳
۳۱۶	واقعۂ فدک کی تفصیل اور حقیقت	۲۹۶
۳۱۷	موضوع حدیث کے بیان کے وقت وضع کا بیان	۳۰۰
۳۱۸	کیا آپ علیہ السلام کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی؟	۳۰۰

۳۱۹	اختلاف کے وقت نجات پانے والی جماعت	۳۰۱
۳۲۰	کسی مسلمان کو کافر کہنا	۳۰۱
۳۲۱	جنت اور جہنم میں عورتوں کے متعلق روایات کے تعارض کی تطبیق	۳۰۲
۳۲۲	''لانکاح بین العیدین'' کا مطلب	۳۰۴

فصل مایتعلق بتحقیق الروایات ...... (روایات کی تحقیق کے بیان میں)

۳۲۳	''اللھم اعز الاسلام باحد العمرین'' کی تحقیق	۳۰۶
۳۲۴	''لولاک لماخلقت الافلاک'' کی تحقیق	۳۰۶
۳۲۵	''اختلاف العلماء رحمة'' کی تحقیق	۳۰۷
۳۲۶	''لوبغی جبل علی جبل لدک الباغی'' کی تحقیق	۳۰۷
۳۲۷	''اطلبوا العلم ولوبالصین'' کی تحقیق	۳۰۸
۳۲۸	تحقیق روایت ''العلماء ورثة الانبیاء''	۳۰۸
۳۲۹	یوم عاشوراء میں حدیث توسع (اہل وعیال پر فراوانی) کی تحقیق	۳۰۹
۳۳۰	تحقیق روایت ''کنت کنز امخفیا الحدیث''	۳۰۹
۳۳۱	تحقیق روایت ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین''	۳۱۰
۳۳۲	تحقیق ''لھدم الکعبة حجراًحجراً أھون من قتل المسلم''	۳۱۰
۳۳۳	''انامدینة العلم الخ'' اس روایت کی تحقیق	۳۱۱
۳۳۴	حدیث ''الصلوة خلف عالم تقی'' کی تحقیق	۳۱۱
۳۳۵	السلطان المسلم ظل اللہ فی الارض کی تحقیق	۳۱۳
۳۳۶	روایت ''من ضرب اباہ فاقتلوہ ، العنکبوت شیطان فاقتلوہ'' کی تحقیق	۳۱۳
۳۳۷	مؤمن کی شان کا بیان	۳۱۴
۳۳۸	سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو پیدا کیا گیا کا حدیث سے ثبوت ، نور اور بشر میں افضل کون	۳۱۵

باب مایتعلق بالصحابة ...... (صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

۳۳۹	مرض الوفات میں نمازیں کس نے اور کتنی پڑھائیں؟	۳۱۹
۳۴۰	حضور ﷺ نے نماز میں کن کن صحابہ کی اقتدا کی؟	۳۱۹
۳۴۱	حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما پر سب وشتم کرنے والے کا حکم	۳۲۰

۳۴۲	صحابہ ؓ معیارِ حق ہیں یا نہیں؟	۳۲۱
۳۴۳	کیا حضرت سعد بن عبادہ ؓ نے صدیق اکبر ؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟	۳۲۲
۳۴۴	سیف اللہ کا لقب	۳۲۲
۳۴۵	عشرہ مبشرہ میں شامل صحابہ ؓ کے نام	۳۲۳
۳۴۶	حضرت معاویہ ؓ کا کاتبِ وحی ہونا	۳۲۳
۳۴۷	حضرت علی ؓ کا بابِ خیبر کو اکیلے اکھاڑ دینا	۳۲۴
۳۴۸	''صلوٰۃ وسلام'' اور ''ترضی'' کا استعمال	۳۲۴
۳۴۹	خلفاء راشدین ؓ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟	۳۲۵
۳۵۰	حضرت جعفر طیار ؓ کے لقب ''طیار'' کی وجہ	۳۲۶
۳۵۱	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر	۳۲۶
۳۵۲	کیا حضرت فاطمہ وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں کوئی اختلاف تھا؟	۳۲۷
۳۵۳	حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد کی خصوصیت کی وجہ	۳۲۸
۳۵۴	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا	۳۲۹

﴿فصل فی الرؤیا﴾......(خواب سے متعلق احکام)

۳۵۵	اللہ ﷻ کی زیارت کی حقیقت	۳۳۱
۳۵۶	نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی؟	۳۳۱
۳۵۷	زیارت باری تعالیٰ عورتوں کو بھی ہوگی	۳۳۲
۳۵۸	دنیا میں اللہ تعالیٰ کی زیارت	۳۳۳
۳۵۹	سرورِ کونین ﷺ کی زیارت	۳۳۴
۳۶۰	بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت	۳۳۴
۳۶۱	بیداری میں زیارت سے کیا مراد ہے؟	۳۳۵
۳۶۲	خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے	۳۳۵
۳۶۳	خواب کی حقیقت	۳۳۶
۳۶۴	کیا حضور ﷺ کو بھی بدخوابی ہوتی تھی؟	۳۳۶
۳۶۵	روضۂ اطہر کی زیارت واجب ہے یا سنت؟ حرمین شریفین میں افضل کونسا ہے؟	۳۳۷

کتاب مایتعلق بالتصوف و السلوک ......(تصوف اور سلوک کے بارے میں)

۳۶۶	کیا عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہے؟	۳۳۸
۳۶۷	غائبانہ بیعت کی شرعی حیثیت	۳۳۸
۳۶۸	قبر پر سورہ انشراح سے فیض کا حصول	۳۳۹
۳۶۹	سلاسل اربعہ کی حقیقت وشرعی حیثیت	۳۴۰
۳۷۰	تصوف میں مختلف مدارج کی تقسیم	۳۴۱
۳۷۱	بیعت پر ایک شبہ کا جواب	۳۴۲
۳۷۲	قطب اور غوث کا وجود	۳۴۳
۳۷۳	ابدال کا وجود اور ان کا تصرف	۳۴۳
۳۷۴	بیت اللہ میں نماز پڑھنے کا دعویٰ کرنا	۳۴۴
۳۷۵	ذکر قلبی کا ثبوت	۳۴۴
۳۷۶	رجال الغیب کی حقیقت اور ان کی تعداد	۳۴۵

کتاب التوسل و التبرک ......(وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

۳۷۷	وسیلہ کی شرعی حیثیت	۳۴۶
۳۷۸	توسل بالانبیاء والاولیاء	۳۴۶
۳۷۹	آپ ﷺ یا دوسرے بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا	۳۴۸
۳۸۰	خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا	۳۴۸
۳۸۱	کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درخت کاٹنے سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے؟	۳۴۹
۳۸۲	بحق فلاں وغیرہ کے الفاظ کا حکم	۳۵۰
۳۸۳	موئے مبارک سے برکت کا حصول	۳۵۱
۳۸۴	"بحق فلاں" یا "بحرمۃ فلاں" کے الفاظ کا حکم	۳۵۲
۳۸۵	تبرکات سے برکت کا حصول	۳۵۲
۳۸۶	نعلین مبارک سے تبرک کا حصول	۳۵۳
۳۸۷	وسیلے کے جواز وعدم جواز کی تفصیل	۳۵۳

کتاب الاسماء والالقاب ...... (ناموں اور القابات کے بارے میں)

۳۸۸	کسی شخص کی تعظیم کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنے کا حکم	۳۵۵
۳۸۹	عبد محمد نام رکھنا/ آپ ﷺ کے نام پر کسی سے کوئی چیز لینا	۳۵۵
۳۹۰	بچوں کے نام عبد الرحمٰن اور عبد الرحیم رکھنا	۳۵۶
۳۹۱	اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''خدا'' استعمال کرنے کا حکم	۳۵۶
۳۹۲	لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا	۳۵۷
۳۹۳	''حضرت مولانا'' یا ''حضرت اقدس'' کا لفظ استعمال کرنا	۳۵۸

فصل فی الفرق الاسلامیة والباطلة والاشخاص المتعلقین بها

(صحیح اور گمراہ فرقوں اور ان سے متعلق شخصیات کے بارے میں)

۳۹۴	ذکری فرقہ کے عقائد	۳۵۹
۳۹۵	آغا خانیوں کی طرف سے دی جانے والی سہولیات کا حاصل کرنا	۳۶۰
۳۹۶	آغا خانیوں سے میل جول رکھنا	۳۶۱
۳۹۷	''تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں'' کیا یہ جبریہ کا عقیدہ ہے؟	۳۶۳
۳۹۸	عقیدہ بدأ کی حقیقت	۳۶۳
۳۹۹	بوہری اور آغا خانی شریعت کی نظر میں	۳۶۴
۴۰۰	حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق پاکستانی خاتون ڈاکٹر رفعت حسن کا خود ساختہ نظریہ	۳۶۶
۴۰۱	کیا شیعہ کافر ہیں؟	۳۷۱
۴۰۲	سلفی حضرات کون ہیں اور ان سے لین دین کا حکم	۳۷۲

فصل فی التعویذات ...... (تعویذات کے بیان میں)

۴۰۳	درود کے ذریعے دم کرنا	۳۷۶
۴۰۴	دعا یا تعویذ سے جرائم ثابت کرنا	۳۷۶
۴۰۵	تعویذ لٹکانے کی حیثیت	۳۷۷
۴۰۶	مجرم کی تعیین کسی عامل کے خاص عمل سے	۳۷۸

فصل فی اغلاط العوام ...... (عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

۴۰۷	قرآن سے فال نکالنا	۳۷۹
۴۰۸	فال کی شرعی حیثیت	۳۷۹
۴۰۹	مسجد کے محراب کی مٹی زخم کے لئے استعمال کرنا	۳۸۰
۴۱۰	آٹے کی گولیوں پر سورۃ مزمل پڑھ کر سمندر میں پھینکنے کی رسم	۳۸۰
۴۱۱	دو عیدوں کے درمیان شادی کو منحوس سمجھنا	۳۸۱
۴۱۲	رات کو آئینہ دیکھنا یا جھاڑو دینا	۳۸۲
۴۱۳	کتے کی پیدائش کے متعلق غلط فہمی	۳۸۲
۴۱۴	کیا ہدہد سید ہے؟	۳۸۲
۴۱۵	بچہ اگر مختون پیدا ہو تو یہ بزرگی کی علامت ہے؟	۳۸۳
۴۱۶	جاہل اور جعلی پیر کے ہاتھ پاؤں چومنا	۳۸۳
۴۱۷	بغیر عقیقہ کے مرے ہوئے بچے کی شفاعت	۳۸۴
۴۱۸	جھوٹے میں مزید پانی ملانے سے بیماری پیدا ہوتی ہے؟	۳۸۴
۴۱۹	قرآن شریف کے نیچے سے گزرنا شفاء کے حصول کیلئے	۳۸۵
۴۲۰	زلزلے کا سبب	۳۸۵
۴۲۱	دلہن کی رخصتی کے وقت اذان دینا	۳۸۶
۴۲۲	صدقہ کے وقت بکرے کو مریض کے گرد گھمانا	۳۸۶

کتاب التاریخ و السیر ...... (تاریخ اور سیر کے بیان میں)

۴۲۳	قوم عاد کی قد و قامت اور شداد کی جنت	۳۸۸
۴۲۴	غزوہ موتہ کب اور کس وجہ سے ہوا؟	۳۸۸
۴۲۵	فتح کے موقع پر قتل کیے گئے بعض اشخاص کے نام اور ان کے جرائم	۳۸۹
۴۲۶	کیا معرکہ کربلا جہاد تھا؟	۳۹۱
۴۲۷	حضرت حسینؓ کا یزید کے خلاف نکلنا شریعت کی نظر میں نیز یزید پلید کہنے کا حکم	۳۹۴
۴۲۸	حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک	۳۹۶
۴۲۹	بہن بھائی کے نکاح کی حرمت کی تاریخ	۳۹۷

۴۳۰	کیا یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے رحمت نامی بیٹی تھی؟	۳۹۸
۴۳۱	تاریخ اسلامی کی ابتداء	۳۹۸
۴۳۲	کیا شہادت عثمانؓ میں حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے شامل تھے؟	۳۹۹
۴۳۳	کیا مرض وفات میں آپ علیہ خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے؟	۳۹۹
۴۳۴	حضرت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ نے خود خلافت کی ذمہ داری سونپی تھی	۴۰۹
۴۳۵	امام اعظم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟	۴۱۰
۴۳۶	بارہ ربیع الاوّل کا تعین ہجرت سے پہلے	۴۱۰
۴۳۷	کیا امام نسائی شیعہ تھے؟	۴۱۱

کتاب الاجتهاد و التقليد ...... (اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)

۴۳۸	ائمہ کے اختلاف کی رعایت اور مقلد کا عمل	۴۱۲
۴۳۹	کیا قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے؟	۴۱۳
۴۴۰	تقلید کی شرعی حیثیت	۴۱۳
۴۴۱	تقلید واجب ہے یا نہیں؟	۴۱۹
۴۴۲	ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرنے والے کا حکم	۴۱۹
۴۴۳	مذہب کی تبدیلی پر تعزیر	۴۲۰
۴۴۴	ابوحنیفہ کی وجہ تسمیہ	۴۲۱

فصل فی علامات الساعة ...... (قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں)

۴۴۵	علامات قیامت کا بیان	۴۲۲
۴۴۶	قیامت کی علامات	۴۲۴
۴۴۷	مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں	۴۲۵

فصل فی احوال مابعدالموت ...... (مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)

۴۴۸	عذاب قبر جسد مع الروح پر ہے یا صرف روح پر؟	۴۲۶
۴۴۹	قبرستان میں سلام کے جواب کی کیفیت	۴۲۶
۴۵۰	کیا ارواح جمعہ کی شب اہل وعیال میں آتی ہیں	۴۲۷

۴۵۱	سابقہ مرحومین کی روحوں کا نئے مرحوم کی روح کے ساتھ ملاقات	۴۲۸
۴۵۲	ارواح کے اہل وعیال میں آنے کا عقیدہ رکھنا	۴۲۹
۴۵۳	مرحومین کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے	۴۲۹
۴۵۴	قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف	۴۳۰
۴۵۵	زندہ اور مردہ دونوں کے لئے ایصال ثواب	۴۳۰

فصل فی کیفیة الحشر و احواله......(میدان حشر اور اس کے احوال کے بارے میں)

۴۵۶	دائمی عذاب عادت کی وجہ سے ہلکا ہوگا؟	۴۳۱
۴۵۷	روز قیامت جانوروں سے بھی حساب لیا جائے گا	۴۳۲
۴۵۸	دوسرے شخص کو دیا ہوا گردہ معذب ہوگا یا نہیں؟	۴۳۴
۴۵۹	معاد جسمانی کی حقیقت	۴۳۵
۴۶۰	چھوٹے بچوں کی حشر میں کیفیت	۴۳۶
۴۶۱	مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے؟	۴۳۶
۴۶۲	موت کے بعد جنت میں داخل ہونا	۴۳۷

فصل فی المتفرقات......(متفرق مسائل کا بیان)

۴۶۳	کھجور کے درخت کی پیدائش	۴۳۹
۴۶۴	ملاقات کے وقت ہاتھوں کا بوسہ لینا اور جھکنا	۴۳۹
۴۶۵	درس قرآن سے روکنا	۴۴۰
۴۶۶	سودخور کی شکل کا مسخ ہونا	۴۴۱
۴۶۷	فخر کے طور پر انگلش بولنا اور سیکھنا	۴۴۲
۴۶۸	''انشاء اللہ و ماشاء فلاں'' کہنا	۴۴۳
۴۶۹	عرش افضل ہے یا کرسی؟	۴۴۳
۴۷۰	والد کو خلاف شرع کام سے روکنا	۴۴۳
۴۷۱	لفظ ''اسلام'' اس امت کی خصوصیت ہے؟	۴۴۴
۴۷۲	مکہ افضل ہے یا مدینہ؟	۴۴۵
۴۷۳	وحی لکھنے کی کیفیت	۴۴۶

۴۷۴	ٹکڈ وتلڈ وغیرہ کے کھانے کا حکم	۴۴۶
۴۷۵	تقدیر پر ایک شبہ کا ازالہ	۴۴۷
۴۷۶	بنی اسرائیل سے من وسلویٰ ختم ہونے کی وجہ	۴۴۷
۴۷۷	پیدائش سے قبل سانس بھی متعین ہوتے ہیں؟	۴۴۸
۴۷۸	کرامات اولیاء کا ثبوت	۴۴۸
۴۷۹	سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کرنے کی حقیقت	۴۴۹
۴۸۰	روضہ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا	۴۵۰
۴۸۱	درود کے الفاظ احادیث میں	۴۵۱
۴۸۲	کیا ابوطالب ایمان لے آئے تھے؟	۴۵۱
۴۸۳	جنت کے مینڈھے کا گوشت	۴۵۲
۴۸۴	عید کے دن مبارک باد دینا	۴۵۳
۴۸۵	روضہ اقدس پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا	۴۵۳
۴۸۶	آپ ﷺ پر سلام اور اس کا جواب	۴۵۴
۴۸۷	درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں ہے؟	۴۵۵
۴۸۸	سید کون ہیں؟	۴۵۶
۴۸۹	آب حیات کا وجود	۴۵۷
۴۹۰	مجدد اور مہدی میں فرق	۴۵۸
۴۹۱	کیا صحیح بخاری کی احادیث دوسری کتابوں پر مقدم ہیں؟	۴۵۸
۴۹۲	کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا	۴۶۰
۴۹۳	کیا مکڑی نے غار ثور کے دہانے پر جالا تنا تھا؟	۴۶۰
۴۹۴	قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا	۴۶۱
۴۹۵	قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے	۴۶۱
۴۹۶	مصافحہ کے وقت جھکنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا	۴۶۲
۴۹۷	اللہ نبی وارث لکھنا	۴۶۲
۴۹۸	چھ کلمات کی حقیقت	۴۶۳
۴۹۹	لفظ اللہ کو تھوک سے مٹانا	۴۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مرتب

الحمد للہ و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، اما بعد!

دنیا بھر میں آج تک جتنے مذاہب آئے ہیں ان میں اسلام نے سب سے زیادہ جامع واضح اور مکمل قوانین دیئے ہیں جو انسانی فطرت کے عین مطابق ہونے کی وجہ سے آسان اور قابل عمل ہیں ان قوانین کے مجموعہ کو فقہ اسلامی کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

فقہ کا انسانی زندگی اور معاشرے سے انتہائی گہرا تعلق ہے قرآن وحدیث سے مستنبط ہونے والے اس قانون فقہ سے انسانی زندگی کے شب وروز اور معاشرہ کے نشیب وفراز میں نہ یہ کہ صرف رہنمائی ملتی ہے بلکہ معاشرے کو حرکت، حرارت اور خصوصی تیزی بھی نصیب ہوئی ہے۔

زمانے کی تبدیلی، احوال کے فرق اور حاجات وتقاضوں اور ضرورتوں کے تحت آنے والے نت نئے اور پیچیدہ مسائل کو فقہاء کرام نے شبانہ روز محنت اور اپنے فہم وادراک کا صحیح استعمال کرتے ہوئے فقہی اصول وقواعد کی روشنی میں حل کیا ہے جسے فتویٰ کہا جاتا ہے، ان حضرات کی محنتوں اور کاوشوں کی جتنی پذیرائی کی جائے کم ہے۔

ہمارے مشفق استاذ محترم حضرت شیخ الحدیث مفتی سید **نجم الحسن** صاحب امروہوی دامت برکاتہم اسی سلسلۃ الذہب کی ایک کڑی ہیں۔ اللہ رب العزت نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کو بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ ایسے خطیب ہیں جو سامعین کے دل ودماغ کو فتح کر لیتے ہیں۔ آپ کی زبان کی حلاوت اور تعبیر وبیان کی سلاست عوام وخواص دونوں کو متاثر کرتی ہے۔ لیکن جو فن آپ کو اپنے معاصرین سے ممتاز کرتا ہے اور جو آپ کی شہرت اور مقبولیت کا خاص سبب بنا ہے وہ ہے ''فقہ''...... فقاہت میں تعمق کے ساتھ ساتھ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ کی کئی سالہ رفاقت نے آپ کی ان صلاحیتوں اور صفات میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔

حضرت الاستاذ...... دامت برکاتہم...... کے فتاویٰ میں بعض تحقیقی فتاویٰ ایسے بھی ہیں جو خود ایک کتابی شکل رکھتے ہیں۔ ''ڈیجیٹل کیمرے کی تصویر کی حرمت پر مفصل و مدلل فتویٰ'' جو دسیوں دارالافتاء کی تصدیق کے بعد منصۂ شہود پر کئی ماہ پہلے آ گیا ہے اس کی واضح مثال ہے۔ اور آپ کے خود نوشتہ اور مصدقہ فتاویٰ جات کی تعداد تو ہزاروں میں ہے لیکن ان میں سے اہم اور زیادہ آمدہ مسائل کا انتخاب کر کے سلسلہ وار ''نجم الفتاویٰ'' کے نام سے کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ آج سے پانچ سال قبل اسی سلسلے کی پہلی کڑی جلد اوّل ''کتاب العقائد'' کے نام سے شائع ہوئی تھی (اس کی ترتیب وتبویب حوالہ جات اور عربی عبارات کی مراجعت حضرت مفتی غلام مصطفیٰ صاحب اور حضرت مفتی الیاس صاحب مدظلہما نے کی تھی اب راقم نے حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کے حکم سے اس کے کئی مسائل کی ازسرنو تحقیق اور بعض نئے مسائل کا اس میں اضافہ اور مکمل جلد کی دوبارہ تصحیح کا کام بھی کیا ہے) اور اپنی پہلی اشاعت میں علماء وطلباء کے حلقے میں اس نے خوب پذیرائی پائی۔ اس پہلی جلد میں ایمانیات سے متعلق مختلف مباحث، کلماتِ کفر کا بیان، ردِ بدعات، فرسودہ رسومات وروایات اور اس کے علاوہ مختلف موضوعات پر سیر حاصل مواد موجود ہے لیکن پھر بعض وجوہات کی بنا پر کچھ عرصہ تک یہ کام معطل رہا۔ ۲۰۰۷ء کے اواخر میں اس ناچیز کی جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن میں تقرری ہوئی اور پھر حضرت الاستاذ دامت برکاتہم کی طرف سے ''نجم الفتاویٰ'' کی ترتیب وتبویب اور تصحیح کے کام کو آگے بڑھانے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

راقم الحروف کی یہ خوش نصیبی ہے کہ اس مجموعہ کو مرتب کرنے اور ''نجم الفتاویٰ'' کے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کا شرف مجھے ملا، اور اس خوش نصیبی کا جہاں ایک پہلو اخروی اجر وثواب ہے، جس کی اللہ رب العزت سے بہت امید ہے، وہیں دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کام کے بہانہ کئی ہزار مسائل پر نظر ہوگئی۔ فتویٰ نویسی کا کچھ اسلوب سمجھ میں آیا، بالخصوص نجم الفتاویٰ کی جلد دوم اور جلد سوم شروع تا آخر تمام مسائل کی ترتیب وتبویب کرنے کی خدمت چونکہ راقم کو ہی ملی اسی لئے اس کی ترتیب اور خصوصیات کو بیان کرنے کی کوشش کی۔

نجم الفتاویٰ کی ترتیب کا انداز اور مسائل میں حوالہ جات کو ذکر کرنے کا طریقۂ کار دیگر تمام عصری فتاویٰ سے ذرا مختلف رکھا گیا ہے۔ تاکہ عام لوگوں کے ساتھ ساتھ علماء کرام اور مفتیان کرام کو بھی ہر مسئلے کا مکمل حل با حوالہ مل سکے۔ حوالہ جات کے سلسلے میں صرف ایک کتاب پر ہی اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ اکثر جگہ کئی کتابوں سے حوالہ جات نقل کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ فتاویٰ کی ترتیب میں مندرجہ ذیل طریقۂ کار ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۱)...... حتی الامکان مکررات کو حذف کیا گیا۔ البتہ جہاں کہیں کسی مکرر مسئلہ میں کوئی نئی مفید بات نظر آئی اس مسئلہ کو اس فائدے کے پیش نظر باقی رکھا گیا ہے۔

(۲)...... جلد اوّل مکمل ''عقائد'' سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے باقی دوسری اور تیسری جلد کی ترتیب میں فقہی ابواب کا ذکر قدیم طرز پر رکھا گیا، پہلے طہارت پھر صلوٰۃ، زکوٰۃ، صوم، حج وغیرہ۔

(۳)...... ہر جلد کے ساتھ تفصیلی فہرست مرتب کی گئی ہے جس کی وجہ سے مسائل کو ڈھونڈنے میں سہولت رہے گی۔

(۴)...... تمام جوابات کے ساتھ حوالہ جات مع عربی عبارت کے نقل کیے گئے۔

(۵)......اس بات کی کوشش کی گئی کہ جواب کے ہر جزئیہ کا عربی حوالہ ضرور آئے۔

(۶)......ہر مسئلہ کے لئے فقہائے کرام کی عبارات سے جزئیہ صریحہ لانے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۷)......اوزانِ جدیدہ وقدیمہ ومقادیر شرعیہ کی اصطلاحات اور مسائل کو از سر نو تحقیق کے ساتھ علیحدہ عنوان سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۸)......اکابرین علمائے دیوبند رحمہم اللہ کے فتاویٰ میں پائے جانے والے بعض ظاہری تعارض پر اعتراضات، علامہ شامی کی بعض عبارات پر ہونے والے اشکالات کے جوابات کو بھی خصوصیت سے ذکر کیا گیا ہے۔

(۹)......تحقیقی مسائل میں بھی عام فہم زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عوام وخواص دونوں مستفید ہوسکیں۔

(۱۰)......نزاعی مسائل اور تحقیقی مسائل میں ایک جزئیہ کے دو یا دو سے زیادہ کتب سے حوالے تحریر کئے گئے ہیں جس کی وجہ سے بعض مقامات پر عربی عبارت کچھ طویل ہوگئی ہیں۔

(۱۱)......کوشش یہ کی گئی ہے کہ فتاویٰ کے جملہ مسائل متعلقہ ابواب میں اس کے ذیلی عنوانات کے تحت ذکر کئے جائیں لیکن اگر کسی جگہ ایسا کرنا ممکن نہ رہا تو ہر کتاب کے آخر میں متفرق مسائل کا عنوان دے کر اس کتاب سے متعلق مسائل اس میں درج کئے گئے ہیں۔

(۱۲)......تمام حوالہ جات کی دوبارہ تحقیق کی گئی ہے، نیز تحریر کے بعد حضرت الاستاذ......دامت برکاتہم......نے تمام فتاویٰ جات پر خود نظر ثانی فرمائی ہے۔

اظہار تشکر

راقم الحروف اوّل اس ذات پاک کا تہہ دل سے شکر گزار ہے جس نے اس عظیم کام کے کچھ حصے کی ترتیب وتبویب کی تکمیل کی ہمت عطا فرمائی اور پھر ان حضرات کا بھی دل کی گہرائیوں سے ممنون ہوں جنہوں نے اس گراں قدر اور مشکل کام میں میری کسی بھی قسم کی مدد فرمائی۔ محترم بھائی شکیل احمد صدیقی صاحب بھی خصوصیت کے ساتھ شکریہ کے مستحق ہیں جنہوں نے جلد دوم، جلد سوم کی مکمل کمپوزنگ کا کام کیا، اور اس کی تصحیح اور پروف ریڈنگ میں دلچسپی سے کام کیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت الاستاذ......دامت برکاتہم......کے سایہ عاطفت کو عافیت کے ساتھ تادیر ہم سب پر قائم رکھیں، آمین۔ اس فتاویٰ کے سلسلے کو جلد از جلد تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور اس میں کسی بھی قسم کی رہ جانے والی کمی کوتاہی کو دور کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اس سلسلے کو شرف قبولیت سے نواز کر ہمارے لئے ہمارے والدین اور اساتذۂ کرام کیلئے کامل مغفرت اور نجات اخروی کا ذریعہ بنائیں اور ان تمام حضرات کو اپنی شان کے مطابق عظیم جزائے خیر عطا فرمائیں جنہوں نے کسی بھی مرحلے میں کسی بھی قسم کا تعاون کیا یا اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا، آمین۔

وما ذالک علی اللہ بعزیز

ضروری گذارش

اہل علم حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ اس فتاویٰ کی ترتیب، تبویب اور تصحیح پر اپنی بساط کی حد تک تو خوب توجہ دی گئی ہے مگر پھر بھی اغلاط کا رہ جانا ممکن ہے اس لئے اگر کسی بھی قسم کی کوئی غلطی یا خامی رہ گئی ہو تو اسے راقم کی کم علمی اور ناتجربہ کاری پر محمول کریں اور ازراہِ کرم اس کی نشاندہی فرمادیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی تصحیح ہوسکے۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی النبی الکریم وعلی الہ و اصحابہ اجمعین

(حضرت مفتی) **وقار احمد** عفا اللہ الصمد

خادم الافتاء والتدریس

جامعہ دارالعلوم یاسین القرآن نارتھ کراچی

۲۰/شوال المکرّم ۱۴۳۱ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمۃ

از

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم

الحمدللہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین وعلی من تبعھم باحسان من المحدثین والفقہاء المجتھدین والعلماء العاملین ...... امابعد!

اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی ہے: الرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ (''رحمٰن'' وہ ہے جس نے قرآن پاک کی تعلیم دی)۔اس سے معلوم ہوا کہ تمام علوم میں اصل وحی کا علم ہے اور اس وحی الٰہی کے ساتھ اسلام جو فلاح انسانیت کا ضامن ہے انسانی زندگی کے تمام شعبوں، افکار ونظریات، اخلاق، عادات ومعاملات، معاشرت ومناکحت، حدود وتعزیر، میراث وترکات، نجی امور واجتماعیات، ملکی وبین الاقوامی سیاسیات میں بھرپور رہنمائی مہیا کرکے زندگی کا رشتہ مکمل طور پر وابستہ کرتا ہے۔اس وابستگی کا فائدہ کیا ہے............؟

نوعی اعتبار سے انسان نباتات اور حیوانات سے برتر ومکرم مخلوق ہے:

ولقد کرمنابنی آدم الایۃ (الاسراء: ۷۰)، لقدخلقنا الانسان فی أحسن تقویم (التین: ٤).

مذکورہ انواع اپنی نشونما اور کمال نوعی کی تحصیل میں مادی غذا کی محتاج ہیں جیسے پانی کے بغیر نباتاتی وحیوانی زندگی کا تصور نہیں اسی طرح وحی خداوندی کے بغیر ''انسانی زندگی'' کا امکان نہیں۔کیونکہ انسانیت کے لئے وحی الٰہی کی ایسے ہی حقیقی ضرورت ہے جیسے حیات کے لئے پانی کہ جس طرح پانی کے بغیر درخت پھل لانے کے بجائے سوکھ کر ایندھن کی جگہ کام آتا ہے اسی طرح اتباع وحی کے بغیر کمال نوعی سے محروم ہوکر انسان دوزخ کا ایندھن بن جاتا ہے وما خلقت الانس والجن الالیعبدون الایۃ (الذاریات: ٥٦)۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں بھیجا تاکہ وہ یہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق زندگی گزار کر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرے اور آخرت میں جنت کا مستحق ہو جیسے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو اس انعام کا مستحق قرار دیتے ہوئے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات اولئک ھم خیر البریۃ ،جزاء ھم عند ربھم جنٰت عدن تجری من

تحتها الانھر خلدین فیھا ابدا ، رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ ، ذلک لمن خشی ربہ ٥ (البینۃ :۷،۸)

اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کے تمام شعبوں کا اسی طرح فلاح دارین کا دارومدار فقط وحی پر ہے۔اس کی کیا وجہ ہے؟

حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے انسان کو حواس بھی دیئے ہیں اور عقل بھی عطا فرمائی ہے لیکن ان کے ذریعے ایک مخصوص حد تک علم حاصل ہوسکتا ہے بلکہ اس میں بھی غلطیاں ہوتی ہیں مثلاً دن رات ہم مشاہدہ کرتے ہیں نگاہ غلطی کرتی ہے چنانچہ چاندنی رات کو جب چاند بھی نکلا ہوا ہو اور بادل بھی آسمان پر ہوں تو دیکھنے والے کو محسوس ہوتا ہے کہ گویا چاند دوڑ رہا ہے جبکہ حقیقت میں بادل دوڑ رہے ہوتے ہیں۔یہی حال تمام حواس ظاہرہ کا ہے۔جہاں تک عقل کا تعلق ہے سو آپ کو معلوم ہے کہ وہ نابالغ ہے خواہ وہ ترقی کر کے کہیں سے کہیں پہنچ جائے۔اس میں عدم بلوغ کی شان باقی اور برقرار رہتی ہے چنانچہ ہم عقلاء کو دیکھتے ہیں کہ ہر چیز میں اختلاف کرتے ہیں شاذ ونادر کسی مسئلے میں ان کا اتفاق ملے گا ورنہ اختلاف ہی اختلاف ہوتا ہے۔یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ عقل کی رسائی منزل تک ضروری نہیں“۔ (کشف الباری ۱/۲۱۱)

معلوم ہوا کہ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے نہ تو حواس ظاہرہ پر کلی اعتماد و انحصار کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی انسانی عقل پر کیونکہ یہ تمام چیزیں حقیقت کے کماحقہٗ ادراک سے عاجز ہیں۔ان کے مقابلے میں ایک ذریعہ علم وحی ہے جس کے دائرہ کار کی ابتدا عقل وحواس کی حدود ختم ہونے کے بعد شروع ہوتی ہے اور یہ ایسا محفوظ ذریعہ ہے کہ قرآن نے اعلان کیا ہے: لایأتیہ الباطل من بین یدیہ ولامن خلفہ،تنزیل من حکیم حمید٥ (حٰم السجدۃ: ۴۲) نہ اس میں باطل کی آمیزش کا کوئی امکان ہے اور نہ خطأ ونسیان کا احتمال ہے۔اس لئے اگر کسی انسان کی فلاح و بہبود کے لئے کسی چیز پر مکمل اعتماد کیا جاسکتا ہے تو وہ فقط ”وحی“ ہے۔

الوحی:

امام راغب اصفہانی معجم مفردات الفاظ القرآن ص:۵۵۲ میں وحی کے لغوی معنی لکھتے ہوئے فرماتے ہیں:”اصل الوحی الاشارۃ السریعۃ“۔یعنی جلدی سے اشارہ کردینا اور بتادینا کیونکہ فرشتہ ایک آن میں آکر غیب کی باتیں بتاجاتا ہے۔

علامہ عینی عمدۃ القاری ۱/۱۴ میں لکھتے ہیں:”والوحی فی الاصل الاعلام فی خفاء“۔یعنی وحی کہا جاتا ہے چپکے سے بتادینے کو چنانچہ فرشتہ نبی کریم ﷺ کے پاس آکر اس طرح پیغام خداوندی پہنچادیتا تھا کہ لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔

لیکن اصطلاح میں وحی کا اطلاق صرف اس کلام پر ہوتا ہے”جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہو خواہ بذریعہ فرشتہ یا کسی اور ذریعہ سے،اس میں اسباب ظاہری اور امور عادیہ کا دخل نہ ہو“۔یہ وحی نبوت کے ساتھ خاص ہے۔اور اگر وحی میں اسباب ظاہری وغیرہ کا دخل ہو مثلاً وحی بذریعہ القاء فی القلب ہو یا بذریعہ خواب ہو تو اس پر لغۃً وحی کا اطلاق ہوتا ہے اصطلاحاً نہیں۔

(معجم مفردات الفاظ القرآن:ص۵۵۲)

پھراس وحی کی دوقسمیں ہیں: والوحی امامتلو أوغیرہ وھو السنة (نورالانوار: ص ۲)۔ ''وحی متلو'' قرآن ہے اور ''غیر متلو'' حدیث ہے۔وحی کی ان دونوں قسموں سے استنباط مسائل واحکام کا نام فقہ ہے۔جس کے ذریعے فرض وواجب، حلال وحرام اور صلاح وفساد کا علم ہوتا ہے۔

فقہ کی اہمیت وفضیلت قرآن وحدیث کی نظر میں:

یؤتی الحکمة من یشاء ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیرا کثیرا، ومایذکر الاأولوالالباب O

(البقرة: ۲۶۹)

''عنایت کرتا ہے سمجھ جس کو چاہے اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں''۔

اس آیت کے تحت درمنثور ۲/۶۶ میں حضرت مجاہدؒ کا قول نقل کرتے ہوئے علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

عن مجاھد (یؤتی الحکمة من یشاء) قال لیست بالنبوة ولکنه بالقرآن والعلم والفقه.

''(عنایت کرتا ہے حکمت جسکو چاہے) فرمایا کہ حکمت سے مراد نبوت نہیں بلکہ قرآن،علم اور فقہ ہے''۔

نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ تفسیر منقول ہے یعنی ''قرآن میں سمجھ بوجھ''۔

وأخرج ابن ابی حاتم عن مالک بن انس قال زید بن اسلم ان الحکمة العقل الخ۔

''یعنی حکمت عقل ہی کا نام ہے اور میرے قلب میں یہ بات اللہ تعالیٰ نے ڈال دی کہ حکمت اللہ کے دین میں سمجھ کا نام ہے اور یہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے دلوں میں داخل فرماتے ہیں اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ تو ایک آدمی کو پائے گا کہ وہ دنیاوی امور میں عقلمند ثابت ہوگا دوسرا اس کے مقابلے میں کمزور لیکن دینی معاملہ کو بصیرت سے جاننے والا ہوتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا فرمائی اور پہلے عقلمند کو اس سے محروم رکھا۔سو حکمت دین الٰہی میں سمجھ کا نام ہے''۔ (الدرالمنثور ۲/۶۷)

فلولا نفر من کل فرقه منھم طائفة لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذا رجعوا الیھم لعلھم یحذرون O (التوبة: ۱۲۲)

''سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تا کہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تا کہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف تا کہ وہ بچتے رہیں''۔

عن معاویة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ ''من یرد الله به خیرا یفقھه فی الدین ''رواہ البخاری.

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں سمجھ (تفقہ) عطا فرماتے ہیں''۔

عن ابن عمر رضی الله عنھما قال قال رسول الله ﷺ افضل العبادة الفقه وافضل الدین الورع.

(رواہ الطبرانی ۱۰/۱۲۲،وفی الترغیب ۱/۵۰، کنز العمال: ۲۸۷۶۳)

''افضل عبادت فقہ ہے اور افضل دین تقویٰ ہے''۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ ﷺ قلیل العلم خیر من کثیر العبادۃ و کفی بالمرء فقهاً اذا عبداللہ و کفی بالمرء جهلا اذا أعجب برأیه.

(رواہ الطبرانی فی الاوسط ۹/۳۱۸، الترغیب والترھیب ۱/۵۰)

''تھوڑا علم زیادہ عبادت سے بہتر ہے اور انسان کے سمجھدار ہونے کے لئے کافی ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کرے اور انسان کے لئے یہی جہالت کافی ہے کہ اس کو اپنی رائے بھلی لگے''۔

ان لکل شئ دعامة ودعامة هذا الدین الفقه ولفقیه واحد اشد علی الشیطان من الف عابد.

(کنز العمال :۲۸۷٦۸)

''ہر چیز کا ایک ستون ہوتا ہے، دین اسلام کا ستون فقہ ہے۔ اور شیطان پر ہزار عابدوں کے مقابلے میں ایک فقیہ عالم (کو گمراہ کرنا) سخت ہوتا ہے''۔

طلب الفقه حتم واجب علی کل مسلم. (کنز العمال ۱۰/۱۵۹ [۲۸۸۲۵])

''ہر مسلمان پر فقہ کا طلب کرنا ضروری اور واجب ہے''۔

تدوین فقہ اور ائمہ اربعہ:

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ اسلام ایک ہمہ گیر، وسیع اور دائمی نظام حیات ہے اور اس نے اپنی اس امتیازی شان ہمہ گیری اور دوامی حیثیت کی بقاء کی خاطر اپنے اندر لچک اور گنجائش رکھی ہے تا کہ ہر دور میں اور ہر جگہ انسانی ضروریات کا ساتھ دے سکے اور کسی منزل پر اپنے پیروکاروں کی رہبری سے قاصر نہ رہے۔

حضور اقدس ﷺ نے زندگی کے تمام گوشوں سے متعلق ایک جامع ضابطہ حیات امت کو عطا فرمایا جس میں تمام شعبوں سے متعلق قواعد وضوابط بیان کر دیئے گئے ہیں۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد خلفاء راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو کہ حضور ﷺ کے تربیت یافتہ تھے دین وشریعت کو قائم رکھا اور چار دانگ عالم میں اس کو پھیلا دیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نئے نئے مسائل پیش آتے گئے جن کا بظاہر قرآن وحدیث میں حکم نہیں ملتا تھا۔ چنانچہ علماء ربانیین نے اس ضرورت کا احساس کیا اور اس کے لئے باضابطہ سب سے پہلے سراج الامۃ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ آمادہ ہوئے اور اس کے بعد دیگر ائمہ کرام کو اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لئے منتخب فرمایا جن میں ائمہ اربعہ کا ذکر خاص طور پر ملتا ہے۔

الامن اشتهرت مذاهبهم ، هم اربعة :ابو حنیفة الکوفی ومالک واحمد والشافعی واولهم الاول ویعاصره الثانی الخ (مقدمة الفوائد البهیة :ص٦)

''جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی وہ چار ہیں امام ابوحنیفہ کوفی، امام مالک، امام احمد اور امام شافعی ان چاروں میں سے

پہلے (یعنی امام ابوحنیفہ) مقدم ہیں''۔

سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

آپ کا پورا نام نعمان بن ثابت الکوفی ہے لیکن آپ کی شہرت آپ کی کنیت کے ساتھ ہے جو''ابوحنیفہ'' ہے۔ عام طور پر امام صاحبؒ کا عجمی النسل ہونا مسلم ہے۔ علامہ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۶/ ۵۳۱ میں امام صاحبؒ کے پوتے اسماعیل بن حماد کی زبانی یہ روایت بیان کی ہے:

''ہم پر کبھی غلامی کا دور نہیں آیا، ہم فارسی نسل کے ہیں، ہمارے دادا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے''۔

تحصیل علم:

امام صاحب بیس (۲۰) سال کی عمر میں تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سب سے پہلے ادب وانساب اور اس کے بعد خصوصاً علم کلام حاصل کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد فقیہ وقت امام حماد کے حلقہ درس میں شریک ہونے لگے۔ امام صاحب نے اگرچہ مختلف اساتذہ سے فقہ وحدیث کی تحصیل کی ہے لیکن خصوصیت سے حضرت حمادؒ کے تربیت یافتہ تھے۔

شرف تابعیت:

اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو تابعی ہونے کے شرف سے بھی نوازا تھا۔ بعض روایات کے مطابق جس زمانہ میں آپ کوفہ میں پیدا ہوئے تھے تو بہت سے صحابہ کرام وہاں موجود تھے۔ اور اس میں تو کسی کو بھی شبہ نہیں ہے کہ بعض صحابہ کو آپ نے دیکھا تھا۔

امارؤیته لانس رضی اللہ عنه و ادراکه لجماعة من الصحابة بالسن فصحیحان لاشک فیهما.

(الخیرات الحسان: ۵۵)

''یعنی امام صاحب کا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت اور صحابہ کرام کی ایک جماعت کا زمانہ پانا دونوں باتیں صحیح ہیں اور شک وشبہ سے پاک ہیں''۔

حافظ ابن حجرؒ نے لسان المیزان ۳/۲۶۰ میں **ترجمة عائشة بنت عجرد** کے تحت یحییٰ بن معین کا یہ قول نقل کیا ہے:

ان اباحنیفة صاحب الری سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول اللہ ﷺ اکثر جند اللہ الجراد لاآکله ولااحرمه۔

''بے شک ابوحنیفہ صاحب رَیٰ نے حضرت عائشہ بنت عجرد کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ روئے زمین پر اللہ کا بہت بڑا لشکر ٹڈیاں ہیں جس کو نہ میں کھاتا ہوں اور نہ میں حرام کہتا ہوں''۔

یہ شرف ایسا ہے کہ جس میں ائمہ اربعہ میں سے کوئی آپ کا شریک نہیں بلکہ یہ امتیازی شان صرف آپ کو ہی حاصل ہے۔

وفی فتاوی شیخ الاسلام ابن حجر انه ادرک جماعة من الصحابة کانوا بالکوفة بعد مولده

بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذالک لاحد من ائمة الامصار المعاصرين كالاوزاعی بالشام والحمادين بالبصرة والثوری بالكوفة ومالک بالمدينة الشريفة والليث بن سعد بمصر. (الخيرات الحسان: ص ٤٨)

''امام صاحب نے ان صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا جو ۸۰ھ میں آپ کی پیدائش کے بعد کوفہ میں موجود تھے اور اسی وجہ سے آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے، یہ شرف ایسا ہے جو آپ کے معاصرین میں سے کسی کو حاصل نہیں''۔

امام اعظم کو ایک طرف تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے جو بقیہ تینوں ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہیں ہے، دوسری طرف آپ ان سب سے بڑے ہیں۔

الحاصل ان التابعين افضل الامة بعد الصحابة فنعتقد ان الامام الاعظم والهمام الاقدم ابوحنيفة افضل الائمة المجتهدين واكمل الفقهاء فی علوم الدين ثم مالک فانه اتباع التابعين ثم الامام الشافعی لكونه تلميذ الامام مالک بل تلميذ الامام محمد ثم الامام احمد كالتلميذ للشافعی. (شرح الفقه الاكبر: ص ٣٤٦)

''حاصل یہ کہ صحابہ کرام کے بعد اس امت کے افضل ترین افراد تابعین ہیں پس ہمارا اعتقاد ہے کہ امام اعظم کا مرتبہ ائمہ مجتہدین میں سب سے اونچا ہے اور فقہاء علوم دینیہ میں آپ سب سے بلند واکمل ہیں، آپ کے بعد امام مالک جو کہ تبع تابعی ہیں پھر امام شافعی جو کہ امام مالک بلکہ امام محمد کے بھی شاگرد ہیں پھر امام احمد جو امام شافعی کے شاگرد کے درجے میں ہیں''۔

دیگر ائمہ کرام کی توثیق:

امام مالکؒ سے امام شافعیؒ نے کہتے ہوئے سنا کہ کیا آپ نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے اور ان سے گفتگو کی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ جو اگر پتھر کے ستون کو دیکھ کر یہ کہہ دے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ اس بات کو اپنی دلیل سے ثابت کرے گا۔ (سیر اعلام النبلاء ۶/۵۳۴)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ علم فقہ میں امام ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

(اعلام النبلاء ۶/۵۳۷......البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۰۸)

یزید بن ہارون فرماتے ہیں میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو بردبار نہیں دیکھا۔

(سیر اعلام النبلاء: ص ۶/۵۳۷)

علی بن عاصم فرماتے ہیں کہ اگر امام ابوحنیفہ کے علم کا موازنہ ان کے ہم عصر فقہاء کے ساتھ کیا جائے تو یہ ان پر بھاری رہے گا۔ (حوالہ بالا)

ابن مبارک فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔
ابن مبارک یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر اللہ تعالی امام ابوحنیفہ وسفیان کے ذریعے میری امداد نہ فرماتے تو میں آج عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

امام اعظم کی وفات:

وکانت وفاته فی رجب من هذه السنة اعنی سنة خمسین ومائة وکان مولده فی سنة ثمانین فتم له من العمر سبعون سنة وصلی علیه ببغداد ست مرارلکثرة الزحام وقبره هناک رحمه الله.
(البدایه والنهایة: ۱۰/۱۱۰)
رجب کے مہینے ۱۵۰ھ میں وفات ہوئی اور بغداد میں نماز جنازہ پڑھائی گئی۔

امام مالک رحمہ اللہ:

مالک نام، ابوعبداللہ کنیت، امام دارالہجرۃ لقب اور والد کا نام انس تھا۔ خالص عرب خاندان سے تھے جو جاہلیت اوراسلام دونوں میں معزز تھا۔ معتبر روایت کی بناء پر سن پیدائش ۹۳ھ ہے۔
امام مالک کے خاندان کا جس طرح دینی وعلمی لحاظ سے ایک ممتاز مقام تھا اسی طرح آپ کا مولد ومسکن مدینۃ الرسول علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام علماء وفضلاء کا مخزن تھا۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سیکڑوں صحابہ رضی اللہ عنہم دوردراز مقامات میں نکل گئے تھے لیکن معدن، سونا نکلنے کے بعد بھی معدن ہے۔
آپ ہمیشہ مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے، مدینہ منورہ کو چھوڑ کر کبھی کسی اور شہر منتقل نہیں ہوئے۔ امام مالکؒ نے علماء مدینہ سے کسب علم کیا اور ایک طویل عرصے تک عبدالرحمٰن بن ہرمز کی شاگردی اختیار کی اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے مولی نافع اور ابن شہاب زہری اور اپنے علم فقہ کے استاد ربیعۃ بن عبدالرحمٰن عرف ربیعۃ الرائی سے کسب فیض کرتے رہے۔
مولانا سید سلیمان ندویؒ نے امام مالکؒ کے مجلس درس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے:
"جاہ وجلال اور شان وشوکت سے کاشانہ امامت پر بارگاہ شاہی کا دھوکہ ہوتا تھا، طلبہ کا ہجوم، مستفتیوں کا اژدحام، امراء کا ورود، علماء کی تشریف آوری، سیاحوں کا گزر، حاضرین کی مؤدب نشست، درخانہ پر سواریوں کا انبوہ دیکھنے والوں پر رعب ووقار طاری کردیتا تھا۔ (محدثین عظام: ص۹۲ بحوالہ حیات مالک)
امام مالکؒ کی وفات ہارون الرشید کے دور میں مدینہ منورہ میں ۱۷۹ھ میں ہوئی اور جنت البقیع میں آرام فرما ہوئے۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۱۸۰...... سیر اعلام النبلاء ۷/۳۸۲)

امام شافعی رحمہ اللہ:

آپ کا اسم گرامی ابوعبداللہ محمد بن ادریس القریشی الہاشمی تھا۔آپ کا نسب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جد امجد عبدمناف میں جا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مل جاتا ہے۔آپ کی ولادت فلسطین میں غزہ کے مقام پر ۱۵۰ھ میں ہوئی اور اتفاق سے یہ وہی سال ہے جس سال امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے بچپن میں ہی قرآن شریف حفظ کرلیا،اس کے بعد عربی زبان میں کمال حاصل کرنے کے لئے ھزیل قبیلہ کے گاؤں تشریف لے گئے۔آپ نے مکہ مکرمہ کے مفتی مسلم الزنجی کی شاگردی اختیار کی یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی جبکہ آپ کی عمر ۱۵ سال تھی۔اس کے بعد مدینہ منورہ منتقل ہوکر امام مالکؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔۱۸۳ھ میں بغداد تشریف لے گئے جہاں آپ نے امام محمد بن حسنؒ سے فقہاء عراق کے علوم حاصل کئے۔ ۱۸۷ھ میں مکہ مکرمہ میں امام احمدؒ نے آپ سے ملاقات کی انہوں نے آپ سے فقہ اور اصول ناسخ ومنسوخ میں کسب فیض کیا۔اس کے بعد آپ ۲۰۰ھ میں مصر تشریف لے گئے جہاں آپ نے اپنے فقہی مذہب کی بنیاد رکھی اور مصر میں ۲۰۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور قرافہ کے مقام پر آپ کی تدفین ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۲۶۲)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ:

آپ کا نام ابوعبداللہ احمد بن حنبل بن حلال بن اسد الذھلی الشیبانی تھا۔ ۱۶۴ھ میں بغداد میں ولادت ہوئی اور وہیں آپ نے تربیت حاصل کی۔

ابتدائی دور میں بغداد میں آپ نے امام شافعیؒ کی تقلید کی لیکن پھر بعد میں آپ مستقل امام مجتہد بن گئے اور حنبلی مذہب کی بنیاد رکھی۔آپ نے احادیث کے جمع اور حفظ کے سلسلے میں گرانقدر خدمات انجام دیں یہاں تک کہ اپنے دور میں امام المحدثین کہلانے لگے۔

حضرت ابراہیم حربی فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد کو دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا اللہ تعالیٰ نے ان کے اندر اولین وآخرین کے علوم جمع فرمادیئے ہیں۔

امام شافعیؒ جب مصر تشریف لے گئے تو فرمایا جب میں بغداد سے نکلا تو وہاں امام احمدؒ سے بڑا نہ کوئی فقیہ تھا اور نہ پرہیزگار۔

ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دو آدمیوں کے ذریعے اعزاز بخشا،حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارتداد کے وقت اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ سے فتنۂ خلق قرآن کے وقت۔ (تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۵)

۲۴۱ھ میں بغداد میں آپ کی وفات ہوئی۔ (البدایہ والنہایہ ۱۰/۳۴۰)

ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع:

یہ چاروں ائمہ کرام جمہور اہل اسلام کے وہ ائمہ ہیں جن کے مذاہب نے شہرت حاصل کی اور فقہ کی تدوین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی چار کا انتخاب فرمایا۔ان کے فقہی مسالک اصول شرعیہ سے ماخوذ و مستنبط ہیں اس لئے سب اپنے مقام پر درست وحق ہیں اور ان کی تقلید پر امت کا مسلسل اجماع چلا آرہا ہے۔ان کے علاوہ دوسرے مجتہدین کے اقوال اول تو منتشر ہیں اور دوسرے یہ کہ شرائط و قیود کے اعتبار سے منقح بھی نہیں ہیں۔اور اس کے ساتھ ساتھ اجتہاد مطلق کا دروازہ بھی بند ہو چکا ہے(ادب المفتی والمستفتی:ص ۲۹)۔اس لئے ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے۔

التقریر والتحبیر ۳/۴۷۲ میں "التحریر" کی عبارت پیش خدمت ہے:

ذکر بعض المتأخرین (ابن الصلاح) منع تقلید غیر الائمة الاربعة لانضباط مذاهبهم .... ولم یدر مثله فی غیرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو الصحیح۔

"بعض متاخرین یعنی ابن صلاح نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کے علاوہ کی تقلید نہیں کی جائے گی بوجہ ان ائمہ کے مذاہب منضبط ہونے کے .... اور اس وقت ان حضرات (ائمہ اربعہ) کے علاوہ ان جیسا اور کوئی موجود نہیں ہے بوجہ ان (دیگر حضرات) کے متبعین کے ناپید ہو جانے کی وجہ سے اور یہی (بات) صحیح ہے"۔

فقہ حنفی کے امتیازات وخصوصیات اور مجلس شوریٰ:

(۱) جوں جوں انسان ترقی کرتا گیا اس کی ضرورتیں بڑھتی اور پھیلتی گئیں، پھر اسلامی حکومتوں کی بڑھتی ہوئی حدود نے نئے نئے مسائل پیدا کئے۔ادھر مزاجوں میں بڑی تیزی سے انقلاب آچکا تھا۔سادہ دلی اور سادہ زندگی جو صحابہ کرام کا شیوہ خاص تھا ختم ہوتا جارہا تھا۔ایران وروم اور دوسرے عجمی ممالک کی سہل پسندی طبیعتوں میں مرکوز ہوتی جارہی تھی اس لئے حالات کا تقاضا ہوا کہ کتاب وسنت کی تعلیمات ایک نئے انداز سے مرتب ہوں۔صحابہ کرام کے اقوال تلاش کئے جائیں اور دین کا سارا ذخیرہ سامنے رکھ کر" نظام حیات" کی ترتیب ایسے جاذب نظر اور دلکش انداز میں ہو جسے ہر عالم و جاہل،ذہین وغبی،عربی وعجمی اور شہری وبدوی بآسانی سمجھ لے اور جو مسائل صراحۃً کتاب وسنت اور اقوال صحابہ میں موجود نہیں ہیں علماء کے باہمی غور وفکر اور بحث وتمحیص سے مستنبط ہوں تاکہ آنے والی نسلیں پریشانیوں سے دوچار نہ ہونے پائیں اور کتاب وسنت کی روشنی میں آسانی سے زندگی گزار سکیں۔اور ساتھ ہی ان کی عجلت پسند اور سہل طلب طبیعتیں تلاش وتجسس کی مشقت سے محفوظ رہیں۔

چنانچہ اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت امام صاحب کی ذات گرامی کو مخصوص اور منتخب فرمایا۔حضرت امام صاحب وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے فقہ کو باضابطہ طریقے سے مدون اور مبوب فرمایا۔اگرچہ شروع ہی سے فقہ اور اس کے احکامات موجود تھے لیکن وہ حضرات صرف اپنے حافظہ پر اعتماد کرتے تھے جبکہ امام صاحب نے بعد والوں کا لحاظ کرتے ہوئے فقہ کو جمع

کر کے کتابی شکل سے مزین کیا۔ چنانچہ ابن حجر شافعیؒ فرماتے ہیں:

انه اول من دون علم الفقه ورتبه ابوابا وكتبا على نحو ما هو عليه اليوم وتبعه مالك في مؤطئه ومن قبله انما كانوا يعتمدون على حفظهم. (الخيرات الحسان :ص ۷۳)

''امام ابوحنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم فقہ کو مدون کیا اور اسے ابواب وفصول سے اس طرح مرتب کیا جس طرح آج کل اس کی مرتب کردہ شکل موجود ہے۔ اور امام مالک نے مؤطا میں ان کی پیروی کی ہے۔ امام ابوحنیفہ سے پہلے لوگوں کا اعتماد حافظہ پر ہوا کرتا تھا''۔

امام ابوحنیفہ نے تدوین کا یہ کام صرف اپنی ذات تک محدود نہیں رکھا بلکہ اس کے لئے ایک جماعت (مجلس شوریٰ) تیار کی جن کی تعداد ایک ہزار تک تھی لیکن ان میں سے چالیس علماء خصوصی صلاحیتوں کے مالک تھے چنانچہ علامہ شامی فرماتے ہیں:

ونقل ط عن مسند الخوارزمي ان الامام اجتمع معه الف من اصحابه أجلهم وافضلهم اربعون قدبلغوا احد الاجتهاد فقربهم وأدناهم. (شامي: ۱/۶۷)

اس کے بعد علامہ شامی مزید لکھتے ہیں:

فكان اذاوقعت واقعة شاورهم الخ۔ یعنی جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو امام صاحب اپنے تمام اصحاب علم وفن سے مشورہ اور بحث ومباحثہ کرتے اور پہلے ان سے فرماتے کہ جو کچھ ان کے پاس احادیث اور اقوال صحابہ کا ذخیرہ ہے وہ پیش کریں، پھر اپنا ذخیرہ احادیث ان کے سامنے رکھتے۔ اس کے بعد ایک ایک ماہ اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ وقت اس مسئلہ پر بحث کرتے تا آنکہ حتمی بات طے پا جائے تو اس مسئلہ کو لکھوا دیتے اس طرح شورائی طریقہ پر سارے اصول منضبط ہوئے۔ ایسا نہیں کہ تنہا کوئی بات کہی ہو۔

اور یہ مجلس شوریٰ ایسی تھی کہ کسی اور کو ایسا اعزاز نہ مل سکا۔ یہی وجہ ہے کہ ابن حجر مکیؒ اس جماعت کی تعریف اور اس پر حد درجہ اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے ایک واقعہ نقل فرماتے ہیں:

قال رجل عند وكيع اخطأ ابو حنيفة رحمه الله فزجره وكيع وقال الخ۔ یعنی امام وکیع کے سامنے ایک شخص نے کہا کہ امام صاحب سے (کسی مسئلہ میں) غلطی سرزد ہوگئی۔ اس جملہ کے سنتے ہی امام وکیع نے اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور فرمایا کہ جو شخص یہ کہے وہ جانوروں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر ہے...... امام ابوحنیفہ کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟ جبکہ ان کی مجلس میں فقہ کے ائمہ امام ابویوسف اور امام محمد ہیں، حدیث کے ائمہ ہیں (یہ کہہ کر پھر) انہیں شمار کیا اسی طرح لغت عربی کے ائمہ ہیں (پھر) انہیں بھی شمار کیا، زہد وتقویٰ کے امام جیسے حضرت فضیل اور داؤد طائی وغیرہ جیسے حضرات موجود ہیں۔ جس کے ساتھی یہ حضرات ہوں وہ غلطی نہیں کر سکتا اس لئے کہ اگر وہ غلطی کرے گا تو یہ حضرات فوراً انہیں حق کی طرف لائیں گے۔ (الخیرات الحسان: ص ۷۲)

اس جماعت نے کتاب وسنت اور اقوال صحابہ کا پورا ذخیرہ سامنے رکھا تا کہ کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ رہے۔اور ہر طرح چھان بین کرنے کے بعد مسائل کو قلمبند کیا گیا۔اس عرق ریزی،غور وفکر،اخلاص وللّٰہیت اور فضل وکمال کے ساتھ فقہ کی تدوین ہوئی جو ہر جہت سے مہذب اور زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ مجلس شوریٰ کی بحث وتمحیص کے بعد جو بات طے ہو جائے وہی حتمی قرار پائے بلکہ تلامذہ اور اصحاب کو حکم دے رکھا تھا کہ تم خواہ مخواہ کسی ایک بات پر جم نہ جانا بلکہ اگر کسی مسئلہ میں کوئی اور وزنی اور قابل اعتماد دلیل شرعی مل جائے تو اس کو اختیار کر لینا اور اسی کا دوسروں کو حکم دینا۔اس لئے کہ مقصود کتاب وسنت اور اقوال صحابہ پر عمل ہے،اپنی بات پر ضد اور اپنی فہم کی اشاعت پیش نظر نہیں۔چنانچہ علامہ شامی اسی کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاعلم ان اباحنيفة من شدة احتياطه وعلمه بان الاختلاف من آثار الرحمة قال لاصحابه ان توجه لكم دليل فقولوا به . (عقود رسم المفتی : ص۱۶)

''امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے احتیاط اور تقویٰ پر سختی سے عمل پیرا ہوتے ہوئے اور اس بات کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ اختلاف رحمت کے آثار میں سے ہے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ اگر تمہیں کوئی دلیل مل جائے تو اسی کو اختیار کرو''۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ صاحبین کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اختلاف مشہور ومعروف ہے۔اور تقریباً ایک تہائی مسائل میں صاحبین نے اختلاف کیا ہے۔یہ اقوال بھی فقہ حنفی کی تدوین میں شامل اور مذہب کا حصہ ہیں۔اور اس اختلاف کا رحمت ہونا مختلف ضرورت کے مواقع پر اہل علم پر مخفی نہیں۔برخلاف دوسرے ائمہ کرام کے کہ وہاں صاحب مذہب کے قول کے علاوہ ان کے اصحاب کے اقوال مذہب میں شامل نہیں سمجھے جاتے۔اور کہیں خود صاحب مذہب سے ایک سے زائد قول مروی ہوں تو ان میں بھی صرف ایک قابل عمل ہوتا ہے۔جیسے امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں بعض مسائل میں قول قدیم وجدید ملتا ہے۔لیکن خود امام شافعی رحمہ اللہ کی صراحت کے مطابق ان کا قول جدید ہی معتبر ہے قول قدیم نہیں۔

حاصل یہ کہ اختلاف کی بناء پر رحمت کے آثار اور جو توسع احناف کے یہاں پایا جاتا ہے دیگر مذاہب میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔

افتاء اور اس کی اہمیت:

ماقبل تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ اب اجتہاد مطلق کا دروازہ تو بند ہو گیا۔لہذا ان ہی چار ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی جائے گی لیکن اس کے ساتھ ساتھ چونکہ انسانی زندگی اپنے تمام تر شعبوں کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہے اور عموماً ہر شخص کے حالات ہر زمانے میں یکساں نہیں ہوتے بلکہ مختلف ڈھنگ سے صورت حال سامنے آتی ہے۔سب میں یہ فہم وبصیرت کہاں کہ فقہاء کے بیان کردہ جزئیات سے اپنے حالات کے مطابق ہر ہر جزئیہ کا جواب حاصل کریں اور وہ جواب بالکل صحیح بھی ہو کیونکہ

اول تو حالات واقعی اور فقہی عبارات کا انطباق ایک پیچیدہ مسئلہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جہاں فقہاء میں اختلاف ہوا اور اس اختلاف کے نتیجے میں مختلف اقوال سامنے آئے یا متقدمین سے کسی جزئیہ کی صراحت نہ ہونے کی صورت میں متاخرین کی تخریج میں اختلاف ہوا اب ان مختلف اقوال میں کسی ایک قول کو عمل کے لئے متعین کرنا اور بسا اوقات نئے پیش آمدہ مسئلہ کی متقدمین ومتاخرین دونوں سے صراحت نہ ہونے کی صورت میں ان ہی حضرات کے اصولوں کی روشنی میں ان مسائل کا حل بیان کرنا یہ ہر شخص کے بس کا کام نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو قرآن وحدیث اور متقدمین ومتاخرین فقہاء کے کلام پر گہری نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ مسائل ضرور یہ مستنبط کر کے یکجا کرتی رہے تاکہ عام افراد اپنے دن رات کے پیش آمدہ مسائل میں کہیں الجھاؤ کا شکار نہ ہوں۔ اور بلاشبہ اسی استنباط واستخراج کا نام ''فتویٰ'' ہے۔ اور جو شخص اس استنباط واستخراج میں مہارت تامہ کا حامل ہو وہ ''مفتی'' ہے۔

افتاء ایک اہم اور حد درجہ احتیاط کی متقاضی ذمہ داری ہے یہی وجہ ہے کہ اسلاف اس ذمہ داری کے قبول کرنے سے احتراز کرتے تھے اور جن کو وہ اپنے سے علم وعمل میں برتر سمجھتے تھے ان پر یہ ذمہ داری ڈالنا چاہتے تھے۔ پھر اس باب میں ان کا یہ حال تھا کہ اگر کسی مسئلہ مستفسرہ کی صحیح صورت معلوم ہوتی تو بلاتکلف بتادیتے اور اگر معلوم نہ ہوتی تو صفائی سے کہہ دیتے کہ ''ہمیں یہ مسئلہ معلوم نہیں، کسی اور سے پوچھ لیا جائے''۔ کھینچ تان اور تکلف وتصنع کو کسی حال میں پسند نہیں کرتے تھے۔

> حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو دیکھا ہے کہ ان سے جب کوئی مسئلہ پوچھتا تو وہ دوسرے صحابی کے پاس بھیجتے، وہ تیسرے کے پاس، یہ سلسلہ اسی طرح چلتا یہاں تک کہ وہ سائل پہلے صحابی کے پاس واپس آجاتا۔ (ادب المفتی والمستفتی: ص ۹)
>
> حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص لوگوں کے تمام سوالوں کے جواب دینے کے لئے تیار بیٹھا رہے وہ پاگل ہے۔ (حوالہ بالا: ص ۹)
>
> قاسم بن محمد بن ابی بکر سے کسی نے کوئی بات دریافت کی، آپ نے جواب دیا کہ مجھے یہ مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ اس شخص نے کہا کہ میں تو آپ کے سوا کسی اور کو اس منصب کے لائق نہیں جانتا اس لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضرت قاسم نے فرمایا: میری لمبی داڑھی اور میرے اردگرد لوگوں کے بھیڑ کو نہ دیکھ، مجھے تیرا مسئلہ اچھی طرح معلوم نہیں ہے۔ اس مجلس میں ایک قریشی شیخ بیٹھے ہوئے تھے، انہوں نے کہا: اے میرے بھتیجے! اس مجلس میں میں نے آج تک آپ سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا، آپ جواب دیجئے۔ حضرت قاسم نے فرمایا: مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میری زبان کٹ جائے اس کے مقابلے میں کہ میں ایسے مسئلہ کا جواب دوں جس کا علم میرے پاس نہ ہو۔ (حوالہ بالا)

یہ اور اس طرح کے بیسیوں واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین منصب افتاء کے سلسلے میں بڑی ہی

احتیاط کیا کرتے تھے۔

مشکوٰۃ کتاب العلم میں روایت مروی ہے:

من افتیٰ بغیر علم کان اثمه علی من افتاه.

''جو شخص بغیر علم کسی مسئلہ کا جواب دے گا اس کا گناہ اسی پر ہوگا''۔

اسی وجہ سے امام مالک رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس وقت تک مسند افتاء پر جلوہ افروز نہ ہوئے جب تک ستر علماء کرام نے ان کی اہلیت کی گواہی نہ دی۔ [البدایۃ والنہایۃ ج۱۰/ص۱۸۰]

امام مالک فرماتے ہیں کہ بسا اوقات ایک مسئلہ مجھے سونے، کھانے اور پینے سے روکے رکھتا تھا۔

[الموافقات ٤/٢٢٧]

نیابت نبوت:

علامہ شاطبی نے موافقات ۴/۱۹۳ میں اس پر مفصل بحث فرمائی ہے۔ امام موصوف نے یہاں تک صراحت کردی کہ ''مفتی امت میں افتاء اور تعلیم و تبلیغ کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کا نائب ہوتا ہے''۔ اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ فتویٰ درحقیقت حکم خداوندی کا اظہار ہے۔ اور مفتی خدا تعالیٰ اور اس کے بندوں کے مابین واسطے کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس لئے فتویٰ دینے میں بہت زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے بلکہ جواب دیتے وقت جنت اور جہنم کا استحضار بھی ہونا چاہیے کہ ان دونوں میں کس کو پسند کرتا ہے۔ [ادب المفتی والمستفتی :ص۸]

الحمدللہ دارالافتاء دارالعلوم یاسین القرآن کے قیام کو تقریباً پندرہ برس کا عرصہ ہو چکا ہے۔ عرصہ ہذا میں دارالافتاء سے کئی ہزار فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں۔ بندے کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ شائع ہو جائے لیکن تعلیمی، تدریسی اور انتظامی مصروفیات کی بنا پر یہ خواہش پایۂ تکمیل کو نہ پہنچ سکی تھی البتہ چھ سال قبل اللہ کا نام لے کر اس کام کو شروع کیا، جو محض اللہ کے فضل و کرم اور بعض احباب کے تعاون سے کتاب العقائد کی صورت میں ناظرین کے سامنے آچکا ہے، جس میں عقائد سے متعلق تقریباً پانچ سو اہم مسائل کے جواب مفصل و مدلل انداز میں آچکے ہیں۔

الحمدللہ کتاب العقائد کے بعد اب ''نجم الفتاویٰ'' کی دو اور جلدیں ہدیہ ناظرین ہیں، جن میں کتاب الطہارۃ سے کتاب الحج تک تقریباً دو ہزار اہم فتاویٰ جات رقوم ہیں۔ نیز کتاب العقائد کی پہلی جلد میں بھی بعض اہم فتاویٰ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ فتاویٰ کا یہ مجموعہ اب تین جلدوں میں احباب کی خدمت میں حاضر ہے۔

آخر میں بندہ ناچیز یہ اقرار بھی کرتا ہے کہ علم فتویٰ ایک پرخطر اور مہتم بالشان علم ہے جس کے لئے نہایت اعلیٰ صلاحیتوں اور استعداد کی ضرورت ہے جن سے بندہ عاجز ہے البتہ توفیق الٰہی اور فضل خداوندی کے بعد اپنے تمام اساتذہ و مشائخ عظام کی دعاؤں کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے سے یہ کام لیا اور لے رہا ہے۔ خاص طور پر میرے ہر دو مشائخ مفتی اعظم پاکستان

حضرت مفتی ولی حسن ٹونکی نوراللہ مرقدہٗ اورامام الحدیث قدوۃ العلماء حضرت مولانا عبدالرشید نعمانی قدس سرہٗ پر لاتعد ولاتحصی رحمتیں نازل ہوں کہ ناچیز کو علوم ظاہرہ وباطنہ میں جوادنیٰ سی سوجھ بوجھ حاصل ہوئی ہے یہ ان ہی حضرات کی توجہات اوردعاؤں کاثمرہ ہے۔ بندہ اس فتاویٰ کے طبع ہونے میں اپنے ان تلامذہ کا ذکر بھی ضروری سمجھتا ہے جن کی کاوشوں سے فتاویٰ کا یہ مجموعہ ناظرین کے سامنے ہے خصوصا عزیزم مفتی وقاراحمد سلمہٗ نے اس کی ترتیب وتبویب اورحوالہ جات کی نظر ثانی میں کلیدی کام کیا ہے جبکہ بعض شرکاء تخصص نے بار ہاتمام عربی حوالہ جات کی اصل سے مراجعت اورعبارات کی تصحیحات کی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ان ہی حضرات کی انتھک محنت اورکاوشوں سے یہ مجموعہ مورد وجود میں آیا۔اللہ تعالیٰ ان حضرات کے علم وعمل اورحیات میں بے پایاں برکات نصیب کرے۔آمین

آخری گزارش بندے کی ان اہل علم حضرات سے جن کی نظر سے یہ کتاب گزرے گی کہ الدین النصیحۃ کے بمصداق اس کو اصلاح کی نظر سے دیکھیں۔ جہاں بھی کوئی قابل اشکال بات محسوس کریں بندے کو ضرور آگاہ کریں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو ہر خاص وعام کے لئے نافع بنائے۔مؤلف اور جملہ معاونین کی مغفرت کاذریعہ بنائے۔آمین

فقط

(شیخ الحدیث مفتی) سید نجم الحسن امروہوی (دامت برکاتہم)

خادم دارالعلوم یٰسین القرآن کراچی

۱۸/شوال ۱۴۳۱ھ

کتاب
الایمان والعقائد

(ایمان اور عقائد کے احکام کا بیان)

کتاب الایمان و العقائد

(ایمان اور عقائد کے بیان میں)

(۱) کیا ایمان مخلوق ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا یہ ہے کہ ایمان مخلوق ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا اس سے انسان کافر ہوجاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جواب سے قبل اصل مسئلہ کی تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ کہ خود مشائخ احناف میں اختلاف رہا ہے کہ ایمان مخلوق ہے یا غیر مخلوق۔ بعض احناف مخلوق اور بعض غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے لیکن یہ نزاع لفظی ہے نہ کہ حقیقی کیونکہ جو حضرات ایمان کے غیر مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کا کہنا یہ تھا کہ ایمان نام ہے اللہ تعالی کی طرف سے توفیق اور عنایات کے حصول کا اور یہ غیر مخلوق ہے لہٰذا ایمان غیر مخلوق ہوا۔

اور جو حضرات مخلوق ہونے کے قائل تھے ان کے نزدیک ایمان نام ہے تصدیق قلبی اور اقرار باللسان کا اور یہ دونوں بندوں کے افعال میں سے ہیں اور بندہ اپنے تمام افعال کیساتھ مخلوق ہے لہٰذا ایمان بھی مخلوق ہے۔

اس تفصیل کے بعد کسی ایک جانب میں کفر کا حکم لگانا بعید معلوم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مصنفین نے کفر کے قول کو مبالغہ آمیزی پر محمول کیا ہے خاص طور پر جب دوطرح کی صراحت ہمارے مشائخ سے موجود ہے تو پھر ایک جانب کی تکفیر کا نتیجہ (العیاذ باللہ) اوپر تک پہنچے گا۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ کسی ایک جانب کی تکفیر کے بجائے اس میں سکوت اختیار کیا جائے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۴۷) : من قال بخلق القرآن فهو کافر و کذا من قال بخلق الایمان فهو کافر وروی عن بعض السلف انه روی عن ابی حنیفة رحمه الله ان الایمان غیر مخلوق .... وحکی عن الشیخ الامام الزاهد انه قال لسائل هذه المسئلة: ایمان کردش بنده است بخدای تعالی بتوفیق وی و کردش بنده فعل بنده است و بنده باهمه افعال آفریده است، وتوفیق وهدایت حق که بنده رادار ازصفت خدا است ، وحق عزوجل باصفات خویش ناآفریده است. وسئل مرة اخری عن هذه المسئلة فقال: ان اردت بالایمان التصدیق والاقرار فهذا فعل العبد والعبد بجمیع افعاله مخلوق وان اردت توفیق الله وهدایته علی اتیان الایمان بالله تعالی فالله تعالی بجمیع افعاله غیر مخلوق.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۴۲) : ان الایمان مخلوق اوغیر مخلوق اختلف فیه مشائخ الحنفیة

فذهب اهل سمرقند الی الاول وذهب اهل بخاریٰ الی الثانی مع اتفاقهم ان افعال العباد کلها مخلوقة لله سبحانه، وبالغ بعض مشائخ بخاریٰ فکفروا من قال بان الایمان مخلوق .... قال ابن الهمام فی المسایرة: ونص ابی حنیفة رحمه الله فی کتابه الوصیة صریح فی خلق الایمان حیث قال: نقر بان العبد مع جمیع اعماله واقراره ومعرفته مخلوق، فلما کان الفاعل مخلوقا فاولی ان یکون فعله مخلوقا انتهی.

(۲) کتب ساویہ پر ایمان کی کیفیت

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص چار آسمانی کتب پر ایمان لائے مگر وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل کئے گئے ان پر ایمان نہ لائے یا اسے معلوم ہی نہ ہو تو ایسا شخص مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں جملہ کتب سماویہ پر اجمالی ایمان کافی ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا وہ سب حق ہے۔ تفصیلی ایمان لانا ضروری نہیں، ہاں! اگر ان میں سے کسی کا انکار کردیا تو اس صورت میں یہ شخص مؤمن نہیں کہلائے گا۔ الغرض جس قدر صحائف کے بارے میں معلومات ہوں اسی قدر ایمان ضروری ہوگا۔

لمافی الصحیح لمسلم (۱/۲۷): حدثنا عبیدالله بن معاذ العنبری .... قال حدثنی عمر بن الخطاب ..... قال فأخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن بالله وملئکته وکتبه ورسله والیوم الآخر.

وفی المشکوة (ص۱۱): عن عمر بن الخطابص .... قال فأخبرنی عن الایمان قال ان تؤمن باللہ وملئکته وکتبه ورسله والیوم الآخر.

وفی المرقات (۱/۵۷) تحت هذه الروایة: (وکتبه) ای ونعتقد بوجود کتبه المنزلة علی رسله تفصیلا فیما علم یقینا کالقرآن والتوراة والزبور والانجیل واجمالا فیماعداه وانها منسوخة بالقرآن.

(۳) چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، اگر کوئی شخص چار آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہو لیکن وہ صحائف جو دیگر انبیاء پر نازل ہوئے ان کو لاعلمی کی وجہ سے یا علم ہونے کے باوجود نہ مانتا ہو تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... چار آسمانی کتابوں کے علاوہ دیگر انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر ایمان دوسرے پر ایمان لانے سے وابستہ ہے، ان میں ایک کا انکار بھی گمراہی اور اللہ تعالیٰ سے دوری کا

موجب ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص لاعلمی کی وجہ سے یا علم کے باوجود (کہ ان صحائف پر بھی ایمان لانا ضروری ہے) دیگر صحائف کا انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقوله تعالى (النساء: ۱۳۶):يٰـاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ط وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاًۢ بَعِيْدًاO

وفى مشكوة المصابيح (۱/۱۱):عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال بينما نحن عند رسول الله ﷺ ذات يوم اذ طلع علينا رجل شديد بياض......قال فاخبرنى عن الايمان قال أن تؤمن بالله وملئكته وكتبه ورسله واليوم الاخر ......

وفى المحرر الوجيز (۲/۱۲۴):(والكتاب)المذكور اولا هو القران والمذكور ثانيا هو اسم جنس لكل ما نزل من الكتاب ......

وفى التفسير المظهرى (۲/۲۱۱): (وَالْكِتٰبِ الَّذِىْ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ) اى قبل القرآن من التوراة والانجيل والزبور وسائر الكتب والصحف ......(وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ) يعنى بشئ من ذلك (فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلاًۢ بَعِيْدًا) من المقصد بحيث لا يكاد يعود الى طريقة الصواب فان الايمان بكل واحد منها ملازم للاخر فالكفر بواحد منها بعد من الله وضل عن سواء السبيل وبالكفر بجميع ذلك بالطريق الاولى.

وفى شرح العقيدة الطحاوية (۲/۴۵۴):ونومن بالملائكة والنبيين والكتب المنزلة على المرسلين ونشهد انهم كانوا على الحق المبين

هذه الامور من اركان الايمان قال تعالى : "اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ "وقال تعالى"لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ" الاية (البقرة:۱۷۷)

فجعل الله سبحانه وتعالى الايمان هو الايمان بهذه الجملة وسمى من امن بهذه الجملة مؤمنين كما جعل الكافرين من كفر بهذه الجملة.

وفى شرح الفقه الاكبر(ص۹-۱۲):أصل التوحيد وما يصح الاعتقاد عليه يجب أن يقول :آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله

(وكتبه)اى المنزلة من عنده كالتوراة والانجيل والزبور والفرقان وغيرها من غير تعيين عددها.

(۴) ایمان کیلئے فقط توحید و رسالت کا اقرار کافی ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ہندو دوران تقریر یوں کہنے لگا جبکہ وہ بلدیاتی انتخابات میں اپنے لئے ووٹ مانگ رہا تھا اور علاقہ بھی مسلمانوں کا تھا" مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیوں کلمہ نہ پڑھوں؟ اللہ تعالیٰ کی تعریف نہ کروں اور محمد عربی ﷺ کو اپنا پیغمبر نہ مانوں؟ کیا ان الفاظ کے کہنے سے اسے مسلمان تصور کیا جائے گا یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں صرف اس قدر کہنا کافی نہیں ہے بلکہ تمام قطعیات پر ایمان لانا ضروری ہے لہٰذا اگر مذکورہ ہندو شریعت مطہرہ کی تمام قطعی ویقینی باتوں کو من وعن تسلیم کرتا ہے اور یہ اعلان کرتا ہے کہ میں مسلمان ہوں تو اسے مسلمان ہی تصور کیا جائے گا اور اگر قطعیات میں کسی ایک چیز کا بھی منکر ہو تو اسے مسلمان نہیں سمجھا جائے گا بلکہ وہ بدستور ہندو ہی ہے۔

لما فی مشکوۃ المصابیح (۱/۱۲):عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله واقام الصلوة وایتاء الزکوۃ والحج وصوم رمضان متفق علیه.

عن العباس بن عبد المطلب قال قال رسول الله ﷺ ذاق طعم الایمان من رضی بالله رباًوبالاسلام دیناًوبمحمد رسولاً رواه مسلم.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۴):اعلم ان المراد باهل القبلة الذین اتفقوا علی ما هو من ضرورات الدین کحدوث العالم ......فمن واظب طول عمره علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الشراو نفی علمه سبحانه بالجزئیات لا یکون من اهل القبلة.

وفی الیواقیت والجواهر (صـ۳۹۵): اما من خرج ببدعته من اهل القبلة کمنکری حدوث العالم ومنکری البعث للنشر والحشر للاجسام والعلم بالجزئیات علی ما مر فی مبحث اسمه تعالی العالم فلا نزاع فی کفرهم لانکارهم بعض ما علم مجئ الرسول به ضرورة.

وفی الشامیة (۴/۲۶۳):صرح فی کتابه المسایرة بالاتفاق علی تکفیر المخالف فیما کان من اصول الدین وضروریاته.

(۵) نصرانی کے مسلمان ہونے کی کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی نصرانی یوں کہے کہ میں نصرانیت سے برأت کا

اعلان کرتا ہوں اور ساتھ میں شہادتین کا اقرار کرے تو مسلمان سمجھا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ایسا شخص فیما بینہ وبین اللہ تو مسلمان ہوگا البتہ دنیاوی احکامات کے اجراء کے لئے یا تو یہودیت سے بھی براءت کا اعلان ضروری ہوگا یا یہ صراحت ضروری ہوگی کہ ''میں دین اسلام میں داخل ہوتا ہوں''۔ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کوئی نصرانی ہمارے درمیان رہتے ہوئے اسلام قبول کرے ورنہ اگر میدان جنگ میں ہو تو ہر ایسا کلمہ جو اس کے مسلمان ہونے پر دلالت کرے اس کے خون کو بچانے کے لئے اس کلمہ کی وجہ سے اسے مسلمان سمجھا جائے گا۔

لمافی البزازية على هامش الهندية (۳۱۳/۶): واذا قال النصرانی اشهد ان لااله الاالله واتبرأ عن النصرانية لايحكم باسلامه لجواز انه دخل فی اليهود اذ اليهود يقول ايضا وان زاد وقال وادخل فی دين الاسلام زال الاحتمال.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۶/۴): الكفار اصناف خمسة: من ينكر الصانع كالدهرية ومن ينكر الوحدانية كالثنوية ومن يقربهمالكن ينكربعثة الرسل كالفلاسفة ومن ينكر الكل كالوثنية، ومن يقر بالكل لكن ينكر عموم رسالة المصطفيا كالعيسوية فيكتفى فی الاولين بقول لااله الاالله وفی الثالث بقول محمد رسول الله وفی الرابع باحدهما وفی الخامس بهما مع التبری عن كل دين يخالف دين الاسلام.

وفی الشامية تحته: (وفی الخامس بهما مع التبری) ذكر ابن الهمام فی المسايرة ان اشتراط التبری لاجراء احكام الاسلام عليه لالثبوت الايمان فيمابينه وبين الله تعالى ....قال فی الفتح: ان اشتراط التبری انما هو فيمن بين اظهرنا منهم واما من فی دارالحرب لوحمل عليه مسلم فقال محمد رسول الله فهو مسلم.

(۶) مرتد کے مسلمان ہو جانے کے بعد اس کی نیکیوں کے لوٹ آنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتد اگر مسلمان ہو جائے تو اس کی نیکیاں دوبارہ لوٹ کر آتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ارتداد کی وجہ سے سابقہ نیک اعمال ختم ہو جاتے ہیں البتہ اگر وہ توبہ کر کے دائرہ اسلام میں آ جاتا ہے تو اس کے سابقہ نیک اعمال آئندہ کے نیک اعمال میں معاون ہوں گے۔

لما فی التاتارخانية (۴۶۱/۵): ثم ما يكون كفرابلا خلاف يوجب احباط العمل وتلزمه اعادة الحج ان كان قد حج..........وفی اليتيمة، قيل له: لو تاب أتعود حسناته؟ قال: هذه المسئلة مختلفة فعند ابی علی وابی هشام واصحابنا انها لا تعود، وعند ابی القاسم انها تعود ونحن قلنانه

لايعود مابطل ثوابه لكنه تعود طاعته المتقدمة مؤثرة في الثواب من بعد.

وفي الدر المختار مع رد المحتار (۲/۱۵۲): وما أدى منها فيه يبطل ولايقضي من العبادات الا الحج.

وفي الشامية: (وما أدى منها فيه يبطل) في التتارخانية معزيا الى اليتيمة قيل له لو تاب تعود حسناته؟ قال هذه المسئلة مختلفة فعند ابي علي وابي هاشم واصحابنا انه يعود وعند ابي القاسم الكعبي ونحن نقول انه لا يعود ما بطل من ثوابه لكنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة في الثواب بعد اه بحر.

(۷) قریب المرگ شخص کا حکم

سوال...... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مرض کی شدت کی بناء پرقریب المرگ ہے اس حالت میں اس کے منہ سے کوئی شرکیہ کلمہ نکل جاتا ہے۔کیااس کلمہ کا اعتبار کیا جائے گا اور وہ شخص اس کلمہ کی بناء پر مشرک سمجھا جائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں قریب المرگ شخص کے کلمات کا اعتبار کیا جائے گا۔

لمافي الصحيح البخاري (۲/۶۷۴): حدثنااسحق بن ابراهيم ....عن سعيد بن المسيب عن ابيه قال لماحضرت ابا طالب الوفاة دخل عليه النبيا وعنده ابوجهل وعبدالله بن امية فقال النبيا اى عم قل لااله الاالله احاج لك بها عندالله فقال ابوجهل وعبدالله بن ابي امية ياابا طالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فقال النبيالاستغفرن لك مالم انه عنك فنزلت ماكان للنبي والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ماتبين لهم انه اصحب الجحيم.

(۸) غیر اللہ کے نام پر چھوڑی گئی گائے کو تصحیح نیت کے بعد اللہ کے نام سے ذبح کرنے کا حکم

سوال...... کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک شخص کے پاس کافی تعداد میں گائیں موجود ہیں اس شخص نے ان میں سے ایک گائے کو غیر اللہ کیلئے مقرر کردیا تھابطورثواب کے، پھراس شخص کی نیت بدل گئی اوراس نے وہی گائے بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کردی اب مفتی صاحب آپ بتائیں کیااس گائے کا گوشت حرام ہے یا حلال ہے؟ کیااس کے گوشت کو کھایا جاسکتا ہے؟ براہ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......کسی بھی چیز کو غیر اللہ کے نام پر مقرر کرنا نذر معصیت ہے، اوران جیسی نذروں کو ترک کرنا لازم ہے۔اگر یہ نذر جانور کی صورت میں ہو، تو جانور پر ذبح کے وقت کی نیت اور کلمات کا اعتبار ہوتا ہے، کہ اگر اس وقت اس کی نیت درست ہو، اوراللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا جائے، تو یہ ذبح کرنا درست، اوراس جانور کا گوشت حلال ہوتا ہے۔لہٰذا صورت مسئولہ میں چونکہ اس شخص کی نیت تبدیل ہو چکی ہے، اوراس گائے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کردیا ہے، اس لئے یہ ذبح درست ہے، اوراس گائے کا گوشت کھانا حلال ہے۔

لمافی الدرالمختار (۳۰۲/۶): وتشترط التسمية من الذابح حال الذبح...... والمعتبر الذبح عقب التسمية قبل تبدل المجلس...... الخ.

''وفی الهامش'' ''من الذابح'' اراد بالذابح محلل الحيوان ليشمل الرامی والمرسل وواضع الحديد، واحترز به عمالو سمی له غيره فلا تحل...... ''حال الذبح'' قال فی الهداية: ثم التسمية فی ذكاة الاختيار تشترط عند الذبح، وهی علی المذبوح وفی الصيد تشترط عند الارسال والرمی...... ''قبل تبدل المجلس'' ای حقيقة او حكما كالفاصل الطويل كمايأتی فافهم...... وان كان كثيرا لا يحل لأن ايقاع الذبح متصلا بالتسمية بحيث لا يتخلل بينهما شئ لايمكن الا بحرج عظيم فأقيم المجلس مقام الاتصال والعمل القليل لا يقطعه والكثير يقطع.

وفی الدرالمختار (۴۳۹/۲): واعلم ان النذر الذی يقع للأموات من اكثر العوام ومايؤخذ من الدراهم والشمع والزيت ونحوها الی ضرائح الأولياء الكرام تقربا اليهم فهو بالإجماع باطل وحرام مالم يقصدوا صرفها لفقراء الأنام وقد ابتلی الناس بذلک ولا سيما فی هذه الأعصار.

''وفی الهامش'' ''تقربا اليهم'' كان يقول يا سيدی فلان ان رد غائبی او عوفی مريضی او قضيت حاجتی فلک من الذهب او الفضه او من الطعام او الشمع او الزيت كذا بحر ''باطل وحرام'' لوجوه: منها انه نذر لمخلوق والنذر للمخلوق لايجوز لانه عبادة والعبادة لاتكون لمخلوق، ومنها ان المنذور له ميت والميت لايملک، ومنها انه ان ظن ان الميت يتصرف فی الأمور دون الله تعالیٰ واعتقاده ذلک كفر.

وفی التفسير المظهری (۱۹۳/۳، ۱۹۴): قال ابو عبيدة السائبة البعير الذی يسيب وذلک ان الرجل من اهل الجاهلية اذا مرض اوغاب له قريب نذر فقال ان شفانی الله او شفی مريضی او رد غائبی فناقتی هذه سائبة ثم تسيب فلا تحبس عن رعی وماء ولا يركبها احد فكانت بمنزلة البحيرة وقيل الناقة اذ انتجت ثنتی عشره اناثا سيبّت ولم يركب ظهرها ولم يجز وبرها ولم يشرب لبنها الا ضيف. ...... والسائبة كانو يسيبونها لألهتهم لايحمل عليها شئ.

(۹) مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھنا

سوال...... کیافرماتے ہیں علماءِ کرام اگرکوئی شخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لےتو اس کلمہ کا اعتبار ہوگا یانہیں؟ بینوا توجروا

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں جوشخص مرتے وقت کلمہ طیبہ پڑھ لے اس کا اعتبار کیا جائے گا بشرطیکہ غرغرہ کی حالت میں نہ

پڑھے بلکہ اس سے پہلے پڑھے۔

لما فی قوله تعالی (النساء :۱۸): وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ج حَتّٰى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّيْ تُبْتُ الْاٰنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ط اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَاباً اَلِيْمًا o

قال ابو عبد الله القرطبی تحتها (۹۳/۵): قوله تعالی (ليست التوبة) نفی سبحانه ان يدخل فی حكم التائبين من حضره الموت وصار فی حين اليأس كما كان فرعون حين صار فی غمرة الماء.

وفی الصحيح للبخاری (۹۸۸/۲): حدثنا ابواليمان .... سعيد بن المسيب عن ابيه قال لما حضرت ابا طالب الوفاة جاءه رسول الله ا فقال قل لا اله الاالله كلمة احاج لک بها عندالله.

(۱۰) ملحد کی تعریف

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں ملحد کسے کہتے ہیں؟ امید ہے کہ مدلل ومفصل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... ملحد وہ کہلاتا ہے جو شریعت سے ہٹ کر کفر کی طرف مائل ہو اور قرآن وسنت کے صحیح معانی ومفاہیم کو چھوڑ کر ادھر اُدھر کی تاویلات کرے۔

لمافی شرح العقائد (ص ۲۴۴): الحاد ای میل وعدول عن الاسلام واتصال والتصاق بكفر لكونه تكذيبا للنبی فيماعلم مجيئه بالضرورة.

وفی ردالمحتار (۲۴۱/۴): والملحد :وهو من مال عن الشرع القويم الی جهة من جهات الكفر، من الحد فی الدين :حاد وعدل لايشترط فيه الاعتراف بنبوة نبينا ولابوجود الصانع تعالی وبهذا فارق الدهری ايضا ولااضمار الكفر وبه فارق المنافق، ولاسبق الاسلام وبه فارق المرتد فالملحد اوسع فرق الكفر حدا:ای هو اعم من الكل.

(وهكذا فی القاموس الفقهی : ص ۳۲۹)

(۱۱) زندیق کی تعریف

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زندیق کی تعریف کیا ہے؟ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... زندیق کا اطلاق ایسے شخص پر کیا جاتا ہے جو کسی دین کا پابند نہیں ہوتا۔ نیز وہ بظاہر اسلام کو ظاہر کرتا ہے اور بباطن کفریہ عقائد رکھتا ہے۔

لمافی القاموس الفقهی (ص ۱۶۰): الزندیق من یؤمن بالزندقة ....وقال العلامة ابن کمال باشاان الزندیق فی لسان العرب یطلق علی من ینفی الباری تعالی ، وعلی من یثبت الشریک وعلی من ینکر حکمته. عندالمالکیة والشافعیة والحنابلة والجعفریة والزیدیة: هوالذی یظهر الاسلام ویخفی الکفر وکان یسمی فی عصر النبوة منافقا فصار فی العرف الشرعی زندیقا.
عندالحنفیة وفی قول للشافعیة :هوالذی لاینتحل دینا.

وفی ردالمحتار (۲۹/۴): یازندیق یامنافق الاول هو من لایتدین بدین ، والثانی هو من یبطن الکفر ویظهر الاسلام.

وفی التقریرات (ص۷۴) تحت تعریف الزندیق: (قوله الاول هو من لایتدین بدین) وجعله فی النهر بمعنی المنافق.

وفی الدرالمختار (۲۴۳/۴): والمنافق الذی یبطن الکفر ویظهر الاسلام کالزندیق الذی لایتدین بدین.
وفی الشامیة تحته: ویجب ان یکون حکم المنافق فی عدم قبولنا توبته کالزندیق لان ذلک فی الزندیق لعدم الاطمینان الی مایظهر من التوبة اذا کان یخفی کفره الذی هو عدم اعتقاده دینا والمنافق مثله فی الاخفاء.

وفی ردالمحتار (۲۴۱/۴): قال العلامة ابن کمال باشافی رسالته: الزندیق فی لسان العرب ....والفرق بینه وبین المرتد العموم الوجهی لانه قد لایکون مرتدا ، کما لوکان زندیقا اصلیا غیر منتقل عن دین الاسلام ، والمرتد قد لایکون زندیقا کمالوتنصراوتهود وقد یکون مسلما فیتزندق واما فی اصطلاح الشرع ، فالفرق اظهرلاعتبارهم فیه ابطان الکفروالاعتراف بنبوة نبینا علی مافی شرح المقاصد لکن قید الثانی فی الزندیق الاسلامی بخلاف غیره.

(۱۲) ارتداد کے بعد سابقہ عبادات کا ثواب

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص بہت عبادت گزار ہو،اچانک اس سے ایسا فعل سرزد ہوجائے جس سے وہ کافر ہوجائے اور وہ فوراً کلمہ بھی پڑھ لے اور توبہ کرلے تو اس کی سابقہ عبادات کا ثواب باقی رہے گا یا ختم ہوجائے گا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس آدمی کا پہلا ثواب ختم ہوجائے گا لیکن اس کی وہ عبادات اور طاعات جو اس نے پہلے کیں وہ ثواب میں مؤثر ہوں گی۔ اور ثواب میں مؤثر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی طرف لوٹنے کی وجہ سے اس کو جدید ثواب

عطا فرمائیں گے جو اس ثواب کے علاوہ ہوگا جو باطل ہو چکا ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس شخص سے ان عبادات کے لوٹانے کا مطالبہ دوبارہ نہیں ہوگا جو یہ کافر ہونے سے پہلے ادا کر چکا۔

لمافی البحر الرائق (۵/۱۲۷): لو تاب أ تعود حسناته ....نقول انه لایعود مابطل من ثوابه لکنه تعود طاعاته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد اه.

وفی ردالمحتار (۲/۷۶): وفی البحر والنهر ....تعود طاعته المتقدمة مؤثرة فی الثواب بعد اه ولعل معنی کونها مؤثرة فی الثواب بعد ان الله تعالی یثیبه علیها ثوابا جدیدا بعد رجوعه الی الاسلام غیرالثواب الذی بطل اوان الثواب بمعنی الاعتداد بها وعدم مطالبة بفعلها ثانیا وان حکمنا ببطلانها لان ذلک فضل من الله تعالی.

(۱۳) جس کو اسلام کے بارے میں زندگی بھر پتہ نہ چلا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسا شخص جس کے پاس کسی بھی واسطہ سے اسلام نہیں پہنچا تو اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ کیا اس سے اس بارے میں باز پرس ہوگی یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر کوئی شخص ایسی جگہ موجود ہو جہاں کوئی دوسرا انسان نہیں پہنچ سکا، کسی پہاڑ کی چوٹی پر ہو یا صحرا میں گوشہ نشین ہو جہاں اس کی ہدایت کا کوئی سامان نہ ہوتو اگر یہ شخص کفر یا شرک کا ارتکاب کرے گا تو اس پر مؤاخذہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے عقل وشعور عطا کیا وہ اس کے ذریعے قدرت کی نشانیاں دیکھ کر اس کی وحدانیت کو پہچان سکتا ہے۔ البتہ باقی احکامات یعنی حلال وحرام کی تمیز، نماز اور روزہ کی عدم ادائیگی پر اس کا مؤاخذہ نہیں ہوگا کیونکہ یہ احکامات عقل سے معلوم نہیں ہو سکتے۔

لمافی روح المعانی (۱۵/۳۹): روی عن ابی حنیفة ص انه قال: لولم یبعث الله تعالی رسولا لوجب علی الخلق معرفته وقدصرح غیر واحد من علمائهم بان العقل حجة من حجج الله تعالی ویجب الاستدلال به قبل ورود الشرع ......وماکنا معذبین فی الاعمال التی لاسبیل الی معرفتها الابالشرع الابعد مجیٔ الشرع.

﴿فصل فی کلمات الکفر وغیرها﴾

(کفریہ کلمات اور افعال کے بیان میں)

(۱۴) اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار اور حکم متواتر کا انکار

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نعیم اور خرم کی آپس میں گفتگو ہو رہی تھی باتوں باتوں میں نعیم نے خرم سے کہا کہ یار نماز پڑھ لیا کرو۔ خرم نے غصہ میں کہا ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا۔ اب پوچھنا یہ ہے کہ خرم اس کلام سے ہندو بن گیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب کوئی شخص غیر مسلم ہونے کا اقرار یا نصوص قطعیہ کا انکار کرے تو بلاشبہ وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے پس صورت مسئولہ میں جب نعیم نے خرم سے کہا کہ نماز پڑھ لیا کرو تو جواب میں خرم کا یہ کہنا کہ ''ایسی باتیں نہ کرو میں ہندو ہوں اور میں نماز نہیں پڑھتا'' تو خرم نے غیر مسلم ہونے کا اقرار کیا جس کی بنا پر خرم دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ لہٰذا خرم کو چاہئے کہ وہ اللہ جل شانہٗ سے توبہ واستغفار کر کے ایمان کی بھی تجدید کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو از سر نو نکاح کرے۔

لـمـافـي القران الكريم(النحل: ۱۰۶): من كفر بالله من بعد ايمانه الامن اكره وقلبه مطمئن بالايمان ولكن من شرح بالكفر صدراً فعليهم غضب من الله ولهم عذاب عظيم.

وفـي الهـنـدية(۲/۲۵۷): ومـن يرض بكفر نفسه فقد كفر......(صـ۲۶۸) لو قال لمريض صل فقال والله لا أصلى أبدا ولم يصل حتى مات يكفر.

وفـي التـاتـارخانية(۵/۵۱۵): مسلم قال: أنا ملحد: يكفر لأن الملحد كافر، هكذا ذكره الامام ابو المعين ولو قال: ما علمت أنه كفر: لا يعذر بهذا.

وفيـه ايـضـاً (۵/۴۷۵): أنـا يهودی أو مجوسی إن كنت فعلت كذا أمس: وهو يعلم انه قد كان فعله لاشک أنـه لـيـس عـلـيـه الـكـفـارة، وهل يصير كافرا؟ فهو على التفصيل الذى قلنا: ان كان عنده انه يـمـيـن ولا يـكـفـر متى حلف بهذ الايصير كافرا وإن كان عنده انه يكفر حين حلف بهذا يصير كافرا فی الماضی والمستقبل.

(۱۵) حالت نیند میں کفریہ کلمات کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات ادا کرتا ہے، آیا

یہ شخص ایمان سے خارج ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر کوئی شخص نیند کی حالت میں کفریہ کلمات کہہ دے تو اس سے وہ ایمان سے خارج نہیں ہوگا۔

لما فی رد المحتار (۲۴۳/۳): وفی التحریر وتبطل عباراته من الاسلام والردة والطلاق، ولم توصف بخبر وانشاء وصدق وكذب كالحان الطيور اه ومثله فی التلويح. فهذا صريح فی ان كلام النائم لايسمى كلاما لغة ولاشرعا بمنزلة المهمل.

(۱۶) مرتکب کبیرہ کو کافر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو تو اسے کافر کہنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......کسی مسلمان کو گناہ کبیرہ کے ارتکاب کی وجہ سے کافر کہنا درست نہیں ہے بلکہ یہ خود گناہ کبیرہ ہے لہٰذا کسی مسلمان کو بغیر ارتکاب کفر کے کافر کہنا (اگر چہ وہ کتنا ہی گناہ گار ہو) خود گناہ کبیرہ ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ ۱۸۲): والكبيرة لاتخرج العبد المؤمن من الايمان ولا تدخله فی الكفر .... ان حقيقة الايمان هو التصديق القلبی فلا يخرج المؤمن عن الا تصاف به الابما ينافيه ومجرد الاقدام على الكبيرة لغلبة شهوة أوحمية .... خصوصا اذا اقترن به خوف العقاب ورجاء العفو والعزم على التوبة لاينافيه نعم اذا كان بطريق الاستحلال والاستخفاف كان كفرا .... الأيات والاحاديث الناطقه باطلاق المؤمن على العاصی كقوله تعالى يآايها الذين آمنوا كتب عليكم القصاص فی القتلىٰ وقوله تعالى يآايها الذين آمنوا توبوا الى الله توبة نصوحا وقوله تعالى وان طائفتان من المؤمنين اقتتلوا الاية.

وفی فتح الملهم (۲۶۹/۱): (فقال رسول الله اللهم وليديه فاغفر)فی هذا الحديث حجة لقاعدة عظيمة لاهل السنة ان من قتل نفسه او ارتكب معصية غيرها ومات من غير توبة فليس بكافر ولايقطع له بالنار بل هو فی حكم المشيئة.

وفی حاشية النووی على الصحيح لمسلم ج ۱/ص ۵۷ :- ان مذهب اهل الحق انه لايكفر المسلم بالمعاصی كالقتل والزنا.

(۱۷) صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے والا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام اور تابعین کو گالیاں دینے کی وجہ سے آدمی کافر

ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور اکرم ﷺ اور شیخین کے علاوہ دیگر صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو گالیاں دینے والا کافر نہیں ہوتا البتہ سخت گناہ گار ہوگا۔

لما فی مصنف ابن ابی شیبة (۶ / ۴۰۸): عن عائشة قالت امروا بالاستغفار لاصحاب محمد ا فسبوهم. وعن عطاء قال قال رسول الله ا من سبّ اصحابی فعلیه لعنة الله.

وفی الشامیة (۴ /صـ۲): من سب الشیخین او طعن فیهما کفر.

وفیه ایضاً (۴/۲۳۷): الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر ....وسبّ احد من الصحابة وبغضه لایکون کفرا لکن یضلل.

(۱۸) مسلمان کو کافر یا مشرک کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی آدمی کسی مسلمان کو مشرک کہے اور کہنے والا بھی مسلمان ہو تو کہنے والے پر کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو کافر یا مشرک کہے تو اگر کہنے والے کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ کافر ہے تو پھر کہنے والے پر بھی کفر لازم آتا ہے۔ اور اگر کہنے والے کا یہ عقیدہ نہیں بلکہ برا بھلا یا گالم گلوچ کے طور پر کہتا ہے تو اس صورت میں کہنے والا کافر نہیں ہوگا۔ البتہ اس قسم کے الفاظ زبان پر لانے سے اجتناب اور احتیاط لازم ہے اس لئے کہ کفر وایمان کا مسئلہ سنگین اور نازک مسئلہ ہے اسے مزاح نہیں بنانا چاہئے۔

لما فی التاتارخانیة (۵/ ۵۱۳): ولوقال لمسلم اجنبی یا کافر اولاجنبیة یاکافرة ولم یقل المخاطب شیئا أو قال لامرأته یا کافرة ولم تقل المرأة شیئا............ والمختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان اراد الشتم ولا یعتقد ه کافراً لایکفر وان کان یعتقده کافراً فخاطبه بهذا بناء علی اعتقاده انه کافر یکفر.

وهکذا فی الهندیة (۲/ ۲۷۸).

(۱۹) آپ علیہ السلام کی پسند فرمودہ کے متعلق استہزاء کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ فلاں چیز مجھے پسند ہے۔ ایک شخص استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جو چیز آپ علیہ السلام کو پسند ہے مجھے پسند نہیں (معاذ اللہ)۔ شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اگر وہ شخص استہزاءً یہ کہے کہ جو چیز آپ ﷺ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں تو ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص کافر ہوجائے گا۔

لمافی البحر الرائق (۵/ ۱۲۱) : ویکفر..... **بقوله انا لااحبه حین قیل له ان النبیا کان یحب القرع وقیل: ان کان علی وجه الاهانة.**

وفی التاتارخانیة (۵/ ۴۸۱): **ولو قال رجل لغیره : کان رسول الله یحب کذا بان قال مثلایحب** القرع فقال ذلک الغیر: انا لا احبه فهذاکفر هکذا روی عن ابی یوسف نصا............ **وبعض** المتأخرین قالوا: اذا قال ذلک علی وجه الاهانة کان کفرا وبدونه لایکون کفرا.

وهکذا فی الهندیة (۲/ ۲۶۵).

وفی ردالمحتار(۴/ ۲۲۲): ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف.

(۲۰) روزہ اور نماز کو تکاسلاً ترک کرنے والا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ہیں، میں ان سے بار بار نماز کا کہتا ہوں لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے اور کل ان کے گھر والوں نے بتلایا کہ وہ روزہ بھی نہیں رکھتے لیکن وہ ان دونوں چیزوں کا انکار بھی نہیں کرتے۔ کیا ایسے شخص کو مسلمان سمجھا جائے یا کافر؟ اور شریعت مطہرہ نے ایسے شخص کے لئے کیا سزا تجویز کی ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً..... اگر کوئی شخص نماز کی فرضیت کا انکار نہیں کرتا لیکن سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز بھی نہیں پڑھتا تو ایسے آدمی کو کافر کہنا جائز نہیں ہے بلکہ ایسا شخص فاسق ہے اور شرعاً اس کی سزا یہ ہے کہ اسے قید کیا جائے اور بعض حضرات کے نزدیک اتنا مارا جائے کہ جسم سے خون نکل آئے اور یہ سزا اس وقت تک جاری رکھی جائے جب تک وہ تائب ہوکر نماز پڑھنا شروع نہ کردے یا مرجائے۔ اسی طرح جو آدمی روزہ نہیں رکھتا لیکن اس کی فرضیت کا انکار بھی نہیں کرتا وہ بھی کافر نہیں بلکہ فاسق ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اسے بھی قید کردیا جائے اور دن کو اس کا کھانا پینا بھی بند کیا جائے یا امام (خلیفہ وقت) اگر چاہے تو اپنی صوابدید پر کوئی سزا تجویز کرے۔

لما فی عمدة القاری (۱/ ۱۸۱): قال النووی یستدل بالحدیث علی ان تارک الصلاة عمدا معتقدا وجوبها یقتل .....وقال ابوحنیفة والمزنی یحبس الی ان یحدث توبة ولا یقتل ..... ولو ترک صوم رمضان حبس ومنع الطعام والشراب نهارا لان الظاهر انه ینویه لانه معتقد لوجوبه.

وفی فیض الباری (۱/ ۱۰۶) : قال الامام الشافعی ومالک ان تارک الصلوة یقتل حدا لا کفرا..... وقال امامنا الاعظم انه لیس بکافر ولایقتل ولکنه یحبس ثلاثا فان عاد الی الصلوة فبها والا یضرب ضربایتفجر منه الدم.

وفی الدر المختار مع رد المحتار (١/٣٥٢): وتارکها عمدا مجانة ای تکاسلا فاسق یحبس حتی یصلی ......وقیل یضرب حتی یسیل منه الدم.

وفی الشامیة: "قیل یضرب" ظاهر الحلیة انه المذهب.

(٢١) کسی بزرگ سے اولاد کا سوال اور والدین کی اطاعت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ اولاد نہ دیں اور آٹھ/نو سال تک اس کے ہاں اولاد نہ ہوتو ہمارے ہاں ایک بابا گھوڑے پر سوار ہوکر آتا ہے۔ جس کے ہاں اولاد نہ ہو وہ اسے پانچ سو یا ہزار روپے دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟ مجھے میرے والدین مجبور کررہے ہیں کہ میں اس بابا کے پاس جاؤں، اگر یہ عمل ناجائز ہے اور میں نہ جاؤں تو والدین کا حکم نہ ماننے کی وجہ سے گناہ ہوگا یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اولاد دینا یا نہ دینا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی قدرت واختیار میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی کسی کو اولاد نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتے ہیں بچہ دیتے ہیں، جسے چاہتے ہیں بچی دیتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں بالکل محروم کردیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں سے دعا تو کروائی جاسکتی ہے لیکن اس طرح سے کہ عقیدہ میں کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ اپنے والدین کو سمجھائیں اور اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی ہدایت کے لئے دعا بھی کریں۔ آپ کے لئے کسی صورت میں ان کی یہ بات ماننا جائز نہیں ہے بلکہ اگر آپ نے ان کی بات مانتے ہوئے ایسا کرلیا تو آپ گناہ گار ہوں گے۔

لمافی قوله تعالی (الشوری: ٤٩): لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط يَخْلُقُ مَايَشَاءُ ط يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْيُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ط اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

قال العلامة الآلوسی تحت هذه الآية (٢٥ / ٥٣): ان الملک ملکه سبحانه من غیر منازع ومشارک یتصرف کیف یشاء فلیس علی من هو احقر جزء من ملکه تعالی ان یعترض ویرید ان یجری التدبیر حسب هواه الفاسد.

وفی کنز العمال (٢/٣٥٨): [٤٢٣٥] عن علیص عن النبی ا .... لاطاعة الافی معروف.

وفیها ایضا (٦/٦٧): [١٤٨٧٤] لاطاعة لاحد فی معصیة الله انما الطاعة فی المعروف.

[١٤٨٧٥] لاطاعة لمخلوق فی معصیة الخالق.

(٢٢) اپنی بیوی سے کہنا کہ "تجھے اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں" اس کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے میں ایک شخص ہے وہ اکثر گفتگو میں یہ بات

کہتا رہتا ہے کہ ”میں اپنی بیوی کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ پسند کرتا ہوں“ لہٰذا مفتی صاحب مجھے آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ کیا وہ شخص اس طرح کہنے سے کافر ہوجائے گا یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... ضروریات دین میں سے کسی ایک چیز کے انکار کرنے سے انسان کافر ہوجاتا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی چونکہ ضروریات دین میں سے ہے، لہٰذا جو شخص بھی اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابلے میں مخلوق میں سے کسی کیلئے زیادتی محبت کا اقرار کرتا ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوجاتی ہے۔ لہٰذا اگر اس شخص نے اپنی بیوی کو یہ جملہ ”کہ میں تجھے اللہ سے زیادہ پسند کرتا ہوں“ یہ جانتے ہوئے کہا کہ میں کلمۂ کفر کہہ رہا ہوں تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی لہٰذا اس پر تجدید ایمان اور تجدید نکاح لازم ہے۔ لیکن اگر اس نے یہ جملہ جہالت ورنا واقفیت کی بناء پر کہا ہے تو پھر یہ شخص کافر تو نہیں ہوگا اور نہ ہی اس پر اس کی بیوی حرام ہوگی البتہ یہ جملہ کہنے کی وجہ سے یہ شخص سخت گناہ گار اور فاسق ہوگا لہٰذا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کر لینا چاہئے۔

لمافی صحیح البخاری(۱/۷): حدثنا محمد ابن المثنی...... عن انس عن النبی ﷺ قال ثلث من کن فیه وجد حلاوة الایمان ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواهما وان یحب المرء لایحبه الا لله وان یکره ان یعود فی الکفر کما یکره ان یقذف فی النار.

وفی منح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر(صـ۴۵۱): ثم اعلم انه اذا تکلم بکلمة الکفر عالماً بمعناها ولا یعتقد معناها، لکن صدرت عنه من غیر اکراه، بل مع طواعیة فی تأدیته، فانه یحکم علیه بالکفر بناء علی القول المختار عند بعضهم من ان الایمان هو مجموع التصدیق والاقرار، فبإجرائها یتبدل الاقرار بالانکار، أما اذا تکلم بکلمة ولم یدر انها کلمة کفر، ففی فتاویٰ قاضیخان حکایة خلاف من غیر ترجیح حیث قال: قیل: لایکفر لعذره بالجهل، وقیل یکفر ولا یعذر بالجهل، أقول: والاظهر الأول الا اذا کان من قبیل مایعلم من الدین بالضرورة فانه حینئذ یکفر ولا یعذر بالجهل.

وفی البحر الرائق (۵/۲۰۳): ویکفر ان اعتقدان الله تعالیٰ یرضی بالکفر...... وبقوله لامرأته أنت احب الی من الله وقیل لا...... ومحل الاختلاف عند عدم قصدا لاستهزاء......الخ.

وفی الهندیة (۲/۲۵۹): ولو قال لأمرأته أنت احب الی من الله تعالیٰ یکفر کذا فی الخلاصة.

وفی (صـ۲۸۳): ما کان فی کونه کفرا اختلاف فان قائله یؤمر بتجدید النکاح وبالتوبة والرجوع عن ذالک بطریق الاحتیاط وما کان خطأ من الالفاظ ولایوجب الکفر فقائله مؤمن علی حاله ولا یؤمر بتجدید النکاح والرجوع عن ذالک کذا فی المحیط، اذا کان فی المسئلة وجوه توجب الکفر ووجه واحد یمنع فعلی المفتی ان یمیل الی ذالک الوجه کذا فی الخلاصة، فی البزازیة الا

اذا صرح بارادة توجب الكفر فلا ينفعه التأويل حينئذ كذا فى البحر الرائق، ثم ان كانت نية القائل الوجه الذى يمنع التكفير فهو مسلم وان كانت نيته الوجه الذى يوجب التكفير لاتنفعه فتوى المفتى ويؤمر بالتوبة والرجوع عن ذالك وبتجديد النكاح بينه وبين امرأته كذا فى المحيط.

وفى الشامية(۴/۲۲۴): وفى الفتاوى الصغرى: الكفر شئ عظيم فلا اجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية انه لا يكفر اهـ وفى الخلاصة وغيرها: اذا كان فى المسألة وجوه توجب التكفير ووجه واحد يمنعه فعلى المفتى ان يميل الى الوجه الذى يمنع التكفير تحسينا للظن بالمسلم زاد فى البزازية الا اذا صرح بارادة موجب الكفر فلا ينفعه التأويل ح...... والذى تحرر انه لا يفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف ولورواية ضعيفة فعلى هذا فأكثر الفاظ التكفير المذكورة لايفتى بالتكفير فيها......الخ. وفى (صـ۲۳۰): نعم سيذكر الشارح ان ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح، وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اهـ وظاهره انه امر احتياط.

(۲۳) شریعت کے خلاف اشعار کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شاعر ایسے اشعار لکھتا ہے جس کے ظاہری معنی یقینی طور پر اسلامی تعلیمات کے خلاف ہوتے ہیں مثلا اللہ تعالی سے کھلم کھلا شکوہ، شراب کو ہر پریشانی کا حل بتانا (جبکہ وہ شاعر خود بھی کھلے عام شراب پیتا ہو) اس کے علاوہ علماء دین کی تذلیل، انہیں بے کار اور بے خبر کہنا۔ شاعر مذکور کا حکم کیا ہے؟ خصوصا جبکہ اس شاعر کا انتقال ہو چکا ہو اور ان کلمات کے بارے میں اس کی مراد بھی نہیں پوچھی جا سکتی۔ نیز اس طرح کے بہت سے اشعار اس کے دیوان میں موجود ہیں اس دیوان کا کیا حکم ہوگا۔ نمونہ کے طور پر بعض اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

۱۔ میرے محبوب کی آنکھوں میں بہت سارے خوبصورت جہاں ہیں (آگے شاعر اللہ تعالی سے خطاب کر کے کہتا ہے) لہذا تو اپنی دنیا کو مجھ سے لے لے، مجھے تیری دنیا کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ (معاذ اللہ)

۲۔ جام شراب اٹھا کر مسلمان ہو جا اور اسی جہاں میں جنتی ہو جا۔

الجواب حامداًومصلیاً......جس شخص کے اشعار میں ایسے مفہوم اور معنی موجود ہوں جو اللہ تعالی سے شکوہ، عدم رضا بالقضاء، شراب کو ہر پریشانی کا حل سمجھنے، حلت خمر اور انکار حرمت پر مبنی ہو، حاملین دین علماء کرام کی تذلیل، استخفاف دین یا استخفاف علم دین پر مبنی ہو تو یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا اور اگر مندرجہ بالا امور ان حیثیات پر مبنی نہ ہوں تو یہ شخص کافر نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا۔

اب سوال میں ذکر کردہ شاعر کے بارے میں یہ معلوم کرنا کہ اس نے یہ اشعار کس نیت سے کہے مشکل ہے لہذا ایسی صورت میں

اس پر کفر کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔البتہ ایسے اشعار کا پڑھنا خطرے سے خالی نہیں ہے لہٰذا ان سے ازحد اجتناب ضروری ہے۔

لمافی السراجية (ص۹۹): ماتيقن منه انه ردة يحكم بها ومايشك في انه ردة لايثبت لان الثابت لايزول بالشک .... فينبغي للعالم اذا رفع اليه مثل هذا ان لايبادر باكفار اهل الاسلام مع انه يقضي بصحة الاسلام تحت ظلال السيوف.

وفي الهندية (۵/ ۳۵۱): قرأة شعر الاديب اذا كان فيه ذكر الفسق والخمر والغلام يكره.

وفي الشامية (۱/ ۴۷): ان المحرم منه ماكان في اللفظ مالايحل كصفة الذكورة والمرأة المعينة الحية ووصف الخمر المهيج اليها والحانات والهجاء لمسلم اوذمي اذا أراد المتكلم هجاءه.

(۲۴) یوں کہنا کہ میں اسلام کو چھوڑتا ہوں یا داڑھی مونڈنے پر اچھا لگتا ہوں

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ:

۱۔ ''میں یہ اسلام چھوڑ دیتا لیکن لوگ کہیں گے کہ اپنے مذہب کو چھوڑ دیا'' تو آیا ان الفاظ سے یہ کافر ہوگا یا نہیں؟

۲۔ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ ''فلاں گانا مجھے بہت پسند ہے'' یا یوں کہے کہ ''فلاں گانا بڑا اچھا ہے'' تو یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟ حالانکہ اس نے ایک حرام چیز کو پسند کیا۔

۳۔ کسی نے داڑھی مونڈھ کر کہا کہ ''واہ کتنا خوبصورت لگ رہا ہوں'' یا دوسرے نے کہا ''واہ بھائی کتنے خوبصورت لگ رہے ہو'' یا یوں کہا کہ ''اگر تم داڑھی مونڈھ لوگے تو بہت خوبصورت لگوگے'' یا ''اگر میں داڑھی مونڈھ لوں تو بہت خوبصورت لگوں گا''۔ تو یوں کہنے والا کافر ہے یا نہیں؟ حالانکہ اس نے ایک حرام چیز کو پسند کیا اور اس میں خوبصورتی کو بیان کیا۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں اس شخص نے کفر کو پسند کیا تو یہ شخص کافر ہوگیا لہٰذا اس کا نکاح اور اعمال ختم ہوگئے۔

۲۔ دوسری صورت میں اگر گانے کو حلال سمجھ کر اس طرح کہا اور دین کی خفت مقصود ہے تو کفر ہوگا ورنہ فسق اور معصیت کا مرتکب ہوا ہے اس پر استغفار کرے اور آئندہ اس طرح کے کلام سے اجتناب کرے۔

۳۔ تیسری صورت میں بھی اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت سے اعراض اور استخفاف دین مقصود ہے تو کفر ہے ورنہ فسق اور معصیت ہے۔

لمافي خلاصة الفتاوى (۴/ ۳۸۶): مجوسي اسلم فاعطى شيئاً فقال مسلم ليت كافر فنسلم حتى يعطوني شيئا يكفر لانه تمني الكفر وذلک كفر.

وفي الهندية (۲/ ۲۵۷): ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۸۲): من قال دعنی اصیر کافرا کفر ای لانه نوی الکفر او کدت ان اکفر کفر، وفیه بحث اذ لایلزم من مقاربة الکفر مفارقته اللهم الاان یرید قصدت الکفر وما کفرت فانه یکفر لقصده ونیته.

وفی البنایة شرح الهدایة (۲۰۶/۹): ان مجرد الغناء والاستماع معصیة لماروی صدر الشهید فی الکراهیة فی کتاب الواقعات عن رسول اللہ انه قال استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق ......الی آخر الروایة.

وفی الهندیة (۲۶۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء اولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة وکذا الاستهانة بها کفر.

وفی النبراس (صـ۵۶۶): واستحلال المعصیة صغیرة کانت او کبیرة کفر لانه تکذیب للشارع اذا ثبت کونها معصیة بدلیل قطعی.

(۲۵) کیا صدقہ فطر کا منکر کافر ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے پڑوس میں ایک شخص رہتا ہے جو صدقہ فطر کا انکار کرتا ہے کیا اس انکار کی وجہ سے یہ شخص کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صدقہ فطر کا منکر کافر نہیں ہے البتہ فاسق اور گناہ گار ہوگا۔

لمافی البحر الرائق (۲۵۱/۲) فی بحث صدقة الفطر: والاجماع المنعقد علی وجوبها لیس قطعیا لیکون الثابت الفرض لانه لم ینقل تواترا ولهذا قالوا من انکر وجوبها لایکفر.

وفی الدر المختار (۳۵۸/۲): فرض رسول اللہ از کاة الفطر معناه قدر للاجماع علی ان منکرها لایکفر.

(۲٦) ممنوع اور حرام کام پر خوشی کا اظہار کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انسان کبھی ایسی باتوں اور ایسے واقعات پر خوشی کا اظہار کرتا ہے کہ وہ کام شرعاً ممنوع ہوتے ہیں جیسا کہ کسی شخص کا اس بات پر خوشی کا اظہار کرنا کہ اس کا دوست جوا کھیل کر جیت گیا ہے اور کبھی انسان ایسے کام پر خوشی کا اظہار کرتا ہے جو کہ شریعت کی طرف سے مشروع ہوتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹے کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا لہٰذا ان دونوں

صورتوں میں خوشی کا اظہار کرنے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......شریعت مطہرہ کے ایسے احکامات جن کی حرمت کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو اس پر خوشی کا اظہار کرنا کفر ہے البتہ وہ احکامات جن کو مشروع قرار دیا گیا ہے اس پر خوشی کا اظہار کرنا اچھی بات ہے اور باعث ثواب ہے۔

لمافی التاتارخانية (٥/٥٢٥): اذا سقى ولده الخمر اول مرة فجاء اقربا ئه ونثروا الدراهم والسكر فقد كفروا وفى الفتاوى الخلاصة: اولم ينثروا الدراهم ولكنهم قالوا مبارکباد فقد كفروا.

(وهكذا فى الهندية : ٢/٢٧٣)

(٢٧) ویزے کے حصول کے لئے اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بھائی کینیڈا جانا چاہتے ہیں۔اب ایجنٹ کہتا ہے کہ اگر اپنے آپ کو قادیانی یا شیعہ ظاہر کردیں تو ویزے میں آسانی رہے گی۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اپنے آپ کو شیعہ یا قادیانی ظاہر کرنا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص کفر کا اقرار کرے اور کفر کا اقرار موجب کفر ہے لہٰذا مذکورہ صورت میں اپنے آپ کو شیعہ یا قادیانی ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافى الهندية (٢/٢٨٣): رجل كفر بلسانه طائعاوقلبه مطمئن بالايمان يكون كافراولايكون عندالله مؤمنا كذافى فتاوى قاضيخان.

وفيهاايضا (٢/٢٥٧): ومن يرضى بكفر نفسه فقد كفر.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (٤/٢٢٢): ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد للاستخفاف.

وفى الشامية: (من هزل بلفظ الكفر)اى تكلم به باختياره غير قاصد معناه.

(٢٨) داڑھی کو اونٹ کی دم کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میاں بیوی کا کسی بات پر جھگڑا ہوا، بیوی نے غصہ کی حالت میں اپنے شوہر کی داڑھی پکڑی اور جھنجھوڑی اور کہا کہ یہ تمہاری داڑھی نہیں بلکہ میرے اونٹ کی دم ہے کیا وہ عورت اس طرح کہنے سے کافر تو نہیں ہوگئی؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر مذکورہ عورت نے یہ قول وفعل بطور استخفاف واستہزاء کے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو کمتر سمجھتے ہوئے کیا ہو تو دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی ورنہ نہیں۔

لمافى التاتارخانية (٥/٤٨٢): رجل قال لآخر البس الثياب البيض فان هذا سنة رسول الله ا فقال ذالك الرجل لو كان هذا سنة پس مغان دست ....فقد قيل هذا استخفاف بسنة رسول اللها وانه

کفر .... و کذالک فی سائر السنن.

وفی الدرالمختار مع رد المحتار (۴/۲۲۲): من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف.

وفی الشامیة: ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۲۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حاضروناظر، عالم الغیب ہونے کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر وناظر اور عالم الغیب ہیں اسی طرح وہ یہ بھی اعتقاد رکھتا ہے کہ اولیاء اور بزرگان دین تمام امور میں تصرف کرتے ہیں کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب ہیں اور ہر جگہ حاضر ہیں اور ہر فعل کو دیکھنے والے ہیں اور اولیاء کائنات کے تمام امور نصرت کرتے ہیں جیسا وہ چاہیں تو ایسا شخص مسلمان نہیں کیونکہ یہ تمام صفات صرف اللہ رب العزت کے ساتھ خاص ہیں۔

لمافی قوله تعالی (النمل: ۶۵): قُلْ لَایَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّااللّٰهُ ط الایة

(الانعام: ۵۹): وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَایَعْلَمُهَا اِلَّاهُوَ ط الایة

وفی الصحیح للبخاری (۲/۱۰۹۸): عن عائشة رضی الله عنها من حدثک ان محمدارأی ربه فقد کذب ......ومن حدثک انه یعلم الغیب فقد کذب وهو یقول لایعلم الغیب الاالله.

وفی البحرالرائق (۳/۸۸): وفی الخانیة والخلاصة لوتزوج بشهادة الله ورسوله لاینعقد ویکفر لاعتقاد ان النبیا یعلم الغیب.

وفی الشامیة (۲/۴۳۹): ان ظن المیت یتصرف فی الامور دون الله واعتقاده ذلک کفر.

(۳۰) مؤذن کو گالی دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص مؤذن کو گالی دے یا اس کے لئے گالی کے مشابہ الفاظ استعمال کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے؟ جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ ؎

وصال شب میں دی مؤذن نے اذان ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر اذان کی توہین مقصود ہو تو یہ شخص کافر ہو جائے گا لیکن اگر اذان کی توہین مقصود نہیں بلکہ مؤذن کی توہین مقصود ہے (جیسا کہ سوال سے معلوم ہوتا ہے) تو کافر نہ ہوگا البتہ اسے اس پر توبہ کرنی چاہئے اور آئندہ ایسے کلام سے

اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۲): الاستهزاء علی الشریعة الغراء کفر.

وفی التتارخانية (۵/۵۰۰): واذا سمع المؤذن یؤذن فقال السامع این بانگ یاسبان است یکفر وفی الیتیمة مؤذن اذن فقال رجل این بانگ غوغا است یکفر ان قال علی وجه الاستخفاف. وفیها سئل الجحندی عن مؤذن یؤذن فقال له رجل استهزاء من هذا المخادع الذی یؤذن هل یکفر ؟ فقال ان استهزء بالاذان یکفر وان استهزء بالموذن لایکفر.

وفی الهندية (۲/۲۶۹): مؤذن اذّن فقال رجل این بانگ غوغا است یکفر ان قال علی وجه الانکار.

(۳۱) ملاقات کے وقت جھکنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عمومی طور پر جب ایک شخص دوسرے سے ملتا ہے تو سر جھکا کر ملتا ہے۔اس طرح سر جھکا کر ملاقات کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ بعض ساتھیوں کا کہنا ہے کہ یہ بھی غیر اللہ کے سامنے جھکنے میں شامل ہے۔آیا ان کی بات درست ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... ملاقات کے وقت کسی کے سامنے جھکنا مکروہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوة (صـ۴۰۱): عن انس قال قال رجل یارسول اللہ الرجل منا یلقی اخاه اوصدیقه اینحنی له قال لاقال أفیلتزمه ویقبله قال لاقال أفیأخذ بیده ویصافحه قال نعم.

وفی المرقات (۹/۷۶) تحت هذه الروایة: (اینحنی له) من الانحناء وهو امالة الرأس والظهر تواضعا وخدمة (قال لا) ای فانه فی معنی الرکوع وهو کالسجود من عبادة اللہ سبحانه .... وفی شرح مسلم للنووی :حنی الظهر مکروه للحدیث الصحیح فی النهی عنه ولاتعتبر کثرة من یفعله ممن ینسب الی علم وصلاح.

وفی الهندية (۵/۳۶۹): الانحناء للسلطان أو لغیره مکروه لانه یشبه فعل المجوس. ویکره الانحناء عندالتحية وبه وردالنهی.

وفی الشامية (۲/۳۸۳): وفی المحیط انه یکره الانحناء للسلطان وغیره.

(۳۲) کسی کے سامنے سجدہ کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے جو ہمارے گھر کے قریب رہتا ہے ایک

آنے والے مہمان کوخوش آمدید کہنے کے لئے خوشی سے اس کے سامنے سجدہ کیا۔کیا یہ شخص کافر ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس شخص نے عبادت کے طور پر سجدہ نہیں کیا لہٰذا کافر نہیں ہوا لیکن ایک حرام کام اور گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا جس پر توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور آئندہ کے لئے اس طرح کے فعل سے اجتناب لازم ہے۔

لمافی الهندية (۳۶۸/۵): من سجد للسلطان على وجه التحية اوقبل الارض بين يديه لايكفر ولكن يأثم لارتكابه الكبيرة هو المختار.

وفي الدر المختار (۳۸۳/۲): وكذا مايفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضى به آثمان لانه يشبه عبادة الوثن وهل يكفر ان على وجه العبادة والتعظيم كفر وان على وجه التحية لاوصار آثمامرتكباللكبيرة.

(۳۳) اگرکوئی شخص اپنی بیوی سے کہے ''تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے''

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو اپنی بیوی سے کہے کہ ''تو مجھے اللہ سے زیادہ پیاری ہے'' شریعت میں ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر اس شخص کی محبت اور پیار سے مراد شہوت ہو تو کافر نہیں ہوگا اور اگر محبت سے مراد عبادت کی محبت اور فرمانبرداری ہو تو کافر ہوگا۔

لمافي الاشباه والنظائر (صـ ۱۹۱): ولايكفر ان قال امرأتي احب الى من الله تعالى ان اراد محبة الشهوة وان اراد محبة الطاعة كفر.

وفي التاتارخانية (۴۶۸/۵): واذا قال لامرأته انت احب الى من الله تعالى فقد كفر.

(۳۴) غیبت کوحلال سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص غیبت کو حلال سمجھتا ہے۔کیا اس وجہ سے وہ کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً......غیبت کو حلال سمجھنا اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال سمجھنا ہے جو موجب کفر ہے لہٰذا یہ شخص کافر ہوگیا۔

لمافي قوله تعالى (الحجرات: ۱۲): يآايها الذين آمنوا اجتنبوا كثيرامن الظنز ان بعض الظن اثم ولا تجسسوا ولايغتب بعضكم بعضا ط الاية.

وفي الفقه الاكبر (ص ۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها

بدلالة قطعية.

وفي الشامية (۲/ ۲۰۹): الغيبة على اربعة اوجه :في وجه هي كفر بان قيل له لاتغتب فيقول ليس هذا غيبة لانى صادق فيه فقد استحل ماحرم بالادلة القطعية.

(۳۵) گناہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کوئی گناہ کرتا ہے اور اسے حلال سمجھ کر کرتا ہے اور وہ گناہ کبیرہ بھی نہیں بلکہ صغیرہ ہے تو کیا یہ شخص کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر کوئی شخص گناہ کو حلال سمجھ کر کرتا ہے اگر چہ وہ گناہ صغیرہ ہو تو یہ شخص کافر ہوجائیگا جبکہ اس گناہ کا گناہ ہونا دلائل قطعیہ سے ثابت ہو۔

لمافي الفقه الاكبر (صـ۱۵۲): ان استحلال المعصية صغيرة كانت او كبيرة كفر اذا ثبت كونها بدلالة قطعية.

وفي النبراس (صـ۵۲٦): واستحلال المعصية اى اعتقاد كونها حلالا صغيرة او كبيرة كفر اذا ثبت كونها معصية بدليل قطعى هو الكتاب والسنة المتواترة.

(۳٦) کیا معراج کا منکر کافر ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص معراج کا انکار کرے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی شخص بغیر آلات کے اس طرح سیر کرتا پھرے تو اس انکار پر یہ شخص کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... معراج کے دو حصے ہیں اول مکۃ المکرّمہ سے بیت المقدس تک اور دوسرا بیت المقدس سے آسمانوں کا سفر۔ اگر کوئی شخص پہلے حصے یعنی مکہ سے بیت المقدس تک کا انکار کرے تو وہ کافر ہے اور اگر بیت المقدس سے آسمانوں کی سیر کا انکار کرے تو کافر نہیں لیکن گمراہ وگناہ گار ہوگا۔

لمافي روح المعانى (۱۵/ ۱۳): الاسراء الى بيت المقدس قطعى ثبت بالكتاب فمن انكر فهو كافر والمعراج ليس كذلك فمن انكره ليس بكافر بل مبتدع.

وفي شرح الفقه الاكبر (صـ۱۱۱): وفي كتاب الخلاصة :من انكر المعراج ينظران انكر الاسراء من مكة الى بيت المقدس فهو كافر، ولو انكر المعراج من بيت المقدس لايكفر.

(۳۷) جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت صرف اپنے شوہر سے جان چھڑانے کے لئے کلمہ کفر کہتی ہے جبکہ اس کے دل میں کفر نہیں ہے کیا اس طرح کلمہ کفر کہنے سے وہ مرتدہ ہوجائے گی؟ اور اس کا نکاح ختم ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کلمہ کفر کہنے سے عورت مرتدہ ہوجائے گی اور اس کا نکاح بھی ٹوٹ جائے گا البتہ اسے قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہ ایمان لائے اور جب ایمان لے آئے تو دوبارہ پہلے شوہر کے ساتھ اس کا نکاح کردیا جائے گا تاکہ عورتوں کے لئے اس طرح نکاح ختم کرنے کے لئے کفر کا دروازہ نہ کھل جائے۔

لمافی الهندية (۲/۲۸۳): رجل كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان يكون كافرا ولايكون عندالله مؤمنا كذافي فتاوى قاضيخان.

البحرالرائق (۳/۳۷۴): وصحح في المحيط والخزانة طاهر الرواية من وقوع الفرقة والجبر على تجديد النكاح من الاول وعدم تزوجها بغيره بعد اسلامها وقال الولوالجي: وعليه الفتوى.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۲۲): ومن هزل بلفظ كفر ارتد وان لم يعتقد للاستخفاف.

وفي الشامية: (من هزل الخ) اى تكلم باختياره غير قاصد معناه.

(۳۸) بغیر وضو جان بوجھ کر نماز پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے بغیر وضو نماز پڑھ لی تو کیا اس سے کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر جان بوجھ کر کسی نے بغیر وضو نماز پڑھ لی تو یہ کافر ہوجائے گا۔

لمافي شرح الفقه الاكبر (ص۱۷۲): ومن صلى مع الامام بجماعة بغير طهارة عمدا كفر وفيه ان قيد الجماعة لايظهر وجهه.

وفي الهندية (۲/۲۶۸): ولو صلى بغير وضوء معتمدا يكفر قال الصدر الشهيد رحمه الله وبه نأخذ.

وفي ردالمحتار (۴/۲۲۲): ولاعتبار التعظيم المنافي للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنتهكين له لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا.

(۳۹) یوں کہنا: میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر نماز پڑھنے جاتے تھے، دودن سے نماز پڑھنے

نہیں جارہے تھے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ نماز پڑھنے کیوں نہیں جاتے نماز پڑھنے جایئے ،توانہوں نے کہا کہ میں نماز نہیں پڑھتا میں تو کافر ہوں۔اب پوچھنا یہ ہے کہ اس طرح کہنے سے ہمارے نکاح پر تو کوئی فرق نہیں پڑا؟ میرے ایک عزیز کا کہنا تھا کہ اس طرح کے کلمات سے نکاح ختم ہوجاتا ہے۔ برائے مہربانی قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرما کر ہماری اس پریشانی کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......اس طرح کے کلمات کہنے سے مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لہٰذا آپ کے شوہر کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے،اس فعل شنیع پر استغفار کے ساتھ آئندہ اس طرح کے کلمات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

نیز تجدید نکاح کیلئے عام معروف مجلس نکاح کا انعقاد ضروری نہیں بلکہ کوئی سے بھی دو دیندار افراد کے سامنے ایجاب وقبول کرلینا کافی ہے،اوراگر اپنے خاندان کے بڑوں کے سامنے ہوجائے تو زیادہ مناسب ہے۔

لما فی التاتارخانیة (۴۹۵/۵): سئل عن رجل قال لامرأته نماز کن فقالت نمی کنم ،فقال الرجل تومسلمان نیستی فقالت من کافرم قال کافر شده است.

وفی الهندیة (۲۸۳/۲):رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان یکون کافرا ولا یکون عندالله مومنا

وفی الدرالمختار (۲۲۲/۴): من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف.

وفی الشامیة (من هزل)ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه......

وفی الدرالمختار (۲۴۶/۴): مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا وما فیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح .

وفی الشامیة (والتوبة)ای تجدید الاسلام.

(۴۰) یوں کہنا کہ میں نماز نہیں جانتا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ آؤ نماز پڑھ لیں تو اس نے جواب میں کہا کہ ’’میں نماز نہیں جانتا‘‘۔کیا ان الفاظ سے یہ شخص کافر ہوجائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً.........صورت مسئولہ میں اگر اس نے یہ الفاظ استخفافاً کہے یا نماز کا انکار کرتے ہوئے کہے یا اس کو فرض نہ سمجھتے ہوئے انکار کیا تو یہ شخص کافر ہوجائے گا۔

لمافی الفقه الاکبر (ص۱۷۰) : من قال لااصلی جحودا أو استخفافا اوعلی انه لم یؤمر اولیس بواجب انتهی فلاشک انه کفر فی الکل .... کفره ظاهر ان اراد به عدم الوجوب بخلاف ماذا ارادالجواب.

وفی الهندیة (۲/۲۶۸): وقول الرجل لااصلی یحتمل اربعة اوجه .... والرابع لااصلی اذلیس یجب علی الصلاة ولم اؤمر بها یکفر ولو اطلق وقال لااصلی لایکفر لاحتمال هذه الوجوه.

(۴۱) نماز کو گالی دے کر یوں کہنا کہ نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نماز پڑھ رہی تھی کہ اس دوران اس کا بچہ بہت شدت سے رونے لگا جب نماز ختم کی اور بچہ کو اٹھالیا تو دیور نے پوچھا، پہلے کیا کر رہی تھی؟ اس نے جواب دیا کہ نماز پڑھ رہی تھی تو دیور نے غصہ سے نماز کو فحش گالی دی اور کہا کہ پہلے نماز ضروری ہے یا بچے کو چپ کرانا اور تسلی دینا (العیاذ باللہ)۔اب پوچھنا یہ ہے کہ اس شخص کے بارے میں اس طرح کے کلمات کہنے کی بناء پر شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا ان کا نکاح باقی ہے یا ختم ہوگیا؟ مکمل تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص ان کلمات کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا اور اس کا نکاح بھی ختم ہوگیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور آئندہ اس طرح کے بے ہودہ کلمات سے سخت احتراز کرنا چاہیے مبادا کہ اللہ تعالیٰ کا ایسے شخص پر عذاب نازل ہوجائے اور اسے دوسروں کیلئے عبرت بنادیا جائے۔

لما فی شرح العقائد (ص۱۲۹)(ط.المصباح): ومن وصف الله تعالی بما لا یلیق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انکر وعده اووعیده یکفر.

وفی الهندیة (۱/۳۳۹):ارتد احد الزوجین عن الاسلام وقعت الفرقة بغیر طلاق فی الحال قبل الدخول وبعده.

وفی الدرالمختار (۴/۲۲۲):وفی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فهو ککفر العناد

وفی الشامیة (من هزل بلفظ کفر) ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه ...... ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلا وضوء عمداً بل بالمواظبة علی ترک سنة استخفافا......

قلت:ویظهر من هذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف لانه لو توقف علی قصده لمااحتاج الی زیادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق.

وفیها ایضاً(۳/۱۹۳):(وارتداد احدهما)ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عدداً.

(۴۲) خلیفۂ اوّل کے زمانہ میں مانعین زکوٰۃ کی تفصیل اور منکر زکوٰۃ کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہونے کے بعد کچھ لوگوں نے زکوۃ کا انکار کر دیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے قتال کا حکم دیا جب کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس میں کچھ شبہات تھے، کیا خلیفہ اول ان لوگوں کو مرتد شمار کرتے تھے؟ اگر ایسا ہی تھا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے شبہات کیسے تھے جب کہ وہ لوگ دین کے ایک اہم رکن کا انکار کر رہے تھے؟ اور اگر انہیں مرتد شمار کیا تھا تو آج کل جو حضرات زکوۃ کا انکار کرتے ہیں انہیں مرتد نہیں سمجھا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... رسول اللہ ﷺ کے اس دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد جن لوگوں سے خلیفہ اول نے قتال کا حکم دیا تھا ان کی تین قسمیں تھیں، پہلی قسم ان لوگوں کی تھی جو دین اسلام سے بالکل منحرف ہو گئے تھے اور مسیلمہ کذاب (جس نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا تھا) کی پیروی کرنے کے ساتھ لوگوں میں اس کا پرچار کرنے لگے تھے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے نماز وروزہ کے ترک کرنے کے ساتھ شریعت کا بھی انکار کر دیا تھا۔

تیسری قسم ان لوگوں کی تھی جو اصل دین پر تو قائم تھے لیکن انہوں نے زکوۃ خلیفہ کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب پہلی دو قسم کے لوگ تو حقیقۃً مرتد تھے لہٰذا ان سے قتال میں تو کوئی تردد ہی نہیں البتہ تیسری جماعت اگرچہ مرتد تو نہ تھی کیونکہ انہوں نے زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا تھا بلکہ صرف خلیفہ کو دینے سے انکار کیا تھا چنانچہ اسی شبہ کی وجہ سے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس بات پر مُصر تھے کہ ان سے کیسے قتال ہوگا جبکہ وہ کلمہ گو ہیں لیکن یہ وہ دور تھا کہ رسول اللہ ﷺ ابھی ابھی دنیا سے رخصت ہوئے تھے اگر اس معاملے پر سختی نہ کی جاتی تو خطرہ تھا کہ آگے چل کر لوگ اپنی من مانی سے ایک ایک چیز کا انکار کرنے لگیں گے، یہ انتہائی نازک دور تھا ارتداد کے دروازے کو ہمیشہ کے لئے بند کرنا تھا لہذا خلیفہ اول نے انتہائی ایمانی فراست کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان ارتداد وانکار کے فتنوں کا قلع قمع کر دیا۔ یہ اصل واقعہ کی حقیقت تھی۔

اب صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص زکوۃ کی رکنیت کا ہی سرے سے انکار کر دے، جبکہ زکوۃ کا دین کا رکن ہونا معروف ومشہور ہے تو ایسا شخص اسلام سے خارج ہے، ہاں اگر رکن ہونے کا انکار نہ کرے بلکہ حکومت کی زکوۃ وصولی کو نہ مانے یا کوئی اور شبہ ہو تو یہ علیحدہ مسئلہ ہے اس سے اسلام سے خارج نہ ہوگا۔

لما فی القرآن الکریم: وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارۡكَعُوۡا مَعَ الرّٰكِعِيۡنَ الایة (البقرة:۴۳)

وایضا فی مقام اٰخر: خُذۡ مِنۡ اَمۡوَالِهِمۡ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمۡ وَتُزَكِّيۡهِمۡ بِهَا وَصَلِّ عَلَيۡهِمۡ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ الایة (التوبة:۱۰۳)

وفی الصحیح لمسلم (۱/۳۷): عن ابی هریرة رضی الله عنه قال لما توفی رسول الله ﷺ واستخلف ابوبکر بعده وکفر من کفر من العرب...... فقال ابوبکر والله لاقاتلن من فرق بین الصلوة

و الزکوۃ فان الزکوۃ حق المال.....فقال عمر بن الخطاب فواللہ ما ھو الا ان رأیت اللہ قد شرح صدر ابی بکر للقتال فعرفت انہ حق.

وفی فتح الباری (۱۲/۲۳۳): (لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکاۃ).....والمراد بالفرق من اقر بالصلوۃ وأنکر الزکوۃ جاحداً أومانعاًمع الاعتراف وانما اطلق فی اول القصۃ الکفر لیشمل الصنفین فھو فی حق من جحد حقیقۃ وفی حق الاخرین مجاز تغلیباً.....

وفی فتح الملھم(۱/۵۵۰):ان اھل الردۃ کانوا اصنافاً منھم من ارتد عن الملۃ ودعاالی نبوۃ مسیلمۃ وغیرہ ومنھم من ترک الصلوۃ والزکاۃ وانکرالشرائع کلھا ھؤلاء ھم الذین سماھم الصحابۃ کفارا .....

فاما مانعواالزکاۃ منھم المقیمون علی اصل الدین فانھم اھل بغی ولم یسموا علی الانفراد منھم کفاراًوان کانت الردۃ قد اضیفت الیھم لمشارکتھم المرتدین فی منع بعض ما منعوہ من حقوق الدین.....

وفیہ ایضاً(۱/۵۵۲): أما الیوم وقد شاع دین الاسلام واستفاض فی المسلمین علم وجوب الزکاۃ حتی عرفھا الخاص والعام واشترک فیہ العالم والجاھل فلا یعذر بتأویل یتأولہ فی انکارھا بل یکفر .....

وفی التاتارخانیۃ (۵/۴۹۷):ولو قیل لرجل :اد الزکاۃ فقال لا ادری یکفر کذا قیل وفی الخانیۃ قیل ھذا اذاقال علی وجہ الرد والجحود.....

وفی الھندیۃ (۲/۲۶۹): اذا قیل لرجل اد الزکوۃ فقال لا اؤدی یکفر قیل مطلقاًوقیل فی الاموال الباطنۃ لایکفر وفی الاموال الظاھرۃ یکفر.

وفی رد المحتار (۴/۲۲۴): والحاصل ان من تکلم بکلمۃالکفر ھازلااو لاعباًکفر عند الکل ولااعتبار باعتقادہ کما صرح بہٖ فی الخانیۃ .....ومن تکلم بھا عامداًعالماًکفرعندالکل .

وفیھا ایضاً (۴/۲۲۲): وکذا مخالفۃ او انکار ما اجمع علیہ بعد العلم بہ لان ذلک دلیل علی ان التصدیق مفقود.

(۵۳) یوں کہنا: میری نماز معاف کردی گئی ہے

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بزرگ ہمارے پاس آئے، اپنے تئیں بڑے بزرگ ہونے کے مدعی تھے لیکن نماز روزہ وغیرہ کی پابندی نہیں کرتے، ان کا کہنا ہے کہ میری نماز وغیرہ معاف کردی گئی ہے۔ ویسے بھی شریعت وطریقت میں فرق ہے۔ کیاان کی یہ باتیں صحیح ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... پہلے یہ سمجھئے کہ بزرگ کسے کہا جاتا ہے کتب عقائد کی معرکۃ الآراء کتاب ''شرح العقائد النسفیۃ'' ص ۱۴۵ (ط: المصباح) میں ولی یا بزرگ کی تعریف ملاحظہ ہو

''والولی هو العارف بالله تعالی وصفاته حسب ما یمکن المواظب علی الطاعات المجتنب عن المعاصی المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات''

(یعنی بزرگ وہ شخص کہلاتا ہے جو اپنی بساط اور مقدور بھر طاقت کے بقدر اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا پہچاننے والا ہو، طاعات پر مواظبت کرنے والا ہو اور گناہوں سے بچنے والا ہو، دنیا کی لذات اور شہوات میں زیادہ انہماک سے اعراض کرنے والا ہو) اسی طرح عقائد کی مشہور ومعروف کتاب فقہ اکبر (جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہے) کی شرح میں ملا علی قاریؒ صفحہ ۷۹ میں تقریباً یہی تعریف ذکر کرتے ہیں:

'' والولی هو العارف بالله وصفاته بقدر ما یمکن له، المواظب علی الطاعات، المجتنب عن السیئات، المعرض عن الانهماک فی اللذات والشهوات والغفلات واللهوات''

حاصل تعریف چار چیزیں ہیں:

اول: اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو،

دوم: اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مواظبت اختیار کرنے والا ہو،

سوم: گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو،

چہارم: ان تمام لذات وخواہشات سے بھی احتراز کرنے والا ہو جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غفلت کا سبب بنیں۔

ان صفات کا حاصل یہ ہے کہ انسان ہر دم ایسے رہے کہ گویا اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہیں، چنانچہ خود نبی کریم ﷺ احسان جو کہ ایک شرعی اصطلاح اور ولایت اور بزرگی کا اعلیٰ درجہ ہے کی تعریف اپنے فرمان عالی میں یہی فرماتے ہیں

''ان تعبدالله کانک تراه فان لم تکن تراه فانه یراک''　　(مشکوة المصابیح ص ۱۱)

اس دنیا میں سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی معرفت آپ ﷺ کو حاصل تھی، اسی معرفت اور اللہ تعالیٰ سے قرب کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی ادنیٰ سی نافرمانی برداشت کرنے کیلئے تیار نہ تھے، اس طرح کے واقعات آپ کی حیات مبارکہ میں کثرت سے ملیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو قطعاً برداشت نہ کیا چنانچہ ایک موقع پر جب ایک صحابی نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دیں تو چونکہ شریعت مطہرہ نے ایک ساتھ تین طلاقیں دینے سے منع فرمایا ہے تو آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کا رنگ متغیر ہوگیا اور آپ غصے کی وجہ سے کھڑے ہوگئے اور فرمایا:

''ایلعب بکتاب الله عز وجل وانا بین اظهر کم ''(مشکوة المصابیح، ص ۲۸۴)

(کلام باری اور احکام الٰہی سے کھیلا جا رہا ہے حالانکہ ابھی تو میں بقید حیات اور صفحۂ ہستی پر موجود ہوں)

آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی کو کھیل اور مذاق سے تعبیر فرمایا۔ آپ کی اسی ناراضگی کو دیکھ کر فاروق اعظم کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا میں ایسے شخص کی گردن نہ اڑادوں۔ یہ صرف مثال کے طور پر تھا ورنہ آپ کو بیسیوں ایسی مثالیں ملیں گی۔ آپ کے بعد یہ معرفت آپ کے واسطے سے صحابہ کو حاصل ہوئی، چنانچہ صحابہ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہیں آپ کو عمداً نافرمانی کی بو بھی محسوس نہیں ہوگی اور اگر اللہ تعالیٰ کی معرفت کے آثار دیکھنے ہوں تو صحابہ کی زندگی پر ایک نظر ڈال لیجئے آپ کو خود اندازہ ہوجائے گا کہ معرفت کے بعد انسان کی حالت کیسی ہوتی ہے ان میں کتنے حضرات ایسے ملیں گے جو اذان کی آواز سنتے تو ان کا رنگ اللہ کے خوف سے متغیر ہوجاتا جب ان سے پوچھا جاتا تو فرماتے کہ احکم الحاکمین کے دربار میں حاضری کا وقت آگیا اس خوف سے یہ حالت ہے، ان کی نماز کو دیکھ لیجئے، ان کے زہد کو دیکھ لیجئے، ان کے راتوں کو اپنے مالک کے سامنے کھڑے ہوکر رونے کو دیکھ لیجئے، یہ اپنے دعوے میں سچے لوگ تھے کیونکہ ان کی سچائی کی گواہی خود اللہ تعالیٰ نے دی ہے، نہ صرف سچائی کی گوائی دی ہے بلکہ انہیں سچائی کا معیار بنادیا اور فرمایا:

"وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ"

(التوبة: ۱۰۰)

اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے۔

اسی طرح دوسری جگہ پر فرمایا:

"اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى" الاية (الحجرات: ۳)

یعنی یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کیلئے خالص کردیا ہے۔

اب اس کے بعد ان لوگوں کو جو ولایت کے مدعی ہیں اس معیار پر پرکھ لیجئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کو تو معیار بنایا ہے، دین کے نام پر اپنی تجوریاں بھرنے والوں کو معیار نہیں بنایا اگر ان میں یہ صفات آپ کو مل جائیں تو بہت اچھی بات ہے لیکن اگر یہ صفات ان میں نہ ملیں بلکہ صرف دنیا جمع کرنے کی حرص نے ایسے لبادے میں رکھا ہوا ہے تو جان لیجئے کہ آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کی جارہی ہے اور وہ بھی دین کے نام پر، اگر ان لوگوں کو دھوکہ سے ہی کام چلانا تھا تو دنیا کے اعتبار سے دھوکہ دہی کرتے اگرچہ وہ بھی برا تھا لیکن دین کے نام پر دھوکہ اس سے کہیں بڑھ کر برا ہے۔

کیا آپ کو یہ خیال نہیں آیا کہ اگر اس نماز اور دوسری عبادات کی مشقت سے مبرا کرنے کی مستحق کوئی ہستی ہوسکتی تھی تو رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس کی زیادہ مستحق تھی لیکن کیا آپ کی حیات مبارکہ سے کوئی ایک واقعہ ایسا ثابت کرسکتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے میری مشقت کو دیکھتے ہوئے میری نماز وغیرہ معاف کردی یا عملاً آپ نے کبھی ایسا کیا ہو، چلیں قرآن یا احادیث صحیحہ سے نہ سہی بلکہ ضعیف احادیث سے ہی ثابت کردیجئے بلکہ اس سے بڑھ کر یہ کہ حدیث کی کتابوں کو چھوڑیں کسی تاریخی حوالے سے ہی کوئی واقعہ ایسا نقل کردیجئے، اگر رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ سے ثابت نہیں کرسکتے تو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زندگی کا ہی کوئی واقعہ ایسا

ثابت کردیجئے۔آپ اور ایسے شیطانی دھوکہ میں گرفتار پیر ساری زندگی ایک حوالہ ایسا نہیں پیش کرسکتے صرف لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں تاکہ کرنا کچھ نہ پڑے اور زندگی آرام سے گزر جائے۔

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ رسول اللہ ﷺ باوجود اس بات کے کہ اللہ تعالی کے ہاں سب مخلوقات سے زیادہ محبوب ہیں لیکن اللہ تعالی نے ان کیلئے نہیں فرمایا کہ آپ کی نماز وغیرہ معاف کردی گئی، عام حالات میں تو دور کی بات ہے لیکن اگر کسی درجے میں معافی ہوسکتی ہوتی تو جب رسول اللہ ﷺ یا آپ کے صحابہ تکلیف میں تھے اس وقت تو اس معافی کا اعلان ہونا چاہیے تھا خاص طور پر جب کہ یہ تکالیف بھی دین کی وجہ سے ہوں، چلیں ہمیشہ کیلئے نہ سہی صرف تکلیف تک کے زمانے کیلئے یہ اعلان کردیا جاتا کہ آپ کی نماز وغیرہ معاف کردی گئی، لیکن آپ کو معلوم ہوگا کہ......احد کے میدان میں جب مسلمانوں کو ظاہری طور پر شکست ہوئی تو اس میں رسول اللہ ﷺ زخمی ہوگئے آپ کے چہرے پر زخم آئے، لوہے کی زرہ اندر دھنس گئی، دندان مبارک شہید ہوگئے (بخاری شریف، ۲/۵۸۴) اس وقت آپ کو کتنی تکلیف ہوئی ہوگی، کیا کہیں ایسا موجود ہے کہ صرف اس موقع کیلئے ہی نمازیں وغیرہ معاف کردی گئی ہوں؟

یہ خندق کا میدان ہے، پیٹ پر پتھر باندھے خندق کھودی جارہی ہے، صحابہ اس حالت میں شکایت کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے ہیں، دوجہاں کے سردار اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹاتے ہیں اور فرماتے ہیں آپ لوگوں نے ایک ایک پتھر باندھا ہے جبکہ میں نے دو پتھر باندھے ہوئے ہیں، اب دشمن نے آکر مدینہ منورہ کے گرد گھیرا ڈال لیا ہے ہردم یہ خطرہ ہے کہ دشمن خندق پار کرکے حملہ نہ کردے تیروں کی بارش ہورہی ہے، ایسی حالت میں آپ کی چار نمازیں قضاء ہوگئیں جب ذرا فرصت ملی تو آپ نے فرمایا اللہ تعالی ان کافروں کو تباہ کریں کہ انہوں نے ہمیں نماز پڑھنے کا موقع بھی نہیں دیا (البدایۃ والنہایۃ، ۲/۱۱۲) اس کے بعد آپ نے چاروں نمازوں کی ادائیگی فرمائی۔

اور تو اور آپ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں بخار کی شدت اور کمزوری سے چلا بھی نہیں جارہا، چلنا تو دور کی بات ہے آپ پر غشی کے دورے پڑرہے ہیں کئی دفعہ وضو کا پانی طلب فرمایا لیکن دوبارہ بے ہوشی طاری ہوگئی جب کافی دیر اس طرح گزر گئی اور صحابہ آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھادیں، اس کے بعد آپ دو صحابہ کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچے، صحابہ وہ منظر بیان کرتے ہیں کہ آپ کے پاؤں مبارک زمین پر جمتے نہ تھے اور گھسٹ رہے تھے (بخاری شریف، ۲/۶۳۹) آپ تشریف لائے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئے اسی حالت میں نماز کی ادائیگی فرمائی، "صلی اللہ علیہ وسلم" یہ وصال کے قریب کا دور ہے، اللہ تعالی اپنے محبوب سے ایسی حالت میں ہی نماز معاف کردیتے۔

آپ کے بعد آپ کے خلفاء کا حال بھی ذرا دیکھ لیجئے خلیفہ اول کا دور ہے کچھ لوگوں نے زکوۃ کی ادائیگی سے انکار کردیا اور بعض نے صرف حکومت کو دینے سے انکار کیا آپ نے ان سب سے قتال کا حکم جاری فرمایا کہ ان سے قتال کیا جائے اگر مان جائیں تو ٹھیک ورنہ انہیں قتل کردیا جائے چنانچہ اسی موقع پر آپ نے فرمایا

"واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوۃ والزکوۃ" (الصحیح لمسلم، ۱/۳۷)

یعنی اللہ کی قسم میں ہر اس شخص سے قتال کروں گا جس نے نماز اور زکوۃ میں فرق کیا۔

کہ ایک کی ادائیگی کی اور دوسرے کی ادائیگی نہ کی۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آخری وقت ہے مجوسی کے خنجر کے وار سے اکثر اوقات بے ہوش رہنے لگے، موت کی علامات ظاہر ہوگئی ہیں، ایسے میں بھی جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو آپ کو ہوش میں لایا جاتا ہے اسی حالت میں آپ نماز کی ادائیگی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''ہاں ہاں اس شخص کا اس دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں جو نماز کی ادائیگی نہیں کرتا''۔ یہ وہ افراد ہیں جو اس امت کے سب سے بڑے بزرگ ہیں ،موجودہ بزرگوں کی بزرگی میں شک ہوسکتا ہے لیکن ان کی بزرگی میں رتی برابر شک نہیں کیونکہ ان کی بزرگی کی گواہی قرآن نے دی ہے۔اسی طرح کی مثالیں اگر بیان کرنی شروع کی جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے، مقصود صرف نمونہ دکھانا ہے کہ یہ حضرات جن کی ولایت میں کوئی شبہ ہی نہیں عام حالات میں تو درکنار انتہائی مشکل حالات میں ان حضرات نے دعوی نہیں کیا ہمارے لئے شریعت کے احکام ختم کردیے گئے، ہم نے تو بڑی قربانیاں دی ہیں، ہاں ایک بات جو ان حضرات میں قدر مشترک ملے گی کہ جب ان پر کوئی مشکل وقت آیا ان کے رجوع الی اللہ میں اضافہ ہوگیا، یہی ان کے اللہ تعالیٰ کے مقرب ہونے کی بڑی نشانی تھی جو ان کو رسول اللہ ﷺ سے ملی تھی، چنانچہ حضرت حذیفہ رسول اللہ ﷺ کا معمول بیان فرماتے ہیں کہ

''كان النبی ﷺ اذا حزبه امر صلّی'' (مشکوۃ المصابیح، صـ۱۱۷)

(یعنی جب رسول اللہ ﷺ کو کسی معاملے میں پریشانی لاحق ہوتی آپ نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے)

اب آخر میں مختصراً ایک نظر ان روایات اور وعیدات پر ڈال لیجئے جو ارکان کے ترک پر وارد ہیں، اور اگر کوئی شخص ان ارکان کا منکر ہو تو اس کا حال اس سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ سب سے پہلے نماز سے ابتداء کرتے ہیں

عن ابی سفیان قال سمعت جابرا یقول سمعت النبی ﷺ یقول ان بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلوة (الصحیح لمسلم، ۱/۶۱)

حضرت جابر بن عبداللہؓ کی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرمارہے تھے کہ ''نماز اسلام اور شرک وکفر کے درمیان فرق کرنے والی ہے گویا جو شخص نماز کی ادائیگی کرنے والا ہے وہ مسلمان ہے اور جو ادائیگی نہیں کررہا اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔

دوسرے نمبر پر روزے کو لے لیجئے

عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ من افطر یوما من رمضان من غیر رخصة ولا مرض لم یقض عنه صوم الدھر کله وان صامه. (مشکوۃ المصابیح، صـ۱۷۷)

آپ نے فرمایا جو شخص رمضان المبارک کا ایک روزہ جان بوجھ کر بلاوجہ قضاء کرتا ہے پھر اگر وہ اس کے بدلہ زندگی بھر روزے رکھ لیے تب بھی یہ اس ایک قضاء کردہ روزہ کی کفایت نہیں کرسکتے۔

زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ o يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ o (التوبۃ: ۳۴، ۳۵)

اور جولوگ سونا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑی دردناک سزا کی خبر سنا دیجئے۔ جو کہ اس روز واقع ہوگی کہ ان کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاویگا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جاوے گا (اور کہا جائے گا) یہ وہ ہے جس کو تم نے اپنے واسطے جمع کر رکھا تھا سو اب اپنے کرنے کا مزہ چکھو۔

اسی طرح باوجود استطاعت کے حج کی ادائیگی نہ کرنے والوں کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

عن علی قال قال رسول اللہ ﷺ من ملک زادا وراحلۃ تبلغہ الی بیت اللہ ولم یحج فلا علیہ ان یموت یھودیا او نصرانیا. (بجامع الترمذی، ۱/۱۶۷)

(یعنی تم میں جو شخص حج کے زادراہ اور سواری کی استطاعت رکھتا ہو کہ وہ اسے بیت اللہ تک پہنچادے اس کے باوجود حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر)

اب ان سب روایات وغیرہ کے ذکر کرنے کے بعد ایسے کھوکھلے دعوے کی حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے اور اس کی اس سے بھی زیادہ صراحت اہل سنت والجماعت کا وہ اتفاقی مسئلہ ہے جو عقائد کی تمام کتابوں میں موجود ہے اور اہل سنت والجماعت کے کسی عالم نے اس پر کسی بھی اعتبار سے کلام نہیں کیا اور وہ یہ کہ

"ان العبد ما دام عاقلا بالغا لا یصل الی مقام یسقط عنہ الامر والنھی لقولہ تعالیٰ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" (شرح فقہ اکبر، ص ۱۲۲، شرح العقائد النسفیۃ ص ۱۶۶)

(جب تک کوئی بندہ عاقل بالغ ہے وہ ایسے مقام تک نہیں پہنچ سکتا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے احکامات ومنہیات ساقط ہو جائیں، اللہ تعالیٰ کے اس قول کی وجہ سے کہ "اپنے رب کی عبادت مرتے دم تک کیجئے)

اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس سے عبادات ساقط کر دی گئیں تو یا تو وہ پاگل ہے یا پھر دین کے نام پر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہتا ہے، اور دنیا سے اسلام کی روح کو ختم کرنا چاہتا ہے، ایسا شخص اس دشمن سے کہیں زیادہ خطرناک ہے جو مسلمانوں کو جنگ میں لڑنے کی دعوت دے رہا ہو یا مسلمانوں کو ختم کرنے کی سازش کر رہا ہو کیونکہ اس کی سازش اگر کامیاب بھی ہوگئی تو جو مسلمان بچ جائیں گے کم سے کم انہیں یہ تو معلوم ہوگا کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے لیکن اگر اس دھوکے باز کا وار چل گیا جس نے بزرگی کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے تو یہ مسلمانوں کو گھر بیٹھے ختم کر دے گا اور انہیں احساس بھی نہیں ہوگا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا۔ چنانچہ فقہاء نے ضروریات دین (جس میں ارکان بطریق اولیٰ داخل ہیں) میں سے کسی ایک چیز کے منکر کو کافر قرار دیا ہے اور اگر کوئی شخص سب ہی کا منکر ہو تو اس کے اسلام سے خارج ہونے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔

باقی رہا یہ کہنا کہ شریعت وطریقت میں فرق ہے، جیسا کہ اور بھی ایسے بہت سے حضرات کہتے ہیں، درحقیقت یہ کہنا خود بہت بڑی جہالت کی علامت ہے کہ یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جسے طریقت کی ہوا بھی نہ لگی ہو ورنہ شریعت وطریقت کیسے علیحدہ علیحدہ ہوسکتی ہے جبکہ دونوں کی ابتداء وانتہاء ایک ہی ہے، چنانچہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ انہی جیسے حضرات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اذا رأیتم الرجل قد اعطی من الکرامات حتی یرتفع فی الھواء فلا تغتروا

به حتی تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ الحدود والوقوف عند الشریعة.

(البدایة والنهایة، ۳۸/۱۱)

(ترجمہ) اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ اعلیٰ درجہ کی کرامتوں کا مظاہرہ کرکے ہوا میں اڑ رہا ہے، تب بھی اس کے دھوکے میں نہ آؤ جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ احکام شریعت اور حفظ حدود کے معاملے میں اس کا کیا حال ہے؟

اسی طرح علامہ ابن عابدین شامیؒ جن کی کتاب ''ردالمحتار'' کو ہمارے زمانے میں فتویٰ کی بنیادی کتاب کی حیثیت حاصل ہے، اپنی اسی کتاب میں (۶۰/۱) میں شریعت وطریقت کے تلازم کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

الطریقة سلوک طریق الشریعة :والشریعة :اعمال شریعة محدودة وهما والحقیقة ثلاثة متلازمة ...... والمراد من الثلاثة اقامة العبودیة علی وجه المراد من العبد.

(ترجمہ) طریقت، شریعت کی راہ پر چلنے کو کہتے ہیں اور شریعت، شریعت کے متعینہ اعمال کو کہتے ہیں اور یہ دونوں اور حقیقت پھر ان تینوں کا مجموعہ لازم وملزوم ہیں...... اور تینوں سے مراد یہ ہے کہ بندے سے جس طرح بندگی مطوب ہے اس طرح بندگی قائم کرنا۔

لہٰذا آپ کے ہاں آنے والے صاحب جو بزرگ کے بجائے شیطان کہلانے کے زیادہ مستحق ہیں اگر عبادات کے منکر ہیں تو ان کے اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں آپ ان کی صحبت سے دور رہیں یہ اچھا ہے کہ انہوں آپ کے ایمان پہ ڈاکہ نہیں ڈالا ورنہ اس طرح شیطان صفت لوگ دوسروں کا ایمان بھی خراب کرتے ہیں۔ اور آئندہ کیلئے ہر اس شخص کو بزرگ نہ سمجھیں جو سنتوں کا تارک ہو چہ جائیکہ فرائض کے تارک کو بزرگ سمجھنا شروع کردیا جائے، اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو۔

لما فی قوله تعالی: فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَکُنْ مِّنَ السّٰجِدِیْنَ o وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ o (الحجر: ۹۸، ۹۹)

وایضاً: وَاْمُرْ اَهْلَکَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَیْهَا o (طه: ۱۳۲)

وایضاً: اِنَّ الصَّلٰوةَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا o (النساء: ۱۰۳)

وایضاً: وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّکٰوةِ مَادُمْتُ حَیًّا o (مریم: ۳۱)

وایضاً: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ o (البقرة: ۱۸۳)

وفی الصحیح للبخاری (۱/۶):عن ا بن عمر قال قال رسول الله ﷺبنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله و اقام الصلوة وایتاء الزکوة والحج وصوم رمضان.

وفیه ایضاً(۱/۸):عن ا بن عمر ان رسول الله ﷺقال امرت ان اقاتل الناس حتی یشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله ویقیموا الصلوة ویوتواالزکوة فاذا فعلوا ذلک عصموا منی دمائهم واموالهم الا بحق الاسلام وحسابهم علی الله.

وفی الهندیة (۱/۵۰): الصلوة فریضة محکمة لا یسع ترکها ویکفر جاحدها کذا فی الخلاصة ولا یقتل تارک الصلوة عامداً غیر منکر وجوبها بل یحبس حتی یحدث توبة .

وفی الدرالمختار (۱/۳۵۲): (ویکفر جاحدها) لثبوتها بدلیل قطعی(وتارکها عمداًمجانة) ای تکاسلا فاسق (یحبس حتی یصلی) لانه یحبس لحق العبد فحق الحق احق وقیل یضرب حتی یسیل منه الدم وعند الشافعی یقتل بصلاة واحدة حداًوقیل کفرا.

(۴۴) جوشخص شیخین کوکافر لکھے

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص لوگوں کے سامنے کہے کہ میں شیخین یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کو مانتاہوں اوران کی عزت کرتاہوں پھراپنی کتاب میں لکھے کہ وہ کافر ہیں (العیاذ باللہ) تو ایسے شخص کاازروئے شریعت کیاحکم ہے؟ایسے شخص کی اتباع کرنا کیساہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......جوشخص شیخین کوکافر لکھے (العیاذ باللہ) تواس سے وہ خودکافر ہوجاتاہے کیونکہ ان حضرات کاایمان نصوص قطعیہ سے ثابت ہےایسے شخص کےقول کااعتبارنہیں کیاجائے گااورنہ ہی اس کی اتباع کی جائے گی۔

لمافی الفقه الاکبر (صـ۷۰): فقد اجمعوا علی من انکر صحبة ابی بکر الصدیق کفر بخلاف صحبة غیره لورود النص فی حقه حیث قال الله تعالی الاتنصروه فقد نصره الله اذ یقول لصاحبه......

وفی خلاصة الفتاوی (۴/۳۸۱): الرافضی ان کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر.

وفی رد المحتار (۴/۲۳۶): اوالکافر بسب الشیخین اوبسبب احدهما فی البحر عن الجوهرة معزیا للشهید من سب الشیخین اوطعن فیهما کفر.

(۴۵) یوں کہنا کہ ’’میں حلال وحرام نہیں جانتا‘‘

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی کام میں مصروف تھادوسرے نے منع کیا کہ یہ

کام حلال نہیں ہے بلکہ حرام ہے تو اس شخص نے کہا کہ میں حلال وحرام نہیں جانتا تو کیا یہ شخص ان الفاظ سے کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر یہ الفاظ اس نیت سے کہتا ہے کہ وہ حلال وحرام کو ایک جانتا ہے یا دونوں کے استعمال میں کوئی فرق نہیں سمجھتا تو کافر ہو جائے گا۔

لمافی شرح الفقه الاكبر (صـ۱۷۴): **ومن قال لااعرف الحلال والحرام كفر يعنى اذا اراد به عدم الفرق فى الاستعمال اواعتقاد الاستحلال بخلاف الاعتراف بانه من الجهال.**

وفى ردالمحتار (۲۲۳/۴): **فى البحر والاصل ان من اعتقد الحرام حلالا فان كان حراما لغيره كمال الغير لايكفر وان كان لعينه وان كان دليله قطعيا كفر والا فلاوقيل التفصيل فى العالم اما الجاهل فلايفرق بين الحلال والحرام لعينه ولغيره وانما الفرق فى حقه ان ماكان قطعيا كفر به والافلا.**

(۴۶) غیر قبلہ کی طرف اور بغیر وضوء نماز پڑھنے والے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص نے غیر قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے جبکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا کیا ہو؟ نیز اگر بغیر وضو نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کسی شخص نے غیر جہت قبلہ کی طرف جان بوجھ کر نماز پڑھ لی تو یہ شخص سخت گناہ گار ہوگا البتہ اس عمل کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا۔ اور اگر بغیر وضو کے نماز پڑھی تو کافر ہو جائے گا کیونکہ بغیر وضو کے نماز پڑھنا استخفاف کی علامت ہے۔

لمافى البحرالرائق (۲۸۶/۱): **ومن صلى الى غير جهة الكعبة متعمدا لايكفر هوالصحيح لان ترك جهة الكعبة جائز فى الجملة بخلاف الصلاة بغير طهارة لعدم الجواز بغير طهارة بحال.**

(هكذا فى الطحطاوى على المراقى : ص۱۹۸)

وفى ردالمحتار (۲۲۲/۴): **ولاعتبار التعظيم المنافى للاستخفاف كفر الحنفية بالفاظ كثيرة وافعال تصدر من المنهتكين لدلالتها على الاستخفاف بالدين كالصلاة بلاوضوء عمدا**..........**قلت ويظهر من هذا ان ماكان دليل الاستخفاف يكفر به.**

(۴۷) کیا محمد بن عبدالوہاب النجدی خوارج میں سے تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محمد بن عبدالوہاب النجدی مسلمانوں کے خون اور اموال واعراض کے پامال کرنے کو جائز سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ موجودہ دور میں تمام لوگ مشرک ہیں اور وہ سلف کو برا بھلا بھی کہتا ہے آپ

حضرات کی ایسے شخص کے بارے میں کیارائے ہے کیا وہ خوارج میں سے تو نہیں ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... محمد بن عبدالوہاب نجدی نے شریعت کی حدود سے تجاوز کیا ہے اور سلف اور صلحاء کے راستے کو چھوڑ دیا ہے اور شریعت مطہرہ میں انتہائی غلو سے کام لیا ہے البتہ سوال میں جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ان کا شمار خوارج میں ہوتا ہے یا نہیں؟ تو اس بارے میں مشائخ کی کتابوں میں اس بات کی صراحت نہ مل سکی لہٰذا ان کو خوارج میں شمار کرنا مناسب نہیں۔

لمافی المهند علی المفند (صـ ۲۸): قد کان محمد بن عبدالوهاب النجدی یستحل دماء المسلمین .... الجواب الحکم عندنا فیهم ماقال فی الدر المختار ......الی ان قال ...... کماوقع فی زماننا فی اتباع عبدالوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اهل السنة وقتل علماء هم حتی کسر شوکتهم ....ثم اقول لیس هو ولااحد من اتباعه وشیعته من مشائخنا فی سلسلة من سلاسل العلم من الفقه والحدیث والتفسیر والتصوف.

(۴۸) شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کسی حرام چیز کے استعمال کے وقت وقت بسم اللہ پڑھتا ہے۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... اگر یہ شخص شراب پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے تو اس سے کافر ہو جائے گا۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): رجل یشرب الخمر وقال بسم الله اوقال عندالزنایکفر.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۳۹/۶): شرب الخمر وقال بسم الله اوقال ذلک عندالزنا .... کفر.

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاماحراماوقال عندالاکل بسم الله حکی الامام المعروف بمشتملی انه یکفر.

(۴۹) نقلی داڑھی کی خرید وفروخت اور لگانے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ سفید نقلی داڑھی بنا کر بیچتے ہیں۔ اس کو مختلف موقع پر لگایا جاتا ہے۔ کیا اس سے سنت کی تحقیر نہیں ہوتی؟ جو شخص خوش طبعی اور مذاق کے طور پر لگاتا ہے تاکہ لوگوں کو ہنسائے تو اس لگانے والے شخص کا اور جو اس پر ہنستے ہیں شریعت کا ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً..... نقلی داڑھی بنا کر بیچنا اور اسی طرح لوگوں کو ہنسانے کے لئے اس کو لگانے سے شعائرِ اسلام کی توہین لازم آتی ہے اور شعائرِ اسلام کی توہین کفر ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لمافی البحر الرائق (۱۲۱/۵): ویکفر ...... باستخفافه بسنة من السنن.

وفی ردالمحتار (۲۲۲/۴): کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة ، وافعال تصدر من المنتهکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلاوضوء عمدا............قلت ویظهر من هذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۵۰) کفریہ الفاظ ادا کرنے والے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی انسان سے کفریہ الفاظ صادر ہوجائیں تو کیا وہ اس سے کافر ہوجائے گا؟ اگر کافر ہوجائے تو اس کے احکامات کیا ہوں گے؟ اور قیامت کے دن اس کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... جب کوئی شخص کفریہ الفاظ زبان سے کہہ دے تو وہ ان الفاظ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائیگا۔ ایسے شخص کا نکاح ختم ہوجاتا ہے اور اس کے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں۔ اگر کسی شبہ کی وجہ سے ارتداد کو اختیار کرے تو اس کے شبہ کو زائل کیا جائے گا اس کے بعد تین دن کی مہلت دی جائے گی اگر دوبارہ اسلام قبول کرلے تو ٹھیک ورنہ قتل کردیا جائے گا۔ اور اگر بغیر توبہ کے یہ شخص مرگیا تو اس کا حشر کفار کے ساتھ ہوگا (العیاذ باللہ)۔

لمافی التفسیر الکبیر (۹۵/۶): ومن یکفر بالایمان فقد حبط عمله وهو فی الأخرة من الخاسرین ای ومن ینکر شرائع الاسلام وتکالیفه ویجحد اصول الایمان وفروعه فقد ابطل ثواب عمله وخاب فی الدنیا والأخرة، اما فی الدنیا فباعتبار ضیاع اعماله وعدم الافادة منها وفی الآخرة بالخسارة والهلاک فی نارجهنم.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۶۵): اعلم ان المرتد یعرض علیه الاسلام علی سبیل الندب دون الوجوب لان الدعوة بلغته ......وتکشف عنه شبهته فان طلب ان یمهل حبس ثلاثة ایام ......فان تاب فیها والاقتل وفی النوادر عن ابی حنیفة وابی یوسف یستحب ان یمهل ثلاثة ایام طلب ذلک اولم یطلب.

وفی الدر المختار (۲۴۵/۴): واعلم ان کل مسلم ارتد فانه یقتل ان لم یتب.

(۵۱) یوں کہنا کہ ''کاش شراب حرام نہ ہوتی، روزہ فرض نہ ہوتا''

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کل آئے اور کہنے لگے کہ کاش اللہ تعالیٰ شراب کو حرام نہ کرتے تاکہ میں تم کو پلاتا اور تمہیں معلوم ہوتا کہ اس میں کتنا مزہ ہے (العیاذ باللہ) تو ان کلمات سے کہیں وہ کافر تو نہیں ہو گئے، نیز اگر کوئی شخص یوں کہے کہ اگر نماز روزہ فرض نہ ہوتا تو کیا ہی اچھا ہوتا کیا یہ جملہ بھی کفر کی طرف مفضی ہے یا نہیں؟ دونوں مسئلوں کا مفصل ومدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......ایسے احکامات جن کا حکم تمام ادیان میں حرمت کا ہو، تو ان کی حلّت کی تمنا کرنے والا کافر ہوجاتا ہے، جیسے زنا، ناحق قتل اور ایسے احکامات جو کہ سابقہ ادیان میں موجود نہ تھے، یا سابقہ ادیان میں ان کا حکم حلّت کا تھا، اور اب اس دین میں ان کا حکم حرمت کا ہے، تو ان کی حلّت کی تمنا کرنے والا کافر نہیں ہوگا، جیسے شراب کی حرمت، رمضان کا روزہ۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں آپ کے دوست کا شراب کی حلّت کی تمنا کرنے، اور دوسرے شخص کا نماز، رمضان کے روزے کے فرض نہ ہونے کی تمنا کرنے سے وہ کافر نہیں ہوئے۔ البتہ ایسے کلمات سے اجتناب کرنا ضروری ہے، کیونکہ اگر ان کلمات کو بطور مزاق یا حرام کو حلال سمجھتے ہوئے، استعمال کیا جائے، تو کہنے والا کافر ہوجاتا ہے۔

لما فی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۲): ولو تمنّی ان لا یکون الخمر حراما او لا یکون صوم رمضان فرضا لما یشق علیه لایکفر، بخلاف ما اذا تمنی ان لا یحرم الزنا وقتل النفس بغیر حق فإنه یکفر، لأن حرمة هذین ثابتة فی جمیع الأدیان موافقة للحکمة، ومن أراد الخروج عن الحکمة فقد أراد أن یحکم الله مالیس بحکمة وهذا جهل منه بربه سبحانه. وتوضیحه ما قال بعضهم من ان الضابطة هی ان الحرام الذی کان حلالا فی شریعة فتمنی حله لیس کفر، والذی لم یکن حلالا فی شریعة فتمنی حله کفر، لأن حرمته الأبدیة إنما هی التی اقتضتها الحکمة الأزلیة مع قطع النظر عن أحوال الأشخاص الأولیة والأخرویة.

وفی الروض الأزهر (صـ۵۰۲، ۵۰۳): ومن تمنی ان لا یحرم الخمر ولا یفرض علیهم صوم رمضان لایکفر، ولعل الفرق ان الاوّل من المجمع علی حرمته فی جمیع الکتب، وعند سائر الرسل بخلاف الأخیرین، فإنه کان شرب الخمر حلالا وصوم رمضان لم یکن فرضا علی غیر هذه الأمة، لکن لم یظهر لی نتیجة هذاالفرق، فانّه لا فرق بین الحکم الإلهی أوّلا بالعموم واخرا بالخصوص.

(۵۲) یوں کہنا کہ ''اللہ تعالیٰ کا بچہ بھی آجائے تو اس سے کام لیں گے''

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نجی کمپنی کے ایک افسر نے یہ الفاظ کہے: ''اگر اللہ تعالیٰ کمپنی

کے کام کو خراب کرے تو اس کو بھی پھانسی دے دیں گے" اور "اگر اللہ تعالیٰ کا بچہ بھی آئے تو اس سے بھی کام لیں گے" (العیاذ باللہ)۔ کیا یہ افسران الفاظ سے کافر ہوگیا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً .... صورت مسئولہ میں مذکورہ افسران الفاظ کی ادائیگی سے مرتد ہوگیا ہے اسے چاہئے کہ تجدید ایمان کرے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ واستغفار کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔

لمافي التاتارخانية (۵/ ۴۶۱): اذا وصف الله بمالايليق به اوسخر باسم من اسماء الله تعالى او بامر من اوامره اوانكر وعده اووعيده يكفر.

وفي الهندية (۲/ ۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بمالايليق به .... اوجعل له شريكااو ولدا أوزوجة أونسبه الى الجهل أوالعجز أوالنقص.

(۵۳) آپ ﷺ کو حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل سمجھنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا عقیدہ ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر، عالم الغیب اور مختار کل ہیں کیا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کرنا صحیح ہے؟ اگر شریک کرلیا تو دیگر شرکاء کی قربانی درست ہوگی یا نہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً .... صورت مسئولہ میں چونکہ مذکورہ شخص ان عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا ہے لہٰذا ایسے شخص کو قربانی میں شریک کرنا صحیح نہیں ہے اور اگر شریک کرلیا تو باقی شرکاء کی قربانی درست نہ ہوگی۔

لمافي الدرالمنثور (۶/ ۵۳۲): واخرج ابن مردوية عن سلمة بن الاكوعص قال كان رسول الله في قبة حمراء اذ جاء رجل على فرس فقال: من انت؟قال انارسول الله، قال: متى الساعة؟ قال غيب، ومايعلم الغيب الاالله، قال: مافي بطن فرسي ؟ قال: غيب ومايعلم الغيب الاالله،قال فمتى تمطر ؟ قال: غيب ومايعلم الغيب الاالله.

وفي مختصر تفسير ابن كثير (۱/ ۵۷۱): وان يمسسك الله بضر فلاكاشف له الاهو وان يمسسك بخير فهوعلى كل شئ قدير يقول تعالى مخبراً انه مالك الضر والنفع وانه المتصرف في خلقه بمايشاء لامعقب لحكمه ولاراد لقضاءه.

وفي الصحيح للبخاري (۲/ ۱۰۹۸): عن عائشة رضي الله عنها قالت من حدثك ان محمدا ...... ومن حدثك انه يعلم الغيب فقد كذب.

وفي شرح الفقه الاكبر (ص ۱۵۱): ان الانبياء عليهم الصلوة والسلام لم يعلموا المغيبات من

الاشیاء الا ما علمهم الله تعالیٰ احیانا. وذکر الحنفیة تصریحا بالتکفیر باعتقاده ان النبیا یعلم الغیب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لایعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الاالله.

وفی الهندیة (۳۰۴/۵): ولو کان احد الشرکاء ذمیا کتابیا اوغیر کتابی وهو یرید اللحم اویرید القربة فی دینه لم یجز عندنا لان الکافر لایتحقق منه القربة فلحقه بالعدم .... والمسلم لواراد اللحم لایجوز عندنا.

(۵۴) غلطی سے کلمات کفر کہہ دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بھول کر کہا کہ ''نہ میں کافر ہوں نہ مسلمان بلکہ ایک عام آدمی ہوں''۔ اس کے فوراً بعد کہا کہ ''افسوس میں نے کیا کہہ دیا''۔ اب ایسے شخص کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟ کافر ہوگیا یا نہیں؟ اسی طرح اسے تجدید نکاح کی ضرورت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسے الفاظ کہنے والا اگرچہ دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور احتیاطاً تجدید نکاح بھی کرلے۔

لما فی الهندیة (۲۷۶/۲): الخاطئ اذا اجری علی لسانه کلمة الکفر خطأ بان کان یرید ان یتکلم بما لیس بکفر فجری علی لسانه کلمة الکفر خطأ لم یکن ذلک کفر عندالکل.

وفی ردالمحتار (۲۴۷/۴): وماکان خطأمن الالفاظ ولایوجب الکفر فقائله یقر علی حاله ولایؤمر بتجدید النکاح ولکن یؤمر بالاستغفار والرجوع عن ذلک وقوله احتیاطاای یأمره المفتی بالتجدید لیکون وطئه حلالا باتفاق.

(۵۵) یوں کہنا: میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہوجاؤں پھر اس کام کو سرانجام دینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے قسم کھائی کہ میں فلاں کام کروں تو میں کافر ہوں، اب بعد میں وہی کام کرلیا تو کیا اس سے وہ کافر ہوگیا؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اس طرح کے کلمات کہنے کے وقت اگر واقعی عقیدہ یہ ہو کہ میں اس کام سے کافر ہوجاؤں تو ایسا شخص اس کام کو کرنے سے کافر ہوجائے گا، لیکن اگر یہ عقیدہ نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے کہے جیسے غصے کی وجہ سے کہہ دیا تو ایسا شخص ان کلمات کو کہنے کے بعد اس کام کو کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج تو نہ ہوگا البتہ اس پر توبہ کے ساتھ ساتھ قسم کا کفارہ لازم ہوگا۔ یعنی یہ قسم سمجھی جائے گی۔

لما فی قوله تعالیٰ: لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ

(المائدة: ۸۹)

وفی المصنف لعبدالرزاق (۸/۴۸۰): عن ابن عباس فی الرجل یقول هو یهودی او نصرانی او مجوسی او بریٔ من الاسلام او علیه لعنة الله او علیه نذر قال یمین مغلظة.

عن ابن طاؤس عن ابیه قال من قال انا کافر اوانا یهودی او نصرانی او مجوسی او اخزانی الله او شبه ذلک فهی یمین یکفرها.

وفی الهدایة (۲/۴۸۱): وان قال ان فعلت کذا فهو یهودی او نصرانی او کافر یکون یمینا لانه لما **جعل** الشرط علما علی الکفر فقد اعتقده واجب الامتناع ......والصحیح انه لا یکفر فیهما ان کان **یعلم انه یمین** فان کان عنده انه یکفر بالحلف یکفر فیهما لانه رضی بالکفر حیث اقدم علی الفعل.

وفی المحیط البرهانی (۶/۷۰):جئنا الی اصل المسئلة وهو قوله یهودی او نصرانی ان فعل کذا اذا کان یمینا وفعل ذلک الفعل حتی حنث ولزمه الکفارة هل یصیر کافرا؟اختلف المشائخ فیه قال شمس الائمة السرخسی المختار للفتوی ان کان عنده انه یکفر متی اتی بهذاالشرط ومع هذا اتی به یصیر کافرا لرضائه بالکفرو کفارته ان یقول لا اله الله وان کان عنده انه اذا اتی بالشرط لا یکون کافرا لا یکفر لان هذه الالفاظ صارت کنایة عن الیمین بالله وکأنه قال والله ان فعلت کذا ولو قال والله ان فعلت کذا وفعل لا یصیر کافرا کذا هنا.

وفی التاتارخانیة (۴/۴۲۲):جئنا الی اصل المسئلة وهو قوله هو یهودی او نصرانی ان فعل کذا اذا کان یمینا وفعل ذلک الفعل حتی حنث ولزمته الکفارة هل یصیر کافرا؟اختلف المشائخ فیه قال شمس الائمة السرخسی والمختار للفتوی انه ان کان عنده انه یکفر متی اتی بهذا الشرط ومع هذا اتی به یصیر کافرا لرضائه بالکفر وکفارته ان یقول اشهدان لا اله الا الله محمد رسول الله وان کان عنده انه اذا اتی بالشرط لا یصیر کافرا لا یکفر.

هکذا فی الهندیة، (۲/۵۴)

وفی الدرالمختار (۳/۷۱۷):(و) القسم ایضا بقوله (ان فعل کذا فهو) یهودی او نصرانی او فاشهدوا علی بالنصرانیة او شریک للکفاراو(کافر) فیکفر بحنثه...... (و) الاصح ان الحالف (لم یکفر) سواء (علقه بماض او آت) ان کان عنده فی اعتقاده انه (یمین وان کان)جاهلا و(عنده انه یکفرفی الحلف) بالغموس وبمباشرة الشرط فی المستقبل (یکفر فیهما) لرضاه بالکفر.

(۵۶) حرام کی ابتدا وانتہاء پر بسم اللہ والحمد للہ کہنا/ترک صلوٰۃ وقرأۃ پر قسم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے یا کوئی بھی برا کام کرتا ہے تو اس کی ابتدا میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد للہ پڑھتا ہے۔اس کا یہ فعل شرعاً کیسا ہے؟

نیز اگر کوئی شخص یہ قسم کھالے کہ میں قرآن کی تلاوت نہیں کروں گا یا نماز نہیں پڑھوں گا تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص شراب پینے کی ابتداء میں یا زنا کے وقت بسم اللہ پڑھے تو دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔اسی طرح آخر میں الحمد للہ کہنے سے بھی کافر ہوجائے گا۔ہاں اگر آخر میں الحمد للہ بطور شکر کے کہتا ہے کہ باوجود فعل حرام کے ارتکاب کے اللہ تعالیٰ نے اسے رسوانہیں کیا یا باوجود شراب کے حرام ہونے کے شراب اس کے حلق میں رکی نہیں بلکہ حلق سے نیچے اتر گئی تو بعض حضرات کے نزدیک کافر نہیں ہوگا۔

اگر کوئی شخص قسم کھالے کہ قرآن کی تلاوت نہیں کرے گا یا نماز نہیں پڑھے گا تو اس سے کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی نماز نہ پڑھنے کی قسم نماز کے انکار پر مبنی ہو تو کافر ہوجائے گا۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۹۹): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بالمشتملی عن مشائخه انه یکفر لاستخفافه اسم اللہ ولوقال عندالفراغ عن الاکل الحمدللہفقد قال بعض المشائخ انه لایکفر لانه شکر اللہتعالی بر آنکه رسوانه کردش ولقمه بحلق وی اندر نماند واتفاق است ....بوقت مباشرت زنا یابوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر گردد بسبب استخفاف به نام خدایٔ عز وجل.

وفی الهندیة (۲/۲۷۳): من اکل طعاما حراما وقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف بمشتملی انه یکفر ولوقال عندالفراغ الحمدللہقال بعض المتأخرین لایکفر واتفاق است اگر قدح ....همچنیں بوقت مباشرت زنایابوقت قمار کعبتین بگیرد وبگوید بسم اللہ کافر شود.

وفی الاشباه (صـ۱۱۹): ولایکفر بقوله لااصلی الاجحودا.

وفی الهندیة (۲/۲۶۸): وقول الرجل لااصلی یحتمل اربعة اوجه ....والرابع لااصلی اذلیس یجب علی الصلاة اولم اؤمر بهایکفر. واللہاعلم بالصواب

(۵۷) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر وناظر ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ رسول اللہ ﷺ کو حاضر وناظر

سمجھتا ہے اوران کی دلیل انا ارسلنک شاھدا (الاحزاب:۴۵) ہے۔جس میں شاہد کا ترجمہ حاضر وناظر سے کرتے ہیں۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں شاہد کا معنی حاضر وناظر کرنا اور دلیل میں یہ بیان کرنا کہ گواہ وہ ہوتا ہے جو دیکھ کر گواہی دے لہٰذا اس کے معنی حاضر وناظر کے ہوئے قطعاً صحیح نہیں ہے۔کیونکہ اگر اس کے معنی حاضر وناظر کے لیے جائیں تو یہ معنی قرآن وسنت کی دوسری نصوص کے معارض ہے۔کیونکہ خود باری تعالیٰ نے:

۱۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا تو سورہ قصص آیت نمبر۴۴ میں ہے:''اور آپ مغربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی''۔اور آیت کے آخر میں فرمایا''وما کنت من الشاھدین''۔پہلے آپ کے وہاں حاضر ہونے کی نفی کی کہ آپ وہاں نہیں تھے پھر صراحۃً شاہد یعنی بقول ان کے جو حاضر وناظر سے شاہد کا ترجمہ کرتے ہیں یہاں حاضر وناظر کی نفی کردی۔

۲۔ سورۂ یوسف میں حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ بیان فرمایا،آخر میں آیت نمبر۱۰۲میں فرمایا''یہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنی بات طے کررہے تھے''۔یہاں پہلے آپ کے وہاں حاضر وناظر ہونے کی نفی اشارۃً کی کیونکہ فرمایا یہ غیب کی خبر ہے اور غیب اس چیز کو کہا جاتا ہے جو ابھی تک دیکھی نہ ہو۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو پھر''غیب''کہاں باقی رہا۔اس کے بعد صراحۃً نفی کی کہ وما کنت لدیھم (آپ ان کے پاس نہ تھے)یعنی حاضر وناظر نہ تھے۔

۳۔ سورۂ ہود آیت نمبر۱۷:''جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے بینہ پر ہو اور اس کے ساتھ شاہد ہو..........''یہاں شاہد سے مفسرین نے قرآن،بعض نے اعجاز قرآن اور بعض نے انجیل مراد لی ہے۔اب اگر شاہد کے معنی حاضر وناظر کئے جائیں تو پھر قرآن،انجیل یا اعجاز قرآن کے حاضر وناظر ہونے کے کیا معنی ہوں گے۔

اسی طرح آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں کتنے ہی ایسے واقعات پیش آئے جن سے آپ کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے:

۱۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو صلح کے لئے کفار مکہ کے پاس بھیجا تو اس وقت کفار نے مشہور کردیا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا۔اس پر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کے لئے صحابہ سے جہاد کے لئے بیعت لی اور آپ جہاد کیلئے تیار ہوگئے حالانکہ بعد میں پتہ چلا کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ کی خبر جھوٹی تھی۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو بتلادیتے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید نہیں ہوئے،یہ جھوٹی خبر ہے۔

۲۔ منافقین کی طرف سے معرکۃ الآراء بہتان جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگایا گیا اس میں آپ کافی دنوں تک سخت پریشان رہے۔کبھی تو صحابہ سے مشورہ کیا جارہا ہے،کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ان کی خادمہ سے سوالات کئے جارہے ہیں۔یہاں تک کہ حضرت عائشہ اسی غم میں اپنے والد کے یہاں تشریف لے گئیں۔جب تک وحی نازل نہیں ہوئی یہ پریشانی بدستور رہی۔اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو پہلے سے بتلادیتے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان ہے۔

۳۔ غزوہ خیبر کے موقع پر آپ کو کھانے میں زہر دیا گیا اور آپ کو پتہ نہ چلا بعد میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بتلانے پر سبب ظاہر ہوا تو آپ کو پتہ چلا۔ اگر آپ حاضر وناظر ہوتے تو آپ کو پہلے سے پتہ ہوتا۔

ان کے علاوہ کتنے ہی ایسے واقعات ہیں جن سے آپ کے حاضر وناظر ہونے کی نفی ہوتی ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر جگہ حاضر وناظر یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْد، وَاللهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُوْن، وَاللهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُحِيطٌ﴾ اور ہمارا عقیدہ ہے کہ لیس کمثله شئ (یعنی ذات اور صفات کسی بھی اعتبار سے خالق اور مخلوق کے درمیان مماثلت نہیں ہوسکتی) لہٰذا رب تعالیٰ کی صفات کسی مخلوق میں نہیں ہوسکتیں۔

نیز قرآن کریم کی تشریح وتفسیر نقل کی محتاج ہے۔ ہم اپنی طرف سے کوئی تفسیر یا معنی بیان نہیں کر سکتے جب تک کہ اسلاف اور مقتداء امت میں سے کسی نے یہ معنی یا تفسیر مراد نہ لی ہو ورنہ نبی کریم ﷺ کی اس روایت کی وعید کے مصداق بنیں گے کہ آپ فرماتے ہیں: من قال فی القرآن برأیه فاصاب فقد اخطأ (یعنی اگر کسی نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے اور خیال سے کی اور رائے ہونے کے باوجود حقیقت کے مطابق ہوگئی اور مراد وہی تھی وہ پھر بھی غلطی پر ہے)۔ اور اسلاف امت میں سے کسی نے اس کے معنی حاضر وناظر کے نہیں کئے من ادعیٰ فلیأت بحجة.

اب رہی یہ بات کہ اگر شاہد سے مراد حاضر وناظر نہیں تو پھر کیا مراد ہے تو اس کی تشریح میں مختلف اقوال ہیں:

اول: آپ کو اس امت اور سابقہ امتوں کے انبیاء کی تبلیغ پر گواہ بنایا گیا اور اس گواہی کی بنیاد آپ کا حاضر وناظر ہونا نہیں بلکہ قرآن کریم کا یہ بیان ہے ''سابقہ امتوں کے انبیاء نے اپنی امتوں تک اللہ کا پیغام پہنچا دیا''۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر گواہ بنا کر بھیجا۔

سوم: شاہ عبدالقادرؒ اور امام راغب اصفہانیؒ نے شاہد کا معنی معلم سے کیا یعنی اے نبی! ہم نے آپ کو معلم بنا کر بھیجا۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ نبی علیہ السلام اپنے روضہ اطہر سے ہی کائنات کا مشاہدہ کر رہے ہیں تو یہ بات بھی روایات کے خلاف ہے۔ کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے زمین میں گھومتے ہیں اور مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں''۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص میرے روضہ کے پاس درود پڑھتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے وہ میرے پاس پہنچایا جاتا ہے''۔ اگر آپ ساری کائنات کا خود مشاہدہ فرماتے ہیں تو پھر جہاں بھی کوئی امتی درود پڑھتا آپ کو معلوم ہو جاتا، حالانکہ جو امتی روضہ اطہر سے دور آپ پر درود پڑھتے ہیں فرشتوں کے ذریعے آپ تک پہنچایا جاتا ہے۔

حاصل یہ ہے کہ شاہد کے معنی حاضر وناظر سے کرنا نصوص کے خلاف اور بالکل بے اصل ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۲/۴۵): یاایها النبی اناارسلنک شاهدا. علی من بعثت الیهم تراقب احوالهم وتشاهد اعمالهم وتتحمل عنهم الشهادة بماصدر عنهم من التصدیق والتکذیب وسائر

ماهم عليه من الهدى والضلال ....ثم از تحمل الشهادة على من عاصرها واطلع على عمله امر ظاهر واماتحملها على من بعده باعيانهم فان كان مرادا ايضا ففيه خفاء لان ظاهر الاخبار انه عليه السلام لايعرف اعمال من بعده باعيانهم ، روى ابوبكر وانس وحذيفة وسمرة وابوالدرداء عنها ليردن على ناس من اصحابي الحوض حتى رأيتهم وعرفتهم اختلجوا دونى فاقول يارب اصحابي اصحابي فيقال لى انك لاتدرى مااحدثوا بعدك نعم قديقال انه عليه الصلوة والسلام يعلم بطاعات ومعاص تقع بعده من امته لكن لايعلم اعيان الطائعين والعاصين ....واما زعم ان التحمل على من بعده الى يوم القيمة لمانها حى بروحه وجسده يسير حيث شاء فى اقطار الارض والملكوت فمبنى على ما علمت حاله ....وقيل المراد شاهدابان لااله الاالله.

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۴/۲۰۰): قوله تعالى شاهدا قال سعيد عن قتادة شاهد اعلى امته بالتبليغ اليهم وعلى سائر الامم بتبليغ انبيائهم ونحوذلك.

وفيها ايضا (۱۶/۲۷۶) تحت آية "لقد رضى الله عن المؤمنين الاية": وكان رسول اللهﷺ قبل الصلح قد بعث عثمان بن عفان الى مكة رسولا فجاء خبر الى رسول اللهﷺ بان اهل مكة قتلوه فدعا رسول اللهﷺ حينئذ الى المبايعة له على الحرب والقتال لاهل مكة فروى انه بايعهم على الموت.

وفيهاايضا (۱۲/۱۹۷): تحت "آية ان الذين جاؤو بالافك عصبة منكم لاتحسبوه شرالكم بل هو خير لكم لكل امرئ منهم ماكتسب من الاثم ، والذى تولى كبره منهم له عذاب اليم": سبب نزولها مارواه الائمة من حديث الافك الطويل فى قصة عائشة رضوان الله عليها ، وهو خبر صحيح مشهور أغنى اشتهاره عن ذكره.

وفى الصحيح للبخارى (۲/۶۱۰): حدثنا عبدالله بن يوسف ......عن ابى هريرة لمافتحت خيبر اهديت لرسول اللهﷺ شاة فيها سم.

وفى المشكوة (صـ۸۶): عن ابن مسعود ص قال قال رسول اللهﷺ ان لله ملائكة سياحين فى الارض يبلغونى من امتى السلام.

وفيهاايضا (صـ۸۷): عن ابى هريرة ص قال قال رسول اللهﷺ من صلى عند قبرى سمعته ومن صلى نائيا ابلغته.

(۵۸) غلام علی، غلام مصطفیٰ اور غلام رسول نام رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غلام علی، غلام رسول اور غلام مصطفیٰ نام رکھنا کیسا ہے؟

شریعت کی رو سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......مذکورہ نام رکھنے میں شرعی اعتبار سے کوئی قباحت نہیں بلکہ جائز ہیں البتہ فرقِ باطلہ میں سے کسی کے ساتھ تشبہ لازم آئے تو ایسی صورت میں احتراز اولیٰ ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲۳۸/۲): عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لايقولن احدكم عبدی وامتی كلكم عبيدالله وكل نساء كم اماء الله ولكن ليقل غلامی وجاريتی وفتای وفتاتی.

وفی المفصل لاحكام المرأة والبيت المسلم (۲۸۳/۹): ويراعی فی تسمية المولود اختيار الاسم الحسن والاسم المستحب شرعااو المباح التسمية به ....وترک الاسماء القبيحة اوالمنهی عنها اوالتی تكره التسمية بها............روی ابوداؤد فی سننه عن ابی الدرداء قال قال رسول الله ﷺ انكم تدعون يوم القيامة باسمائكم واسماء آباء كم فاحسنوا اسماء كم ....دلالة الحديث واضحة فی اختيار الاسم الحسن للمولود ولانه لاكلفة فی هذا الاختيار علی الوالد ولان من حق الولد علی والده ان يختار له اسما حسنا.

(۵۹) کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کو کافر یا فاسق کہے تو کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص قابل تعزیر ہے اور کسی مسلمان کی ہتک وتوہین کبائر میں سے ہے لہٰذا ایسے کلام سے احتراز لازم ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۵۷/۱): عن عبدالله بن دينار انه سمع ابن عمر يقول قال رسول الله ايما امرئ قال لاخيه كافر فقد باء بها احدهما ان كان كما قال والارجعت عليه.

وفی شرح النووی تحت هذا الحديث: فی تاويل الحديث اوجه انه محمول علی المستحل لذلک .... الثانی معناه رجعت عليه نقيصه لاخيه ومعصية تكفيره ...... الرابع ان ذلک يؤل به الی الكفر.

وفيها ايضا (۵۸/۱): عن عبدالله بن مسعود قال قال رسول الله سباب المسلم فسوق وقتاله كفر.

وقال النووی تحته: السب فی اللغة الشتم والتكلم فی عرض الانسان بمايعيبه ......معنی الحديث فسب المسلم بغير حق حرام باجماع الامة وفاعله فاسق.

وفی الدر المختار (۴/۶۹): وعزرا لشاتم بیاکافر ....یافاجر یامخنث یاخائن.

(۶۰) اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد لکھنا یا کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد'' پمفلٹ پرلکھ کرشائع کرنا کیسا ہے؟ کیا نحن عباد محمد میں عباد کے معنی ''اطاعت گزار اور فرماں بردار ہیں'' کرنا صحیح ہے؟ نیز کسی کا نام عبد محمد بمعنی غلام محمد ہوتو درست ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... اللھم صل علی محمد نحن عباد محمد پمفلٹ پرلکھ کرشائع کرنا درست نہیں اگر چہ نحن عباد محمد میں عباد کے معنی اطاعت گزار اور فرماں بردار کے لئے جائیں کیونکہ کم سے کم اس میں ایہام شرک ضرور ہے اور جس طرح شرک ممنوع ہے ایہام شرک بھی ممنوع ہے۔

نیز اسی طرح ایہام شرک کی بناء پرعبد محمد نام رکھنا درست نہیں اگر چہ وہ غلام محمد کے معنی میں ہو۔

لما فی المرقات (۹/۱۰۶): وروی الحاکم فی الکنی والطبرانی عن ابی الزبیر الثقفی مرفوعا اذاسمیتمٓ فعبدوا ای انسبوا عبودیتھم الی اسماء اللہ فیشمل عبدالرحیم وعبدالملک وغیرھما ولایجوز عبداالحارث ولاعبدالنبی ولاعبرۃ بماشاع فیما بین الناس.

وفی شرح الفقہ الاکبر (صـ۱۹۳): واماماشتھر من التسمیۃ بعبدالنبی فظاھرہ کفرالاان اراد بالعبد المملوک.

وفی حجۃ اللہ البالغۃ (۱/۶۳): وقد ثبت فی احادیث لاتحصی ان النبی ﷺ غیر اسماء اصحابہ عبدالعزی وعبدالشمس ونحوھا الی عبداللہ وعبدالرحمن وماشبھما فھذہ اشباح وقوالب للشرک نھی الشارع عنھا لکونھا قوالب لہ.

(۶۱) داڑھی کی توہین کرنا یامذاق اڑانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت ایک شخص سے جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی کہنے لگی آپ داڑھی کی وجہ سے بکرا لگتے ہیں اور داڑھی کی وجہ سے آپ کوکوئی رشتہ بھی نہیں مل رہا ہے لہٰذا اسے کاٹ دو یا چھوٹا کردو۔ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ بات مذاقاً کہی ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً......شعائر اسلام اور نبی کریم ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑانا یا ان کی توہین کفر ہے لہٰذا ایسے کلمات سے یہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر شادی شدہ ہے تو نکاح بھی ختم ہوگیا لہٰذا اسے چاہئے کہ تجدید اسلام اور نکاح کرے اور آئندہ کے لئے ایسے

کلام سے اجتناب کرے۔

لمافی البحر الرائق (۱۲۱/۵): ویکفر .... باستخفافه بسنة من السنن.

وفی الهندیة (۲۶۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء اولم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.

وفی ردالمحتار (۲۲۲/۴): ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنتهکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین .... قلت: ویظهر من هذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۶۲) یوں کہنا کہ ”انامؤمن انشاء اللہ“

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں مومن ہوں انشاء اللہ تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کو اپنے بارے میں شک وتردد ہے اس بناء پر یوں کہتا ہے تو کافر ہوجائے گا۔ لیکن اگر محض تبرک کے لئے ایسا کہے یا مستقبل کے اعتبار سے کہے یعنی اس خیال سے بھی کہ ابھی تو میں مومن ہوں لیکن مستقبل کے بارے میں معلوم نہیں کہ مجھے ایمان پر دوام وثبات نصیب ہوگا یا نہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الهندیة (۲۵۷/۲): من شک فی ایمانه وقال انامومن ان شاء الله فهو کافر الااذا اوّل فقال لاادری اخرج من الدنیا مومنا فحینئذ لایکفر.

وفی ردالمحتار (۴۶/۳): لاتجوز مناکحة من یقول انامومن انشاء الله لانه کافر قال فی البحر انه محمول علی من یقوله شکافی ایمانه والشافعیة لایقولون بذلک .... وحقق ذلک فی الفتح بان الشافعیة یریدون به ایمان الموافاة کماصرحوا به وهوالذی یقبض علیه العبد وهواخبار عن نفسه بفعل فی المستقبل اواستصحابه الیه.

(۶۳) یوں کہنا کہ میں جزاوسزا سے آزاد ہوں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ ”میں جزاوسزا سے آزاد ہوں، میں نے عبادت کرکے کیا کرنا ہے“۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ان کلمات سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوگا لیکن یہ کلمات اندیشہ کفر سے خالی بھی نہیں ہیں۔ چنانچہ بعض حضرات نے ایسے کلمات کہنے والے پر کفر کا حکم لگایا ہے لہٰذا ایسے شخص کو چاہئے کہ احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح

کرلے اورآئندہ ایسے بے ہودہ کلام سے اجتناب کرے۔

لمافی الروض الازھرشرح فقه الاکبر (صـ۵۲۲): ومن قال انا بریٔ من الثواب والعقاب اومن الموت والثواب فقد قیل انه یکفرای بناء علی انکاره الامر المقطوع به من ثبوت الثواب والعقاب ووقوع الموت بلاارتیاب والصحیح انه لایکفر لان البراء ة عنها کنایة عن عدم الالتفات الیها.

وفی المحیط البرهانی (۴۳۵/۷): رجل قال :انابریٔ من الثواب والعقاب اوقال بالفارسیة: من بیزارم از مزد وثواب فقد قیل انه یکفر .(وهکذا فی التاتارخانیة :۵۳۳/۵ وفی الهندیة:۲۸۱/۲)

(۶۴) ''انبیاءکرام کی قبور میں ازواج مطہرات کوپیش کیا جاتا ہے'' اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیاانبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات کوپیش کیا جاتا ہے؟ نیز اس قسم کا عقیدہ رکھنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... یہ بات (کہ انبیاء کی قبور میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں) من گھڑت اور بے بنیاد ہے اس کی قرآن وسنت اورعقائد اہل سنت والجماعت میں کوئی اصل نہیں۔ نیز ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص بھی اہل سنت والجماعت میں داخل نہیں۔(کما صرح به فی الرسالة الاردیة المسماة بمطالعة بریلویت صـ۲۳)۔

لمافی القرآن الکریم(البقرة: ۱۵۴): ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیآء ولکن لا تشعرون.

وفی تکملة فتح الملهم(۳۱/۵): واما الشهداء فعلاقة ارواحهم بأجسادهم اقوی بالنسبة لسائر الموتی حتی ان الارض لاتأکل اجسادهم فاطلق القرآن علیهم اسم الاحیاء ولو کان المراد حیاتهم البرزخیة اوالروحیة فقط ...... وانما الفرق بینهم وبین سائر الموتی ان لأرواحهم تعلقا قویا بالاجساد فحیاتهم جسمانیة بهذا المعنی...... واما الانبیاء علیهم السلام فعلاقة ارواحهم باجسادهم. الشریفة اقوی العلاقات التی تتصور فی انسان بعد طریان الموت علیه...... (صـ۳۰) فیزعم بعض الناس انها عین الحیاة الدنیویة التی عاشوا بها قبل وفاتهم سواء بسواء والحق انه لا یقول احد باثبات الحیاة للانبیاء بعدوفاتهم بهذا المعنی وانما المقصود حیاتهم بمعنی ان لارواحهم تعلقا قویا باجسادهم الشریفة المدفونة فی القبور وبهذا التعلق القوی حدثت لاجسادهم الخصائص

کثیرة من خصائص الاحیاء مثل سماع السلام ورده واشتغالهم بالعبادة و مالی ذلک من خصائص المنصوصة..... (ص۱۳) وان هذه العلاقة القوية قد اثرت علی بعض الاحکام الدنيوية ايضا فلا تقسم اموالهم بين ورثتهم ولا يجوز لاحد أن ينكح ازواجهم بعد وفاتهم..... (ص۳۰) ولا يقول احدمن اهل الحق بنسبة جميع الخصائص التی تثبت لهم فی حياتهم السابقه علی وفاتهم.

ويقول العلامة السبكی رحمه الله فی شفاء الاسقام(ص۱۹۱) ولا يلزم من كونها (ای الحياة) حقيقية ان تكون الابدان معهاكما كانت فی الدنيا من الاحتياج الی الطعام والشراب، والامتناع عن النفوذ فی الحجاب الكثيف وغير ذلک من صفات الاجسام التی نشاهدها بل قد يكون لها حكم آخر" (ص۳۲) اما الخوض فی كنه احوال البرزخ والسعی فی ادراک حقيقة تعلق الروح بالجسد او المشاحة فی الاصطلاحات فی تسمية هذه العلاقة بالحياة الجسمانية اوبالحياة البرزخية..... فليس من مهامّ اهل الحق ولا من طريق اهل العلم..... (ص۳۰) وبالجملة فان هذه الاحاديث مع حديث الباب تدل علی كون الانبياء احياء بعد وفاتهم وهو من عقائد جمهور اهل السنة والجماعة.....

وفی المرقاة (۱۴۳/۱۱): ان الانبياء لايموتون كسائر الاحياء بل ينتقلون من دار الفناء الی دار البقاء وقد وردبه الاحاديث والانباء وانهم احياء فی قبورهم فانهم افضل من الشهداء وهم احياء عند ربهم.

(۶۵) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پسندیدہ چیز کو استہزاء ناپسندیدہ کہنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس چیز کے بارے میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے فلاں چیز پسند ہے اگر اس پر کوئی شخص یوں کہے کہ جو چیز آپ کو پسند ہے وہ مجھے پسند نہیں اور یہ بات استہزاء کرتے ہوئے کہتا ہے ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص استہزاء کرتے ہوئے مذکورہ بالا الفاظ کہے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج جاتا ہے۔

لمافی البحر الرائق (۱۲۱/۵): ويكفر .....بقوله انالااحبه حين قيل له ان النبی ﷺ كان يحب القرع وقيل ان كان علی وجه الاهانة.

وفی الهندية (۲۶۵/۲): ولو قال رجل مع غيره كان رسول الله ﷺ يحب كذا بان قال مثلا كان يحب القرع فقال ذلک الغير انالااحبه فهذا كفر وهكذا روی عن ابی يوسف رحمه الله تعالی ايضا وبعض المتاخرين قالوا اذا قال ذلک علی وجه الاهانة كان كفراوبدونه لايكون كفر.

(۶۶) یوں کہنا کہ گانا سننے سے سکون ملتا ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ چلو یار گانے سنتے ہیں تاکہ دل کو سکون ہو جائے۔ اسی طرح گانے سن کر مزے لیتا ہے یعنی خوش ہو کر سنتا ہے، ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص حرام کے ارتکاب کی وجہ سے سخت گناہگار ہے جس سے اجتناب لازم ہے۔

لما فی خلاصة الفتاوی (۳۴۵/۴): استماع صوت الملاهی کالضرب بالقصب وغیره حرام لانه من الملاهی وقال علیه الصلوة والسلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسوق والتلذذ بها من الکفر هذا علی وجه التهدید.

وفی الدرالمختار (۳۴۹/۶): استماع صوت الملاهی کضرب قصب ونحوه حرام لقوله علیه السلام استماع الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها کفر ای بالنعمة ....فالواجب کل الواجب ان یجتنب کی لایسمع.

(۶۷) موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا کیسا ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل چند نعتیں بہت زیادہ رائج ہیں جس میں نعت کے ساتھ موسیقی بھی شامل ہوتی ہے، کیا اس طرح گانوں کی طرز پر موسیقی کے ساتھ نعت پڑھنا جائز ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......شریعت مطہرہ نے موسیقی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ اس کی ممانعت کس قدر سختی سے کی گئی اس کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے، ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں طبل کی آواز آنا شروع ہو گئی آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں تاکہ یہ آواز غیر اختیاری طور پر بھی آپ کے کانوں میں نہ پڑے، پھر آپ وہاں سے ہٹ گئے اور تین دفعہ ایسا ہی کیا پھر فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی طرح کیا تھا۔ کیا یہ واقعہ اس بات پر دلالت کرنے کیلئے کافی نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو موسیقی سے کس قدر نفرت تھی۔

اس کے علاوہ ایک روایت میں فرمایا کہ جب میری امت پندرہ چیزوں میں مبتلا ہو جائے گی تو ان میں مصائب کا نزول شروع ہو جائے گا ان چیزوں میں سے ایک چیز آپ نے یہ بھی ذکر فرمائی کہ جب ان میں گانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہو جائیں گے۔

اب اس کے بعد ہر صاحب بصیرت شخص یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ جس چیز سے آپ کو اس قدر نفرت تھی کہ آپ اس کی آواز سننا پسند نہیں فرماتے تھے تو اب اگر اسی کے ساتھ آپ کا ذکر مبارک کیا جائے اور اسے ثواب بھی گردانا جائے تو اس سے بڑھ کر اور حماقت کیا ہوگی۔ یہی وجہ ہے

کہ ملاعلی قاریؒ نے اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں احناف کی کتب کے حوالے سے یہ جزئیہ نقل کیا ہے:

من قرأ القرآن علی ضرب الدف والقضیب یکفر (ص ۱۶۷)

(جو شخص کلام مقدس کو دف یا بانسری پر پڑھے وہ کافر ہے)

اس کے بعد اپنا فتویٰ نقل کرتے ہوئے ملاعلی قاری حنفی فرماتے ہیں:

قلت !ویقرب منه ضرب الدف والقضیب مع ذکر الله تعالی ونعت المصطفی ﷺ، وکذا التصفیق علی الذکر.

اسی (کفر) کے قریب ہے دف اور بانسری بجانا اللہ کے ذکر اور محمد ﷺ کی نعت کے ساتھ، اور یہی حکم ذکر کے ساتھ تالی بجانے کا ہے۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ یہاں دف وغیرہ کا ذکر ہے جس کا بعض مواقع پر جواز بھی ثابت ہے، اور رہی آجکل کی موسیقی اس کے ناجائز ہونے میں تو کسی کا اختلاف بھی نہیں، اس کے بعد بھی اتنی جرأت؟ وہ ذات رؤف وکریم ہے ورنہ ہمارے اس فعل پر نہ معلوم ہمارے اوپر کیا کچھ نازل ہوجاتا اور ہم اسی کے مستحق تھے، کہ اللہ کے نبی ﷺ کا جب ہم نے سرعام مذاق اڑانا شروع کردیا آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ مذاق ہے یا نہیں؟ کہ جس چیز سے آپ منع کریں ہم نہ صرف وہی کام کریں بلکہ اسے علی الاعلان کرتے ہوئے اس پر یہ بھی سمجھیں کہ ہمیں اس پر ثواب بھی مل رہا ہے، تعجب ہے مسلمانوں کی سوچ پر کہ نہ معلوم انہیں کیا ہوگیا ہے کہ العیاذ باللہ اپنے نبی ﷺ کی نافرمانی کو انہوں نے فرمانبرداری سمجھ کر اس پر فخر کرنا شروع کردیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کی حقیقی سمجھ عطا فرمائیں۔ امین

لما فی قوله تعالی: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ۝ (لقمان: ٦)

وفی الجامع الترمذی (۲/۴۴): عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ: اذا فعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء...... واتخذت القیان والمعازف.

وفی ابن ماجة (ص۱۳۷): حدثنا محمد بن یحی ......عن مجاهد قال کنت مع ابن عمر فسمع صوت طبل فادخل اصبعیه فی اذنیه ثم تنحی حتی فعل ذلک ثلاث مرات ثم قال هکذا فعل رسول الله ﷺ.

وفی البدائع الصنائع (۶/۵۱۳):......دلت المسئلة علی ان مجرد الغناء معصیة وکذا الاستماع الیه وکذا ضرب القصب والاستماع الیه الا تری ان اباحنیفة رضی الله عنه سماه ابتلاء.

وفی الدرالمختار (۶/۳۴۸): وفی السراج ودلت المسئلة ان الملاهی کلها حرام ویدخل علیهم بلااذنهم لانکار المنکر قال ابن مسعود صوت اللهو والغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء النبات.

(۶۸) کسی ہندو کو کافر کہنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کے گاؤں میں تین چار ہندو رہتے ہیں اور وہ لوگ زید کے گاؤں والوں سے برابر کے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان ہندوؤں کو کافر کہنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں اگر یہ ہندو کافر کہنے کو برا اور ہتک آمیز محسوس کرتے ہوں تو ان کو کافر کہہ کر مخاطب کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافي الهندية (۳۴۸/۵): لوقال ليهودي او مجوسي ياكافر يأثم ان شق عليه.

(وهكذا في الدرالمختار (۷۶/۴)

(۶۹) یوں کہنا کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اپنے ماتحت سے کہتا ہے کہ یہ کام کردینا اور وہ کہتا ہے Ok (اوکے) انشاء اللہ یعنی ٹھیک ہے جناب انشاء اللہ۔ اس پر موصوف غصے میں آجاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں انشاء اللہ نہیں جانتا بس یہ کام کل تک ہونا چاہئے۔ ایسے جملے ادا کرنے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص یہ جملہ ادا کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا لہٰذا ایسے شخص کو تجدید ایمان اور شادی شدہ ہونے کی صورت میں تجدید نکاح کرنا چاہئے۔

لـمافي التاتارخانية (۴۶۶/۵): ولوقال لغيره ان شاء الله كه فلاں كار بكنى فقال بى ان شاء الله بكنم يكفر. وهكذا في الهندية (۲۶۱/۲)

(۷۰) یوں کہنا: میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دو آدمی کسی کے کام کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں آپس میں بحث ومباحثہ کررہے تھے کہ ایک نے اللہ اور قرآن مجید کی قسم کھائی، جبکہ دوسرا شخص کہنے لگا کہ میں اللہ اور قرآن کو نہیں مانتا (العیاذ باللہ) تو کیا ان الفاظ سے اس کے ایمان پر کوئی اثر پڑا یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں راہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... اللہ تعالیٰ اور کلام مقدس کا انکار کفر ہے، لہٰذا یہ شخص ان کے انکار سے کافر ہوگیا اسے تجدید ایمان اور تجدید نکاح کرنا چاہیے اور اپنے اس فعل قبیح پر اللہ تعالیٰ جل شانہ کے حضور استغفار کے ساتھ ساتھ آئندہ اس طرح کے کلام سے احتراز کرنا چاہیے۔

لما في البحرالرائق (۱۲۲/۵): ويكفر اذا انكر آية من القرآن او سخربآية منه......

وفیه ایضاً (۵/۱۲۰): فیکفر اذا وصف الله بمالا یلیق به او سخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره او انکر وعده او وعیده او جعل له شریکا ......

وفی قاضی خان علی هامش الهندیة (۳/۵۷۳): رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه علی الایمان یکون کافرا ولا یکون عندالله تعالی مؤمنا.

وفیه ایضاً (۳/۵۸۱): اجمع اصحابنا علی ان الردة تبطل عصمة النکاح وتقع الفرقة بینهما بنفس الردة ......

وفی الخلاصة (۴/۳۸۳): ومنها ان ردة احد الزوجین یوجب البینونة بینهما فی الحال بدون قضاء القاضی ...... اذا وصف الله تعالی بما لایلیق به اوسخر باسم الله او بامر من اوامره او انکر وعده اووعیده.

وفی الهندیة (۲/۲۵۸): یکفر اذا وصف الله تعالی بما لایلیق به اوسخر باسم من اسمائه او بامر من اوامره اوانکر وعده ووعیده......

وفیها ایضاً(۲/۲۶۶): اذا انکر الرجل آیة من القرآن او تسخر بآیة من القرآن وفی الخزانة اوعاب کفر......

وفیها ایضاً(۲/۲۸۳):رجل کفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالایمان یکون کافرا ولا یکون عندالله مؤمنا.

وفی الدرالمختار (۳/۱۹۳):(وارتداد احدهما) ای الزوجین (فسخ) فلا ینقص عدداً(عاجل) بلا قضاء.

وفیه ایضاً (۴/۲۴۶): مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولاده اولاد زنا ومافیه خلاف یومر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح.

(۷۱) مذاقاً سوال کرنا کہ کیا تمہارے نبی نے شراب پی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے مذاق میں سوال کیا کہ'' کیا تمہارے نبی نے شراب پی ہے؟'' (العیاذ باللہ)۔ بعد میں سب کے زور دینے پر کلمہ پڑھ لیا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً..........صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص مذاق واستخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ بعد میں اگر تجدید ایمان کرلیا ہے تو صحیح ہے اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی ضروری ہے۔

لـمـافـی الهندیة (۲/۲۶۳): سئل عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمهم علی الزناونحوه ...... یـکـفـر لانـه شتـم لهـم واسـتـخـفـاف بهـم ....وقـال مع ذلک ان الانبیـاء علیهم السلام عصوافکافر لانه شاتم.

وفـی ردالـمـحـتـار (۴/۲۳۴): ایـمـارجل مسلم سب رسول اللّٰہ اوکذبه او عابه او تنقصه فقد کفر باللّٰہتعالی وبانت منه امرأته.

(۷۲) ''اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں'' کہنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے کہا کہ اگر میں نے یہ کام کیا تو میں امت محمدیہ میں سے نہیں پھراس نے وہ کام کر بھی لیا۔ اب آپ یہ بتائیں کہ یہ قسم ہے کہ وہ حانث ہو چکا ہے، اس کام کے کرنے کی بناء پر یا یہ الفاظ کفر ہیں کہ اس کام کے کرنے کی بناء پر اس کا ایمان ختم ہوگیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مذکورہ الفاظ قسم کے ہیں البتہ اگر مذکورہ شخص اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ اس طرح قسم کھانا کفر ہے تو جب وہ کام کرے گا تو کافر ہوجائے گا اور امت محمدیہ سے نکل جائے گا اور اگر کوئی اعتقاد نہ ہو صرف جہالت کی وجہ سے ایسی قسم کھائی ہو تو کافر نہیں ہوگا۔

لمافی الهندیة (۲/۵۴): اذاقال ان فعل کذا فانا بریٔ من القرآن الذی تعلمت حیث یکون یمینا ولو قـال انـابـریٔ عـن الحجة وعن الصلاة کان یمینا ....ولو قال ان فعل کذا فهو یهودی اونصرانی اومـجـوسـی اوبـریٔ مـن الاسـلام او کـافـر ....اونـحـو ذلک مما یکون اعتقاده کفر فهو یمین استـخـفافا ....والمختار للفتوی ان کان عنده انه یکفر متی اتی بهذا الشرط ومع هذا اتی یصیر کافرا ....وان کان عنده انه اذا اتی بهذا الشرط لایصیر کافرا لایکفر.

وفـی الـدرالـمـخـتـار (۳/۷۱۴): وبـریٔ مـن الاسـلام ومـن الـمـؤمنین یمین لانه کفر وتعلیق الکفر بالشرط وسیجیٔ انه ان اعتقد الکفر به یکفر والا یکفّر.

وفی الشامیة : یکفر بالتشدید ای تلزمه الکفارة.

(۷۳) ''کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے'' یہ کہنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ کاش نماز روزہ فرض نہ ہوتے ایسا شخص کا کیا حکم ہے آیا کافر ہوجائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر مذکورہ شخص تاویل کر کے یہ بات کہتا ہے بایں معنی کہ اس کی ادائیگی میں مشقت ہوتی ہے اور میں اس کی طاقت نہیں رکھتا تو کافر نہیں ہوگا اور اگر بغیر تاویل کے کہے تو کافر ہو جائے گا۔

وفی الخانیة (۴/۴۶۸): ولوتمنی ان الله تعالی لولم یفرض صوم رمضان لماشق علیه لایکون کافرا......اذانوی انه لایمکنه اداء حقوقه......ولوقال ان هذه الطاعات جعلها الله عذاباعلینا ان نوی ان طاعتها مشقة علینا لایکون کفرا. وهکذافی الهندیة (۲/۲۷۰)

(۷۴) چند شرکیہ اشعار

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو صوفی اور فنافی اللہ کہتا ہے نے یوں کہا کہ ؎

قطرہ دریا میں گر کر فنا ہوگیا　　　بندہ وجد میں جاکر خدا ہوگیا

''خدا تعالیٰ ازل سے وحدہ لاشریک تھا لیکن بعد میں اس نے اپنے روبرو آئینہ دیکھا پھر خدا جیسا کہ ایک دوسرا ہوگیا (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ کلمات شرکیہ ہیں اور ایسا اعتقاد رکھنا کفر اور ان کلمات کا پڑھنا حرام ہے۔

لمافی قوله تعالی: هُوَ اللهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ الایة (الحشر: ۲۳) قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ۝ (الاخلاص: ۱)
اِنَّ اللهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ۚ الایة (النساء: ۴۸)

(۷۵) اناموٴمن حقا اور انا موٴمن انشاء اللہ کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یوں کہے کہ انا موٴمن حقا اور انا موٴمن انشاء اللہ۔ یہ دونوں قول کہنا صحیح ہے یا صحیح نہیں ہے؟ اور کس مذہب کے مطابق صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.........صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص انا موٴمن حقا کہے تو عندالاحناف اس طرح کہنا درست ہے جبکہ شوافع کے نزدیک درست نہیں۔ اور انا موٴمن انشاء اللہ کہا تو اگر ایمان میں شک کی وجہ سے کہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر اس وجہ سے کہے کہ معلوم نہیں دنیا سے جاتے وقت میرا کیا حال ہوگا، یا کسی اور ایسی ہی تاویل کی بنیاد پر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۵۳۳): فاما الاستثناء فی الایمان هل هو شک ام لا قال بعض الفقهاء: ان هذا شک فی الایمان وقال بعضهم لیس بشک وصورة الاستثناء ان یقول انا مومن انشاء الله وهذا هو المذهب عند الشافعی وقال ابو حنیفة ینبغی ان یقول انامؤمن حقا وهذا هوالاصح. وقال بعضهم

لاخلاف فی المسألة لان الشافعی قال انا مؤمن انشاء اللہ علی وجہ الخوف وقال ابوحنیفة انا مومن حقا علی وجہ حسن الظن باللہ تعالی.

وفی خلاصة الفتاوی (۳۸۶/۴): رجل قال انا مؤمن انشاء اللہ یکفر ان قال من غیر تاویل ولو قال لاادری اخرج من الدنیا مؤمنا او لا لایکفر. (وھکذا فی الھندیة (۲۵۷/۲)

(۷۶) ''فلاں کا چہرہ ملک الموت کے چہرے کی طرح ہے'' کہنے کا حکم

سوال……کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید اور عمر دونوں میں آپس میں دشمنی ہے ایک روز زید نے یوں کہا کہ عمر کے چہرے کو تو میں ملک الموت (موت کے فرشتے) کے چہرے کی طرح سمجھتا ہوں۔ آیا اس طرح کہنے سے زید کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً……صورت مسئولہ میں اگر زید نے یہ جملہ بوجہ موت کی ناگواری کے کہا ہے تو اس صورت میں وہ کافر نہیں ہوگا۔ اور اگر ملک الموت (موت کے فرشتے) کی اہانت کے طور پر کہا ہے تو کافر ہو جائے گا۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۹/۵): اذا قال لغیرہ رؤیتی ایاک کرؤیة ملک الموت ھذا خطأعظیم وھل یکفر ھذا لقائل ؟ فیہ اختلاف ……… وقال بعضھم : ان قال ذلک لعداوة ملک الموت یصیر کافرا وان قال لکراھة الموت لایصیر کافرا.

وھکذا فی الھندیة (۲۶۶/۲)

(۷۷) اللہ تعالیٰ کیلئے کسی جگہ یا مکان میں ہونے کے اعتقاد کا حکم

سوال……کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص اللہ رب العزت کیلئے مکان کو ثابت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں عرش پر ہیں یا اس پر بیٹھے ہوئے ہیں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً……اگر کوئی شخص اللہ رب العزت کیلئے مخصوص مکان کو ثابت کرے اور اس کا اعتقاد رکھے تو وہ کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے یہ اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں یا آسمانوں پر ہیں یا اس کے علاوہ کسی اور جگہ۔

لمافی التاتارخانیة (۴۶۴/۵): اذا قال اللہ تعالی فی السماء عالم ان اراد بہ المکان کفر وان اراد بہ الحکایة عماجاء فی ظاھر الاخبار لایکفر وان لم تکن لہ نیة یکفر عند اکثرھم. وفی التخییر وھو الاصح وعلیہ الفتوی. وھکذا فی الھندیة (۲۵۹/۲)

(۷۸) ''اسلامی معاشی نظام، معاشی ترقی سے روکتا ہے'' یہ کہنے والے کا حکم

سوال……کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض مسلمان کہتے ہیں کہ ڈیموکریسی کا نظام انسانوں کی

اقتصادی ضروریات کو متضمن ہے اوراس میں انسان ترقی کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوجاتا ہے اوراسلامی نظام ترقی سے روکتا ہے معیشت میں کیونکہ شریعت نے بہت سارے تصرفات سے منع کیا ہے شریعت کا کیا حکم ہے اس شخص کے بارے میں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا قول اگر ظاہر پر مبنی ہو بایں معنیٰ کہ ظاہری طور پر ڈیموکریسی کے نظام کو دیکھ کر یہ بات کہہ رہا ہوں تو ایسا شخص فاسق وفاجر شمار ہوگا اوراگر وہ اعتقاد کے اعتبار سے ایسا کہہ رہا ہو بایں معنیٰ کہ اسلامی نظام انسان کی معاشی ضروریات کو پورا نہیں کرتا ہے اور یہ ایک ناقص نظام ہے تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا اوردائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

لـمافي قوله تعالى (آل عمران :۸۵) : وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ o

(آل عمران: ۱۹): اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَاللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۔ الاية

(المائدة : ۳):اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط الاية

(۷۹) توہین رسالت کا ارتکاب کرنے والا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......توہین رسالت کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے لہٰذا اگر ایسا شخص توبہ کرلے اور تجدید ایمان کرلے تو ٹھیک ورنہ ایسا شخص واجب القتل ہے۔

لـمـافـي التاتارخانية (۴۷۷/۵): من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام اوعاب نبيا بشئ اولم يرض بسنة من سنن المرسلين عليهم السلام فقد كفر.

وفـي الهندية (۲۶۳/۲): من لم يقر ببعض الانبياء عليهم السلام اولم يرض بسنة من سنن المرسلين فقد كفر ...... قال ابوحفص الكبير كل من ارادبقلبه بغض نبي كفر.

(۸۰) یوں کہنا کہ اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم نہیں مانیں گے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مجمع مسجد کے قریب بیٹھا ٹی وی دیکھ رہا تھا ایک عالم وہاں سے گزرے تو انہوں نے ان لوگوں کو منع کیا اور کہا کہ کم ازکم نماز کے اوقات میں ٹی وی بند کردیا کرو لیکن وہاں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب رہنے دو اگر اللہ خود بھی منع کرے تو ہم بند نہیں کریں گے (العیاذ باللہ) ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔اسے تجدید ایمان اورشادی شدہ ہونے کی صورت

میں تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۸۵): اذا قال لوامرنی اللہ تعالی بکذا لم افعل اوقال لوصارت القبلة الی هذه الجهة ماصليت فقد كفر. وفی الهندية هكذا (۲/۲۵۸)

(۸۱) شرعی قانون وراثت کا انکار کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں ایک پورا خاندان مسلمان ہوا اور اب وہ تمام احکام شریعت کو تسلیم کرتا ہے لیکن شرعی قانون وراثت کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ ہم اپنے آباء واجداد کے قانون وراثت کو نہیں چھوڑ سکتے تو ایسی جماعت کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلياً......صورت مسئولہ میں یہ نومسلم جماعت ایک ایسے حکم کا انکار کر رہی ہے جس کا حکم قرآن وسنت میں صراحۃً موجود ہے اور ہر خاص وعام جانتا ہے کہ شریعت کا اپنا قانون وراثت ہے گویا شرعی قانون وراثت کا انکار ماعلم من الدين ضرورةً کا انکار ہے لہٰذا ایسی جماعت کو ابتداءً سمجھایا جائے، اگر تسلیم کرلیں تو ٹھیک ورنہ یہ جماعت دائرہ اسلام سے خارج سمجھی جائے گی۔

لمافی الهندية (۲/۲۶۶): اذا أنكر الرجل آية من القرآن تسخر بآية من القرآن وفی الخزانة اوعاب كفر كذا فی التاتارخانية.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۲۳): والكفر لغة ستر وشرعاتكذيبه ا ىی شئ مما جاء به من الدين ضرورة.

وفی الشامية تحته: المراد بالتكذيب عدم التصديق الذی مرأی عدم الاذعان والقبول لماعلم مجيئه بها ضرورةً ای علما ضروريا لايتوقف على نظر واستدلال ....واما اذلم يبلغ حد الضرورة كاستحقاق بنت الابن السدس مع البنت باجماع المسلمين فظاهر كلام الحنفية الاكفاربجحده.

(۸۲) کافر کو کافر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو کافر کہنا از روئے شرع کیسا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلياً......اگر کافر کو کافر کہنا ناگوار گزرتا ہو تو جائز نہیں۔

لمافی الهندية (۵/۳۴۸): لوقال ليهودی اومجوسی ياكافر يأثم ان شق عليه.

وفی الدرالمختار (۴/۷۶): وفی القنية قال ليهودی او مجوسی ياكافر يأثم ان شق عليه.

(۸۳) یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور یاعلی مشکل کشا کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یارسول اللہ مدد کہے یاعلی مدد کہے اسی طرح علی مشکل کشا کے نعرے لگائے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز اگر ماتحت الاسباب ایسے الفاظ سے پکارے تو اس کا کیا حکم ہوگا؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......جواب سے پہلے ضروری تمہید کے طور پر عرض ہے کہ کفریہ وشرکیہ الفاظ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن ہو، دوسرے یہ کہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن نہ ہو۔ اگر قائل کا قول ایسا صریح ہے کہ اس میں کسی طرح تاویل کی گنجائش نہیں تو اس صورت میں کسی طرح کی تاویل اس کو کفر سے نہیں بچا سکے گی۔ اس لئے کہ ضروریات دین میں تاویل سے کفر سے نہیں بچا جاسکتا۔ اور اگر وہ قول ایسا ہے کہ اس میں تاویل ممکن ہے اور متکلم سے جب اس کی مراد معلوم کی جاتی ہے تو وہ کفر صریح کے بجائے کسی بدعقیدگی یا جاہلانہ عقیدے پر دلالت کرتی ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کفر کا قول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کے قول میں تاویل کرلی جائے گی۔

اب مذکورہ سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یارسول اللہ مدد، یاعلی مدد اور اس طرح کے دوسرے الفاظ غیر اللہ سے مدد مانگنے کے جواز کے عقیدے کے ساتھ کہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح غیر اللہ سے بھی اسی طرح کی مدد ممکن ہے تو یہ کفر صریح ہوگا اور مذکورہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔

اور اگر قائل کی مراد یہ ہے کہ ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کی جاتی ہے تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا کیونکہ واسطہ کی صورت میں بھی خطاب اللہ تعالیٰ کو ہی ہونا چاہئے کیونکہ وہی ذات عالم الغیب اور عالم ماکان وما یکون ہے لیکن یہ شخص کافر نہیں سمجھا جائے گا۔

نیز جہاں تک ماتحت الاسباب اس طرح پکارنے کا تعلق ہے تو یہ صرف انکی زندگی میں ممکن تھا۔ اب ان کی حیات کے بعد ماتحت الاسباب بھی اس طرح پکارنا صحیح نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالی(یونس: ۱۰۶): وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَالَا یَنْفَعُکَ وَلَا یَضُرُّکَ ج فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّکَ اِذاً مِّنَ الظّٰلِمِیْنَo

(الرعد: ۱۴): .... لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ط وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَایَسْتَجِیْبُوْنَ لَهُمْ بِشَیْءٍ اِلَّا کَبَاسِطِ کَفَّیْهِ اِلَی الْمَاءِ لِیَبْلُغَ فَاهُ وَمَاهُوَ بِبَالِغِهٖ ط الایة

(النساء: ۴۸): .... اِنَّ اللهَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرِکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج الایة

وفی مجموعة الفتاوی علی هامش الخلاصة (۳۳۳/۴): استفتاء سوال: گفتن یارسول الله ویاولی جائز است یانه؟ .... وگفتن یارسول الله ویاولی الله که عادت هندیان است که درنشست

وبر خاست میگویند نزد فقهاء حنفیا ن ناجائز است.

وفی فتاوی اللجنة الدائمة (۱/۹۷): نداء الانسان رسول اللہ اوغیرہ کعبدالقادر الجیلانی اواحمد التیجانی عندالقیام أوالقعود والاستعانة بهم فی ذلک اونحوه لجلب نفع اودفع ضر نوع من انواع الشرک الاکبر.

(۸۴) عامل یا نجومی سے چور متعین کروانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی شخص کا کوئی نقصان مثلاً چوری وغیرہ ہوجائے تو وہ شخص کسی عامل یا نجومی وغیرہ کے پاس جاتا ہے اور پھر نجومی یا عامل جس شخص کے بارے میں اپنے شک کا اظہار کرتا ہے تو یہ شخص اس کے کہنے کی بناء پر اس شخص سے اپنا نقصان وصول کرنے کا تقاضا کرتا ہے۔ تو آیا اس شخص کا اس نجومی یا عامل کی خبر پر اعتماد کرنا اور متعین کئے گئے شخص سے وصولی کا تقاضا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں عامل یا نجومی کے قول پر اعتماد کرکے وصولی کا تقاضا قطعاً صحیح نہیں ہے بلکہ اس کی بات کی تصدیق کرنا کفر ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی المشکوة (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول اللہ ا من اتی عرافا فسأله عن شیٔ لم یقبل له صلوة اربعین لیلة. .... وعن ابی هریرة ص قال قال رسول اللہ من اتی عرافا او کاهنا فصدقه بمایقول فقد برئ ممانزل علی محمد.

وفی ردالمحتار (۴/۲۴۲): والحاصل ان الکاهن من یدعی معرفة الغیب باسباب وهی مختلفة .... والکل مذموم شرعامحکوم علیهم وعلی مصدقهم بالکفر .... وفی التاتارخانیة: یکفر بقوله انا اعلم المسروقات اوانااخبر عن اخبار الجن ایای.

(۸۵) کیا آپ ﷺ حاضر وناظر اور عالم الغیب تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بریلوی حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ حاضر وناظر اور غیب کے جاننے والے ہیں جبکہ میں نے سنا ہے کہ ان عقائد سے انسان کافر ہوجاتا ہے اور اسلام سے خارج ہوجاتا ہے۔ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... غیب کا علم ہونا اور حاضر وناظر ہونا یہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہیں اور خالق کی صفات مخلوقات میں نہیں پائی جاسکتیں لہٰذا اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی طرح کوئی اور بھی حاضر وناظر یا عالم الغیب ہے تو وہ شخص دائرہ اسلام سے خارج

ہوجائے گا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۵۳، ۵۷

(۸۶) جنات کی طرف آپ ﷺ کی بعثت کا انکار کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جوشخص انکار کرے اس بات کا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کی طرف بھی مبعوث کیے گئے تھے آیا وہ کافر ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... جوشخص جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرے تو وہ کافر ہوجائے گا کیونکہ جنات کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا انکار کرنا کئی آیات کے انکار کو مستلزم ہے جو کہ کفر ہے۔

لما فی قوله تعالی (الفرقان: ۱): تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝

وفی روح المعانی (۱۸/۱/۲۳) تحت هذه الآية: والمراد بالعالمين جمع من العالمين الانس والجن ممن عاصره الی یوم القیمة ویؤیده قرأة ابن الزبیر للعالمین للجن والانس وارساله الیهم معلوم من الدین بالضرورة فیکفر منکره.

وفی لقط المرجان فی احکام الجان (ص۷۷): لم یخالف احد من طوائف المسلمین فی ان الله تعالی ارسل محمدا الی الانس والجن. وبه فسر حدیث الصحیحین بعثت الی الاحمر والاسود ......

وقال امام الحرمین فی الارشاد: قد علمنا ضرورة انه ادعی کونه مبعوثا الی الثقلین.

(۸۷) حالت حیض میں بیوی سے ہمبستری کرنے کو حلال سمجھنے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرنے کو حلال سمجھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... جوشخص اپنی بیوی سے حالت حیض میں ہمبستری کرے اور اس بات کا اعتقاد رکھے کہ یہ حلال اور جائز ہے تو وہ کافر نہیں ہوا لیکن اس طرح کرنا مکروہ تحریمی ہے جس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

لما فی الهندیة (۲/۲۷۳): لو استحل وطء امرأته الحائض یکفر وکذا لو استحل اللواطة من امرأته وفی النوادر عن محمد رحمه الله لایکفر فی المسئلتین هو الصحیح.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۲۹۷): ووطؤها یکفر مستحله کماجزم به غیر واحد ......

وقیل لایکفر فی المسئلتین وهو الصحیح وعلیه المعول لانه حرام لغیره. ولمایجیٔ فی المرتد انه

لایفتی بتکفیر مسلم کان فی کفرہ خلاف ولو روایۃ ضعیفۃ.

وفی الشامیۃ: (قولہ ووطؤھا) ای الحائض.

(لانہ حرام لغیرہ) ای حرمتہ لالعینہ ....من اعتقد الحرام حلالا اوعلی القلب یکفر اذا کان حراما لعینہ وتثبت حرمتہ بدلیل قطعی. اما اذاکان حراما لغیرہ بدلیل قطعی اوحراما لعینہ باخبار الآحاد لایکفر اذا اعتقدہ حلالا.

(۸۸) کلمات کفر کا صدور

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلمات کفر کہے مثلا اللہ تعالی نہ رزق دیتا ہے اور نہ شفاء (العیاذ باللہ) بلکہ رزق آدمی محنت سے حاصل کرتا ہے اور شفاء دوا سے ملتی ہے۔تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی شخص ایسے کلمات کفر کہے جن میں کسی طرح کی کوئی تاویل ممکن نہ ہو جیسا کہ مذکورہ بالا سوال میں ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے،اس پر توبہ اور تجدید اسلام ونکاح ضروری ہے۔

لمافی قولہ تعالی (الذاریات:۵۸): ان اللہ ھو الرزاق ذوالقوۃ المتین ○

(ھود:۶): ......ومامن دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا الایۃ

(الشعراء:۸۰): ......واذا مرضت فھو یشفین ○

وفی الھندیۃ (۲/۲۵۷): یکفر اذا وصف اللہ تعالی بما لایلیق بہ ....او جعل لہ شریکا.

(۸۹) شیعہ کی نماز جنازہ پڑھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص جو سنی العقیدہ ہے وہ ایک شیعہ کی نماز جنازہ پڑھاتا ہے۔اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً............صورت مسئولہ میں اگر یہ شخص شریعت کا حکم سمجھ کر جنازہ پڑھاتا ہے تو دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر اس کا خیال یہ ہے کہ شریعت نے اس سے منع کیا ہے لیکن اس ممانعت کے باوجود پڑھاتا ہے تو فاسق وفاجر ہے۔

لمافی قولہ تعالی (التوبۃ:۸۴) : ولاتصل علی احد منھم مات ابداولاتقم علی قبرھط انھم کفروا باللہ ورسولہ وماتواوھم فاسقون○

وفی احکام القرآن للقرطبی (۸/۲۲۱) تحت ھذہ الایۃ: قال علماء نا ھذانص فی الامتناع من الصلاۃ علی الکفار.

وفی روح المعانی (۱۵۳/۱۰): اشارة الی اهانتهم بعدالموت. اخرج البخاری عن ابن عمر ...... والمراد من الصلوة المنهی صلاة المیت المعروفة.

ولمافی الصحیح للبخاری (۶۷۳/۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال لماتوفی عبدالله بن ابی جاء ابنه عبدالله بن عبدالله الی رسول الله ﷺ فسأله ان یعطیه قمیصه یکفن فیه اباه فاعطاه ثم سأله ان یصلی علیه فقام رسول الله ﷺ لیصلی فقام عمر فاخذ بثوب رسول الله ﷺ............قال فصلی علیه رسول الله ا قال فانزل الله ولاتصل علی احد منهم مات ابداولاتقم علی قبره ......

وفی الهندیة (۲۶۴/۲): یجب اکفارالروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولهم خروج امام باطن وبتعطلهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبرائیل غلط فی الوحی الی محمدﷺ دون علی بن ابی طالب وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین.

(۹۰) ''شیعہ سنی بھائی بھائی'' نعرہ لگانے والے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل علماءِ حق نے شیعوں کو کافر قرار دیا ہے تو اس کے بعد بھی جو شخص شیعہ سنی بھائی بھائی کا نعرہ لگائے آیا ایسے شخص کو کافر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ شیعوں کے بارے میں علی الاطلاق کفر کا فتویٰ نہیں ہے کیا یہ بات صحیح ہے خوب وضاحت کے ساتھ جواب دیں اور تفصیلاً یہ بھی بتائیں کہ علی الاطلاق کفر کا فتویٰ کیوں نہیں ہے کیونکہ شیعہ تو شیعہ ہی ہوتا ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......شیعہ اثنا عشریہ اور ہر وہ شخص جو تحریف قرآن اور موجودہ قرآن کے اصلی قرآن ہونے کا منکر ہو یا شیخین (حضرات ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما) کو بُرا بھلا کہتا ہو یا ان کے بارے میں صحابی رسول اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا انکار کرتا ہو یا اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معبود مانتا ہو یا حضرت جبرائیل علیہ السلام پر وحی لانے میں غلطی کا الزام لگاتا ہو تو وہ شخص شریعت کی رُو سے کافر ہے۔اور ان کے کفر میں کوئی شبہ نہیں۔لیکن چونکہ شیعوں کے فرقے بہت زیادہ ہیں۔اور یہ بات کہ تمام شیعہ اس قسم کے کفریہ عقائد رکھتے ہیں تحقیق سے ثابت نہیں ہوئی،اور دوسری طرف شیعوں کے عقائد پر تقیہ کی چادر ہے ان کے عقائد معلوم ہونا بہت مشکل ہے،نیز کسی کو کافر قرار دینا چونکہ نہایت سنگین معاملہ ہے،اس لئے اس میں بے حد احتیاط ضروری ہے،اسی لئے چودہ سو سال سے علمائے اہلسنّت کی اکثریت شیعوں کو علی الاطلاق کافر کہنے کے بجائے یہ کہتی آئی ہے کہ جو شیعہ ایسے کفریہ عقائد رکھے تو وہ کافر ہے،اور یہی طریقہ بیشتر اکابر علماء دیوبند کا رہا ہے،لیکن علی الاطلاق کافر نہ کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ شیعوں کی گمراہی میں کوئی شبہ ہے۔جن شیعوں کو کافر قرار دینے سے احتیاط کی گئی ہے بلا شبہ وہ بھی سخت ضلالت اور گمراہی میں ہیں،لہٰذا

جن شیعوں کے کفر پر اتفاق ہے ان کو مسلمان کہنے سے کافر ہوجاتا ہے لیکن اگر کوئی بھائی بھائی کہتا ہے تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ گنہگار ہوگا۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ شیعوں سے میل جول، یا اتحاد یا بھائی چارگی کا نعرہ نہ لگائیں۔ بالخصوص جبکہ شیعہ اس قسم کے تعلقات سے غلط فائدہ اٹھاتے ہیں اور اپنے غلط عقائد کی تبلیغ کرتے ہیں بلکہ ان کے غلط عقائد سے واقف ہونے کے باوجود ان کے ساتھ میل جول یا تعلقات رکھنے سے اپنے ایمان کو بھی بسا اوقات خطرہ ہوتا ہے۔ اعاذنا اللّٰہ منہ

لـمـافـی القرآن الکریم(سورة الانعام:٦٨): واما ینسینک الشیطان فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین.

(سورة آل عـمـران:٢٨): لا یتـخـذ المؤمنون الکافرین اولیآء من دون المؤمنین ج ومن یفعل ذالک فلیس من الله فی شیءٍ الا ان تتقوا منهم تقة ط ویحذرکم الله نفسه. الآیة

وفی تفسیر روح المعانی(١٢٨/٢٦): وفی المواهب ان الامام مالکا قد استنبط من هذه الآیة تکفیر الـروافـض الـذیـن یبغضون الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم، فانهم یغیظونهم ومن غاظه الصحابة فهو کـافـر، ووافـقـه کثیـر مـن الـعـلـماء انتهی، وفی البحر ذکر عند مالک رجل ینتقص الصحابة فقرأ مـالک هـذه الآیة فـقـال مـن اصبح من الناس فی قلبه غیظ من اصحاب رسول الله ﷺ فقدا صابته هذه الآیة.

وفی مشکوة الـمـصـابیـح(صـ٥٥٤): عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة الله علی شرکم.

وفـی مـنـح الروض الازهر فی شرح الفقه الاکبر(صـ٤٥٨):ومن جحد القرآن، ای کله او سورة منه أو آیة، قلت: وکذا کلمة أو قراء ة متواترة، أو زعم انها لیست من کلام الله تعالیٰ کفر.

وفـی الهـندیة (٢٦٤/٢):الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما والعیاذ بالله فهو کافر وان کان یـفـضـل عـلـیـا کـرم الله وجهه علی ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه لایکون کافرا الا انه مبتدع ......ولو قذف عائشة رضی الله عنها بالزنی کفر بالله ولو قذف سائر نسوة النبی ﷺ لایکفر ویستحق اللعنة ولـو قـال عـمـر وعثـمـان وعـلـی رضی الله عنهم لم یکونوا اصحابا لایکفر ویستحق اللعنة کذا فی خـزانة الـفـقه، من انکر امامة ابی بکر الصدیق رضی الله عنه فهو کافر وعلی قول بعضهم هو مبتدع ولیس بکافر والصحیح انه کافر وکذالک من انکر خلافة عمر رضی الله عنه فی اصح الاقوال کذا فـی الـظهیـریة، ویـجب اکفارهم باکفار عثمان وعلی وطلحة وزبیر وعائشة رضی الله تعالیٰ عنهم، ویجب اکفار الزیدیة کلهم فی قولهم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا وسیدنا محمد ﷺ کذا

فی الوجیز للکردری، ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الا له الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن وبتعطیلهم الامر والنهی الی ان یخرج الامام الباطن وبقولهم ان جبریل علیه السلام غلط فی الوحی الی محمد ﷺ دون علی بن ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه و هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کذا فی الظهیریة...... وفی (صـ۲۶۶): اذا انکر الرجل آیة من القرآن أو تسخر بآیة من القران وفی الخزانة أو عاب کفر کذا فی التتارخانیة.

وفی الشامیة (۲۳۷/۴): اقول: نعم نقل فی البزازیة عن الخلاصة ان الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهما فهو کافر، وان کان یفضل علیا علیهما فهو مبتدع اهـ وهذا لایستلزم عدم قبول التوبة، علی ان الحکم علیه بالکفر مشکل، لما فی الاختیار اتفق الائمة علی تضلیل اهل البدع اجمع وتخطئتهم وسب احد من الصحابة وبغضه لایکون کفرا، لکن یضلل الخ وذکر فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالهم ویکفرون الصحابة حکمهم عند جمهور الفقهاء واهل الحدیث حکم البغاة، وذهب بعض اهل الحدیث الی انهم مرتدون، .... نعم لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی الله تعالیٰ عنها أو انکر صحبة الصدیق، أو اعتقد الالوهیة فی علی أو ان جبریل غلط فی الوحی، أو نحوذالک من الکفر الصریح المخالف للقرآن، ولکن لو تاب تقبل توبته......

وفی الدرالمختار (۲۲۹/۴، ۲۳۰): واعلم انه لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن اوکان فی کفره خلاف ولو کان ذالک روایة ضعیفة.

(۹۱) کیا سجدہ تعظیمی کفر ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے بہنوئی بدعتی اور مشرک عقیدہ کے مالک ہیں، قبر پر سجدہ بھی کر لیتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ میں سجدہ کی نیت نہیں کرتا بلکہ تعظیما جھکتا ہوں، ہماری بہن چار سال سے لڑائی جھگڑے کے بعد سے ہمارے پاس ہے اس کے دو بچے ہیں لڑکا باپ کے پاس ہے لڑکی ہمارے پاس ہے، بہنوئی نے بہن کو دو طلاقیں دینے کے بعد رجوع کرلیا تھا لیکن اس کے بعد بھی جھگڑے ہوتے رہے، اب چار سال سے بہن ہمارے پاس ہے، اب وہ بہت عاجزی سے کہہ رہے ہیں کہ بچوں کی خاطر بھیج دو جو آپ کہو گے میں ویسا کروں گا۔

معلوم یہ کرنا ہے کہ اس خراب عقیدہ کے انسان کے پاس بہن کو بھیجنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر بہن کو بھیجنا ہی پڑے تو کن شرائط کے

تحت بھیجیں تا کہ ہم گناہ گار نہ ہوں۔

الجواب حامداًومصلیاً......سجدہ تعظیمی قطعی حرام ہے اس کا ارتکاب کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، رسول اللہ ﷺ نے ایسے افراد پر لعنت بھیجی ہے جو قبروں پر سجدے کرتے ہیں، البتہ آپ کا بہنوئی اس سجدے سے کافر نہیں ہوا اس لئے اس کے ساتھ آپ کی بہن کا نکاح برقرار ہے، لہٰذا اگر وہ اپنے ان افعال قبیحہ سے توبہ واستغفار کر لیتا ہے اور اس کے خاندان کے بڑے اس کی ضمانت لیتے ہوں تو آپ اپنی بہن کو اس کے پاس بھیج دیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۱۷۷): عن عائشة عن النبی ﷺ قال فی مرضه الذی مات فیه لعن الله الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائهم مساجد.

وفی التاتارخانیة (۳/ص۵): رجل زوج ابنته من رجل ثم زعم انه تکلم بکفر وان ابنته حرمت علیه والزوج ینکر فالقول قول الزوج لانه ینکر الفرقة ولا یحل للمرأة ان تمنع نفسها منه اذالم تکن سمعت منه کلمة الکفرفان فعلت کانت عاصیة ناشزة.

وفی الهندیة (۳۶۸/۵): التواضع لغیرالله حرام کذا فی الملتقط من سجدللسطان علی وجه التحیة او قبل الارض بین یدیه لایکفرو لکن یاثم لارتکابه الکبیرة هوالمختار.

وفیهاایضاً (۲۷۹/۲): اذا سجد لانسان سجدة تحیة لا یکفر کذا فی السراجیة.

وفی الدرالمختار (۳۸۳/۲): وکذا مایفعلونه من تقبیل الارض بین یدی العلماء والعظماء فحرام والفاعل والراضی به آثمان لانه یشبه عبادة الوثن وهل یکفر ان علی وجه العبادة والتعظیم کفر وان علی وجه التحیة لا وصار آثما مرتکبا للکبیرة، وفی الملتقط التواضع لغیر الله حرام.

(۹۲) مسواک کا مذاق اڑانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص مسواک کر رہا تھا کہ دوسرے نے کہا یہ لکڑی کیسی ہے یا اس نے کہا کہ یہ کیا ہے۔ کیا یہ شخص اس طرح کہنے سے گناہ گار ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً..........صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کا مقصود یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ مسواک کون سے درخت کی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن اگر اس طرح کے سوال سے مقصود سنت کا مذاق ہے تو اس سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائیگا۔

لمافی التاتارخانیة (۴۷۷/۵): من لم یقر ببعض الانبیاء ....اولم یرض بسنة من سنن المرسلین علیهم السلام فقد کفر.

وهکذا فی الهندیة (۲۶۳/۲)

وفیھا ایضا (۴۸۲/۵): قیل ھذا استخفاف بسنة رسول الله ﷺ وانه کفر .... وکذالک فی سائر السنن خصوصا فی سنة ھی معروفة وثبوتھا بالتواتر کالسواک وغیره.

(۹۳) خلافت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کا انکار کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی خلافت کا منکر ہوتو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر کسی شبہ یا تاویل کی وجہ سے خلافت کا منکر ہوتو کافر نہیں بلکہ فاسق ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔اور اگر بغیر شبہ یا کسی تاویل کے انکار کرے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۵/۵): من انکر خلافة ابی بکر فھو کافر علی قول بعضھم وقال بعضھم: ھو مبتدع لیس بکافر والصحیح انه کافر وکذا من انکر خلافة عمر رضی اللہ عنه فی اصح الاقوال.

وھکذا فی الھندیة (۲۶۴/۲)

وفی ردالمحتار (۲۶۳/۴): قال فی شرح منیة المصلی :ان ساب الشیخین ومنکر خلافتھما ممن بناه علی شبھة له لایکفر.

(۹۴) کیا نماز ورزش ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو یوں کہے کہ نماز ایک ورزشی عمل ہے اصلاح بدن کیلئے لہٰذا جس کی صحت خراب ہوتو اس کو زیادہ نمازیں پڑھنا چاہیے اور ہماری صحت تو ٹھیک ہے لہٰذا ہم کو زیادہ نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں اگر ہمارا دل چاہے گا تو نماز پڑھیں گے ورنہ نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی شخص کا یہ کہنا کہ نماز ورزش ہے اگر اس سے اُس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز فرض ہی نہیں اور اس کا یہ کہنا جب ہم چاہیں گے پڑھیں گے اور جب چاہیں گے چھوڑ دیں گے اس سے اُس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے تو ایسے عقیدے کا حامل شخص کافر ہے۔لیکن اگر مذکورہ الفاظ سے اس کا عقیدہ یہ ہو کہ نماز تو اللہ تعالیٰ کا ایک فریضہ ہے لیکن وہ سستی اور کاہلی کی بناپر نماز نہیں پڑھتا تو اگر چہ کافر تو نہیں لیکن فاسق ضرور ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۴۹۴/۵): وفی واقعات الناطفی قال محمد رحمه الله قول الرجل لااصلی . یحتمل اربعة اوجه .... والثالث لااصلی فسقا مجانة فھذه الثلاث لیس بکفر والرابع لااصلی اذلیست تجب علی الصلاة اولم اومر بھا جحودا بھا وفی ھذا الوجه یکفر.

وھکذا فی الھندیۃ (۲/۲۶۸)

(۹۵) یوں کہنا کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو......

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک شخص یہ کہے کہ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں گندم کا دانہ نہ کھاتے تو ہم جنت میں ہوتے۔ آیا اس طرح کا قول صحیح ہے؟ آیا اس سے وہ گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر مذکورہ شخص حضرت آدم علیہ السلام کی حقارت کے طور پر کہے یا مطلب یہ ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے ہم اس طرح بدبخت نہ ہوتے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔

اور اگر اس کا مطلب یہ ہو کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو ہم ان مصائب اور آلام میں نہ پڑتے تو بلاشبہ سخت گناہ گار ہوگا البتہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگا۔ اور اگر ویسے ہی کہتا ہے کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام گندم نہ کھاتے تو آپ کو جنت سے نہ اتارا جاتا اور ہم ان کی اولاد میں سے ہیں اولاد بھی جنت میں ہی ہوتی تو اس طرح کہنے میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی التاتارخانیۃ (۵/۴۸۰): اذا قال لولم یأکل آدم الحنطۃ لماوقعنا فی ھذہ البلایا ففی کفرہ اختلاف المشائخ وفی الفتاوی الخلاصۃ :ولوقال لولم یأکل آدم الحنطۃ ماصرناأشقیاء یکفر.

وفی البزازیۃ علی ھامش الھندیۃ (۶/۳۲۷): لولم یأکل آدم الحنطۃ ماصرنااشقیاء یکفرولوقال ماوقعنا فی ھذالایکفر عند بعضھم. واللہ اعلم بالصواب

(۹۶) کیا ہر حرام کا منکر کافر ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین تین طلاقوں کو ایک مانتے ہیں اور اسے حلال سمجھتے ہیں کیا ایسا حرام جس میں تھوڑا بہت اختلاف ہو اسے حلال سمجھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے یا نہیں؟ نیز غیر مقلدین کا حکم کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جس چیز کی حرمت دلیل قطعی سے ثابت ہو اس کا انکار کفر ہے اور جب حرمت دلیل ظنی سے ثابت ہو اور اس کا منکر اگر تاویل سے انکار کرے تو ایسا شخص کافر نہیں بلکہ اس پر فسق کا حکم بھی نہیں لگایا جائے گا اور اگر تاویل کے بغیر انکار کرے تو فاسق وفاجر ہے۔

اور تین طلاق کا تین واقع ہونا یہ اجماع سکوتی سے ثابت ہے اور اجماع سکوتی ایسی دلیل قطعی نہیں جس کے منکر کو کافر کہا جا سکے البتہ یہ ایک ایسی چیز کا انکار ہے جس پر صحابہ اور بعد میں چاروں ائمہ کا اتفاق ہے لہٰذا جو شخص تین طلاقوں کو ایک مجلس میں تین نہیں بلکہ ایک شمار کرے وہ ضال ومضل ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۳/۱۲۹): تحت آیۃ "الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح

باحسان "قال علماء نا : واتفق ائمة الفتوى على لزوم ايقاع الطلاق الثلاث فى كلمة واحدة وهو قول جمهور السلف.

وفي اعلاء السنن (۱۱/۱۷۳): والحق هو ماقال جماهير اهل الاسلام من الصحابة وغيرهم ان الثلاث واقعة مجتمعة ومفرقة فى المدخول بها وفى غير المدخول بها تقع مجتمعة ولاتقع مفرقة.

وفي ردالمحتار (۳/۲۳۳): واماامضاء عمر الثلاث عليهم مع عدم مخالفة الصحابة له وعلمه بانها كانت واحدة فلايمكن الاوقد اطلعوا فى الزمان المتاخر على وجود ناسخ اولعلمهم بانتهاء الحكم لذلك لعلمهم باناطته بمعان علموا انتفاء ها فى الزمن المتاخر.

وفي نورالانوار (صـ۲۲۲): فالاقوى اجماع الصحابة نصا .... ثم الذى نص البعض وسكت الباقون من الصحابة وهوالمسمى بالاجماع السكوتى ولايكفر جاحده وان كان من الادلة القطعية.

وفي الشامية (۳/۲۳۳): توفى رسول الله ﷺ عن مائة الف عين رأته فهل صح لكم عنهم وعن عشر عشر عشرهم القول بوقوع الثلاث باطل؟ اما اولا فاجماعهم ظاهر لانه لم ينقل عن احد منهم انه مخالف عمر حين امضى الثلاث ولا يلزم فى نقل الحكم الاجماعى عن مائة الف تسمية كل فى مجلد كبير لحكم واحد على انه اجماع سكوتى .... وقد ثبت النقل عن اكثرهم صريحا بايقاع الثلاث ولم يظهر لهم مخالف.

(۹۷) ہاتھ کی لکیروں سے قسمت کا حال معلوم کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہاتھ کی لکیروں پر یقین رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ہاتھ کی لکیروں پر یقین غیب کے عقیدے اور مؤثر حقیقی سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہوتو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی یا غیب کے علم کے طور پر ہوتو کفر ہے۔

لمافي المشكوة (صـ۳۹۳): عن ابى هريرة ص قال قال رسول الله من اتىٰ عرافا او كاهنا فصدقه بمايقول.......... فقد برئ مما انزل على محمد.

وفي شرح الفقه الاكبر (صـ۱۵۱): ذكر فى الفتاوى ان قول القائل عند رؤية هالة القمر اى دائرته يكون مطر مدعيا علم الغيب لابعلامة كفر.

وفي الدرالمختار (۴/۲۴۰): والكافر بسبب اعتقاد السحر توبة له ولوامرأة فى الاصح .... يكفر الساحر بتعلمه وفعله اعتقد تحريمه اولا ويقتل انتهى لكن فى حظر الخانية لواستعمله

للتجربة والامتحان ولایعتقده لایکفر.

وفی الشامیة تحته: فی الفتح :السحر حرام بلاخلاف بین اهل العلم واعتقاد اباحته کفر ......

وحاصله انه اختار انه لایکفر الااذا اعتقد مکفرا وبه جزم فی النهر ....وعلم به وبمانقلناه عن الخانیة انه لایکفر بمجرد عمل السحر مالم یکن فیه اعتقاد اوعمل ماهو مکفرولذا نقل فی تبیین المحارم عن الامام ابی المنصوران القول بانه کفر علی الاطلاق خطأویجب البحث عن حقیقته فان کان فی ذلک رد مالزم فی شرط الایمان فهو کفر والافلا اه.

(۹۸) سنت کا مذاق اڑانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی داڑھی کاٹتا ہے پھر آئینہ کے سامنے کھڑے ہوکر کہتا ہے کہ میں خوبصورت ہوگیا یعنی سنت کا مذاق اڑاتا ہے تو کیا یہ شخص ان الفاظ کے کہنے سے سنت کا مذاق اڑانے والا نہیں سمجھا جائے گا؟ ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس شخص نے مسنون داڑھی کٹوا کر یہ الفاظ کہے تو استخفاف کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر کوئی شخص روزانہ داڑھی کاٹتا ہے تو ایسا شخص ان الفاظ سے کافر نہیں ہوگا البتہ سخت گناہ گار ہوگا جس سے اجتناب ازحد ضروری ہے۔

لمافی البحرالرائق (۱۲۱/۵): ویکفر ....باستخفافه بسنة من السنن.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۲/۴): من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف.

وفی الشامیة: ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنهتکین لدلالتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلاوضوء عمدا بل بالمواظبة علی ترک سنة استخفافا بها بسبب انه فعلها النبیا ...... قلت ویظهر من هذا ان ماکان دلیل الاستخفاف یکفر به.

(۹۹) داڑھی والے شخص کو بکرا کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے ایک داڑھی والے شخص کو بکرا کہا۔ ہماری مسجد کے مولانا صاحب نے جمعہ کے بیان میں فرمایا کہ ایسا شخص کافر ہوجائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس نے داڑھی کی حقارت اور استخفاف کی وجہ سے یہ الفاظ کہے تو یہ شخص کافر ہوجائے گا۔

واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق.

(۱۰۰) یوں کہنا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے تو اس نے کہا کہ مجھے اچھی نہیں لگتی۔ آیا اس طرح کا کلمہ کہنا صحیح ہے؟ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر یہ کلمات کہنے والا اگر سنت کے استہزاء یا حقارت کے طور پر کہے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا لیکن اگر ویسے ہی کہہ دے سنت کی توہین مقصود نہ ہو تو کافر نہیں ہوگا البتہ گناہ گار ضرور ہوگا اور اس طرح کے کلمات سے احتراز کرنا چاہئے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال :۹۸

(۱۰۱) ستارہ ملنے اور نہ ملنے کی حقیقت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک لڑکی کے رشتے کی بات چل رہی تھی، لڑکے کے متعلق ساری معلومات کر لی گئیں بعد میں لڑکی کے والد نے کہا کہ میں کل جواب دوں گا۔ دوسرے دن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں نے وظیفہ کیا ہے، لڑکی اور لڑکے کا آپس میں ستارہ نہیں مل رہا۔ آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ ستارہ نہ ملنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں شرعاً اس طرح کرنا ناجائز ہے اور قریب ہے کہ اس طرح کہنا آدمی کو کفر تک پہنچا دے لہٰذا اس طرح کی لغویات سے احتراز کرنا چاہئے۔ ایسے معاملات میں سب سے بہتر صورت استخارہ کی ہے کہ استخارہ کر لیا جائے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی میں خیر ہوگی۔

لمافی المشكوة (ص۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول الله ا من اتى عرافا فسأله عن شئ لم يقبل له صلاة اربعين ليلة.

وعن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول الله ا من اتى عرافا كاهنا فصدقه بمايقول .... فقد برئ بما انزل على محمد.

وفی ردالمحتار (۲۴۳/۴): واما علم النجوم فهو فی نفسه حسن غير مذموم اذهو قسمان .... ولو لم يعتقد بقضاء الله تعالى او ادعى علم الغيب بنفسه يكفر.

(۱۰۲) شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے نام پر سوال کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص سید عبدالقادر جیلانیؒ یا کسی دوسرے بزرگ کے نام پر سوال کرے تو اس کا یہ عمل جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہ ہو تو ایسے سائل کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......کسی بزرگ کے نام پر لوگوں سے سوال کرنا جائز نہیں بلکہ حرام ہے اور ایسے شخص کو کچھ دینا بھی جائز نہیں۔

لمافی قوله تعالی(النحل :۱۱۵):حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وماأهل لغیر الله بهج.

(المائدة :۲):......... وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

وفی المشکوة (صـ۱۵۴): عن ابی کبشة الانماری انه سمع رسول الله ﷺ یقول ثلث اقسم علیهن واحدثکم حدیثا فاحفظوه فاماالذی اقسم علیهن فانه مانقص مال عبدمن صدقة ....ولافتح عبدباب مسئلة الافتح الله علیه باب فقر ....

(۱۰۳) یامحی الدین وغیرہ کے الفاظ پکارنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ''یا شیخ محی الدین، یاابوبکر، یاعثمان'' اسی طرح دوسرے اولیاء کو پکارتے ہیں۔ جبکہ میں نے بعض علماء سے سنا ہے کہ اس طرح پکارنا شرک ہے حالانکہ یہ لوگ اس کو شرک نہیں گردانتے اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ التحیات میں آج بھی ایہا النبی کے الفاظ موجود ہیں حالانکہ اسے کوئی بھی شرک نہیں کہتا۔

نیز بعض جگہوں پر ''محی الدین شیئاً لله'' وغیرہ کے الفاظ سے بھی پکارا جاتا ہے اور ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیخ محی الدین ہماری مجالس میں حاضر ہوتے ہیں اور پکار کا جواب دیتے ہیں، یہ کئی دفعہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے۔

آپ فیصلہ فرمائیں کہ اس طرح پکارنا اور اس طرح کے عقائد رکھنا شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو مذکورہ طریقوں سے پکارتا ہے، خصوصاً جبکہ اس عقیدے کے ساتھ پکارے کہ ہماری پکار کو یہ سنتے ہیں اور ہماری حاجات پوری کرتے ہیں تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

باقی رہا معاملہ التحیات میں ایہا النبی کے الفاظ موجود ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں ہم اسی چیز کی اتباع کرتے ہیں جو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھلائی اور آپ نے صحابہ کو اسی طرح سکھایا تھا لہٰذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض صحابہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد بجائے ایہا النبی کے السلام علی النبی کے الفاظ سے التحیات پڑھا کرتے تھے جیسا کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

نیز جو لوگ ''محی الدین شیئا لله'' کے الفاظ سے پکارتے ہیں اگر ان کا عقیدہ یہ ہو کہ اس طرح سے شیخ محی الدین مجالس

میں حاضر ہوجاتے ہیں اور حاجت روائی کرتے ہیں تو ایسے لوگ شرک میں مبتلا ہیں جس سے توبہ اور اجتناب کی ضرورت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۸۳

(۱۰۴) سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھتا ہے، کیا اس کا یہ فعل شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... سگریٹ پیتے وقت بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں۔

لمافی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (۱/۵): واماالمکروہ فکما فی اکل الشبهات قیل ومنه الاتیان بهافی شرب الدخان عندالجمهور.

وفی ردالمحتار (۱/۹): وتکرہ عند کشف العورة اومحل النجاسات ......وقیل عندشرب الدخان ای ونحوہ من کل ذی رائحة کریهة کاکل ثوم وبصل.

(۱۰۵) فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا فون نمبر کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنے کسی مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ایک کارڈ چھاپا جس میں پانچوں نمازوں کے فرائض وواجبات کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کا ٹیلیفون نمبر لکھا اور آگے مزید لکھا کہ روزانہ پابندی وقت سے ڈائلنگ کرتے رہیں۔ایمرجنسی کی صورت میں ڈائریکٹ ''۶'' نمبر تہجد میں رابطہ کیجئے اور اپنی پریشانی کو فوراً حل کیجئے۔آیا ایسے الفاظ استعمال کرنا شعائر اللہ کی تعظیم کے خلاف نہیں ہے؟ کیا شرعاً ایسے کارڈ چھاپنا جائز ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرما کر مطمئن فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا کہنا فی نفسہ جائز ہے گویا انسان اس طرح کی ادائیگی سے اپنے رب سے مناجات کرتا ہے لیکن عرف عام میں اس طرح کے جملوں کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس طرح کے کارڈ چھاپنے سے احتراز کرنا چاہئے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۷۶): حدثنامسلم بن ابراهیم ....عن انس قال قال النبیا ان احدکم اذاصلی یناجی ربه فلایتفلن عن یمنیه ولکن تحت قدمه الیسری.

وفی عمدة القاری (۵/۱۸) تحت هذه الروایة: هذاباب یذکر فیه المصلی یناجی ربه من ناجاه یناجیه فهو مناج وهوالمخاطب لغیرہ.

(۱۰۶) کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی کو بلانے کے لئے زور سے کلمہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں

؟یعنی یہ طریقہ اختیار کرنا بجائے دستک دینے کے شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... کسی کو بلانے کیلئے دستک کے بجائے کلمہ طیبہ پڑھنا جائز نہیں اور ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا۔

لـمـافـي الهـنـدية (۵/ ۳۱۵): وان سبح القفاعي اوصلى على النبي ﷺ عـنـد فتـح قفاعه على قصد تـرويـجه وتـحسينه اوالقصاص اذاقصد بها اثم وعن هذا يمنع اذا قدم واحد من العظماء الى مجلس فسبح اوصلى على النبي ﷺ واصحابه اعلاما بقدومه حتى ينفرج له الناس اويقوموا له يأثم.

وفـي الـدرالمختار مع ردالمحتار (۲/ ۴۳۱): وقد كرهوا والله اعلم ونحوه لاعلام ختم الدرس حين يقرر.

وفـي الشـامية:(لاعلام ختم الدرس) اما اذا لم يكن اعلامابانتهائه لايكره لانه ذكر وتفويض بخلاف الاول فـانـه استـعـمـلـه للاعلام ....واذا قال الحارس لااله الاالله ونحوه ليعلم باستقاظه فلم يكن المقصود الذكر.

(۱۰۷) داڑھی کاٹ دو ورنہ رشتہ نہیں ملے گا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت نے ایک شخص جس نے داڑھی رکھی ہوئی تھی اس سے کہنے لگی کہ آپ داڑھی کے ساتھ بکرا لگتے ہیں اور ساتھ یہ بھی کہنے لگی کہ اس داڑھی کی وجہ سے آپ کو کوئی رشتہ نہیں دے گا۔ اسے کاٹ دو یا چھوٹا کردو۔ ایسی عورت کا کیا حکم ہے؟ جبکہ وہ کہتی ہے کہ میں نے یہ الفاظ مذاق کے طور پر کہے ہیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ الفاظ کہنے سے وہ عورت دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اسے تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے کیونکہ داڑھی نبی کریم ﷺ کی سنت اور شعائر اسلام میں سے ہے جن کی توہین موجب کفر ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال :۹۸

(۱۰۸) اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ بعض احادیث میں آتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کرنی چاہئے۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ بریلوی اہل قبلہ میں داخل ہیں یا نہیں کیونکہ یہ لوگ حضور ﷺ کو غیب دان جانتے ہیں ،اگر بریلوی اہل قبلہ میں داخل ہیں تو پھر شیعہ کیوں خارج ہیں؟ کیونکہ اگر مراد صرف قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے کو اہل قبلہ میں سے شمار کیا جائے تو دونوں ہی اہل قبلہ ہی میں سے سمجھنا چاہئے ایک کو نکالنا اور دوسرے کو شامل کرنا کن وجوہات کی بناء پر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اہل قبلہ سے مراد ایسے اشخاص ہیں جو ضروریات دین میں سے کسی چیز کے منکر نہ ہوں۔ اگر وہ ضروریات دین

میں کسی چیز کے منکر ہوں تو پھر اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتے رہیں اہل قبلہ میں سے نہیں سمجھے جائیں گے۔ اور روافض ضروریات دین میں سے کئی چیزوں کے منکر ہیں اس لئے انہیں اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جاتا، اسی طرح اگر کوئی بریلوی بھی ضروریات دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو تو وہ بھی خارج ہوگا ورنہ نہیں۔

لمافی شرح الفقه الاكبر (ص۱۵۴): اعلم ان المراد باهل القبلة الذى اتفقوا على ماهو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم الله بالكليات والجزئيات وماشبه ذلك من المسائل. فمن واظب طول عمره على الطاعات والعبادات مع اعتقادهم قدم العالم اونفى الحشر اونفى علمه سبحانه بالجزئيات لايكون من اهل القبلة. وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لايكفر مالم يوجد شئ من امارات الكفر وعلاماته، ولم يصدر عنه شئ من موجباته.

وفى جامع العقائد (ص۱۴۵): ان المراد بقول علمائنا لانجوز تكفير اهل القبلة بذنب ليس مجرد التوجه الى القبلة فان الغلاة من الروافض الذى يدعون ان جبرائيل عليه السلام غلط فى الوحى، فان الله تعالى ارسله الى على ص وبعضهم قالوا: انه اله وان صلوا الى القبلة ليسوا بمؤمنين وهذا هو المراد بقوله ا من صلى صلاتنا واستقبل قبلتنا الى آخر الحديث.

(۱۰۹) دست شناسی کی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلام میں دست شناسی کی حیثیت کیا ہے؟ اس فن کا سیکھنا یا اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... دست شناسی کا سیکھنا اور اس پر یقین کرنا اگر غیب کے عقیدے اور مؤثر سمجھے بغیر صرف علامت کے طور پر ہو تو گناہ کبیرہ ہے اور اگر مؤثر حقیقی اور غیب کے عقیدے کے ساتھ ہو تو کفر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مر سابقا فى رقم السؤال : ۹۷

(۱۱۰) حجر اسود کے بوسہ کے وقت گھن آنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک سرمایہ دار خاتون حج کے لئے گئی۔ واپس آ کر اس نے بتایا کہ دوران حج جب وہ حجر اسود کو بوسہ دینے گئی تو وہاں مختلف لوگوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھ کر مجھے گھن آئی تو میں نے بوسہ نہیں دیا۔ اب آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ ایسی عورت کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ عورت نے ایسا فعل شعائر اسلام کے استہزاء یا تحقیر کے طور پر کیا تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگئی اور اگر استہزاء یا تحقیر مقصود نہیں بلکہ طبعی کراہت کی وجہ سے ایسا کیا تو اس سے وہ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہوگی۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۸۹/۴): ولوقال لرمضان آمد این ماه گران اوبعتیهااندر افتادم ان قال تهاونا برمضان او بالموسم یکفر وان اراد به التعب لنفسه لایکفر.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۹/۴): اعلم انه لایفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف.

وفی الشامیة: مقتضی کلامهم ایضا انه لایکفر بشتم دین مسلم ای لایحکم بکفره لامکان التاویل.

(۱۱۱) حرام کھانے پر بسم اللہ پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی کا کھانا چوری کرے پھر کھانا کھاتے وقت بسم اللہ پڑھے تو اس کا یہ عمل کیسا ہے؟ کیونکہ کھانا حرام کا ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر حرام کھانے پر بسم اللہ سے مقصود بسم اللہ کی تحقیر ہے تو یہ شخص بالاتفاق دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔اور اگر بغیر ارادہ تحقیر کے پڑھے تو راجح قول کے مطابق اس فعل سے کافر نہیں ہوگا۔

لمافی روح المعانی (۶۷/۱): التسمیة علی الحرام والمکروه ممالاینبغی بل هی حرام فی الحرام لاکفر علی الصحیح مکروهة فی المکروه وقیل مکروهة فیهما ان لم یقصد استخفافاوان قصده -والعیاذ باللہ تعالی- کفر مطلقا.

وفی الهندیة (۲۷۳/۲): من اکل طعاما حراماوقال عندالاکل بسم اللہ حکی الامام المعروف المشتملی انه یکفر.

وفی ردالمحتار (۹/۱): فی البزازیة وغیرها یکفر من بسمل عندمباشرة کل حرام قطعی الحرمة.

(۱۱۲) گناہ صغیرہ کو حلال سمجھ کر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کررہا ہے اور اسے حلال سمجھتا ہے اور وہ گناہ صغیرہ ہے کبیرہ نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......گناہ کو حلال سمجھنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے چاہے گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ جبکہ وہ دلیل قطعی سے ثابت ہو۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (ص۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرة کانت اوکبیرة کفر، اذا ثبت

كونها معصية بدلالة قطعية.

وفي التاتارخانية (٥/٥٠٥): وسألت اذا اعتقده حلالا وهو حرام قال ينظر ان كان حرامالغيره كمال الغير لايكفر اذا اعتقده حلالا، وان كان محرم العين بأن كانت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر .... هذا التفصيل في العالم امافي الجاهل لايتفاوت بينهما اذا كان حرامابعينه او لغيره لانه لايعرف الفرق، بعد ذلک ان تثبت حرمته بدليل مقطوع به يكفر والافلا.

(۱۱۳) یوں کہنا کہ مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے یوں کہا کہ مجھے شریعت سے کیا تعلق ہے ،شریعت کیا ہے، مجھے شریعت سے کوئی سروکار نہیں۔ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کلمات کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔

لمافي التاتارخانية (٥/٢٦٨): وفي الينابيع ولوقال لرجل حكم خداىٔ تعالى چنيں است فقال من چكنم حكم خداى چه دانم فهذا استخفاف بالله فيكفر ، وفي الفتاوى العتابية اگر خداى راياشريعت پيغامبر رانه پسنديد چنان كه كسى گويد ش خدا چهار زن حلال كرده است ، گويد من اين حكم رانمى پسندم فهذا كفر.

وفي الهندية (٢/٢٦١): وفي العتابية اگر حكم خداى راياشريعت پيغمبر رانه پسندم ....الخ.

(۱۱۴) انبیاء وشیخین کو گالی دینا، قرآنی آیات میں تاویل اور زکوۃ کو ٹیکس قرار دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص آپ ﷺ، سابقہ انبیاء اور شیخین کو گالی دے اور قرآنی آیات میں تاویل کرے، زکوۃ کو ٹیکس قرار دے اور دوسرے شخص کے جھوٹ پر اسے داد دیتے ہوئے بارک اللہ فی کذبک کہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورِ مسئولہ کی پہلی صورت میں جبکہ کوئی شخص رسول اللہ ﷺ، سابقہ انبیاء یا شیخین پر سب وشتم کرے تو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔

دوسری صورت میں اگر وہ شخص قرآنی آیات کی ایسی تاویل کرتا ہے جو صراحۃ قرآن وسنت کی نصوص کے خلاف ہے تو ایسا شخص کافر ہوجائے گا اور اگر ایسی تاویل نہیں کرتا تو ضال ومضل اور گمراہ ہوگا۔

تیسری صورت میں زکوۃ کو تاوان یا ٹیکس تصور کرنا یہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہے جو مسلمانوں کی انتہائی پستی پر

دلالت کرتی ہے۔

چوتھی صورت میں جب یہ شخص جھوٹ پر برکت کی دعا دے تو یہ معصیت کا استحلال ہے (گناہ کو حلال سمجھنا) یا وہ نصوص جن میں جھوٹ پر لعنت وارد ہوئی ہے ان کا استہزاء (مذاق) ہے اور یہ دونوں چیزیں موجب کفر ہیں۔

لمافی قوله تعالی (آل عمران : ۶۱): فنجعل لعنة الله علی الکاذبین ○

وفی الجامع للترمذی (۲/۴۴): عن علی بن ابی طالب قال قال رسول الله ﷺ اذافعلت امتی خمس عشرة خصلة حل بها البلاء قیل وماهی یارسول الله قال اذا کان المغنم دولا والامانة مغنما والزکوة مغرما ......الی آخرالحدیث.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۵۲): ان استحلال المعصیة صغیرة او کبیرة کفر اذا ثبت کونها معصیة بدلالة قطعیة وکذا الاستهانة بها کفر.

وفی الروض الازهر (صـ۴۵۹): ومن دعی الی جماعة فقال اصلی مؤحدا ای منفردا فان الله تعالی قال ان الصلوة تنهیٰ کفر یعنی استدل بقوله تعالی تنهیٰ انه بمعنی تنها بلغة العجم وقدقال علیه الصلوة والسلام من فسرالقرآن برأیه فقد کفر مع انه بدل وحرف وغیر.

وفی الهندیة (۲/۲۶۴): الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنهماوالعیاذبالله فهو کافر.

وفی ردالمحتار (۴/ ۲۳۵): اذا شتم احدامن الانبیاء او الملائکة کفر ....فان تاب فبها والاقتل.

(۱۱۵) بینک میں اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے بینک میں رقم رکھوائی اور اپنا مذہب شیعہ لکھوایا تا کہ بینک والے اس رقم سے زکوۃ نہ کاٹیں حالانکہ اس شخص کے عقائد اہل سنت والجماعت کے عقائد کی طرح ہیں۔ اور اگر وہ شخص یوں کہے کہ میں نے ایسا اس لئے کیا ہے تا کہ خود زکوۃ مستحقین تک پہنچا سکوں کیونکہ بینک والے زکوۃ کی تقسیم صحیح طریقے سے نہیں کرتے۔ ان دوصورتوں میں کیا حکم ہوگا؟

نیز اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں کوئی شخص ایسا کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کفر پر رضامندی بھی کفر ہے لہٰذا یہ شخص اس فعل کی بناء پر دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور اس فعل کی دلیل یہ بیان کرنا کہ بینک والے زکوۃ صحیح طریقے سے تقسیم نہیں کرتے یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے بچنے کے لئے یہ صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے کہ بینک میں رقم رکھوائی ہی نہ جائے یا رکھوائی جائے تو زکوۃ کی کٹوتی سے پہلے نکلوالی جائے یا کرنٹ اکاؤنٹ میں رکھوائی جائے، ان

صورتوں میں زکوۃ نہیں کاٹی جاتی۔

نیز اگر مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں ایسا کیا تو بھی یہی حکم ہے کیونکہ اسلامی ملک میں رہتے ہوئے مسئلہ سے ناواقفیت عذر نہیں جس کی وجہ سے احکامات تبدیل ہو جائیں۔

لمافی قوله تعالی (البقرة : ۴۳): واقيموا الصلوة واتوا الزكوة واركعوا مع الراكعينo

وفی الصحيح للبخاری (۱/ ۱۸۷): عن ابن عباس ان النبی ﷺ بعث معاذا الی اليمن .... ان الله افترض عليهم صدقة فی اموالهم توخذ من اغنياء هم وترد فی فقرائهم.

وفی الهداية (۲/ ۳۱۷): ولم يشترط العلم بالخيار لانها تتفرغ لمعرفة احكام الشرع والدار دار العلم فلم تعذر بالجهل.

وفی السراجية (صـ ۶۹): من كفر بلسانه طائعا وقلبه مطمئن بالايمان لاينفعه مافی قلبه ولايكون عندالله مؤمنا.

وفی الهندية (۲/ ۲۵۷): ومن يرضی بكفر نفسه فقد كفر.

(۱۱۶) یوں کہنا کہ تجھ پراور تیری مسلمانی پرلعنت ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے یوں کہا کہ میں مسلمان ہوں دوسرا شخص جواب میں کہتا ہے تیرے اور تیری مسلمانی پر لعنت ہے۔ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ اسی طرح ایک شخص دوسرے کو ماررہا تھا اس نے کہا کہ اللہ سے نہیں ڈرتے تو اس نے کہا نہیں تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ کی پہلی صورت میں یہ شخص ایسے الفاظ کہنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا۔ اور دوسری صورت میں یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج تو نہیں ہوگا لیکن گناہ گار ہوگا جس پر توبہ واستغفار کرنا چاہئے اور آئندہ ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی الهندية (۲/ ۲۵۷): رجل قال للآخر مسلمانم فقال له لعنت بر تو وبر مسلمانی تويكفر.

وفيها ايضا (۲/ ۲۶۱): رجل اراد ان يضرب غيره فقال له ذلک الرجل ألا تخاف الله تعالی فقال لا. روی عن محمد رحمه الله انه سئل عن هذا فقال لايكفر لان له ان يقول التقوی فيما افعل.

(۱۱۷) یوں کہنا کہ اللہ ورسول کو گواہ بناتا ہوں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص یوں کہے کہ میں اس معاملے میں اللہ اور اس کے

رسول کو گواہ بناتا ہوں تو کیا اس طرح کے الفاظ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اختلاف فقہاء کی بناء پر اس طرح کے الفاظ سے کافر تو نہیں ہوگا لیکن احتیاطاً تجدید ایمان ونکاح کر لینا چاہئے اور اس طرح کے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی الدر المختار (۳/ ۲۷): تزوج بشهادة الله ورسوله لم يجز بل قيل يكفر والله اعلم.

وفی الشامية تحته: (قيل يكفر) لانه اعتقد ان رسول الله ﷺ عالم الغيب. قال فی التاتارخانية وفی الحجة ذكر فی الملتقط انه لايكفر لان الاشياء تعرض على روح النبی ﷺ وان الرسل يعرفون بعض الغيب.

وفيها ايضا (۴/ ۲۲۹): واعلم انه لايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن او كان فی كفره خلاف ولو كان ذلك رواية ضعيفة.

وفی الشامية: ان مايكون كفر اتفاقا يبطل العمل والنكاح ومافيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح اهـ.

(۱۱۸) جادوگر کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جادوگر کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے، کیا یہ کافر ہیں یا مسلمان؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر جادوگر کفریہ اعمال یا کفریہ عقائد میں مبتلا ہو تو کافر ہو جائے گا اور اس ارتداد کی وجہ سے اسے قتل کرنا جائز ہے۔ اور اگر کفریہ اعمال وعقائد سے وابستہ نہیں تو کافر نہیں ہوگا البتہ اگر اس کی وجہ سے فساد کا خطرہ ہو تو اس صورت میں فساد کو ختم کرنے کے لئے اسے قتل کرنا جائز ہے لیکن قتل کرنا حاکم یا اس کے نائب کی ذمہ داری ہے۔

لمافی شرح الفقه الاكبر (صـ۱۴۵): قال الشيخ ابومنصور الماتريدی القول بان السحر كفر على الاطلاق خطأ بل يجب البحث عنه فان كان ذلك رد مالزمه فی شرط الايمان فهو كفر والا فلا. فلوفعل مافيه هلاك انسان اومرضه اوتفريق بينه وبين امرأته وهو غير منكر بشئ من شرائط الايمان لايكفر لكنه يكون فاسقا ساعيا فی الارض بالفساد فيقتل الساحر والساحرة لان علة القتل السعی فی الارض بالفساد.

وفی ردالمحتار (۴/ ۲۴۰): السحر حرام بلاخلاف بين اهل العلم واعتقاد اباحته كفر .... وحاصله انه اختار انه لايكفر الااذا اعتقد مكفرا، وبه جزم فی النهر وتبعه الشارح وانه يقتل مطلقا

ان عرف تعاطیه له.

(۱۱۹) یوں کہنا کہ شریعت غلط ہے/ میں خدا کو نہیں مانوں گا/ سودی قرض لے کر تبلیغ پر جانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے غصے کی حالت میں یہ الفاظ کہے کہ (العیاذ باللہ) نبی علیہ السلام کی بیان کردہ شریعت غلط ہے اس وجہ سے کہ بہن اگر بھاگ بھی جائے (یعنی ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے) تو بھی شریعت کی رو سے اسے ترکہ میں سے حصہ دینا پڑتا ہے۔ایک بہن بھی گئی، دوسرے زمین بھی دو۔ایسے شخص کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟

۲۔ اسی طرح ایک شخص نے غصہ کی حالت میں دوسرے کو یوں بددعا دی کہ میں تہجد پڑھ کر تیرے لئے بددعا کروں گا کہ خدا تجھے غرق کرے اور اس وقت تک بددعا کرتا رہوں گا جب تک کہ تو غرق نہ ہو جائے۔اگر خدا نے تجھے غرق نہ کیا تو میں خدا کو خدا نہیں مانوں گا (العیاذ باللہ)۔ایسے شخص کا کیا حکم ہے جبکہ وہ پانچ وقت کی نماز پابندی سے پڑھتا ہے؟

۳۔ غیر مسلم سے سودی قرض لے کر تبلیغ کے لئے جانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مسئولہ صورتوں کی پہلی صورت میں شریعت مطہرہ کو غلط کہنے والا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا اسے تجدید ایمان ونکاح اور اپنے ان کفریہ کلمات پر کثرت سے توبہ واستغفار کرنا چاہئے۔

دوسری صورت میں اپنی خواہشات کی تکمیل پر ایمان کو موقوف کرنا بڑی بدبختی اور موجب کفر ہے۔یہ الفاظ کہنے والے پر بھی تجدید ایمان ونکاح لازم ہے اور آئندہ کے لئے ایسے بے ہودہ کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

تیسری صورت میں سودی قرضہ لے کر تبلیغ میں جانا جائز نہیں کیونکہ سود سے بچنا ہر حال میں واجب ہے اور تبلیغ کے لئے یہ ضروری نہیں کہ دور دراز مقام کے سفر کئے جائیں، رقم موجود نہ ہونے کی صورت میں اپنے مقام پر رہتے ہوئے بھی یہ کام کیا جا سکتا ہے۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۷۴): قال ماذا الشرع هذا کفر ....من اهان الشریعة اوالمسائل التی لابد منها کفر.

وفیها ایضا (صـ۱۲۲): ولایکفی ان المراد بقول علمائنا لانجوز تکفیر أهل القبلة بذنب لیس مجرد التوجه الی القبلة، فان الغلاة من الروافض الذین یدعون ان جبرائیل علیه السلام غلط فی الوحی فان الله تعالی ارسله الی علی رضی الله عنه وبعضهم قالوا:انه اله وان صلوا الی القبلة لیسوا بمؤمنین وهذا هو المراد بقوله ﷺ من صلی صلاتنا واستقبل قبلتنا ....قال القونوی ولو تلفظ بکلمة الکفر طائعا غیر معتقد له یکفر لانه راض بمباشرته وان لم یرض بحکمه.

وفی الاشباه والنظائر (صـ۹۰): درء المفاسد اولی من جلب المصالح فاذا تعارضت مفسدة

ومصلحة قدم دفع المفاسد غالبالان اعتناء الشرع بالمنهيات اشد من اعتنائه بالمامورات ولذا قال عليه السلام (اذا أمرتكم بشئ فاتوا منه مااستطعتم واذانهيتكم عن شئ فاجتنبوه) وروى فى الكشف حديثا (لترك ذرة مما نهى الله عنه افضل من عبادة الثقلين).

(۱۲۰) استاد، امام یا والدین کی گستاخی کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اگر کوئی شخص اپنے والدین، امام یا استاد کی توہین کرے تو کیا قاضی یا عالم ایسے شخص کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کا حکم دے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... امام، استاد یا والدین کی توہین گناہ کبیرہ ہے جس سے اجتناب واجب ہے البتہ یہ کفر نہیں لہذا اگر کسی نے ایسا کرلیا تو اس کی وجہ سے تجدید ایمان ونکاح کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔

لمافى قوله تعالى (الاسراء: ۲۳): ولا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما○

وفى احكام القرآن للجصاص (۳/ ۳۹۷): ان الذين ينادونك من وراء الحجرات اكثرهم لايعقلون .... وهذه الآيات وان كانت نازلة فى تعظيم النبيا وايجاب الفرق بينه وبين الامة فيه فانه تاديب لنا فيمن يلزمنا تعظيمه من والد وعالم.

وفى خلاصة الفتاوى (۳۲۶/۴): حق العالم على الجاهل والاستاذ على التلميذ قال كلاهما واحد وهوان لايفتح الكلام قبله ولايجلس مكانه ان غاب عنه ولايرد عليه كلامه ولايتقدم عليه فى مشيته.

(۱۲۱) یوں کہنا کہ میں نہیں جانتا کہ کافر جنتی ہے یا جہنمی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ''مجھے پتہ نہیں کہ کافر جنت میں جائیں گے یا جہنم میں''۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافى قوله تعالى (زمر: ۷۱): وسيق الذين كفروا الى جهنم زمرا ط الاية

(هود: ۱۰۶): فاماالذين شقوافففى النار الاية

وفى التاتارخانية (۵/ ۴۸۷): رجل قال لاادرى الكافر فى الجنة اوفى النار فانه كافر لانه جاحد لكتاب الله تعالى وقال ابومطيع سألت اباحنيفة عمن يقول لاادرى اين يصير الكافر قال هو جاحد لكتاب الله فهو كافر.

(۱۲۲) یوں کہنا ''مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی'' اس کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے اپنے ایک دوست سے کہا کہ بھائی تم داڑھی کیوں نہیں رکھتے ؟ تو اس نے جواباً کہا کہ مجھے داڑھی اچھی نہیں لگتی، اس پر میں نے اسے خوب برا بھلا کہا جس کی وجہ سے وہ مجھ سے ناراض ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ کیا اس طرح کہنے سے میرا دوست اسلام سے خارج تو نہیں ہوگیا؟ اور کیا میرا اسے برا بھلا کہنا درست تھا؟ نیز یہ بتا دیں کہ آئندہ ایسے شخص سے تعلقات رکھوں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اس طرح کے کلمات کہنے والا سنت کے استہزاء (مذاق اڑانا) یا سنت کی حقارت کی وجہ سے ایسے کلمات کہے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے، اور اگر یہ مقصود نہ ہو بلکہ ویسے ہی کہہ دے تو ایسی صورت میں سخت گناہ گار ہوگا جس پر استغفار کرنا ضروری ہے۔

۲۔ آپ کا ایسے شخص کو ملامت کرنا درست تھا۔

۳۔ ایسے شخص سے تعلقات ختم کر دینے چاہیے جب تک کہ وہ اس فعل شنیع سے توبہ تائب نہ ہو جائے۔

لما فی القرآن الکریم: فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمینo(الانعام: ٦٨)

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۱۳/۴): قال ابن العربی وهذا دلیل علی ان مجالسة اهل الکبائر لا تحل.

وفی البحر الرائق (۱۲۱/۵)(ط: ماجدیة): ویکفر ...... باستخفافه بسنة من السنن.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۲۸/٦): والحاصل انه اذا استخف بسنة او حدیث من احادیثه علیه السلام کفر.

وفی الهندیة (۲٦۳/۲): من لم یقر ببعض الانبیاء علیهم الصلاة والسلام او لم یرض بسنة من سنن المرسلین فقد کفر.

وفی الدرالمختار (۲۲۲/۴): وفی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقده للاستخفاف فهو ککفر العناد

وفی الشامیة (من هزل بلفظ کفر) ای تکلم به باختیاره غیر قاصد معناه ...... ولاعتبار التعظیم المنافی للاستخفاف کفر الحنفیة بالفاظ کثیرة وافعال تصدر من المنهتکین لدلاتها علی الاستخفاف بالدین کالصلاة بلا وضوء عمداً بل بالمواظبة علی ترک سنة استخفافا......

قلت: ویظهر من هذا ان ما کان دلیل الاستخفاف یکفر به وان لم یقصد الاستخفاف لانه لو توقف

علی قصده لمااحتاج الی زیادة عدم الاخلال بما مر لان قصد الاستخفاف مناف للتصدیق.

(۱۲۳) داڑھی کی وجہ سے حقارت سے دیکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی نے داڑھی والے شخص کو صرف اس لئے حقارت سے دیکھا کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو شریعت میں ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......اگر کسی شخص کی صرف اس بناء پر تحقیر کی جائے کہ اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے تو یہ سنت کی تحقیر ہے لہٰذا تحقیر کرنے والا یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا۔ **واللہ اعلم بالصواب**

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال:۹۸

(۱۲۴) قرأت سبعۃ عشر کا انکار

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قرأت سبعۃ عشر متواتر ہیں یا اسے صرف قراء کے ہاں متواتر شمار کیا جاتا ہے؟ اور کیا اس کے تواتر کا انکار کفر ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......قرأت سبعۃ عشر قراء اور غیر قراء دونوں کے ہاں متواتر ہیں لہٰذا جو شخص اس کے تواتر کا انکار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۱/۴۶): وهذه القراءات المشهورة هی اختیارات اولئک الائمة القراء .... وکل واحد من هولاء السبعة روی عنه اختیار ان أو اکثر وکل صحیح. وقد اجمع المسلمون فی هذه الاعصار علی الاعتماد علی ماصح عن هولاء الائمة مارووه ورأوه من القراءات وکتبوافی ذلک مصنفات فاستمر الاجماع علی الصواب ....قال ابن عطیة :ومضت الاعصار والامصار علی قرأة السبعة وبهایصلی لانها ثبتت بالاجماع.

وفی الاتقان للسیوطی (۱/۸۲): القراءات السبع التی اقتصر علیها الشاطبی والثلاث التی هی قرأة ابی جعفر ویعقوب وخلف متواترة معلومة من الدین بالضرورة وکل حرف انفرد به واحد من العشرة معلوم من الدین بالضرورة انه منزل علی رسول الله لایکابر فی شئ من ذلک الاجاهل.

(۱۲۵) کسی کو بے ایمان کہنے سے کفر لازم آتا ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کوئی شخص کسی کو بے ایمان کہے۔ اس طرح کہنے سے کہنے

والا کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کہنے سے کفر لازم نہیں آتا ہے البتہ ایسا کہنے والا سزا کا مستحق ہے۔

لمافی الهندية (۲/۱۶۸): من قذف مسلما بيافاسق وهو ليس بفاسق ......ياخبيث ......ياخائن ......
يازنديق ...... عزر.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۶۹): وعزر الشاتم بيا كافر ياخبيث ياسارق يافاجر.

وفی الشامية: (بيا كافر) لم يقيد بكون المشتوم بذلک مسلما لمايذكره بعد.

(۱۲۶) اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے اپنی زوجہ کو کسی بات پر تین طلاقیں دے دیں ،شوہر کو بعد میں لوگوں نے کہا کہ آپ تو نماز بھی نہیں پڑھتے بڑے شرم کی بات ہے، تمہاری بیوی، ساس، سسر سب تو نمازی تھے۔ اس پر اس شخص نے کہا کہ "نماز کس کی پڑھوں، خدا تو مر گیا ہے" (نعوذ باللہ)۔ کیا یہ الفاظ کہنے سے یہ شخص کافر ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ان کلمات کے کہنے سے یہ شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

لمافی التاتارخانية (۵/۴۶۳): ولو قال لله تعالى شريک أوولد اوزوجة اوهو جاهل اوعاجز اونقص بذاته او صفاته كفر.

وفی الهندية (۲/۲۵۸): يكفر اذا وصف الله تعالى بمالايليق به اوسخر باسم من اسمائه ......
اونسبه الى الجهل اوالعجز او النقص يكفر.

(۱۲۷) ماں سے نکاح کو حلال سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گھر کے قریب ایک شخص رہتا ہے اور وہ بظاہر مسلمان لگتا ہے لیکن وہ اپنی ماں سے نکاح کو حلال سمجھتا ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا شخص شریعت مطہرہ کے ایک قطعی حکم سے انکار کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لقوله تعالى (النساء: ۲۳): حرمت عليكم امهاتكم الاية.

وفی التاتارخانية (۵/۵۰۵): سألت اذا اعتقده حلالا وهو حرام؟ قال ينظر ان كان حراما لغيره ......
...... وان كان محرم العين بأن كانت حرمته ثابتة بدليل مقطوع به يكفر ....ان تثبت حرمته بدليل مقطوع به يكفر.

وفی الهندیة (۲/۲۷۲): اذا کان حراما لعینه انما یکفر اذا کانت الحرمة ثابتة بدلیل مقطوع به.

(۱۲۸) کلام مقدس کی بے حرمتی کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے یا کھڑا ہو جائے تو اس سے وہ کافر ہو جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب کوئی شخص استخفافاً کلام مقدس پر پاؤں رکھ دے، یا اس پر کھڑا ہو جائے تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

لمافی التاتارخانیة (۵/۴۹۱): سئل الحسن بن علی عمن وضع رجله علی المصحف حالفا هل یکفر فقال نعم ان کان علی وجه الاستخفاف.

وفی الهندیة (۲/۲۶۶): اذا انکر الرجل آیة من القرآن اوتسخر بآیة من القرآن وفی الخزانة اوعاب کفر.

(۱۲۹) اولیاء سے مدد مانگنا/اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنا کیسا ہے؟
قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... انبیاء واولیاء سے مدد مانگنا ناجائز اور شرک میں داخل ہے۔

۲۔ آنحضرت ﷺ، صحابہ یا تابعین سے یا ان کے ادوار میں کہیں سے مروجہ درود وسلام ثابت نہیں ہے بلکہ اس کی ابتدا سلطان ناصر صلاح الدین کے زمانہ میں ۷۸۱ھ میں ہوئی لہٰذا اس کا التزام واہتمام بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی روح المعانی (۱۴/۱۶۶): ثم اذا کشف الضر عنکم اذا فریق منکم بربهم یشرکون ...... وفی الآیة مایدل علی ان صنیع اکثرالعوام الیوم من الجوأر الی غیره تعالی ممن لایملک لهم بل ولالنفسه نفعا ولاضر اعنداصابة الضر لهم واعراضهم عن دعائه تعالی عند ذلک بالکلیة سفه عظیم وضلال جدید لکنه اشد من الضلال القدیم.

وفی المرقات (۱۰/۵۳): عن ابن عباس قال کنت خلف رسول الله ﷺ یوما فقال یاغلام احفظ الله یحفظک احفظ الله تجده تجاهک واذا سألت فاسأل الله واذا استعنت فاستعن بالله واعلم ان الامة

لو اجتمعت على ان ينفعوك بشئ لم ينفعوك الابشئ قد كتبه الله لك ولو اجتمعوا على ان يضروك بشئ لم يضروك الابشئ قد كتبه الله عليك رفعت الاقلام وجفت الصحف.

وفي المرقات تحت هذا الحديث: واذا سألت فاسئل الله ....فاسئل الله وحده فان خزائن العطايا عنده ومفاتيح المواهب والمزايا بيده وكل نعمة اونقمة دنيوية اواخروية فانها تصل الى العبد اوتندفع عنه برحمته من غير شائبة غرض ولا ضميمة علة لانه الجواد المطلق والغنى الذى لايقتصر ......واذا استعنت اى اردت الاستعانة فى الطاعة وغيرها من امور الدنيا والاخرة.

وفي البحرالرائق (۱/۲۶۱): والزيادة فى الاذان مكروهة.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۳۹۰): التسليم بعدالاذان حدث فى ربيع الاخر سنة سبعمائة واحدى وثمانين فى عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة.

وفي الشامية: (قوله سنة ۷۸۱) كذافى النهر عن حسن المحاضرة للسيوطى ثم نقل عن القول البديع للسخاوى انه فى سنة ۷۹۱ وان ابتداء ه كان فى ايام السلطان الناصر صلاح الدين بامره.

(۱۳۰) کتب فقہ کی توہین کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کتب فقہ کی توہین کرتا ہے اور کبھی یوں بھی کہتا ہے کہ ''چھوڑ و یار فقہ شقہ کیا ہے''۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں کتب فقہ سے اگر اہل حق کی مشہور ومعتبر کتب مراد ہیں جن میں دین کے ضروری مسائل بیان کئے گئے ہیں اور یہ شخص ان کتب سے نفرت کی بناء پر ایسا کہتا ہے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔ اور اگر فقہ سے مراد مسائل اجتہادیہ مختلف فیہا ہیں تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس کے گمراہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔

لمافى الروض الازهر (ص۲۷۴): وفى التتمة من اهان الشريعة او المسائل التى لابد منها كفر.

وفي التاتارخانية (۵/۵۰۹): اذا جاء احدا لخصمين الى صاحبه بفتوى الائمة فقال صاحبه ليس كماافتوا، اوقال لايعمل بهذاكان عليه التعزير وفى اليتيمة : سئل والدى عن قائل يقول لااقول بفتوى الائمة ولااعمل بفتواهم ماحاله ؟قال يلزمه التوبة والاستغفار وسئل عن هذا بعضهم فقال : اذا كان ذا رأى واجتهاد وعنى انه يجتهد رأى نفسه دون رأيهم فهو معذور وان لم يكن يخشى عليه الكفر.

وهكذا بتغيير يسير فى الهندية (۲/۲۷۲)

(۱۳۱) یوں کہنا کہ غلام احمد نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ غلام احمد قادیانی اگر نبی ہوتا تب بھی میں اسے نہ مانتا اور اس سے مراد اس کی یہ ہے کہ نبی تو عیوب سے پاک ہوتا ہے اور یہ کانا مجسم عیب ہے۔ اب ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ نیز جو شخص قادیانی کو کذاب سمجھنے کے باوجود کافر نہ کہے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں چونکہ یہ شخص غلام احمد پر تنقید کر رہا ہے اس لئے اس قول سے وہ کافر نہ ہوگا لیکن اگر تنقید مقصود نہیں بلکہ صرف یوں کہے کہ "فلاں شخص اگر نبی ہوتا تب بھی اسے نہ مانتا"۔ ایسے کلمات کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ "اگر اللہ تعالی اسے نبی بنا دیتے تو بھی میں اسے نبی نہ مانتا" گویا اللہ تعالی کے حکم کا انکار کر رہا ہے۔

غلام احمد قادیانی باجماع اہل حق کافر ہے اس لئے اس کے عقیدے کا علم ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اسے کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔

لمافی التاتارخانية (۴۷۸/۵): لوقال فلان نبيا لم اؤمن به فقد كفر. وفي الصغرى: لوقال بالفارسية: اگر فلان پیغامبری بودی من باو نگردیدمی فان اراد به: لو كان فلان رسول الله لم اؤمن به فقد كفر.

وفي الهندية (۲۶۳/۲): ولوقال لو كان فلان نبيا لم اؤمن به فقد كفر كذا في المحيط.

(۱۳۲) "کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے" اور "جو کافر کو کافر نہ کہے خود کافر ہے" میں تعارض کا دفعیہ

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت مولانا پالن پوری حقانی صاحب اپنی کتاب "شریعت و جہالت" کے صفحہ نمبر ۱۰۵ پر لکھتے ہیں کہ کسی کافر کو کافر کہنا مکروہ ہے۔ حالانکہ دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر مولانا مرتضی حسن پوری اپنی کتاب "اشد العذاب" شائع شدہ دارالعلوم دیوبند کے صفحہ ۱۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جو کافر کو کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔ بظاہر دونوں اقوال میں تعارض معلوم ہوتا ہے۔ اس تعارض کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں دونوں حضرات کے اقوال میں فرق ہے۔ پہلی صورت سے مراد یہ ہے کہ کسی کی تذلیل کے لئے اسے کافر کہہ کر مخاطب کیا جائے۔ چونکہ شریعت نے بلاوجہ کسی کی تذلیل کی اجازت نہیں دی لہٰذا اسے مکروہ کہا گیا جبکہ دوسری صورت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص کفریہ عقائد کے باوجود اس کے کفر کا قائل نہ اور اسے کافر نہ سمجھے تو وہ خود کافر ہے۔

لقوله تعالى (الاسراء: ۷۰): ولقد كرمنا بني آدم الاية

وفي الهندية (۳۴۸/۵): لوقال ليهودي اومجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه كذافي القنية.

وفي الدرالمختار (۷۶/۴): وفي القنية قال ليهودي اومجوسي يا كافر يأثم ان شق عليه.

(۱۳۳) سبقت لسانی سے کلمہ کفر کہہ دینا/غلطی سے آیت غلط پڑھ دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کی زبان سے سبقت لسانی سے اللہ تعالیٰ کی نسبت اشرف المخلوقات نکل گیا حالانکہ وہ اشرف الحاکمین کہنا چاہتا تھا۔اس پر دوسرے شخص نے فوراً حکم لگادیا کہ یہ شخص کافر ہوگیا اسے تجدید ایمان ونکاح کرنا چاہئے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

۲۔　ایک شخص نے انما المشرکون نجس کے بجائے انما الکافرون نجس پڑھ لیا، کیا اس طرح پڑھنے سے ایمان پر کوئی اثر پڑتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں غلطی سے اللہ تعالیٰ کو''اشرف المخلوقات'' کہنے والا کافر نہیں ہوا۔اور دوسرے شخص کا بلا علم کفر کا حکم لگا دینا شریعت کے اصولوں کے خلاف اور لاعلمی وجہالت کا نتیجہ ہے جس سے از حد احتیاط واجتناب کی ضرورت ہے۔

۲۔　آیت غلطی سے پڑھنے کی وجہ سے ایمان پر کوئی اثر نہیں پڑا البتہ جب معلوم ہو جائے تو دوبارہ صحیح طریقے سے پڑھنا چاہئے۔

لما فی الهندية (۲۷۶/۲): الخاطئ اذا جرى على لسانه كلمة الكفر خطأ بان كان يريد ان يتكلم بماليس بكفر فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ لم يكن ذالك كفرا عندالكل.

وفی ردالمحتار (۶۳۰/۱ و ۶۳۱): ان الخطأ امافی الاعراب ....اوفی الحروف بوضع حرف مكان آخر ....اوتقديمه اوتاخيره ....والقاعدة عندالمتقدمين ماغير المعنى تغييرا يكون اعتقاده كفرا.

وفيها ايضا (۲۲۹/۴): ولايفتى بكفر مسلم امكن حمل كلامه على محمل حسن اذا اراد ان يتكلم بكلمة مباحة فجرى على لسانه كلمة الكفر خطأ بلاقصد لايصدقه القاضى وان كان لايكفر فيمابينه وبين ربه تعالى.

(۱۳۴) دعویٰ مجددیت ومہدیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کے لئے جیسے دعویٰ نبوت ضروری ہوتا ہے اسی طرح مجدد اور مہدی کے لئے دعویٰ مجددیت اور مہدیت ضروری ہے یا نہیں؟ آج کل کئی لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ان کے بارے میں شرعاً کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......روایات میں صرف اس بات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے آخر میں ایک مجدد کو پیدا کرتے ہیں اس کی خاص علامات وغیرہ روایات میں مذکور نہیں لہٰذا کسی خاص شخص کے بارے میں متعین طور پر یہ کہنا کہ یہ مجدد ہے بہت مشکل ہے اسی طرح اگر کوئی

شخص خود بھی دعوی کرے تو وہ نا قابل قبول ہوگا۔

اور مہدی علیہ السلام کی علامات روایات میں موجود ہیں۔ان علامات کو دیکھ کر اس وقت کے لوگ پہچان لیں گے کہ یہی مہدی علیہ السلام ہیں اور یہ قیامت کے قریب ہوگا۔آج کل جو حضرات مہدی ہونے کا دعوی کرتے ہیں یہ محض جھوٹ ہے اور ایسا جھوٹا دعوی کرنے والے شخص کا مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لمافی سنن ابی داؤد (۲/۲۳۳): عن ابی هريرة فيمااعلم عن رسول الله ﷺ قال ان الله يبعث لهذه الامة على راس كل مائة سنة من يجدد لها دينها.

وفي المشكوة (۲/۴۷۱): عن ام سلمة عن النبي ﷺ قال يكون اختلاف عند موت خليفة .... وذكر الحديث وفيه فاذا رأى الناس ذلك اتاه ابدال الشام وعصائب اهل العراق فيبايعونه .... عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ اذا رأيتم الرايات السود قد جاء ت من قبل خراسان فاتوهافان فيها خليفة الله المهدی.

وفي الفتاوى الحديثية (ص۳۷): وسئلت عن طائفة يعتقدون في رجل مات من منذ اربعين سنة انه المهدى الموعود بظهوره آخرالزمان وان من انكر كونه المهدى المذكور فقد كفر فمايترتب عليه؟ فاجبت بان هذا اعتقاد باطل وضلالة قبيحة وجهالة شنيعة :اما الاول فلمخالفته لصريح الاحاديث التي كادت تتواتر بخلافه ....واما الثاني فلانه يترتب عليه تكفير الائمة المصرحين في كتبهم بمايكذب هؤلاء في زعمهم وان هذا الميت ليس المهدى المذكور ومن كفر مسلما لدينه فهو كافر مرتد يضرب عنقه ان لم يتب وايضا فهولاء منكرون للمهدى الموعود به آخرالزمان، وقد ورد في حديث عند ابي بكر الاسكافي انها قالا من كذب بالدجال فقد كفر ومن كذب بالمهدى فقد كفر وهولاء مكذبون به صريحا فيخشى عليهم الكفر.

(۱۳۵) یارسول اللہ کہنا اور مصافحہ کے وقت انگوٹھا دیکھنا کیسا ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات ''صلوۃ وسلام'' ہمیشہ یاء کے ساتھ پڑھتے ہیں۔کیا شرعاً اس طرح پڑھنا جائز ہے؟

نیز مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا اور انگوٹھا دیکھنا اس خیال سے کہ شاید یہ خضر علیہ السلام ہوں شرعاً کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......روضہ مبارک کے علاوہ بطور ندا ''یارسول اللہ'' کیساتھ صلوۃ وسلام پڑھنا اگر اس عقیدے سے ہو کہ حضور ﷺ ہر جگہ خود موجود ہیں اور سنتے ہیں یہ عقیدہ خود آپ ﷺ کے ارشادات کے خلاف ہے اور شرعاً ناجائز ہے۔اس لئے کہ آپ ﷺ کا ارشاد

ہے ''جوشخص میرے روضہ پر درود پڑھتا ہے اسے میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھے فرشتے مجھ تک پہنچاتے ہیں''۔

مصافحہ کے وقت ہاتھ دبانا یا انگوٹھا دیکھنا اس خیال سے کہ کہیں یہ خضر علیہ السلام تو نہیں بالکل بے اصل ہے، شرعا اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لمافی المشکوة (۱/۸٦): عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملا ئکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام.

وفیھا ایضا (صـ۸۷): عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته.

وفی المرقات (۲/۳۴۱) تحت الروایة الاولی: (من امتی علیه السلام) اذا سلموا علی قلیلا اوکثیرا وھذامخصوص بمن بعد عن حضرة مرقده المنور ومضجعه المطھر.

(۱۳٦) کافر کو سلام کرنا یا جواب دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کافر کو سلام کرنا کیسا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ نیز کافر کے سلام کا جواب دینا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں کافر کو اگر تعظیما سلام کیا جائے تو یہ موجب کفر ہے اور اگر تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ صرف ملاقات کے وقت محض تحیہ کے طور پر کرے تو بھی ناجائز ہے البتہ اپنی کسی حاجت وضرورت کے لئے کرے تو جائز ہے۔ اور سلام کا طریقہ یہ ہے کہ ان الفاظ سے سلام کرے ''السلام علی من اتبع الھدی ''اور جواب میں صرف ''وعلیک'' کہے۔

لمافی الھندیة (۵/۳۴۸): وقال مجاھد اذا کتبت الی الیھودی اوالنصرانی فی الحاجة فاکتب السلام علی من اتبع الھدی.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (٦/۴۱۲): ویسلم المسلم علی اھل الذمة لوله حاجة والاکرہ ھوالصحیح .... ولو سلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر.

وفی الشامیة: (لوله حاجة) ......قال فی التاتارخانیة لان النھی عن السلام لتوقیرہ ولاتوقیر اذا کان السلام لحاجة.

(۱۳۷) کیا مولانا کہنا شرک ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کی عادت ہے کہ ہر عالم دین کو ادب کے ساتھ مولانا

کے لفظ سے مخاطب ہوتا ہے جبکہ عمرو اسے کہتا ہے کہ مولانا کا لفظ عام مخلوق کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ ہمارے مولی تو صرف اللہ تعالی ہیں۔آیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں زید کا کسی بھی عالم کے ادب کے لئے مولانا کا لفظ استعمال کرنا صحیح ہے اور عمرو کا قول صحیح نہیں کیونکہ یہ لفظ (مولی) جب مخلوق کے لئے استعمال ہوتو اس سے وہ معنی مراد نہیں ہوتے جو خالق کے لئے استعمال کے وقت مراد ہوتے ہیں۔

لمافی جامع المسانید والسنن (۱۹/۲۱۵): .... **رسول الله ﷺ يقول لعلی يوم غدير خم: أليس الله اولی بالمؤمنين قالوا بلی، قال: اللهم من كنت مولاه فعلی مولاه.**

وفي المشكوة (صـ۵۶۴): **عن زيد بن ارقم ان النبي ﷺ قال من كنت مولاه فعلي مولاه.**

وفي الهندية (۵/۳۷۸): **ولوقال لاستاذه مولانا لابأس به وقد قال علي ؓ لابنه الحسن قم بين يدي مولاك عني استاذه وكذا لابأس به اذا قال لمن هو افضل منه.**

(۱۳۸) کافر سے جھاڑ پھونک کرانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مریض پر کافر سے جھاڑ پھونک کرانا جائز ہے یا نہیں؟ میرے ایک دوست کا کہنا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ میرا دل اسے تسلیم نہیں کرتا اور مجھے یہ شرک معلوم ہوتا ہے۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ صادر فرمائیں کہ کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......ایسی جھاڑ پھونک جس میں شرکیہ الفاظ ہوں یا جس کے معنی معلوم نہ ہوں جائز نہیں ہے اور کفار کی جھاڑ پھونک عام طور پر ایسی ہی ہوتی ہے لہٰذا اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي الصحيح لمسلم (۲/۲۲۴): **عن عوف بن مالك الاشجعي قال كنا نرقي في الجاهلية فقلنا يارسول الله كيف ترى في ذلك فقال اعرضوا علي رقاكم لابأس بالرقي مالم يكن فيه شرك.**

وفي شرح الفقه الاكبر (صـ۱۵۰): **واتفقوا كلهم ايضا على ان كل رقية وتعزيم اوقسم فيه شرك بالله فانه لايجوز التكلم. وكذا الكلام الذي لايعرف معناه لايتكلم به لامكان ان يكون فيه شرك لايعرف.**

(۱۳۹) ارکان اسلام کا انکار

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا کہنا یہ ہے کہ اگر زکوۃ ڈھائی فیصد سے زیادہ

ہوتی اور روزے ایک مہینے سے زیادہ ہوتے تو میں نہ تو زکاۃ ادا کرتا اور نہ ہی روزے رکھتا۔ ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کی مراد یہ ہے کہ میرے اندر اس سے زیادہ کی طاقت نہیں لہٰذا میں حکم کی بجا آوری نہیں کرسکتا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ اور اگر مقصود اللہ تعالیٰ کے حکم کا انکار ہے تو اس سے یہ شخص کافر ہوجائے گا۔ البتہ بہر صورت اس طرح کے کلمات سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی التاتارخانیة (۴۸۶/۵): لوقال لوامرنی الله بالزكاة اكثر من خمسة دراهم او الصوم اكثر من شهر لاافعل فانه كفر.

وفی الهندية (۲۷۰/۲): ولو قال هذه الطاعات جعلها الله عذابا علينا ان تأول ذلک لا يكفر.

وفی الهندية (۲۵۸/۲): اذاقال لوامرنی الله بكذا لم افعل فقد كفر كذافی الكافی.

(۱۴۰) بغیر تحقیق کفر کا فتویٰ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی عالم بغیر تحقیق کسی پر کفر کا فتویٰ لگائے تو یہ فتویٰ دینا کیسا ہے؟ کیا شریعت کی رو سے جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی عالم یا مفتی کے لئے بغیر تحقیق کسی پر کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں ہے بلکہ اگر اس کے قول یا فعل کی کوئی اچھی تاویل ممکن ہو تو اس پر محمول کرنا چاہئے۔

لمافی الهندية (۲۸۳/۲): اذاكان فی المسئلة وجوه توجب الكفر ووجه واحد يمنع فعلی المفتی ان يميل الی ذلک الوجه.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲۲۳/۴): قال فی البحر وقد الزمت نفسی ان لاافتی بشئ منها.

وفی الشامية: روی الطحاوی عن اصحابنا لايخرج الرجل من الايمان الاجحود ماادخله فيه ثم ماتيقن انه ردة يحكم بها ومايشک انه ردة لايحكم بها اذا الاسلام الثابت لايزول بالشک مع ان الاسلام يعلو وينبغی للعالم اذا رفع اليه هذا ان لايبادر بتكفير اهل الاسلام مع انه يقضی بصحة اسلام المكره .... وفی الفتاوی الصغری: الكفر شئ عظيم لااجعل المؤمن كافرا متی وجدت رواية انه لايكفر.

(۱۴۱) علم غیب اور فالنامہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا کیسا ہے؟ جو شخص

ہاتھ کی لکیروں یا پرندوں کے ذریعے سے فال نکالتا ہے جو کہ لکھ کر لفافے میں بند کی ہوتی ہے پھر پرندہ اس لفافے کو نکال لاتا ہے تو کیا ایسا شخص کافر ہے یا فاسق؟ وضاحت فرمائیں۔

نیز رسول اللہ ﷺ سے علم غیب کی نفی مع الادلۃ واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جنات کے ذریعے غیب کی باتیں بتانا جائز نہیں ہے کیونکہ جنات کو خود علم غیب حاصل نہیں ہے لہٰذا ان کی باتوں میں ایک آدھ بات سچی اور باقی سب جھوٹ ہوتا ہے اور جنات کے ذریعے لوگوں کو غیب کی خبریں بتانے سے لوگوں کے اذہان میں اوہام پیدا ہوتے ہیں جس سے لوگوں کے عقائد خراب ہوتے ہیں لہٰذا یہ ناجائز ہے۔

۲۔ حضور ﷺ سے علم غیب کی نفی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے کیونکہ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ کی صفات علیم،عالم،علام، اعلم،علیم بذات الصدور، عالم الغیب والشهادة،علام الغیوب اور اللہ اعلم بمایکتمون ہیں۔

۳۔ جو شخص فال نکالتا ہے اور اس کا عقیدہ یہ ہو کہ میں علم غیب سے واقف ہوں تو ایسا شخص کافر ہے اور اگر اس کا عقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ صرف کاروبار کیلئے ایسا کرتا ہے تو یہ شخص فاسق وگناہگار ہے کیونکہ اس سے لوگوں کے عقائد پر برا اثر پڑتا ہے۔

لقوله تعالیٰ(سورة البقرة:۳۳):انی اعلم غیب السموات والارض واعلم ماتبدون وماکنتم تکتمونo

(سورة الانعام: ۵۹): وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاهوط الایة

(هود:۱۲۳): ولله غیب السمٰوٰت والارض والیه یرجع الامر کله الایة

(کهف :۲۶): لهٗ غیب السمٰوٰت والارضط أبصر به واسمع ط الایة

(النحل: ۷۷): ولله غیب السمٰوٰت والارضط وماأمر الساعة الا کلمح البصرط الایة

(الانعام :۵۰): قل لااقول لکم عندی خزائن الله ولااعلم الغیب ولااقول لکم انی ملکج ان اتبع الامایوحی الی ط الایة

(الاعراف ۱۸۸): ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیرج الایة

(لقمان :۳۴): ان الله عنده علم الساعة ج وینزل الغیثج ویعلم مافی الارحام ط وماتدری نفس ماذا تکسب غداط وماتدری نفس بأی ارض تموت ط الایة

وفی المشکوة (صـ۳۹۲): وعن عائشة قالت سأل اناس رسول الله ﷺ عن الکهان فقال لهم رسول الله ﷺ انهم لیسوا بشیٔ قالوا یارسول الله فانهم یحدثون احیانا بالشیٔ یکون حقافقال رسول الله ﷺ تلک الکلمة من الحق یخطفها الجنی فیقرها فی اذن ولیه قر الدجاجة فیخلطون فیها اکثر من مائة کذبة متفق علیه.

وفیھا ایضا (صـ۳۹۳): عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من اتی کاھنا فصدقه بمایقول .... فقد برئ مما انزل علی محمد.

قال الملاعلی القاری تحته فی المرقات (۹/ ۱۷): (فقد برئ مما انزل اللہ) ای کفر وھو محمول علی الاستحلال اوعلی التھدید والوعید.

وفی النبراس (صـ۵۷۵): خامسھا خبر الکاھن لانه ممایخبرہ الجن عن مشاھدۃ اوسماع عن الملائکة الذین عرفوا الکوائن المستقبلة بالوحی ثم نقول قد نطق کثیر من الاحادیث واقوال السلف بکفر المنجم والکاھن ومن یصدقھماوذکر غیر واحد من المحققین ان التکفیر خاص بمن یدعی علم الغیب اویزعم النجوم مدبرۃ بالاستقلال اویزعم الجن عالمة بالغیب ....قلت ومع ھذا لیس الاشتغال بالنجوم والکھانة وتصدیقھما من فعل الصالحین ولاشک ان فیھا اخلالا بعقائد ضعفاء المسلمین لزعمھم ان المخبرعالم بالغیب.

وفی شرح الاکبر (صـ۱۵۱): وبالجملة العلم بالغیب امر تفرد به اللہتعالی لاسبیل الیه للعباد الاباعلام منه.

وفیه ایضا (صـ۱۴۹): ومنھا ان تصدیق الکاھن بمایخبر من الغیب کفر لقوله تعالی قل لایعلم من فی السماوات والارض الغیب الااللہ ولقوله علیه السلام من اتی کاھنا فصدقه بمایقول فقد کفر بماانزل علی محمد ....ثم الکاھن ھو الذی یخبر عن الکوائن فی مستقبل الزمان ویدعی معرفة الاسرار فی المکان.

وفی التفسیر المنیر (۲۲/ ۲۰): لیس لاحد من الملائکة والجن والانبیاء والناس ادعاء علم الغیب وانماذلک مختص باللہتعالی.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/ ۲۴۲): والکاھن لمافی مختصر النھایة للسیوطی من یتعاطی الخبر عن الکائنات فی المستقبل ویدعی معرفة الاسرار ....والحاصل ان الکاھن من یدعی معرفة الغیب باسباب وھی مختلفة فلذا انقسم الی انواع متعددۃ کالعراف والرمال والمنجم وھوالذی یخبر عن المستقبل بطلوع النجم وغروبه والذی یضرب بالحصی والذی یدعی ان له صاحباہ من الجن یخبر عماسیکون والکل مذموم شرعا محکوما علیھم وعلی مصدقھم بالکفروفی البزازیة یکفر بادعاء الغیب وباتیان الکاھن وتصدیقه.

(۱۴۲) عالم دین کے ساتھ بغض رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب علم کی فضیلت پر بیان کررہے تھے، بیان کرتے ہوئے انہوں نے ایک بات یہ بیان کی کہ اگر کوئی شخص عالم دین کے ساتھ بغض رکھے تو وہ اس کی وجہ سے کافر ہوجاتا ہے۔کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ شخص کا یہ کہنا اس اعتبار سے صحیح ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عالم دین سے اس کے عالم ہونے کی بناء پر بغض رکھے تو اس کے دائرہ اسلام سے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں ہے۔البتہ اگر علم کے علاوہ کسی اور وجہ سے ایسا کرتا ہے تو پھر وہ کافر نہ ہوگا تاہم کسی مسلمان خصوصاً عالم دین سے بغض رکھنا درست نہیں۔لقوله عليه السلام ولاتباغضوا ولا تحاسدو الخ

لمافی شرح الفقه الاكبر (ص۱۷۳): وفی الخلاصة من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر.قلت :الظاهر انه يكفر لانه اذا ابغض العالم من غير سبب دنيوی اواخروی فيكون بغضه لعلم الشريعة ولاشك فی كفر من انكره فضلا عمن ابغضه.

وفی ردالمحتار (۷۲/۴): ذكر فی شرحه على الملتقى ايضا انه على وجه المزاح يعزر فلو بطريق الحقارة كفر لان اهانة اهل العلم كفر على المختار.

(۱۴۳) عالم کی تضحیک کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم دین کی تضحیک کرنا اور اسے مذاق کا نشانہ بنانا، اس کے لئے ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جو عرف میں برے سمجھے جاتے ہیں مثلاً عالم کو ''رانگڑ'' یا ''رانگڑ اول'' کہنا جبکہ عرف میں رانگڑ جاہل اور بدتہذیب لوگوں کو کہا جاتا ہے، کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں ایسے شخص کے بارے میں کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ایسے کلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی التاتارخانية (۵۰۸/۵): وفی الذخيرة ومن شتم عالما اوفقيها من غير سبب خيف عليه الكفر.

وفی الهندية (۲۷۰/۲):ويخاف عليه الكفر اذا شتم عالما اوفقيها من غير سبب.

(۱۴۴) عالم دین کو مسجد کا میراثی کہنے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک صاحب نے ایک عالم کے بارے میں یوں کہا کہ

''میرے اوران کے درمیان یہ فرق ہے کہ میں میدان کا میراثی ہوں اور وہ مسجد کا'' ایسے بے ہودہ کلمات کہنے والے شخص کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ سے پہلے یہ سمجھئے کہ عام ضابطہ یہ ہے کہ انسان کا جس سے تعلق ہوتا ہے اس کے تمام متعلقین سے بھی وہ روابط رکھتا ہے اوران میں سے کسی کے بارے میں ہرایسی بات کہنے سے گریز کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کے تعلقات پر برا اثر پڑے چاہے اسے کسی موقع پرتھوڑا بہت نقصان ہی کیوں نہ برداشت کرنا پڑے،اب یہ دیکھ لیجئے کہ علماء کون ہیں؟ان کے بارے میں صادق ومصدوق رسول اللہ ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں''العلماء ورثۃ الانبیاء'' الحدیث (مشکوۃ المصابیح ۳۴) یعنی علماء انبیاء کے وارث ہیں۔اب ہر شخص بخوبی جانتا ہے کہ جب کسی شخص کا کسی خاندان کے بڑے سے تعلق ہواور وہ اس کے خاندان کے دوسرے افراد پرلعن طعن کرے چاہے وہ ورثاء کیسے ہی کیوں نہ ہوں تو اس خاندان کا بڑا کبھی بھی اسے برداشت نہیں کرے گا خاص طور پر جب وہ خاندان کا سربراہ فخریہ طور پر اپنے خاندان والوں کے بارے میں کہے کہ یہ میرے اپنے ہیں،پھر کیا خیال ہے آپ کا ان علماء کے بارے میں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ خود یہ فرمارہے ہیں کہ یہ میرے اپنے ہیں اوران کا صرف میرے ساتھ تعلق نہیں بلکہ تمام انبیاء کے ساتھ ہے،اس کے بعد وہ شخص جسے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا دعویٰ ہو،زبانی دعوے میں وہ عشق نبی ﷺ کو اپنی زندگی کا بہترین سرمایہ شمار کرتا ہو، وہ آپ کی اطاعت کو اپنی کامیابی کا ذریعہ گردانتا ہو،اس کے باوجود جنہیں رسول اللہ ﷺ اپنا کہیں ان پر اعتراضات کرے ان کے بارے میں نازیباالفاظ استعمال کرے تو کیا یہ شخص اپنے دعوے میں سچا سمجھا جائے گا؟؟

باقی رہا یہ معاملہ کہ علماء میں اگر آپ کو کوئی خامی نظر آتی ہے تو یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر وہی غلطی آپ کی اولاد کرے یا آپ کا کوئی عزیز کرے تو آپ کا اس پہ ردعمل کیا ہوگا؟ کیا آپ وہاں یہ دلیل نہیں دیں گے کہ انسان خطاء کا پتلا ہے اس سے خطاء کا سرزد ہونا کوئی بعید نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ آپ کو علماء پرنکتہ چینی کرتے وقت بھولے سے بھی یہ بات یادنہیں آتی کیا آپ انہیں فرشتے سمجھتے ہیں؟ کہ ان سے غلطی کا صدور نہیں ہونا چاہیے۔

دوسری بات یہ کہ یہ آپ کا معیار ہے کہ آپ انہیں قابل ملامت ٹھہرارہے ہیں آپ کو کیا معلوم کہ جس وجہ سے ان پر ملامت کررہے ہیں اس کی حقیقت تک آپ پہنچے ہیں یانہیں ورنہ اگر یہ لوگ ایسے ہی ہوتے جیسا کہ آپ کا خیال ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو معلوم تھا ناں، کہ یہ ایسے ہوں گے پھر اپنے نبی ﷺ سے یہ اعلان کیوں کروایا(''العلماء ورثۃ الانبیاء''الحدیث) کیوں کہ آپ ﷺ تو ایک بات بھی اپنی طرف سے بیان نہیں فرماتے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں اس کا حکم نہ دیں وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوحٰى الایۃ (النجم:۳،۴) آخرکوئی بات توتھی کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا،چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے اپنی کتابوں میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ اگرکوئی شخص علماء پہ بلاوجہ لعن طعن کرے تو سخت گناہ گار ہے اوراگر علماء کو برا بھلا کہنے سے مقصود دین اسلام کی اہانت واستخفاف ہوتو ایسے شخص کے اسلام کے خارج ہونے میں کوئی تردد نہیں۔

اب اس کے بعد وہ حضرات ذرا اپنی زندگی کا جائزہ لے لیں جن کا مشغلہ ہی یہ ہے کہ جہاں کسی عالم کا تذکرہ ہوا انہوں نے فوراً علماء کی

مخالفت میں دلائل دینا شروع کردیے، کیا یہ حضرات اپنے تئیں اسے دانشمندی گردانتے ہیں، یہ کیسی دانشمندی ہے جو دین کو کمزور کرنے کے مترادف ہے کیونکہ لوگ اس طرح کی باتوں کی وجہ سے دین سے متنفر ہوں گے، یہ ہمارا اپنا نقصان ہے اس طرح کی باتوں سے ہم کسی کا کیا بگاڑ رہے ہیں۔ اس مشغلہ میں وہ لوگ بھی برابر کے شریک ہیں جو کسی داڑھی والے شخص یا کسی مدرسے سے وابستہ شخص کی برائی کو علماء کی برائی قرار دے کر اسے کئی دنوں تک اخبارات کی زینت بناتے ہیں اور اتنا معلوم کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کرتے کہ وہ کون تھا واقعی عالم تھا یا مدرسے کا باورچی، اور ستم بالا ستم یہ کہ اپنی غلطی ماننے کو تیار بھی نہیں ہوتے۔

آخری گزارش! اگر واقعی ایسا ہے کہ کسی جگہ کوئی ایسا شخص ہے جس نے علماء کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور اس کے کام علماء کے طریقے کے خلاف ہیں تو آپ بتائیں آپ اس کی اصلاح چاہتے ہیں؟ یا اسے مزید بربادی کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں؟ اگر اصلاح مقصود ہو تو جگہ جگہ مجالس میں بیٹھ کر کسی کی برائی بیان کرنا یہ اصلاح کا طریقہ نہیں اگر اس طرح کی کوئی مثال موجود ہو کہ اس روش پر کسی کی اصلاح ہوئی ہو تو آپ بتادیں بلکہ اصلاح کا طریقہ یہ ہے کہ آپ جس کی اصلاح چاہتے ہیں اسے نرمی سے علیحدگی میں سمجھادیں خود نہیں سمجھا سکتے تو اس کیلئے کسی ایسے شخص کا انتخاب کریں جو یہ کام احسن طریقے سے پورا کرسکے، اور اگر آپ سے یہ کام نہیں ہوسکتا تو بلاوجہ غیبت کرکے اپنی نیکیاں برباد نہ کریں بلکہ آپ اس معاملے کو چھوڑ دیں جیسا کہ آپ بہت سے معاملات پر اس لئے خاموش رہتے ہیں کہ آپ کے اظہار خیال کا کوئی فائدہ نہیں ہے ایسے ہی اسے بھی سمجھ لیجئے کہ آپ کے بولنے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اگر آپ سے اچھا کام نہیں ہوسکتا تو برائی نہ پھیلائیں، یہی آپ کے اور آپ کے مسلمان بھائیوں کے حق میں بہتر ہے اور اگر خاموش بھی نہیں رہ سکتے تو کم سے کم اتنا ضرور کیجئے کہ اس فرد واحد کی برائی کریں نہ کہ اس برائی میں تمام علماء کو شامل کریں جیسا کسی ادارے میں اگر کوئی ایک شخص خراب ہو تو آپ اسے ہی برا شمار کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی اس ادارے کی برائی کرے تو آپ اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ سارا ادارہ ایسا نہیں بلکہ یہ سارا کیا دھرا فلاں شخص کا ہے اگر یہ یہاں سے فارغ ہوجائے تو یہ ادارہ بالکل صحیح ہے تو یہی معاملہ یہاں بھی کیجئے حالانکہ ہوسکتا ہے کہ کسی ادارے کا دفاع کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ نہ ہو جب کہ اس معاملے میں اگر آپ نے دین کی نصرت کی نیت کرلی تو یہ آپ کے ہمیشہ کام آنے والی چیز کا سودا ہے کہ اللہ تعالی آپ کو اس پر اجر جزیل عطاء فرمائیں گے۔ اللہ تعالی آپ کا حامی و ناصر ہو۔

لما فی الاشباہ والنظائر (صـ ۱۹۱): الاستهزاء بالعلم والعلماء كفر.

وفی المحیط البرهانی (۷/۴۲۰): واذا خاصم فقيها فی حادثة وبين الفقيه له وجها شرعيا فقال ذلک المخاصم این دانشمندی بود او قال دانشمندی مکن که پیش نرود يخاف عليه الكفر واذا قال لفقيه ای دانشمندک او قال لعلوی ای علویک لا يكفر ان لم يكن قصد الاستخفاف بالدين.

وفی خلاصة الفتاوی (۴/۳۸۸): ومن ابغض عالما بغير سبب ظاهر خيف عليه الكفر ......نقل عن الامام الفضلی ان فقيها شكیٰ اليه وقال ‌اقال رجل : دمزه اینجاماندی ورفتی لكتاب تركه فامر الفضلی بقتله.

وفی البزازیۃعلی ھامش الھندیۃ (۶/۳۳۷): قال الفقیہ دانشمندک او لعلوی علویک یکفران قصد بہ الاستخفاف بالدین وان لم یرد بہ الاستخفاف بالدین لا یکفر ویجئی التصغیر للتعظیم ایضا وشتم العالم او العلوی لامرغیر صالح فی ذاتہ وعداوتہ لخلافہ الشرع لا یکون کفراًولا خطأً.

وفی الدرالمختار (۴/۷۱): لا یعزر بیا حمار یا خنزیر، یا کلب، یا تیس، یا قرد، یا ثور، یا بقر، یاحیۃ لظھور کذبہ واستحسن فی الھدایۃالتعزیر......

وفی الشامیۃ (واستحسن فی الھدایۃ)......وقیل ان کان المسبوب من الاشراف کالفقھاء والعلویۃ یعزر لانہ یلحقھم الوحشۃ بذلک وان کان من العامۃ لا یعزر وھذا احسن ......(صـ۷۲، تنبیہ) ذکر فی شرحہ علی الملتقی ایضا انہ لو علی وجہ المزاح یعزر فلو بطریق الحقارۃ کفر لان اھانۃ اھل العلم کفر ......

(۱۴۵) علماءکرام کوسب وشتم کرنے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو یوں کہتا ہو کہ موجودہ زمانے کے علماء کرام یہودی اور نصرانی ہیں ان میں کوئی ابھی ایسا عالم نہیں جو شریعت کے راستے پر چلتا ہو اور وہ علماء کرام کوسب وشتم بھی کرتا ہو تو ایسا شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... مذکورہ شخص اگر علماء کرام کو حقیر سمجھتے ہوئے اور ان کی اہانت کرتے ہوئے ایسے الفاظ کہتا ہے تو وہ کافر ہے اس طرح اگر بغیر کسی سبب کے ایسا کہے تب بھی کافر ہو جائے گا۔

دلائل المسئلۃ مرت سابقافی رقم السؤال : ۱۴۲ و۱۴۳

(۱۴۶) مشائخ پر لعن طعن کرنے والے سے تعلقات رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غیر مقلدین جو فقہ کے منکر ہیں اور بڑے بڑے مشائخ کو گالیاں دیتے ہیں خاص طور پر احناف سے حد درجہ بغض وعناد رکھتے ہیں اور خصوصا صاحب ہدایہ وغیرہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ وجہ صرف یہ ہے کہ انہوں نے مذہب حنفی کو قرآن وسنت کے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ یہ حضرات اس بات کو تسلیم نہیں کرتے اور سب وشتم پر اتر آتے ہیں۔ آیا ایسے منکرین فقہ اور گستاخ مشائخ لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ امام بنیں تو ان کی اقتدا میں نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......ایسے اشخاص فاسق ہیں۔مشائخ اور فقہاء کرام کو گالیاں دینے سے کفر کا اندیشہ ہے لہٰذا ان سے تعلقات قائم کرنا اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

لـمافی احکام القرآن للقرطبی (۱۳/۱۷): فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین ....قال ابن العربی وھذا دلیل علی مجالسة اھل الکبائر لاتحل.

وفی الھندیة (۱/۸۵): وتجوز امامة الاعرابی ....والفاسق .....الاانھا تکرہ.

وفیھا ایضا (۲/۲۷۰): من ابغض عالما من غیر سبب ظاھر خیف علیه الکفر.

وفـی ردالـمـحتار (۴/۲۳۷): وترد شھادة من یظھر سب السلف لانه یکون ظاھر الفسق .....وقال الـزیـلـعی اویظھر سب السلف یعنی الصالحین منھم وھم الصحابة والتابعون لان ھذہ الاشیاء تدل علی قصور عقله وقلة مروء ته.

(۱۴۷) بےنمازی اوراس کے ساتھ تعلق رکھنے کا حکم

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بے نمازی کوکامل مسلمان کہنے اوراس کے گھر کا کھانا کھانے اوراس کے ساتھ تعلقات رکھنے کا شرعاً حکم کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً..... جان بوجھ کرمحض اپنی سستی کی وجہ سے نماز نہ پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے۔قرآن وحدیث میں ایسے شخص کے متعلق بہت سخت وعیدیں آئی ہیں تاہم ایسا شخص ایمان سے نہیں نکلتا بلکہ مؤمن ہوتا ہے گوکامل ایمان نہ ہولہٰذا یہ گناہوں کی سزا بھگتنے کے بعد ضرور جنت میں جائے گااور چونکہ یہ مومن ہے اس لئے دوسرے مسلمانوں پراس کے حقوق (عیادت، جنازہ وغیرہ)ادا کرنا بھی لازم ہے اورعام حالات میں اس کے ساتھ تعلقات رکھنا،اس کے گھر کا کھانا کھانا جب کہ اس میں کوئی دینی نقصان نہ ہوجائز ہے،البتہ تادیباً اس امید سے اس سے قطع تعلق کرنا کہ شاید اس طرح وہ نمازاوردین کا پابند ہوجائے جائز ہے بلکہ اگراس طریقہ سے اس کے نمازاوردین کے پابند ہونے کا غالب گمان ہوتواس وقت یہ قطع تعلق ضروری ہوگی۔اسی طرح اگراس سے تعلقات رکھنے میں غالب گمان یہ ہوکہ اس طرح یہ نمازاوردین کا پابند ہوجائے گاتو پھرتعلقات رکھنا مناسب ہے۔

لمافی تکملة فتح الملھم(۵/۳۵۲): وحاصل ذلک ان الھجران انما یحرم اذا کان من جھة غضب نـفسانی اما اذا کان علی وجه التغلیظ علی المعصیة والفسق اوعلی وجه التادیب کما وقع مع کعب بن مالک وصاحبیه او کما وقع لرسول اللہ ﷺ مع ازواجه او لعائشة مع ابن الزبیر رضی اللہ عنھم فانه لیس من الھجران الممنوع.

وفی الھندیة(۱/۵۰):ولایقتل تارک الصلوة عامدا غیر منکر وجوبھا بل یحبس حتی یحدث توبة.

وفـی الشامیة (۶/۳۸۸): (قوله وجاز عیادة فاسق) وھذا غیر حکم المخالطة ذکر صاحب الملتقط یکرہ للمشھور المقتدی به الاختلاط برجل من اھل الباطل والشر الا بقدر الضرورة لانه یعظم امرہ

بین الناس ولو کان رجل لایعرف یداریه لیدفع الظلم عن نفسه من غیر اثم فلا بأس به.

وفی الشامیة(۲/۳۳۸): والمراد بها سنن الهدی کالجماعة والاذان والاقامة فان تارکها مضلل ملوم کمافی التحریر والمراد الترک علی وجه الاصرار بلا عذر.

(۱۴۸) توہین رسالت کے مرتکب کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس شخص کے بارے میں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتا ہو اور توہین رسالت کا مرتکب ہو اور کہتا ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری شریعت بیان نہیں کی (العیاذ باللہ) کیا ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جو شخص توہین رسالت کا مرتکب ہو اور العیاذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب وشتم کرتا ہو تو ایسا شخص مرتد ہے اور ایسے شخص کو وہی سزا دی جائے گی جو کہ مرتد کو دیجاتی ہے۔

لمافی الهندیة (۲/۲۶۳): سئل عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش کعزمهم علی الزنی ونحوه الذی یقوله الحشویة فی یوسف علیه السلام قال یکفر لانه شتم لهم واستخفاف بهم قال ابوذر من قال ان کل معصیة کفر وقال مع ذلک ان الانبیاء علیهم السلام عصوا فکافر لانه شاتم.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۳۱، ۲۳۳): والکافر بسب النبی من الانبیاء فانه یقتل حدا ولاتقبل توبته مطلقا ......لکن صرح فی آخر الشفاء بان حکمه کالمرتد ومفاده قبول التوبة کمالایخفی.

وفی الشامیة: ان المشهور عن مالک واحمد انه لایستتاب ولایسقط القتل عنه وهوقول اللیث بن سعد وذکر القاضی عیاض انه المشهور من قول السلف وجمهور العلماء وهواحد الوجهین لاصحاب الشافعی. وحکی عن مالک واحمد انه تقبل توبته وهوقول ابی حنیفة واصحابه .... فهذا صریح کلام القاضی عیاض فی الشفاء والسبکی وابن تیمیة وائمة مذهبه علی ان مذهب الحنفیة قبول التوبةبلاحکایة قول اخرعنهم.

(۱۴۹) نداء غیر اللہ کے جواز کی ایک صورت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نداء غیر اللہ سے متعلق بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اگر پکارنے والا تصفیہ باطن سے منادیٰ کا مشاہدہ کررہا ہو تو جائز ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ تصفیہ باطن کے بعد اولیاء اللہ کو پکارا جاسکتا ہے۔اس کی وضاحت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......قابل غور امر یہ ہے کہ تصفیہ باطن کے بعد نداء غیر اللہ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی شخص معرفت الٰہیہ میں ترقی کرتے کرتے اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ بعض غیر منکشف احوال اللہ تعالیٰ اس پر منکشف فرمادیں۔اس انکشاف کو کرامت یا کشف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ کرامات وکشف صحابہ کرام سے لیکر اولیاء اللہ تک ثابت ہیں جیسے ایک لشکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روانہ فرمایا، ایک موقع پر اس لشکر کو شکست ہونے لگی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عین دوران خطبہ جمعہ آواز لگائی "یاسارية الجبل" اور یہ آواز مدینہ سے ہزاروں میل دور لشکر نے سنی، اس پر عمل کیا اور شکست سے بچ گئے۔

اب یہاں ندائے غیر اللہ تو پائی جارہی ہے لیکن اس ندا سے مراد وہ ندا نہیں جو ہمارے یہاں معروف ہے کہ کسی ولی کو مدد کے لئے پکارا جائے تاکہ وہ اسے نفع پہنچائے یا نقصان سے بچائے کیونکہ ایسی ندا نصوص کے خلاف اور شرک ہے کیونکہ اس ندا میں اس "ولی اللہ" کو مؤثر خیال کیا جاتا ہے اور یہی شرک ہے۔باقی جو ندا اس واقعہ میں ثابت ہے اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں کیونکہ یہ مدد کے حصول کے لئے نہیں بلکہ ایک دینی مصلحت کے تحت ہے اس طرح کی ندا کسی ولی سے بھی ظاہر ہو جائے ممنوع نہیں بلکہ یہ اس ولی کی کرامت سمجھی جائے گی۔

لمافي البداية والنهاية (۱۳۴/۷): ذكر سيف عن مشائخه ان سارية بن زنيم قصد فسا ودار ابجرد .... فرأى عمر فى تلك الليلة فيمايرى النائم معركتهم وعددهم فى وقت من النهار .... فخطب الناس واخبرهم بصفة مارأى ثم قال ياسارية الجبل الج ل ثم اقبل عليهم وقال :ان لله جنودا ولعل بعضها ان يبلغهم ....وذكر سيف فى رواية اخرى عن شيوخه ان عمر بينما هو يخطب يوم الجمعة اذقال: ياسارية بن زنيم الجبل الجبل. فلجأ المسلمون الى جبل هناك فلم يقدر العدو عليهم الامن جهة واحدة فاظفرهم الله بهم.

وهكذا فى اسدالغابة (۱۷۴/۴)

فصل فی السنة و البدعة

(سنت اور بدعت کے بیان میں)

(۱۵۰) قبروں پر چادریں چڑھانا اور اس کی چوری کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے بلکہ پورے پاکستان میں یہ رواج ہے کہ لوگ بزرگوں یا عام مردوں کی قبروں پر چادر ڈالتے ہیں۔ آیا قبر پر چادر ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز اگر کوئی اس کو چوری کر لے تو اس پر شرعی سزا کے طور پر اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قبروں پر چادریں ڈالنا چاہے وہ بزرگوں کی ہوں یا عام لوگوں کی ہر صورت میں ناجائز ہے۔ اور اگر ان چادروں کو کوئی چوری کر لے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے کیونکہ یہ غیر محفوظ مال ہے۔

لمافی الهندية (۱۷۰/۲): وهی فی الشرع اخذ العاقل البالغ نصابا محرزا اوماقيمة نصاب ملكا للغير لاشبهة له فيه على وجه الخفية.

وفی الشامية (۲۳۸/۲): تكره الستور على القبور.

(۱۵۱) بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کرنا/مصیبت کے وقت اذان دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب قحط سالی ہونے لگے اور بارشیں بند ہو جائیں تو بارش کے لئے مزارات پر جانور ذبح کئے جاتے ہیں۔ کیا شرعاً ایسا کرنا صحیح ہے؟ نیز مصیبت کے وقت اذان دینا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جانور اگر تقرب لغیر اللہ (غیر اللہ کی رضا وخوشنودی) کے لئے ذبح کیا تو وہ جانور حرام ہوگا۔ اور اگر تقرب الی اللہ مقصود ہو اور جانور ذبح کرتے وقت بھی اللہ تعالی کا ہی نام لیا ہو تو جانور حلال ہوگا لیکن دونوں صورتوں میں مزارات پر جانور ذبح کرنا ناجائز اور بدعت ہے جس کا کوئی ثبوت خیر القرون سے نہیں پایا جاتا اس لئے اس سے احتراز لازم ہے۔

نیز مصیبت کے وقت اذان دینا مسنون ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲۲۳/۲): "وماأهل به لغير الله" ای ذكر عليه غير اسم الله تعالى ......

وجرت عادة العرب بالصياح باسم المقصود بالذبيحة وغلب ذلك فی استعمالهم حتى عبر به عن

النمة التی ہی علة التحریم.

وفی روح المعانی (۲/۴۲): (وما اھل لغیر اللہ) ای ماوقع متلبسا به ای بذبحه الصوت لغیر اللہ تعالی ...... والمراد بغیر اللہ تعالی الصنم وغیرہ کماھو الظاھر.

وفی الدرالمختار (۲/ ۳۸۵): وفی حاشیة البحر للخیر الرملی رأیت فی کتب الشافعیة انه قد یسن الاذان لغیر الصلوۃ کما فی اذان المولود والمھموم والمصروع.

(۱۵۲) وعظ ونصیحت کے لئے دن متعین کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی ہر جمعرات کوتبلیغی مرکز جاتے ہیں میں نے ان سے کہا کہ یہ بھی بدعت ہے لیکن وہ نہیں مانے بلکہ مجھے دلائل دینے شروع کر دیئے۔ کیا اس طرح جانا درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کومقرر کر لینا درست اور خیر القرون سے ثابت ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/ ۱۶): عن ابی وائل قال کان عبداللہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یا اباعبداللہ لوددت انک لو ذکرتنا کل یوم قال اما انه یمنعنی من ذلک انی اکرہ ان املکم وانی اتخولکم بالموعظة کما کان النبی ﷺ یتخولنا بھا مخافة السامة علینا.

وفی فیض الباری تحت ھذا(۱/ ۱۷۰): ان ھذہ التعینا ت لاتعد بدعةوالبدعة عندی مالاتکون مستندة الی الشرع وتکون ملتبسة بالدین.

(۱۵۳) عاشورہ کے دن سرمہ لگانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیونکہ میری والدہ مجھے عاشورہ کے دن سرمہ لگانے کی بہت زیادہ تاکید کرتی ہیں آپ شریعت کی رُو سے اس کا حل بتلائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......سرمہ لگانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے، اور سرمہ لگانے کا کوئی خاص دن متعین نہیں ہے جب چاہے لگا سکتے ہیں۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر کوئی شخص ہر روز سرمہ لگاتا ہو اور وہ عاشورہ کے دن بھی لگائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر کوئی شخص خاص یوم عاشورہ ہی کے دن سرمہ لگائے، اور اس کو ضروری یا سنت سمجھے، اور نہ لگانے والے پر طعن وتشنیع کرے تو یہ درست نہیں۔ اس سے اجتناب بہرحال لازم ہے۔

لمافی البحر الرائق(۸/ ۳۷۶): الاکتحال فی یوم عاشوراء لابأس به.

وفی المقاصد الحسنة(۱/ ۴۰۱): من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم ترمد عینه ابدا، الحاکم

والبیهقی فی الثالث والعشرین من الشعب، والدیلمی من حدیث جویبر عن الضحاک عن ابن عباس به مرفوعا، وقال الحاکم انه منکر، قلت: بل موضوع أورده ابن الجوزی فی الموضوعات من هذا الوجه ومن حدیث ابی هریرة بسند لین فیه احمد بن منصور الشونیزی فکانه ادخل علیه وهو اسناد مختلف لهذا المتن قطعا قال الحاکم: والاکتحال یوم عاشوراء لم یرد عن النبی صلی الله علیه وسلم فیه أثر وهو بدعة ابتدعها قتلة الحسینؓ.

وفی الشامیة (۴۱۸/۲): "(قوله وحدیث التوسعة) وهو من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها" قال جابر: جربته أربعین عاما فلم یتخلف ط وحدیث الاکتحال هو ما رواه البیهقی وضعفه "من اکتحل بالاثمد یوم عاشوراء لم یررمدا أبدا" ورواه ابن الجوزی فی الموضوعات، "من اکتحل یوم عاشوراء لم ترمد عینه تلک السنة."

قلت: ومناسبة ذکر هذا هنا أن صاحب الهدایة استدل علی عدم کراهة الاکتحال للصائم بأنه علیه السلام قد ندب إلیه یوم عاشوراء والی الصوم فیه.

وانما الروافض لما ابتدعوا إقامة المأتم واظهار الحزن یوم عاشوراء لکون الحسین قتل فیه ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب والاطعمة والاکتحال، ورووا احادیث موضوعة فی الاکتحال وفی التوسعة فیه علی العیال. وهو مردود بأن احادیث الاکتحال فیه ضعیفة لاموضوعة کیف وقد خرجها فی الفتح ثم قال: فهذه عدة طرق ان لم یحتج بواحد منها، فالمجموع یحتج به لتعدد الطرق.

وفی الموضوعات الکبری (صـ ۱۳۴): قال: واما احادیث الاکتحال والادهان والتطییب فمن وضع الکذابین، وقابلهم آخرون فاتخذوه یوم تألم وحزن، والطائفتان مبتدعان خارجتان عن السنة. واهل السنة یفعلون ما امربه النبی ﷺ من الصوم، ویجتنبون ما امربه الشیطان من البدع قلت: فینبغی لمن یکتحل یوم عاشوراء ان یکون تبعا للحدیث، لا لا ظهار الفرح والحزن، کما هو طریق الخوارج المضادة للروافض، وقد اشتهر عن الرافضة فی بلاد العجم من خراسان والعراق بل فی بلاد ماوراء النهر منکرات عظیمة من لبس السواد والدواران فی البلاد، وجرح رؤوسهم وابدانهم بأنواع من الجراحة، ویدعون انهم محبواهل البیت وهم بریئون منهم.

(۱۵۴) مزاروں پر چادریں چڑھانا اور وہاں کا نمک چاٹنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں گھر کے قریب ایک مزار ہے جس پر لوگ چادریں چڑھاتے

ہیں اور وہاں نمک رکھا ہوتا ہے وہ چاٹتے ہیں۔اب میرے گھر والے بھی چادر چڑھانے کا مطالبہ کررہے ہیں، آپ بتائیں کہ شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......اولیاءاللہ کے مزارات پر چادریں چڑھانا بالکل بے اصل اور بدعت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں ورنہ اس وقت اولیاء اللہ بھی تھے، لوگوں کو ان سے محبت بھی تھی اور چادریں بھی دستیاب تھیں۔اگر اس فعل میں شرعاً کوئی خوبی ہوتی تو صحابہ کرام ضرور اس کام کو کرتے لیکن ان سے جب یہ فعل ثابت نہیں تو معلوم ہوا کہ اس فعل میں کوئی خوبی نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔اور وہاں کا نمک چاٹنا بھی درست نہیں۔

لمافی مختصر تفسیر ابن کثیر (۲/۳۵۰): ولاتقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام الایة (النحل ۱۱۶).ویدخل فی ھذا کل من ابتدع بدعة لیس له فیھا مستند شرعی.

وفی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة رضی الله عنھا قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فھو رد.

قال الملا علی القاری فی المرقات تحته (۱/۲۱۵): قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاھر اوخفی ملفوظ او مستند فھو مردود علیه ...... وفی روایة مسلم من عمل عملا ای من اتی بشی من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا او سابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب ھواه فھو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۵۵) وضوء میں اور حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وضو میں انگوٹھوں کا چومنا اور محمد ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھوں کا چومنا اور اللہ تعالیٰ کے نام پر نہ چومنا جائز ہے یا نہیں۔میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ اگر آپ علیہ السلام کے نام نامی پر یہ حکم ہے تو اللہ کے نام پر بھی ایسا ہی ہونا چاہیے۔آپ وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......وضو میں اور حضور ﷺ کے نام مبارک پر انگوٹھے چومنے کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں بلکہ یہ خودساختہ عمل ہے جو شریعت میں قابل قبول نہیں۔نیز حضور ﷺ کے نام پر انگوٹھے چومنے سے متعلق جو احادیث پیش کی جاتی ہیں ان میں کوئی حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔

لمافی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منه فھو رد.

وفی المقاصد الحسنه (صـ۳۸۳): حديث مسح العينين بباطن انملتی السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع المؤذن اشهد ان محمد رسول الله مع قوله اشهد ان محمد عبده ورسوله رضيت بالله ربا ...... ذكره الديلمی فی الفردوس .... بسند فيه مجاهيل مع انقطاعه عن الخضر عليه السلام .... قال فی آخر البحث: ولا يصح فی المرفوع من كل هذا شئ.

وفی الموضوعات الكبير (صـ۱۰۸): مسح العينين بباطن انملتی السبابتين بعد تقبيلهما عند سماع المؤذن .... وكل مايروى فی هذا فلايصح رفعه البتة.

(۱۵۶) سبز پگڑی کا اہتمام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ہری پگڑی اتنی عام ہوگئی ہے کہ ہر جگہ یہی نظر آنے لگی ہے کیا یہ سنت سے ثابت ہے؟ اگر ثابت نہیں تو اس کو سنت بتلانا اور اس پر اتنا سخت اہتمام کرنا کیسا ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کالا، سفید اور سبز عمامہ کا استعمال ثابت ہے لیکن اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید عمامہ کا استعمال کیا ہے اور خلفائے راشدین اور اکثر صحابہ کرام کا بھی سفید عمامہ پر معمول تھا پس سفید عمامہ باندھنا افضل ہے اور سیاہ عمامہ باندھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔ سبز عمامہ کا استعمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت تو ہے لیکن آج کے دور میں چونکہ یہ اہل بدعت کا شعار بن چکا ہے اور وہ اس کو تمام دوسرے عماموں پر ترجیح دیتے ہیں اور جب کوئی کام اہل فسق وبدعت کا شعار بن جائے تو اس کا ترک کر دینا بہتر ہوتا ہے۔

لمافی القرآن الكريم(سورة الحشر:۷):وما اتكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا.

(الاحزاب: ۲۱): لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوا الله واليوم الاخر وذكر الله كثيرا.

وفی التفسير المظهری(۱۳۳/۲): وقال علی وابن عباس رضی الله عنهم كانت عليهم عمائم بيض قد ارسلوها بين اكتافهم......اهـ.

وفی الجامع للترمذی(۳۰۴/۱): عن جابر قال: دخل النبی صلی الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء ...... قال وفی الباب عن علی وعمرو بن حريث وابن عباس و ركانة حديث جابر حديث حسن صحيح.

وفی مصنف لابن ابی شيبة (۵۴۵/۱۲): حدثنا سليمان بن حرب قال حدثنا جرير بن حازم عن

یعلی بن حکیم عن سلیمان بن ابی عبداللہ قال ادرکت المهاجرین الاولین یعتمون بعمائم کرابیس سود و بیض وحمر وخضر وصفر...... (رقم: ۲۵۴)

وفی خلاصة الفتاویٰ (۱۵۳/۳): مسئله در بستن دستار سنت آنست که سفید باشد بی آمیزش رنگ دیگر ودستار مبارک آنحضرت صلی اللہ علیه وسلم اکثر اوقات سفید بود وگاهی دستار سیاه واحیانا سبز بعضے گفته اند در وقت جنگ وغزا برسر مبارک صلی اللہ علیه وسلم دستار سیاه بود............... ودر بعض کتب معتبره نوشته اند شخصی که خودرا اکثر اوقات بلباس سیاه وسبز مشهور بگرداند مکروه وممنوع است.

وفی المستدرک علی الصحیحین (۵۸۳/۴): کتاب الفتن والملاحم: حدثنا علی بن حمشاد العدل .... عن عطاء بن ابی رباح قال: کنت مع عبداللہ بن عمر فاتاه فتی یساله عن اسدال العمامة (الحدیث)...... ثم أمر عبدالرحمن بن عوف یتجهز لسریة بعثه علیها واصبح عبد الرحمن قد اعتم بعمامة من کرابیس سوداء فأدناه النبی صلی اللہ علیه وسلم ثم نقضه وعممه بعمامة بیضاء وأرسل من خلفه اربع اصابع او نحو ذلک وقال "هکذا یا ابن عوف اعتم فانه اعرب واحسن" الحدیث.

وفی مرقاة المصابیح(۱۳۷/۴): وفیه اشارة إلی أن کل سنة تکون شعار أهل البدعة ترکها اولیٰ.

وفی احیاء علوم الدین (۳۶۵/۲): وبهذه العلة نقول بترک السنة مهما صارت شعارا لأهل البدعة خوفاً من التشبه بهم.

(۱۵۷) قبروں کا طواف کرنا اور منگھو پیر کے چشمے سے غسل کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مجھے ایک دفعہ میرے دوست ایک مزار پر لے گئے اگرچہ عام حالات میں میں مزاروں پر نہیں جاتا۔ جب میں وہاں پہنچا تو کچھ لوگ مزار کے گرد چکر لگا رہے تھے گویا طواف کر رہے تھے۔تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا قبروں کا طواف کرنا شرعاً صحیح ہے؟

نیز منگھو پیر کے چشمے میں غسل کرنے سے صحت یاب ہونے کو بابا کی کرامت سمجھنا اور یہاں غسل کرنا کیسا ہے؟ واضح جواب دیکر میرے خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... انبیاء وصلحاء کی قبور کا طواف خالص بدعت اور حرام ہے کیونکہ طواف عبادت ہے اور حضور ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ انبیاء وصلحاء کی قبور کو عبادت گاہ بنایا جائے اور شریعت میں طواف جیسی عبادت صرف بیت اللہ کے ساتھ خاص ہے لہٰذا اس

سے قطعاً اجتناب ضروری ہے۔

نیز منگھو پیر کے چشمے میں اگر طبی اعتبار سے ایسے اجزاء ہوں جو کسی مرض سے شفاء کا سبب بنتے ہوں جیسا کہ مشہور ہے تو اس اعتبار سے غسل درست ہے لیکن صاحب قبر بزرگ کو متصرف سمجھ کر شفاء کے لئے غسل کرنا شرعاً درست نہیں کیونکہ شفا صرف اللہ تعالیٰ سے ملتی ہے۔

۱ .... لقوله تعالى (الحج: ۲۹): وليطوفوا بالبيت العتيق ○

وفي المشكوة (صـ ۶۹): عن عائشة ان رسول الله ﷺ قال في مرضه الذي لم يقم منه لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياء هم مساجد. .... وعن جندب قال سمعت النبي ﷺ يقول الا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبياء هم وصالحيهم مساجد الافلا تتخذوا القبور مساجد انى انهاكم عن ذلك.

وفي المرقات (۲/۲۰۲) تحت هاتين الروايتين: سبب لعنهم امالانهم كانوا يسجدون لقبور انبياء هم تعظيما لهم وذلك هو الشرك الجلي ...... والتوجه الى قبورهم حالة الصلاة نظرا منهم بذلك الى عبادة الله.

۲ .... قال الله تعالى (الشعراء: ۸۰): واذا مرضت فهو يشفين ○

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۳/۱۱۰) تحت هذه الآية: فالمرض والشفاء من الله عزوجل.

(۱۵۸) چالیس روز تک قبر پر تلاوت اور خیرات کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ کسی کے انتقال کے بعد چالیس روز تک اس کی قبر پر تلاوت کی جاتی ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ اسی طرح یہ لوگ چار جمعے یا سات جمعے کرتے ہیں اور اس کے ساتھ قرآن مجید کا ختم کرتے ہیں۔ اور ایک یا دو پارے پڑھنے پر پڑھنے والوں کو دس یا بیس روپے دیتے ہیں۔ نیز سال ختم ہونے پر بھی ایسا ہی کرتے ہیں اور ساتھ میں خیرات بھی کرتے ہیں۔ اب اس صورت حال میں کچھ لوگ غریب بھی ہوتے ہیں جن میں اتنا کچھ کرنے کی سکت نہیں ہوتی لیکن رواج کی وجہ سے مجبوراً ایسا کرتے ہیں۔ شرعاً ان تمام امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... میت کے ایصال ثواب کے لئے قرآن مجید کی تلاوت گھر یا قبر پر دونوں صورتوں میں جائز ہے اور موجب ثواب ہے۔ اسی طرح صدقہ وخیرات کا ثواب بھی میت کو پہنچتا ہے لیکن سوال میں مروجہ طریقے میں تین خرابیاں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے یہ امور ناجائز ہوں گے:

اول: یہ لوگ چالیس روز تک تلاوت، چار جمعے، سات جمعے اور سال کے بعد خیرات کرتے ہیں۔ اس طرح کی تعیین قرون اولی سے

ثابت نہیں ہے لہٰذا یہ بدعت ہے۔

دوم: ختم قرآن پر کھانا کھلاتے ہیں جبکہ یہ صورت درست نہیں۔

سوم: ایک یا دو پارے پڑھنے والے کو دس یا بیس روپے دیئے جاتے ہیں۔ یہ صورت بھی ناجائز ہے۔اس صورت میں نہ تو میت کو ثواب پہنچتا ہے اور نہ تلاوت کرنے والے کو بلکہ پڑھنے والا اور پیسے دینے والا دونوں گناہ گار ہوتے ہیں۔علاوہ ازیں ان چار جمعوں، سات جمعوں اور سال بعد خیرات کرنے میں نام ونمود، ریا، دکھلاوا اور رسم ورواج کا کرشمہ کارفرما ہوتا ہے جیسا کہ سائل کے سوال سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ان امور میں رضاء الٰہی مقصود نہیں ہوتی لہٰذا ان امور سے احتراز کرنا چاہئے اور مروجہ قرآن خوانی اور دنوں کی تعیین کئے بغیر میت کے ایصال ثواب کے لئے تلاوت وخیرات کرنا چاہئے۔

لمافي الهندية (۱/۱۶۶): قرأة القرآن عندالقبور عندمحمد لايكره ومشائخنا اخذوا بقوله وهل ينتفع المختار انه ينتفع.

وفي الشامية (۲/۵۷): ولوزار قبر صديق اوقريب له وقرأ عنده شيئا من القرآن فهو حسن.

وفيها ايضا (۲/۲۴۳): من صام اوصلى اوتصدق وجعل ثوابها لغيره من الاموات والاحياء جاز ويصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة.

وفي الطحطاوي على المراقي (صـ۳۳۹): ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع ...... واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن.

وفي الشامية (۲/۵۷): ولايصح الاستئجار على القرأة واهدائها الى الميت ......وقد قال العلماء ان القارى اذا قرأ لاجل المال فلاثواب له فاى شئ يهديه الى الميت.

وفي الشامية (۲/۵۶): ان القرآن بالاجرة لايستحق الثواب لاللميت ولاللقارى وقال العيني في شرح الهداية ويمنع القارى للدنيا والآخذ والمعطى آثمان ....والحاصل ان ماشاع في زماننا من قرأة الاجزاء بالاجر لايجوز.

وفي الشامية (۲/۲۴۰): ويكره اتخاذ الطعام في اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع واتخاذ الدعوة بالقرأة ...... وقال هذه الافعال كلها للسمعة والرياء فيحترز عنها لانهم لايريدون به وجه الله تعالى.

(۱۵۹) جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا اور حیلہ اسقاط کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جنازہ سے پہلے قرآن لے جانا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح ہمارے یہاں جنازے کے گرد چند افراد مولوی صاحب کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں اور قرآن مجید کے نیچے کچھ رقم رکھتے ہیں پھر اس کو گھمایا

جا تا ہے۔ بعدازاں اس رقم کو وہ لوگ آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔ اس عمل کو حیلہ اسقاط کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ بات تو مسلم ہے کہ قرآن مجید ایک مبارک کتاب ہے اس کا اپنے پاس رکھنا موجب برکت وثواب ہے اور شریعت مطہرہ میں مسلمان ہر معاملے میں قرآن وسنت کا پابند ہے۔ کسی بھی معاملے میں اپنی طرف سے بنایا ہوا بے اصل فعل شریعت میں قابل قبول نہیں اور نہ ہی شریعت ایسے کاموں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے بلکہ شریعت نے ایسے کاموں کو ضلالت اور گمراہی سے تعبیر کیا ہے۔

اب صورت مسئولہ میں ذکر کردہ دونوں صورتیں قرآن مجید جنازے کے ساتھ لے جانا اور حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ نہ تو حضور ﷺ سے ثابت ہے اور نہ صحابہ کرام سے اور نہ ہی سلف صالحین میں سے کسی سے حالانکہ صحابہ کرام اور سلف صالحین دین اور خیر کے معاملے میں بڑے ہی حریص تھے اگر ان کاموں میں ذرا بھی خیر کا پہلو ہوتا تو یہ حضرات ضرور ان کاموں کو کرتے لہٰذا یہ طریقہ من گھڑت اور بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافی قوله تعالی (النحل: ۱۱۶): ولاتقولوا لماتصف السنتکم الکذب هذا حلال وهذا حرام الایة

وفی مختصر تفسیر ابن کثیر (۲/ ۳۵۰) تحت هذه الآیة: ویدخل فی هذا کل من ابتدع بدعة لیس له فیها مستند شرعی.

وفی المشکوة (ص۲۷):عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

قال الملاعلی القاری تحت هذا فی المرقات (۱/ ۲۱۵): قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سند ظاهر وخفی ملفوظ اومستند فهو مردود علیه ......

...... وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۶۰) حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیلہ اسقاط کا مروجہ طریقہ درست ہے یا نہیں؟ ہمارے علاقے میں اس طرح ہوتا ہے کہ نماز جنازہ ادا کرنے کے بعد بعض لوگ گول دائرہ بنا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ اہل میت قرآن مجید، صابن اور کچھ پیسے لیکر آتے ہیں اور یہ لوگ آپس میں اس کی بخشش کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ میت کی نمازوں اور روزوں اور دیگر اعمال کے کفارہ ادا کرنے کا ذکر کرتے ہیں ایسا کرنے کے بعد دو تین آدمی اٹھ کر ان چیزوں کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں جبکہ یہ لوگ اس کے جواز کے لئے کچھ کتب کا حوالہ بھی پیش کرتے ہیں۔ براہ

کرم آپ ہماری راہنمائی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ ناجائز ہے۔رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متقدمین کی کتب میں تو اس کا ثبوت بھی نہیں ملتا البتہ متأخرین نے ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتوی دیا ہے اور متاخرین نے جس حیلے کے جواز کا قول کیا ہے مروجہ حیلہ اس سے قطعاً مختلف ہے۔کیونکہ متاخرین کی عام کتب میں جو حیلہ درج ہے وہ یہ ہے اگر کوئی شخص مرجائے اور اس کے ذمے کچھ نمازیں اور روزے ہوں اور اس کے ترکہ کے ثلث مال سے ان نمازوں اور روزوں کا فدیہ ادا نہ ہوسکتا ہو یا پھر میت نے وصیت نہیں کی اور ولی بطور تبرع کے ایسا کرنا چاہے تو اس وقت اس حیلہ کی گنجائش ہے۔جس کا طریقہ یہ ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم کا مالک بنائے وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو وہ جنس واپس ہدیہ دے دے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے اسی طرح متعدد بار کیا جائے یہانتک کہ میت کے روزوں اور نمازوں کے بقدر ہوجائے تو امید ہے کہ اللہ تعالی اس کو قبول فرماکر اس بندے کے حق میں درگزر کا معاملہ فرمائیں گے۔اب اس کے مقابلے میں مروجہ حیلہ قطعاً اس سے مختلف ہے کیونکہ..........

۱۔ مروجہ حیلہ میں وصیت اور عدم وصیت کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔

۲۔ یہ حیلہ میت کی غربت کی وجہ سے نہیں کیا جاتا کہ میت غریب تھا اور اس کے ترکہ کا ثلث مال فدیہ کے لئے کافی نہیں بلکہ امیر وغریب ہر شخص کا کیا جاتا ہے یہانتک کہ میت کے ذمے نماز یا روزوں کی قضا لازم ہو یا نہ ہو ہر صورت میں کیا جاتا ہے۔

۳۔ یہ حیلہ فدیہ کی مقدار کے مطابق نہیں بلکہ امیر وغریب کے اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ امیر کے مرنے پر رقم زیادہ ورنہ کم ہوتی ہے۔

۴۔ حیلے کے وقت حیلے کے لئے بیٹھنے والے فقیر اور صدقے کے مستحق نہیں ہوتے بلکہ ہر شخص کو بیٹھنے کی اجازت ہوتی ہے۔

۵۔ اگر بالفرض حیلے کے لئے بیٹھنے والے سب کے سب فقیر بھی ہوں تو یہاں کسی شخص کو مالک نہیں بنایا جاتا بلکہ صرف ملکیت کا ایک ڈھونگ رچایا جاتا ہے۔

۶۔اگر بالفرض تملیک کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو مالک بنایا جانے والا اصل مالک کو واپس نہیں کرتا اور نہ ہی تیسرا شخص واپس کرتا ہے بلکہ اسے صرف آگے چلایا جاتا ہے۔

۷۔ اگر بالفرض اس کو حیلہ تسلیم بھی کرلیں تو فدیہ کی مقدار کے بقدر نہیں ہوتا بلکہ ایک یا دو دفعہ گھمانے کے بعد تقسیم کرلیا جاتا ہے۔

۸۔ اس میں قرآن مجید لانے اور گھمانے کی قطعاً ضرورت نہیں بلکہ صابن اور دوسری چیزوں کے ساتھ ملاکر کلام مقدس کو اس طرح گھمانا بے ادبی ہے جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

۹۔ اگر واقعتاً کسی شخص کے حیلے کی ضرورت ہی پڑگئی تو کیا ضروری ہے کہ جنازے کے فوراً بعد سارے لوگوں کے سامنے اس حیلہ کو کیا جائے تاکہ سب لوگ دیکھیں کہ زندگی میں اس نے نمازیں نہیں پڑھیں اور روزے نہیں رکھے حالانکہ یہ گناہ کا اظہار ہے جس سے شریعت نے منع کیا ہے۔

۱۰۔ اورسب سے بڑھ کر یہ سستی مغفرت (حیلہ) لوگوں میں غفلت اور سستی پیدا کرنے کے مترادف ہے کیونکہ اس کو دیکھ کر عام تأثر یہی ہوتا ہے کہ زندگی میں احکام شریعت کے اتباع کی ضرورت نہیں ہے بس مرنے کے بعد کچھ رقم حیلے میں لگادیں گے اور ہماری بھی بخشش ہوجائے گی۔

ان وجوہ کی بناء پر مروجہ حیلہ کتب شرعیہ میں موجود حیلے سے قطعاً مختلف اور ناجائز ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

لمافی الهندية (۱/۱۲۵): اذا مات الرجل وعليه صلوات فائتة فاوصى بان تعطى كفارة صلواته يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر وللوتر نصف صاع وبصوم يوم نصف صاع من ثلث ماله وان لم يترك مالايستقرض ورثته نصف صاع ويدفع الى مسكين ثم يتصدق المسكين على بعض ورثته ثم يتصدق ثم وثم حتى يتم لكل صلاته.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۷۳): ولومات وعليه صلوات فائتة واوصى بالكفارة يعطى لكل صلاة نصف صاع من بر كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم وانمايعطى من ثلث ماله ولولم يترك مالايستقرض وارثه نصف صاع مثلا ويدفعه لفقير ثم يدفعه الفقير للوارث ثم وثم حتى يتم.

وفي الشامية: "ولولم يترك مالا" اى اصلا او كان مااوصى لايفئ وزاد في الامداد اولم يوص بشئ واراد الولئ التبرع واشار بالتبرع الى ان ذلك ليس بواجب على الولى. (قوله ويستقرض نصف صاع مثلاالخ) اى اوقيمة ذلك ....فيستقرضها قيمتها ويدفعها للفقير ثم يستوهبها منه ويتسلمها منه لتتم الهبة ثم يدفعها لذلك الفقير اولفقير آخر.

(۱۶۱) کیا سبز عمامہ سنت ہے؟ بادشاہی مسجد کے عمامے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا سبز عمامہ سنت ہے؟ آج کل ایک طبقہ سبز عمامہ کو لازم قرار دیتا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ یہ حضور ﷺ سے ثابت ہے۔ نیز وہ کہتے ہیں کہ بادشاہی مسجد میں جو سبز عمامہ ہے وہ نبی اکرم ﷺ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا سبز عمامے کی شریعت وسنت میں کوئی اصل ہے؟ عمامہ میں کون سا رنگ سنت ہے اور حضور اکرم ﷺ کو کون سا رنگ پسند تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......احادیث وآثار میں کہیں سبز عمامے کا ثبوت نہیں ملتا۔ علامہ سیوطی اور بعض دوسرے حضرات کی تصریح کے مطابق اس کی ابتدا ۷۷۳ھ میں ایک بادشاہ شعبان بن حسین نے کروائی۔ اس تصریح کے بعد اس کو سنت کہنا یا سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

آج کل جہاں کہیں ایسی اشیاء موجود ہیں جن کو آپ ﷺ یا صحابہ کرام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ان کی کوئی سند موجود نہیں اور جو سند کسی درجے میں بیان کی جاتی ہے وہ قابل اعتبار نہیں لہٰذا ایسی چیزوں کی نہ تو نفی کی جاسکتی ہے اور نہ ہی اثبات کیا جاسکتا ہے البتہ

علامہ سیوطیؒ وغیرہ کی تصریح کی بناء پر سوال میں ذکر کردہ نسبت کا ضعف زیادہ راجح معلوم ہوتا ہے۔

آپ ﷺ کو سفید رنگ سب سے زیادہ محبوب تھا اور بعض مواقع پر سیاہ عمامہ بھی ثابت ہے لہٰذا اگر کسی کے دل میں احیائے سنت کی تڑپ ہو، اپنی علیحدہ پہچان بنانے کا داعیہ اور ہٹ دھرمی دل میں نہ ہو تو وہ سنت کی اتباع میں سفید اور سیاہ عمامہ استعمال کرے۔

لـمـافـی المشکوة (صـ۳۷۴): عن سمرة ان النبی ﷺ قـال البسوا الثیاب البیض فانها اطهر واطیب وکفنوا فیها موتاکم.

وفی السنن للنسائی (۲/۲۵۵): عن جابر ان رسول الله ا دخل یوم فتح مکة وعلیه عمامة سوداء.

وهکذا فی مسند احمد بن حنبل (۴/۳۳۶) وفی ابن ماجة (صـ۱۵۶)

وفـی الـحـاوی لـلفتاوی (۲/۳۳): هل یلبسون العلامة الخضراء والجواب ان هذه العلامة لیس لها اصـل فـی الشـرع ولافـی السـنة ولاکـانـت فـی الـزمـن القدیم وانما حدثت فی سنة ثلاث وسبعین وسبعمائة بامر الملک الاشرف شعبان بن حسین وقال فی ذلک جماعة من الشعراء مایطول ذکره من ذلک قول ابی عبدبن جابر الاندلسی الاعمی صاحب الالفیة المشهور بالاعمی والبصیر ؎

جـعـلـوا لابـنـاء الـرسـول عـلامـة ان الـعـلامـة شـان مـن لـم یشتهـر
نـور الـنـبـوة فـی وسیم وجوههم یـغـنـی الشـریف عـن الـطـراز الاخضر

(۱۶۲) بارہ ربیع الاوّل کے دن پکے ہوئے کھانے کو کھانا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ایسا کھانا کھانا جائز ہے جو کہ بارہ ربیع الاوّل کے دن پکایا جائے؟ ایسے کھانے کو نذر میں شمار کیا جائے گا یا بدعت میں جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... وہ کھانا جو کہ بارہ ربیع الاوّل کے دن بنایا جاتا ہے اگر غیر اللہ کے نام پر پکایا گیا ہو تو وہ قطعی طور پر حرام ہے اس کا کھانا جائز نہیں کیونکہ یہ غیر اللہ کی نذر ماننا ہے اور غیر اللہ کی نذر ماننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور یہ اللہ رب العزت کے اس ارشاد **وما اهل به لغیر الله** کے تحت آتا ہے اور اگر اس کھانے کو اللہ کے نام پر پکایا گیا اور اس کا ثواب کسی معین شخص کو بھیجا جائے جیسے شیخ عبدالقادر جیلانی یا غیر معین شخص کو ثواب پہنچائے تو یہ حلال ہے اور ایسا کھانا کھانا جائز ہے لیکن یہ سب چیزیں کسی دن کو مخصوص کر کے کرنا بدعت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے تحت داخل ہے کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز ایجاد کی جو دین کا حصہ نہیں تو وہ مردود ہے۔

لمافی قوله تعالی (المائدة: ۳): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وماأهل لغیر اللّٰہ به الایة

وفی روح المعانی (۲/۴۲): وماأهل به لغیر الله ای ماوقع متلبسا به ای بذبحه الصوت لغیر الله تعالی ....ثم قیل لرفع الصوت وان کان بغیره والمراد بغیر الله تعالی الصنم وغیره کماهو الظاهر.

وفی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد .... وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ امابعد فان خیر الھدی ھدی محمد وشر الامور محدثاتھا وکل بدعۃ ضلالۃ.

وفی الشامیۃ (۴۳۹/۲): واعلم ان النذر الذی یقع للاموات من اکثر العوام ومایؤخذ من الدراھم والشمع والزیت ونحوھا الی ضرائح الاولیاء الکرام تقربا الیھم فھو بالاجماع باطل وحرام.

(۱۶۳) قبروں کو بوسہ دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ میں اپنے دوست کے ساتھ اس کے والد کے قبر پر فاتحہ کے لئے گیا وہاں اس نے پہلے جھک کر والد کی قبر کو بوسہ دیا پھر فاتحہ پڑھی۔کیا شرعا اس طرح بوسہ دینا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قبر کو بوسہ دینا جائز نہیں ہے۔

لمافی الطحطاوی علی المراقی (ص۵۱۳): والمستحب فی زیارۃ القبور ان یقف مستقبلا وجہ المیت، وان یسلم ولایمسح القبر ولایقبلہ ولایمسہ فان ذلک من عادۃ النصاری.

وفی الھندیۃ (۳۵۱/۵): ولایمسح القبر ولایقبلہ فان ذلک من عادۃ النصاری.

(۱۶۴) قبر پر قرآن خوانی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی مرگیا، تجہیز وتکفین کے بعد اس کے بیٹے اور ورثاء قبر پر جمع ہوکر تلاوت کرنے لگے۔کیا شرعا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر میت کے بیٹے اور دوسرے ورثاء اتفاقاً قبر پر جمع ہوجائیں اور بغیر اجرت کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور ایصال ثواب کے لئے تلاوت کریں تو یہ جائز ہے اور اگر انہیں جمع کرنے کا اہتمام کیا گیا یا اس کے بعد کھانے وغیرہ کا انتظام والتزام کیا جاتا ہو تو یہ عمل ناجائز ہوگا۔

لمافی الھندیۃ (۳۵۰/۵): ولومات رجل واجلس وارثہ علی قبرہ من یقرأ الاصح انہ لایکرہ وھو قول محمد رحمہ اللہ.

وفی الدرالمختار (۲۴۵/۲): لایکرہ الدفن لیلا ولااجلاس القارئین عندالقبر وھو المختار.

وفی الشامیۃ تحتہ: (ولااجلاس الخ) عبارۃ نور الایضاح وشرحہ ولایکرہ الجلوس للقراءۃ فی

المختار لتأدية القرأة على الوجه المطلوب بالسكينة والتدبر والاتعاظ.

(۱۶۵) مصافحے کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ مصافحہ کرتے وقت اپنے ہاتھوں کو چومتے ہیں۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً ...... مصافحہ کے وقت اپنے ہاتھوں کو چومنا مکروہ ہے۔

لمافي الهندية (۳۶۹/۵): ومايفعله الجهال من تقبيل يدنفسه بلقاء صاحبه فذالك مكروه بالاجماع كذافي خزانة الفتاوى.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۳۸۳/۶): وكذامايفعله الجهال من تقبيل يدنفسه اذالقي غيره مكروه فلارخصة فيه.

وفي الشامية: (مكروه) اى تحريما ويدل عليه قوله بعد فلارخصة فيه.

(۱۶۶) ختم قرآن کے موقع پر عزیز واقارب اور بچوں کو مدعو کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص قرآن کے ختم پر اپنے عزیز واقارب کو مدعو کرتا ہے ، اسی طرح بچوں کو بھی جمع کرتا ہے تاکہ دعا میں سب شریک ہوسکیں۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً ...... عزیز واقارب وغیرہ کو ختم قرآن کے موقع پر دعا میں شریک کرنے کیلئے جمع کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

لمافي المصنف ابن ابى شيبة (۱۲۹/۶): حدثناوكيع عن مسعر عن قتادة عن انس انه كان اذا ختم جمع اهله.

وفي القرطبى (۴۰/۱): عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فى اثنتى عشرة سنة فلماختمها نحر جزورا ....ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة فى بضع عشرة سنة فلما حفظها نحر جزورا شكر لله.

لمافي الهندية (۳۱۷/۵): ويستحب له ان يجمع اهله وولده عندالختم ويدعوا لهم كذافي الينابيع.

(۱۶۷) بدعتی کی عزت واکرام کرنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام ایسے شخص کے بارے میں جو بدعتی شخص سے عقیدت ومحبت رکھتا ہو اور اس کا اعزاز

واکرام کرتا ہو یہ بات جانتے ہوئے کہ وہ اپنے غلط عقیدے اور عمل میں متشدد ہے کیا اس کیلئے ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی بھی شخص کیلئے یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ بدعتی لوگوں کا اعزاز واکرام کرے الا یہ کہ کوئی بہت ہی زیادہ ضرورت ہے کیونکہ بدعتی کی عزت وتوقیر کرنے پر وعید نازل ہوئی ہے اور محبت وعقیدت یہ تو اس کے آگے درجہ ہے لہٰذا کسی بھی حال میں بدعتی سے محبت وعقیدت رکھنا جائز نہیں ہوگا۔

لمافی المشکوة (ص ۳۱): عن ابراهيم بن ميسرة قال قال رسول الله ﷺ من وقر صاحب بدعة فقد اعان على هدم الاسلام.

وفي المرقات (۱/ ۲۵۷) تحت هذه الرواية: (من وقر صاحب بدعة) سواء كان داعيا لها ام لا قال ابن حجر كأن قام وصدره في مجلس اوخدمهٗ من غير عذر يلجئه الى ذلك.

(۱۶۸) کلمہ اور قرآنی آیات والی چادر میت پر ڈالنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رسم رائج ہے کہ لوگ میت پر ایسی چادر ڈالتے ہیں جس پر کلمہ طیبہ اور قرآن شریف کی آیات لکھی ہوتی ہیں اور یہ چادر پاؤں تک ہوتی ہے۔ کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جس چادر پر کلمہ طیبہ اور قرآن شریف کی آیات لکھی ہوں اسے میت پر ڈالنا جائز نہیں ہے لہٰذا اس سے اجتناب لازم ہے۔

لمافي الهندية (۵/ ۳۲۳): كتابة القرآن على مايفترش ويبسط مكروهة .... بساط اومصلى كتب عليه الملك لله يكره بسطه والقعود عليه واستعماله.

وفي ردالمحتار (۲/ ۲۴۶): تكره كتابة القرآن واسماء الله تعالى على الدراهم والمحاريب والجدران ومايفرش وماذاك الا لاحترامه وخشية وطئه ونحوه ممافيه اهانة فالمنع اولى.

(۱۶۹) نماز کے بعد اجتماعی طور پر درود پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں یہ طریقہ رائج ہے کہ امام نماز کے بعد بلند آواز سے آیت ان الله وملئكته يصلون على النبي الاية کی تلاوت کرتا ہے پھر سارے مقتدی ملکر اجتماعی صورت میں درود شریف پڑھتے ہیں۔ کیا اس طریقے پر درود وسلام پڑھنا قرآن وسنت سے ثابت ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اس طرح درود پڑھنا صحابہ سے لیکر اکابر اسلاف تک کسی سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس کا التزام بدعت اور قابل ترک ہے۔

لـمـافـي المشكوة (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللهﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

وفـي الـدرالـمـخـتـار مـع ردالـمـحتار (۱۱۹/۲): وسجدة الشكر مستحبة به يفتى لكنها تكره بعد الصلاة لان الجهلة يعتقدونها سنة او واجبة وكل مباح يؤدى اليه فمكروه.

وفي الشامية :- (فمكروه) الظاهر انها تحريمية لانه يدخل في الدين ماليس منه.

وفيهـا ايـضا (۲۳۵/۲): وقد صرح بعض علمائنا وغيرهم بكراهة المصافحة المعتادة عقب الصلاة مـع ان الـمـصـافـحة سنة وماذاك الالكونها لم تؤثر في خصوص هذا الموضع فالمواظبة عليها فيه تـوهم العوام بانها سنة فيه ولذا منعوا عن الاجتماع لصلاة الرغائب التي احدثها بعض المتعبدين لانها لم تؤثر على هذه الكيفية في تلك الليالي المخصوصة وان كانت الصلاة خير موضوع.

(۱۷۰) عید کے دن مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے سنا ہے کہ عید کی نماز کے بعد مصافحہ کرنا شیعوں کا شعار ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے اور شیعوں کی کن کتب سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مصافحہ شریعت میں انس ومحبت کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ ملاقات کرنے پر مصافحہ کرنا سنت ہے لیکن اپنی طرف سے مصافحہ کو بعض مواقع کے ساتھ خاص کر لینا اور ان مواقع پر اہتمام والتزام کے ساتھ مصافحہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ اس کا ترک لازم ہے جیسا کہ نماز کے بعد مصافحہ کرنا۔ علامہ شامیؒ نے اس کو شیعوں کا شعار قرار دیا ہے۔

لـمـافـي سـنـن ابی داؤد(۳۵۲/۲): عن ايوب بن بشير ......عن رجل من عنزة انه قال لابي ذر حيث سيـر مـن الشام انی اريد ان اسألک عن حديث رسول اللهﷺ .... كان رسول اللهﷺ يصافحكم اذا لقيتموه قال مالقيته قط الاصافحنی.

وفـي ردالـمـحـتـار (۳۸۱/۶): في تبيين المحارم عن الملتقط انه تكره المصافحة بعد اداء الصلاة بكل حال لان الصحابة رضی اللہ عنهم ماصافحوا بعد اداء الصلاة ولانها من سنن الروافض.

(۱۷۱) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا قرون اولیٰ سے ثبوت ملتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......بچوں کے قرآن کریم ختم ہونے پر دعوت کرنا اور مٹھائی تقسیم کرنا صحیح ہے اور قرون اولی میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

لمافی المصنف ابن ابی شیبة (۶/ ۱۲۹): حدثنا وکیع عن مسعر عن قتادة عن انس انه کان اذا ختم جمع اهله.

وفی القرطبی (۱/ ۴۰): عن نافع عن ابن عمر قال تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلماختمها نحر جزورا .... ان عمر بن الخطاب حفظ البقرة فی بضع عشرة سنة فلما حفظها نحر جزورا شکر لله.

وفی الطحطاوی علی الدر المختار (۴/ ۱۰): وانواع الولائم احدعشر نظمها بعض الفضلاء فی قوله ؎

ان الولائم عشرة مع واحد	من عدها قدعز فی اقرانه
فالخرس عند نفاسها وعقیقة	للطفل والاعذار عند ختانه
ولحفظ قرآن وآداب لقد	قالوا الحذاق لحذقه وبیانه

(۱۷۲) رمضان میں خاص سورتوں کا التزام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں رمضان کے مہینے میں ۲۳ویں رات کو سارے محلے والے مسجد میں جمع ہوتے ہیں اور اپنے ساتھ چینی بھی لاتے ہیں۔تراویح کے بعد امام مسجد سورة العنکبوت،سورة الروم اور بعض دوسری سورتیں پڑھ کر چینی پر دم کرتا ہے۔اس کے بعد یہ چینی لوگ گھروں میں لے جاتے ہیں اور اس کو کھایا جاتا ہے اور اس دن سے امام صاحب کے لئے رقم جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں۔اور یہ جمع شدہ رقم امام صاحب کو دے دیتے ہیں۔ہر سال اس دن لازمی طور پر یہ عمل کیا جاتا ہے۔آیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......قرآن مجید کا پڑھنا،پڑھانا،سننا،سنانا باعث ثواب بلکہ عین مامور بہ ہے۔خاص طور پر رمضان المبارک میں لیکن اس میں وہی طریقہ قابل اعتبار ہوگا جو قرآن وسنت اور خیر القرون سے ثابت ہو ورنہ بجائے ثواب کے گناہ کا سبب ہوگا اور جس چیز کو شریعت نے متعین نہیں کیا اس کی اپنی طرف سے تعیین،التزام اور اہتمام صحیح نہیں ہے لہٰذا مذکورہ مروجہ طریقہ درست نہیں۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی المرقات (۱/ ۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای و کان من

صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۷۳) فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقوں میں صبح اور عصر کی نماز کے بعد جب امام صاحب سلام پھیرتے ہیں تو دعا کے بعد کئی آدمی آپس میں مصافحہ کرتے ہیں ان میں سے کئی ایک اس کو مسنون سمجھتے ہیں جبکہ بعض مسنون تو نہیں سمجھتے لیکن نہ کرنے والوں کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ نماز کے بعد اس طرح مصافحہ کرنا اور اسے مسنون یا مستحب سمجھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بوقت ملاقات مصافحہ کرنا امر مستحسن بلکہ مسنون ہے لیکن اوقات کی تخصیص کرنا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے اور اسے مسنون سمجھنا یا نہ کرنے والوں کو اچھا نہ سمجھنا قطعاً صحیح نہیں ہے جو لوگ اس کا ارتکاب کررہے ہیں وہ ایک بدعت کے مرتکب ہورہے ہیں انہیں چاہئے کہ اس پر توبہ کرکے آئندہ کے لئے اس سے اجتناب کریں۔

لمافی المرقات (۹/۷۴): قال العلامة ملاعلی القاری بعد البحث ....ان عمل الناس فی الوقتین المذکورین لیس علی وجه الاستحباب المشروع فان محل المصافحة المشروعة اول الملاقات وقد یکون جماعة یتلاقون من غیر مصافحة .... ثم اذا صلوا یتصافحون فاین هذا من السنة المشروعة ولهذا صرح بعض علمائنا بانها مکروهة حینئذ وانها من البدع المذمومة.

وفی ردالمحتار (۲/۲۳۵): **وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاک الالکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بانها سنة فیه.**

(۱۷۴) فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نمازوں کے بعد لوگ پیشانیوں پر ہاتھ رکھتے ہیں اس کا ثبوت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت ہے تو اس میں کیا پڑھا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... فرض نمازوں کے بعد سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں پڑھنا احادیث سے ثابت ہے اور مشائخ کا معمول بھی رہا جس میں مختلف اوراد پڑھے جاتے ہیں۔ مثلاً بِسْمِ اللهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّیَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ.

لمافی کنز العمال (۷/۵۳): [۱۷۹۱۵] کان اذا صلی مسح بیده الیمنی علی رأسه ویقول بسم الله الذی لااله غیره الرحمن الرحیم، اللهم اذهب عنی الهم والحزن (خط عن انس).

(۱۷۵) میت کے گھر سے ہر جمعرات یا چالیس روز تک کھانا بھیجنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی آدمی مرجاتا ہے تو اس کے ورثاء چالیس دن تک مسجد میں کھانا بھیجتے ہیں کیا مؤذن وخادم کیلئے یہ کھانا کھانا جائز ہے؟ اسی طرح جمعرات کو بھی بھیجتے ہیں تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......اہل میت کا میت کیلئے ایصال ثواب کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ دنوں کی تعیین کئے بغیر کوئی کار خیر کرکے (مثلاً کھانا کھلانا فقراء مساکین کو یا ان کو صدقہ وخیرات دینا) اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے کہ اس عمل کا ثواب میت کی روح کو پہنچا دیا جائے۔ اپنی طرف سے چالیس دن اور ہر جمعرات کی تعیین کو ثواب اور اس میں کھانا پکا کر مؤذن وخادم کو ہی بھیجنا لازم سمجھتے ہوئے اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہٰذا یہ بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے اور مؤذن وخادم کو ایسے کھانے سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی القرآن الکریم(سورة الحشر:۷): وما اتاکم الرسول فخذوه ومانهاکم عنه فانتهوا.

(سورة الاحزاب:۲۱): لقد کان لکم فی رسول الله اسوة حسنة لمن کان یرجو الله والیوم الأخر وذکر الله کثیرا.

وفی الصحیح البخاری(۲/۱۰۸۰): حدثنا ادم بن ابی ایاس.......... قال عبدالله بن مسعود ان احسن الحدیث کتاب الله واحسن الهدی هدی محمد صلی الله علیه وسلم وشر الامور محدثاتها وان ماتوعدون لأت وما انتم بمعجزین.

وفی المصنف لابن ابی شیبة(۷/۲۴۰): حدثنا وکیع عن مالک بن مغول عن طلحة قال: قدم جریر علی عمر فقال: هل یناح قبلکم علی المیت قال لا قال فهل تجتمع النساء عندکم علی المیت ویطعم الطعام؟ قال: نعم قال تلک النیاحة.

وفی سنن ابن ماجة(ص۱۱۶): حدثنا محمد بن یحی ...... عن جریر بن عبدالله قال کنا نری الاجتماع الی اهل المیت وصنعة الطعام من النیاحة.

وفی الحاشیة واما صنعة الطعام من اهل المیت اذا کان للفقراء فلا بأس به لان النبی ﷺ قبل دعوة المرأة التی مات زوجها کمافی سنن ابی داؤد واما اذا کان للاغنیاء والاضیاف فممنوع ومکروه ...... ای نعدوزره کوزر النوح.

وفی الشامیة (۲/۲۴۰): وقال ایضا: ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل البیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة وروی الامام احمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبدالله قال "کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة". وفی البزازیة:

ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول وفیه نظر والثالث وبعد الاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم، واتخاذ الدعوة لقراءة القران وجمع الصلحاء والقراء للختم او لقراءة سورة الانعام او الاخلاص...... وقال: وهذه الافعال کلها للسمعة والریاء فیحترز عنها لانهم لایریدون بها وجه الله تعالیٰ.

وفی مالا بدمنه (صـ ۱۶۱): جناب قاضی محمد ثناء الله صاحب قدس سره وصیت کرده است: وبعد مردن من رسوم دنیوی مثل دهم وبستم وچهلم وششماهی وبرسینی هیچ نکنند که رسول الله ﷺ زیاده ازسه روز ماتم کردن جائز نداشة اند.

(۱۷۶) آیت کریمہ کا ختم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں رواج ہے کہ جب کسی پر مصیبت نازل ہوتو سوالاکھ مرتبہ آیت کریمہ لَا اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ کا ورد کیا جاتا ہے۔اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ آیت کریمہ یقیناً مبارک اور دفع بلایا ومصائب کے لئے مجرب ہے البتہ یہ طریقہ اور مخصوص تعداد شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں ہے صرف بزرگوں کا مجرب عمل ہے۔

لقوله تعالیٰ (الانبیاء: ۸۷): فنادیٰ فی الظلمٰت ان لآاله الاانت سبحانک ق انی کنت من الظالمینo فاستجبنا له لا ونجیناه من الغم ط وکذلک ننجی المؤمنین o

وفی تفسیر ابن کثیر (۱۸۳/۳): وکذلک ننجی المؤمنین ای اذا کانوا فی الشدائد ودعونا منیبین الینا ولاسیما اذا دعوا بهذا الدعا فی حال البلاء فقد جاء الترغیب فی الدعاء به عن سید الانبیاء ....عن سعدقال قال رسول الله ﷺ من دعا بدعاء یونس استجیب له ....سعد بن أبی وقاص یقول سمعت رسول الله ﷺ اسم الله الذی اذادعی به اجاب واذا سئل به اعطی دعوة یونس بن متی قال قلت یا رسول الله هی لیونس خاصة ام لجماعة المسلمین قال هی لیونس بن متی خاصة ولجماعة المؤمنین عامة اذادعوابها.

(۱۷۷) آپ علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور مروجہ میلاد

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت کس ماہ میں ہوئی اور کس تاریخ کو ہوئی اور آج کل میلاد النبی کا منانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو میلاد منانے والوں کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں ہوئی البتہ تاریخ میں اختلاف کی بناء پر مختلف اقوال نقل کئے گئے جن میں زیادہ راجح آٹھ (۸) ربیع الاول ہے۔

نیز مروجہ میلاد کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں ملتا لہٰذا یہ بدعت قبیحہ ہے جس کا ترک لازم ہے اور جانتے بوجھتے بدعت کا ارتکاب کرنے والا فاسق ضرور ہے۔

لمافي المشكوة (صـ ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفی فیض الباری (۳۱۹/۲): واعلم ان القيام عند ذكر ميلاد النبی ﷺ لااصل له فی الشرع واحدثه ملک الاربل کمافی تاریخ ابن خلکان انه کان یعقد له مجالس ویصرف علیها اموالا.

وعلى هامشه يقول العلامة محمد بدرعالم الميرتهي : يقول العبد الضعيف: ولاينبغي ان يشک ان الميلاد المروج بين اظهرنا حرام قطعا فانه يشتمل على المحرمات الكثيرة والمعاصی الظاهرة والباطنة من اضاعة المال وقرأة الروايات الموضوعة التی لااصل لها فی الدين .... فتلک المجالس كلها مجالس البدع فاحذروها وعليكم بسنة نبيكم فانها العروة الوثقىٰ لاانفصام لها.

وفی السيرة النبوية لابن كثير (۱۹۸/۱): ولد صلوات الله عليهم وسلامه يوم الاثنين ....ثم الجمهور على ان ذلک كان فی شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتا منه قاله ابن عبدالبر فی الاستيعاب ورواه الواقدی عن ابی معشر نجيح بن عبد الرحمن المدنی وقيل لثمان خلون منه حكاه الحميدی عن ابن حزم ورواه مالک وعقيل ويونس بن يزيد وغيرهم عن الزهری عن محمد بن جبير بن مطعم. ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسىٰ الخوارزمی ورجحه ابو الخطاب بن دحية .....وقيل لعشر خلون منه نقله ابن دحية .... وقيل لثنتی عشر خلت منه نص عليه ابن اسحاق.......... وهذا هو المشهور عند الجمهور.

وهكذا فی البداية والنهاية (۲۴۲/۲)

(۱۷۸) دس محرم کے مروجہ افعال

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ دس محرم کو کھچڑہ پکانا، سرمہ لگانا، نیا کپڑا پہننا یہ سب سنت ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ کھچڑہ اس وجہ سے سنت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جودی پہاڑ پر دس محرم کو پہنچی تھی اور آپ نے اتر کر کھچڑہ پکایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ تمام افعال فی نفسہ جائز ہیں لیکن انہیں دس محرم کے ساتھ خاص کرنا اور سنت سمجھ کر کرنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز

نہیں۔روایات سے دس محرم کا روزہ تو ثابت ہے لیکن یہ افعال ثابت نہیں لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

نیز یہ کہنا کہ نوح علیہ السلام نے جودی پہاڑ پر پہنچنے کے بعد دس محرم کو کھچڑہ پکایا تھا اس کی کوئی اصل موجود نہیں بلکہ روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح اور ان کے متبعین نے شکرانے کے طور پر اس دن روزہ رکھا تھا۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۹/ ۴۱): واستوت علی الجودی وقیل بعداللقوم الظالمین ای هلاکا لهم الجودی جبل بقرب الموصل. استوت علیه فی العاشر من المحرم یوم عاشوراء فصامه نوح وامر جمیع من معه من الناس والوحش والطیر والدواب وغیرها فصاموہ شکراً للہ تعالیٰ.

وفی المشکوة (ص۱۷۸): وعن ابن عباس قال حین صام رسول الله ﷺ عاشوراء وامر بصیامه قالوا یارسول الله انه یوم یعظمه الیهود والنصاریٰ فقال رسول الله ﷺ لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع.

وفی شمائل الترمذی ص ۴:- عن ابن عباس ؓ ان النبی ﷺ قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلو البصر وینبت الشعر وزعم ان النبی ﷺ کانت له مکحلة یکتحل منها کل لیلة.

(۱۷۹) قبروں پر چادریں چڑھانا اور قبروں کی مٹی کھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیروں کی قبروں پر چادریں اور پھول چڑھاتے ہیں، قبر کی مٹی خود کھاتے ہیں اور دوسروں کو بھی کھلاتے ہیں تاکہ بیماریوں سے شفا حاصل ہو۔ نیز دس محرم کو خصوصی طور پر شربت پیتے اور پلاتے ہیں۔ شرعاً ان سب امور کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں پیروں کی قبروں پر یا کسی اور قبر پر چادریں یا پھول وغیرہ چڑھانا جائز نہیں اسی طرح قبر کی مٹی اس نیت سے کھانا کہ اس میں اس صاحب قبر کی وجہ سے شفا ملے جائز نہیں بلکہ شرک ہے جو گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ نیز دس محرم کو شربت پلانا اور پینا غیر اللہ کی نذر کے طور پر ہوتا ہے یا پھر تشبہ بالروافض کے طور پر ہوتا ہے۔ دونوں صورتوں میں یہ عمل ناجائز ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ (الشعراء: ۸۰): واذامرضت فهویشفین ٥

وفی تفسیر روح البیان (۶/ ۲۸۴): واذامرضت فهو یشفین یبرئنی من المرض ویعطی الشفاء لاالاطباء وذلک انهم کانوا یقولون المرض من الزمان ومن الاغذیة والشفاء من الاطباء والادویة فاعلم ابراهیم ان الذی امرض هوالذی یشفی وهوالله تعالیٰ.

وقوله تعالیٰ (المائدة: ۳): حرمت علیکم المیتة والدم ولحم الخنزیر وما اهل لغیر الله به الایة.

وفی عمدة القاری (۳/ ۱۲۱): وکذالک مایفعله اکثرالناس من وضع مافیه رطوبة من الریاحین والبقول ونحوهما علی القبور لیس بشئ.

وفی المرقات (۱/۱۵۳): وقد انکر الخطابی مایفعله الناس علی القبور من الاخواص ونحوها بهذا الحدیث وقال لااصل له.

وفی الهندیة (۵/۳۴۱): الطین الذی یحمل من مکة ویسمی طین حمزة هل الکراهة فیه کالکراهة فی اکل الطین علی ماجاء فی الحدیث .... الکراهة فی الجمیع متحدة.

(۱۸۰) ختم بخاری شریف اور مروجہ عرس میں فرق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقریب ختم بخاری شریف کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟ اگر یہ جائز ہے تو کیا وجہ ہے کہ عرس ناجائز ہے؟ دونوں میں کیا فرق ہے جس کی وجہ سے ایک کو جائز اور دوسرے کو ناجائز کہا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ختم بخاری شریف علماء کے ہاں نہ تو واجب ہے اور نہ ہی فرض بلکہ لزوم کے اعتقاد کے بغیر بخاری شریف کی آخری حدیث کے موقع پر اجتماع منعقد کیا جاتا ہے جس میں علماء وطلباء کے علاوہ عوام بھی شرکت کرتے ہیں۔ مشائخ بیانات کرتے ہیں اور آخر میں دعا سے یہ اجتماع ختم ہوجاتا ہے اور اس اجتماع کی بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ تجربہ شاہد ہے کہ ختم بخاری پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے کہ اس تقریب سعید میں شامل ہوجائے۔

اس کے برخلاف عرس میں منکرات وفواحش کا ایک ہجوم برپا ہوتا ہے کیونکہ عموماً عرسوں میں مردوزن کا بے جا اختلاط پایا جاتا ہے بلکہ بعض دفعہ نوبت بدکاری تک پہنچ جاتی ہے۔ گانا بجانا اور موسیقی عرس کا جزو لازم سمجھی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ قبور کے ساتھ عقیدت کی وجہ سے جو کام کئے جاتے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

لہٰذا ان تمام وجوہات کی بناء پر عرس اور ختم بخاری شریف کی تقریب میں فرق ہے کہ ختم بخاری شریف جائز اور مروجہ عرس ناجائز ہے۔ **واللہ اعلم بالصواب**

(۱۸۱) عرس میں شرکت کے لئے نئے پہننے والے کپڑے کو احرام کہنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ بزرگوں کے عرس میں شرکت کرنے کے لئے خاص قسم کا جوڑا پہن کر جاتے ہیں اور اس جوڑے کو احرام کہتے ہیں۔ ایسا سمجھنا اور کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اس طرح کرنا اور کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ بدعت ہے اور لفظ احرام جو بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاتے وقت پہننے والے کپڑوں پر بولا جاتا ہے اسے ایسی جگہ جاتے وقت پہننے والے کپڑوں پر بولنا جہاں دنیا بھر کی خرافات ہوتی ہیں قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفی المرقات (۱/۲۱۵) تحت هذه الروایة: قال القاضی المعنی من احدث فی الاسلام رأیا لم یکن له من الکتاب والسنة سندظاهر اوخفی ملفوظ اومستنبط فهومردود علیه.

(۱۸۲) عاشورہ کی رسومات اور بدعات

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محرم الحرام کے پہلے عشرے میں وعظ ونصیحت کی مجالس کا انعقاد ختم قرآن اور حضرت حسینؓ کا ذکرِ شہادت بنیت ثواب اور اس کو ثواب پہنچانا کیا شریعت مطہرہ سے یہ چیزیں ثابت ہیں یا نہیں؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......مذکورہ چیزوں کی شریعت مطہرہ میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ ساری چیزیں روافض کی گھڑی ہوئی ہیں کیونکہ دس محرم کا اور ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا روزہ رکھنا مشروع ہے۔پس روزے کے ماسوا دس محرم میں دیگر چیزیں ممنوع اور بدعت کے زمرے میں شامل ہیں۔نیز یہ روافض کے ساتھ تشبہ کی بنا پر بھی ناجائز ہے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفیها ایضا (صـ۱۷۸): عن ابن عباس قال مارأیت النبی ﷺ یتحری صیام یوم فضله علی غیره الاهذا الیوم یوم عاشوراء وهذا الشهر ....وعنه قال حین صام رسول اللہ ﷺ عاشوراء وامر بصیامه قالوا یارسول اللہ انه یوم یعظمه الیهود والنصاری فقال رسول اللہ ﷺ لئن بقیت الی قابل لاصومن التاسع.

وفی ردالمحتار (۲/۴۱۸): وتعقبه ابن العز بانه لم یصح عنها فی یوم عاشوراء غیر صومه وانماالروافض لماابتدعوا اقامة المأتم واظهار الحزن یوم عاشوراء..........ابتدع جهلة اهل السنة اظهار السرور واتخاذ الحبوب.

(۱۸۳) ”الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ“ کہنے کا حکم

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہنا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ کلمات حاضر وناظر کے عقیدے کے بغیر کہے جائیں تو اس میں کچھ حرج نہیں البتہ آج کل مروجہ طریقہ التزام کی وجہ سے ناجائز اور بدعت میں شامل ہوگا۔اور اگر حاضر وناظر کے عقیدے کے ساتھ کہے جائیں تو شرک ہے۔

لمافی الصحيح للبخاری (۹۲۶/۲): حدثناابونعيم ......ابن مسعود يقول علمنی النبی ﷺ وكفی بين كفيه التشهد ......التحيات لله والصلوات والطيبات السلام عليك ايها النبی ورحمة الله .... فلما قبض قلنا السلام علی يعنی النبيا.

وفی عمدة القاری (۱۱۱/۶): فان قلت ماالحكمة فی العدول عن الغيبة الی الخطاب فی قوله علیك ايهاالنبی مع ان لفظ الغيبة هوالذی يقتضيه السياق ......قلت اجاب الطيبی بمامحصله نحن نتبع لفظ الرسول بعينه الذی علمه للصحابة ويحتمل ان يقال علی طريقة اهل العرفان ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت بالتحيات اذن لهم بالدخول فی حريم الحی الذی لايموت فقرت اعينهم بالمناجات فنبهوا علی ان ذلك بواسطة نبی الرحمة وبركة متتابعة فاذا التفتوا فاذا الحبيب فی حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه قائلين السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته.

وفی المشكوة (صـ۸۶): عن ابی هريرة ص قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتجعلوابيوتكم قبورا .... وصلواعلی فان صلاتكم تبلغنی حيث كنتم.

وعن ابن مسعود قال قال رسول الله ﷺ ان لله ملائكة سياحين فی الارض يبلغونی من امتی السلام.

وفيهاايضا (صـ۸۷): عن ابی هريرة قال سمعت رسول الله ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائياابلغته.

(۱۸۴) محفل میلاد کا مروجہ طریقہ اور اس کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محفل میلاد منعقد کرنا اور اس میں شرکت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا حضور ﷺ محفل میلاد میں تشریف لاتے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......مروجہ میلاد کا انعقاد، اس میں شرکت کرنا یہ بدعات کے پرچار کے مترادف ہے کیونکہ یہ طریقہ سلف صالحین سے ثابت نہیں ہے۔نیز حضور ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ محفل میلاد میں حاضر ہوتے ہیں شرک ہے جس سے توبہ اور آئندہ ایسے کلمات سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۷

(۱۸۵) جنازہ کے آگے قرآن مجید لیکر چلنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں ایک رسم یہ ہے کہ جنازہ سے آگے آگے قرآن مجید لیکر جاتے ہیں۔ کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جنازے سے آگے قرآن مجید لیکر جانا خیر القرون سے کہیں بھی ثابت نہیں اور کسی غیر ثابت کام پر التزام کرنا ہی بدعت کہلاتا ہے لہٰذا یہ کام بھی بدعت میں شامل سمجھا جائے گا جس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافي المشكوة (صـ۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرناهذا ماليس منه فهو رد .... وعن جابر ص قال قال رسول الله ﷺ امابعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

وفيها ايضا(صـ۲۸): عن ابي هريرة ص قال قال رسول الله ﷺ يكون في آخر الزمان دجالون كذابون يأتونكم من الاحاديث بما لم تسمعوا انتم ولا آباء كم فاياكم واياهم لايضلونكم ولا يفتنونكم.

(۱۸۶) قرآنی آیات اور حضور ﷺ کے ناموں کے کتبوں کو چومنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مساجد میں قرآنی آیات اور نبی کریم ﷺ کے ناموں کے کتبے لگے ہوتے ہیں بعض لوگ ان پر ہاتھ لگا کر چومتے ہیں کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اس طرح کے کتبوں کو تعظیم کی بنا پر چومنا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے البتہ التزام سے پرہیز کریں کہ کہیں اس سے فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔

لمافي الدر المختار (۳۸۴/۶): وفي القنية في باب مايتعلق بالمقابر تقبيل المصحف قيل بدعة لكن روى عن عمر رضي الله عنه انه كان يأخذ المصحف كل غداة ويقبله ويقول: عهد ربي ومنشور ربي عزوجل وكان عثمان رضي الله عنه يقبل المصحف ويمسحه على وجهه.

(۱۸۷) ایصال ثواب کا مروجہ طریقہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کے رشتہ دار طلباء کو بلا کر لاتے ہیں جو قرآن ختم کرتے ہیں پھر انہیں پیسے یا کپڑے وغیرہ دیئے جاتے ہیں۔ اگر کوئی نہ دے تو پھر ختم کے لئے کوئی تیار نہیں ہوتا۔ تو کیا اس طرح کرنا شرعاً جائز ہے اور اس طرح مردے کو ثواب پہنچتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں اس طرح کی تقریبات میں شامل ہونے کی نیت عموماً کھانے اور پیسوں کی ہوتی ہے جس کا قرینہ یہ ہے کہ اگر پہلے سے معلوم ہوجائے کہ کھانے کو کچھ نہ ملے گا تو کوئی وہاں جانے کے لئے تیار نہیں ہوتا جیسا کہ خود سائل نے بھی ذکر کیا ہے۔ایسی نیت کے ساتھ پڑھنے والے کو ہی ثواب نہیں ملتا چہ جائیکہ وہ مردے کے لئے ایصال ثواب کرے اس کے علاوہ بھی اس طرح کے اجتماعات میں کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے ان سے احتراز لازم ہے۔

ایصال ثواب کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنی مرضی سے خود ہی پڑھ کر مردے کو ایصال ثواب کردے اور قرآن ختم کرنا ضروری نہیں۔سنت کے مطابق تھوڑا سا بھی عمل زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ بہت زیادہ عمل کیا جائے لیکن وہ خلاف سنت ہو بلکہ ایسا عمل مزید وبال کا سبب بنتا ہے۔

لمافی ردالمحتار (۲/۲۴۰): واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام او الاخلاص ....ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاكل يكره.

وفيهاايضا (۲/۵۶): فالحاصل ان ماشاع فى زماننا من قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأة واعطاء الثواب للآمر والقرأة لاجل المال فاذا لم يكن للقارى ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر ولولاالاجرة ماقرأ احد لاحد فى هذا الزمان بل جعلوا القرآن العظيم مكسباووسيلة الى جمع الدنيا انالله وانااليه راجعون.

(۱۸۸) آتش بازی کو ثواب سمجھ کر کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل لوگ شب برأت میں آتش بازی کرتے ہیں اور اسے ذریعہ ثواب سمجھا جاتا ہے۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں کہ اسے ثواب سمجھنا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں اس طرح کی آتش بازی اسراف میں داخل ہے جو کہ ناجائز ہے اور اسے ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

لمافى قوله تعالى (الاسراء :۲۷): ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين الاية

وفى البحرالرائق (۵/۲۱۵): وفى القنية واسراج السرج الكثيرة فى السكك والاسواق ليلة البراءة بدعة.

(۱۸۹) ۲۲ویں رجب کے کونڈوں کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ۲۲ویں رجب کے کونڈوں کا آج کل عام رواج ہے اور اس

میں طرح طرح کی رسومات اورخرافات ہوتی ہیں۔کیا شرعا یہ رسم کرنا جائز ہے یانہیں؟ کیا سلف سے یہ ثابت ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً ......۲۲ویں رجب کے کونڈے اوراس طرح کی دوسری خرافات شرعاعدم ثبوت کی وجہ سے ناجائز ہیں۔دراصل یہ صحابہ کے ساتھ بغض کی علامت ہے کہ ابتداء میں روافض نے اسے ایجاد کیا کیونکہ اس دن امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے تشریف لے گئے۔اس خوشی میں رافضیوں نے کونڈوں کوایجاد کیا اوران کی دیکھا دیکھی مسلمانوں میں یہ رائج ہوگئے لہٰذاان سے ازحد اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافي المشكوة (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد ....وعن جابر ص قال قال رسول الله ﷺ امابعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ا وشرالامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة.

وفي البداية والنهاية (۸/ ۱۴۵): بعد ذكر احوال معاوية ....ولاخلاف انه توفي بدمشق في رجب سنة ستين فقال جماعة: ليلة الخميس للنصف من رجب سنة ستين وقيل ليلة الخميس لثمان بقين من رجب سنة ستين.

(۱۹۰) رمضان میں ختم قرآن پردعا کرنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رمضان المبارک میں ختم قرآن کے بعداجتماعی یاانفرادی طورپردعا کرنا کیسا ہے؟ براہِ کرم تفصیل سے جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً ......ختم قرآن کے بعداجتماعی اورانفرادی دعا کرنا مستحسن عمل ہےاوررمضان المبارک چونکہ نزول رحمت کامہینہ ہے جبکہ ختم قرآن کا موقع بھی نزول رحمت وبرکت کا ہے لہٰذااس موقع پر بلانیت التزام اجتماعی یاانفرادی دعا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مستحسن عمل ہے۔

لمافي القرآن الكريم(سورة المؤمن: ۶۰): وقال ربكم ادعونى استجب لكم.

وفي المصنف لابن ابی شيبة(۱۵ / ۴۷۱): عن انس انه كان اذا ختم جمع اهله.

وفيه ايضاً: عن عبدالرحمن بن الاسود قال يذكر انه يصلى عليه اذا ختم.

وفيه ايضاً: عن الحكم قال كان مجاهد وعبدة بن ابى لبابة وناس يعرضون المصاحف فلما كان اليوم الذى ارادوا ان يختموا ارسلو الىّ وإلى سلمة بن كهيل فقالوا انا كنا نعرض المصاحف فاردنا ان نختم اليوم فأحببنا ان تشهدونا انه كان يقال: اذا ختم القرآن نزلت رحمة عند خاتمته او: حضرت الرحمة عند خاتمته.

وفيه ايضاً(صـ۴۷۲): عن الحكم عن مجاهد قال: الرحمة تنزل عند ختم القرآن.

وفي الهندية (۵/۳۱۸): الدعاء عند ختم القرآن في شهر رمضان مكروه لكن هذا شئ لا يفتى به يكره الدعاء عند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبي صلى الله عليه وسلم ...... وينبغي أن يدعو في صلوته بدعاء محفوظ واما في غير حالة الصلوة ينبغي ان يدعو بما يحضره ولا يستظهر الدعاء لان حفظ الدعاء يذهب برقة القلب...... وفي (صـ۳۱۷) ولا بأس باجتماعهم على قراءة الاخلاص جهرا عند ختم القرآن...... ويستحب له أن يجمع اهله وولده عند الختم ويدعو لهم...... كذا في الينابيع.

وفي الدر المختار (۲/۱۷۵): وينبغي ان تكون خطبة الكسوف وختم القران كذلك و لم اره الخ......

وفي تقريرات الرافعي (۲/۱۱۴، ۱۱۵): (قول الشارح لم اره) قال الشيخ الرحمتي لم ارذكر خطبة ختم القرآن ولا حكمها ولا كيفيتها...... الى قوله ان عمر بن عبدالعزيز استحسن قراءة قل هو الله احد ثلاثا عند ختم القرآن ولم يستحسنه بعض المشايخ وقال الفقيه ابو الليث هذا شئ استحسنه بعض اهل العراق وأئمة الامصار فلا باس به لان ماراه المومنون حسنا فهو عند الله حسن الا ان يكون ختم القرآن في الصلوة المكتوبة فلا يزيد على مرّة ويكره الدعاء عند ختم القرآن في شهر رمضان وعند ختم القرآن بجماعة لان هذا لم ينقل عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا عن أصحابه رضي الله عنهم ولذا قال ابو القاسم الصفار لولا اهل البلدة يقولون يمنعنا من الدعاء لمنعتهم ولكن هذا شئ لا يفتى به لانه لا ينبغي أن يقال للعامة مالا يفهمون ومثله في التجنيس وفي الخانية وتكلموا في الدعاء.

عند ختم القرآن في رمضان وعند ختمه بجماعة واستحسنه المتأخرون فلا يمنعون من ذلك اهـ

(۱۹۱) سنن کے بعد کی اجتماعی دعا کی شرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرض نماز اور اسی طرح سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم کیا ہے؟ یہ بھی وضاحت فرمادیں کی فرض یا سنتوں کی دعا میں تین دفعہ ہاتھ اٹھانا کیسا ہے؟

فرض اور سنت کے بعد اگر اجتماعی دعا ثابت نہیں تو نور الایضاح کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے:

"ويستحب للامام بعد سلامه ان يتحول الى يساره لتطوع بعد الفرض وان يستقبل بعده (اى بعد

التطوع مراقی الفلاح) الناس ویستغفرون ...... ثم یدعون لانفسهم وللمسلمین رافعی ایدیھم ثم یمسحون بھا وجوھھم......" (فصل فی الاذکار الواردة بعدالفرض، ص۸۰)

نیز التزام اور دوام میں فرق بیان کرنے کے بعد یہ بتائیں کہ جولوگ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا التزام کرتے ہیں اور دعا نہ کرنے والوں کو برا بھلا کہتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تمام سوالات کے جوابات بالترتیب ملاحظہ ہوں۔

۱۔ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

فرائض کے بعد مسنون طریقہ یہ ہے کہ باجماعت نماز سے فارغ ہونے کے بعد سب مل کر دعا کریں۔ یہی طریقہ آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ فرض نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد سب مل کر دعا کیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کا ارشاد گرامی ہے۔

مامن عبد مؤمن یبسط کفیہ فی دبر کل صلاة ثم یقول اللھم الھی و الہ ابراھیم واسحاق ویعقوب......الا کان حقاعلی اللہ ان لایرد یدیہ خائبتین . (کنز العمال، ۲/۱۳۴)

(یعنی جو بندہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ اے میرے معبود، اے ابراہیم واسحاق اور یعقوب کے معبود......اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو ضرور قبول فرماتے ہیں اسے خالی ہاتھ واپس نہیں لوٹاتے)

اسی طرح تفسیر ابن کثیر (۱/۴۸۲) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

ان رسول اللہ ﷺ رفع یدہ بعد ماسلم وھومستقبل القبلة فقال اللھم خلص الولید بن الولید ......الحدیث

معارف السنن (۳/۱۲۵) میں بھی "مصنف ابن ابی شیبۃ" کے حوالے سے روایت مروی ہے۔

منھا ما اخرجہ ابن ابی شیبة فی مصنفہ من حدیث الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ ﷺ الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا.

(یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام فجر کی نماز کی ادائیگی کے بعد پلٹے اور ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی)

کنز العمال کی مذکورہ روایت "مامن عبد" چونکہ محدثین کے ہاں ضعیف ہے اس لئے اس کی تائید میں اسود عامری کی حدیث پیش کرنے کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ اعلاء السنن (۳/۲۰۱) میں فرماتے ہیں۔

قلت: دلالتہ علی رفع الیدین فی الدعاء بعد الصلوة المفروضة ظاھرة والحدیث وان کان ضعیفاًفلہ شاھد من روایة الاسود عند ابن ابی شیبة وبہ یحصل للضعیف قوة علی ان الاستحباب یثبت بالضعیف غیرالموضوع صرح بہ ابن الھمام فی کتاب الجنائزمن الفتح.

اس کے بعد علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ آگے چل کر (۳/۲۰۵) فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے متعلق فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں رائج

دعا مستحب ہے۔

فثبت ان الدعاء مستحب بعد كل صلاة مكتوبة متصلا بها برفع اليدين كما هو شائع فى ديارنا وديار المسلمين قاطبة.

اسی طرح علامہ بنوریؒ معارف السنن (۳/ ۱۲۵) میں روایات کے ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

فهذه وما شاكلها من الروايات فى الباب تكاد تكفى حجة لما اعتاده الناس فى البلاد من الدعوات الاجتماعية دبر الصلوات.....

یعنی نماز کے بعد اجتماعی دعا کیلئے بطور حجت یہی روایات کافی ہیں۔

اسی طرح علامہ شامی نے ردالمحتار (۱/ ۳۹۹) میں بھی صراحت فرمائی ہے۔

فدل ان الامر للاستحباب والندب كامره بالدعاء فى ادبار الصلوات ونحوه.

۲۔سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا حکم

حضور اقدس ﷺ، صحابہ اکرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور سلف صالحین کا طریقہ یہ رہا کہ فرض نماز با جماعت ادا کرنے کے بعد سنتیں اور نوافل الگ الگ پڑھتے اور ان کے بعد دعا بھی الگ ہی کرتے بلکہ شریعت مطہرہ نے سنت و نوافل گھر میں پڑھنے کو افضل قرار دیا ہے، چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے

عن كعب بن عجرة قال ان النبى ﷺ اتى مسجدبنى عبد الاشهل فصلى فيه المغرب فلما قضوا صلوتهم راهم يسبحون بعدها فقال هذه صلوة البيوت. (مشكوة المصابيح، صـ۱۰۵)

یعنی نبی ﷺ ایک دفعہ بنو اشہل کی مسجد میں تشریف لائے اور وہیں مغرب کی نماز ادا فرمائی نماز (فرض) کے بعد آپ نے دیکھا کہ لوگ سنتیں اور نوافل ادا کر رہے ہیں تو آپ نے فرمایا یہ نمازیں گھر میں پڑھنے کی ہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ سنتیں گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ اسی پر تمام حضرات اکابر کا عمل بھی رہا، لہٰذا جب سنتیں مسجد میں ادا نہ ہوں گی تو سنن کے بعد کی دعا کیسے ثابت ہوگی کیونکہ سنتیں گھر میں پڑھنے کے بعد دعا کیلئے دوبارہ جمع ہونا بھی ثابت نہیں، بلکہ اگر کسی مصلحت یا مجبوری سے مسجد میں سنتیں ادا بھی کرنی پڑیں تو آپ نے مقتدیوں کے ساتھ دعا نہیں فرمائی، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کا طریقہ نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كان رسول الله ﷺ يطيل القراءة فى الركعتين بعد المغرب حتى يتفرق اهل المسجد

(مشكوة المصابيح، صـ۱۰۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ مغرب کی سنتوں میں اس قدر طویل قرات فرماتے ہیں کہ نمازی مسجد سے چلے جاتے ۔

اسی طرح شرح معانی الآثار (۱/ ۳۳۹) میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ مروی ہے۔

عن ابن عباس قال قال لی العباس :بت ا للیلة بآل رسول الله ﷺ قال فصلی رسول الله العشاء ثم صلی بعدها حتی لم یبق فی المسجد غیرہ .(یہ حوالہ نہ مل سکا)

یعنی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں ایک رات حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر رہا، آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر نماز میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ مسجد میں آپ کے سوا کوئی نہ رہا۔

اس روایت سے بھی ثابت ہوا کہ آپ ﷺ کا معمول سنن کے بعد اجتماعی دعا کا نہ تھا۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ شروع سے ہی سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کا معمول نہ تھا اب اسے ضروری اور لازم سمجھ کر کرنا اور نہ کرنے والوں پر طعن وتشنیع کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ خصوصا ایک ایسا کام جو بدعت کے زمرے میں داخل ہو حالانکہ ہمیں صرف رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے اور آپ نے اپنے صحابہ کی اتباع کا حکم دیا ہے چنانچہ ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا:

فانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیرا فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوابها وعضوا علیها بالنواجذوایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة. (مشکوة المصابیح، صـ ۳۰)

یعنی تم میں سے جو میرے بعد رہے گا تو وہ بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا، (پس ایسے اختلاف کے وقت) تمہارے لئے میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے، اسی پر مضبوطی سے قائم رہو اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس معاملے میں بہت زیادہ احتیاط کرتے تھے، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ کے متعلق منقول ہے۔

عن مجاهد قال دخلت مع عبدالله بن عمر مسجدا وقد اذن فیه ونحن نرید ان نصلی فیه فثوب المؤذن فخرج عبدالله بن عمر من المسجد وقال اخرج بنا من عند هذا المبتدع ولم یصل فیه.

(بجامع الترمذی، ۱/۵۰)

حضرت مجاہد سے روایت ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک مسجد میں گیا، وہاں اذان ہو چکی تھی، ہمارا ارادہ وہاں نماز پڑھنے کا تھا، مؤذن نے لوگوں کو دوبارہ جمع کرنے کیلئے آواز دی (جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ سنے) تو وہاں سے نکلنے کیلئے کھڑے ہو گئے اور اپنے ساتھیوں سے فرمانے لگے کہ مجھے اس بدعتی کے پاس سے نکالو۔ گویا آپ نے اس قدر بھی پسند نہ فرمایا کہ اذان کے بعد لوگوں کو صرف جماعت کے وقت میں جمع کرنے کیلئے کوئی کلمات ادا کئے جائیں اور کس قدر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ وہاں نماز بھی ادا کرنا گوارا نہ کیا۔

اس طرح ایک دوسرے موقع پر آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ مسجد میں جا کر چاشت کی نماز ادا کر رہے ہیں تو چونکہ اس قدر اہتمام سے مسجد

میں آکر ادا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں تھا لہذا آپ نے اسے بدعت قرار دیا۔

عن مجاهد قال دخلت انا وعروة بن الزبير المسجدفاذا عبدالله بن عمر جالس الى حجرة عائشة واذا اناس يصلون فى المسجد صلاة الضحى قال فسألناه عن صلاتهم فقال بدعة.

(صحيح البخارى، ۲۳۸/۱)

چنانچہ فتح الباری میں اس نکیر کی علت بیان کرتے ہوئے علامہ ابن حجر فرماتے ہیں۔

قال عياض وغيره انما انكر ابن عمر ملازمتها واظهارها فى المساجد وصلاتها جماعة لا انها مخالفة للسنة. (۴۱/۳)

اسی طرح صحابہ کرام کے نقش قدم پر چلنے والے اسلاف نے بھی ایسے امور کو قطعا برداشت نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہ ہوں خواہ ظاہری اعتبار سے وہ فعل کتنا ہی معمولی کیوں نہ معلوم ہوتا ہو، چنانچہ علامہ شاطبی نے اپنی کتاب میں امام مالکؒ کا قول نقل کیا ہے

قال ابن الماجشون: سمعت مالكا يقول من ابتدع فى الاسلام بدعة يراها حسنة فقد زعم ان محمدا ﷺ خان الرسالة لان الله يقول "اليوم اكملت لكم دينكم" فما لم يكن يومئذدينا فلا يكون اليوم دينا. (الاعتصام ص ۳۰)

یعنی امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ جس نے دین میں نئی بات ایجاد کی اور اسے بہتر بھی سمجھا تو اس نے یہ گمان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے احکام خداوندی کی تبلیغ میں (العیاذ باللہ) خیانت کی ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آج میں نے دین کو مکمل کر دیا تو جو کام آپ ﷺ کے زمانے میں دین میں داخل نہ تھا وہ آج بھی دین میں شامل نہیں ہوسکتا۔

چنانچہ علامہ رازی "لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً" کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

لان العمل اذا كان خالصا غير صواب لم يقبل وكذالك اذا كان صوابا غير خالص، فالخالص ان يكون لوجه الله والصواب ان يكون على السنة. (التفسير الكبير، ج ۱۵ / جزء ۲۹ / ص ۵۶)

یعنی جو عمل خالص ہو لیکن صواب (درست) نہ ہو تو قبول نہیں اسی طرح جو صواب ہو لیکن خالص نہ ہو وہ بھی قبول نہیں اور خالص یہ ہے کہ اللہ کی رضا کیلئے ہو جبکہ صواب یہ ہے کہ سنت کے مطابق ہو۔

حاصل یہ ہوا کہ عمل کی قبولیت کیلئے جیسے نیت کا خالص اللہ کیلئے ہونا ضروری ہے ایسے ہی اس عمل کا سنت کے مطابق ہونا بھی ضروری ہے۔

حضرت احمد بن الحواری فرماتے ہیں

من عمل عملا بلا اتباع سنة فباطل عمله. (الاعتصام، ص ۶۴)

یعنی جو عمل سنت کی اتباع کے بغیر کیا جائے گا وہ باطل ہے۔

بلا ثبوت کسی کام کو کرنا تو دور کی بات ہے بلکہ ہر وہ کام جس کی شریعت نے صرف اجازت دی ہے اور اسے کار ثواب بتلایا، اگر اس کام کیلئے

شریعت نے کوئی خاص وقت متعین نہیں کیا، یا مکان کی تعیین نہیں کی، اب اگر ایسے کام کیلئے اوقات یا مکان کی تعیین کردی جائے تو فقہاء نے اسے بھی بدعت میں شامل کیا ہے۔ اس کی سب سے واضح دلیل حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا وہ اثر ہے جو پیچھے نقل ہو چکا کہ آپ نے چاشت کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کو بدعت فرمایا حالانکہ یہ نماز فی نفسہ ثابت ہے لیکن جس طرح ثابت ہے جب اس طریقے سے ہٹ گئی تو اسے بدعت میں شامل فرمایا۔ اسی طرح علامہ شاطبی نے اپنی کتاب میں صراحت فرمائی ہے۔

ومنها التزام العبادات المعينة فی اوقات معينة لم يوجد لها ذلک التعيين فی الشريعة. (۱/۲۳)

یعنی بدعات میں سے ایک یہ ہے کہ عبادات معینہ کی اوقات معینہ میں ادائیگی کا ایسا التزام جس کا شریعت نے پابند نہیں کیا۔

آج کل یہی معاملہ دعا جیسی عظیم الشان عبادت کے ساتھ کیا جا رہا ہے، شریعت نے اس عبادت کو کسی خاص کیفیت وغیرہ کے ساتھ خاص نہیں کیا بلکہ عام رکھا ہے تاکہ ہر ایک کسی وقت بھی اپنے رب سے مناجات کرنا چاہے تو کسی بھی وقت کر لے، لیکن آج کل اس عبادت کو خاص عمل (سنتوں کے بعد) کے ساتھ لازم کیا جا رہا ہے، اور جو ایسے نہ کرے اس پر نکیر بھی کی جاتی ہے، ظاہر ہے شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت کہیں بھی نہیں ہے، اسی وجہ سے علامہ عثمانیؒ اس کو بدعت قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ورحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حيث واظبوا علی ان الامام ومن معه يقومون بعد المکتوبة بعد قراء تهم اللهم انت السلام ومنک السلام الخ ثم اذا فرغوا من فعل السنن والنوافل يدعو الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانية والمقتدون يؤمنون علی ذلک وقد جری العمل منهم بذلک علی سبيل الالتزام والدوام حتی ان بعض العوام اعتقدوا ان الدعاء بعد السنن والنوافل باجتماع الامام والمامومين ضروری واجب ...... ومن لم يرض بذلک يعزلونه عن الامامة ويطعنونه ولا يصلون خلف من لايصنع بمثل صنيعهم وايم الله ان هذا امر محدث فی الدين.

(اعلاء السنن، ۳/۲۰۵)

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سرزمین ہندوستان کے بعض بدعتی دھڑوں پر رحم فرمائیں جہاں پیش امام اور مقتدی حضرات فرائض کے بعد مسنون دعا "اللھم انت السلام" پڑھنے کے بعد سنن ونوافل ادا کرنے کیلئے کھڑے ہوجاتے ہیں۔ سنتوں سے فارغ ہونے کے بعد امام سورۃ فاتحہ پڑھ کر باآواز بلند دوسری مرتبہ دعا مانگتا ہے اور مقتدی آمین کہتے ہیں اور یہ عمل ان میں دوام اور التزام کے طور پر رائج ہے حتیٰ کہ لوگ سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کو ضروری اور واجب گردانتے ہیں۔ جو امام بے چارہ ان کی اس خود ساختہ روش پر عمل پیرا نہ ہو اس کو منصب امامت سے معزول کر کے طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اور جو ان کے اس طرز دعا کے قائل نہیں ان کی اقتداء میں نماز تک نہیں پڑھتے۔ رب کعبہ کی قسم یہ دین میں نیا اضافہ ہے۔

اسی طرح علامہ بنوریؒ فرماتے ہیں۔

فی معارف السنن (۳/۱۲۶): ثم ان ماراج فی کثير من بلاد الهند الجنوبية الدعاء بکيفية مخصوصة

بعد الرواتب ..... ففی مثل هذه یقال انه بدعة تضمنت بدعات کثیرة.

سرزمین ہندوستان کے بعض جنوبی علاقوں میں فرائض کے بعد جومخصوص کیفیت اور طریقہ سے دعا جاری اور رائج ہے......

اسی کے بارے میں کہاجاتا ہے کہ یہ ایک بدعت بدعات کثیرہ کوشامل اور متضمن ہے۔

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے آج کل جوطریقہ رائج ہے کہ سنتوں کے بعد دوبارہ اجتماعی دعا کی جاتی ہے ''خدا کی قسم یہ دین میں اپنی طرف سے زیادتی ہے''۔

دعا کیلئے تین بار ہاتھ اٹھانا

ماقبل تفصیل سے یہ معلوم ہوگیا کہ سنتوں کے بعد اجتماعی دعا ہی ثابت نہیں ہے، البتہ جہاں فرائض کے بعد ثبوت ہے تو وہاں بھی یہ تصریح نہیں ہے کہ دعا کیلئے تین مرتبہ ہاتھ اٹھائے گئے ہوں، لہٰذا جب سنتوں کے بعد اجتماعی دعا ثابت ہی نہیں تو تین مرتبہ ہاتھ اٹھانا کیسے ثابت ہوسکتا ہے۔ نیز عدم ثبوت کی ایک واضح اور روشن دلیل یہ بھی ہے کہ دعا کا معاملہ عمر بھر میں کوئی ایک دو مرتبہ نہیں بلکہ روزانہ کئی مرتبہ کا ہے اگر اس کا کوئی ثبوت ہوتا تو صحابہ ضرور نقل کرتے، جب صحابہ اسے نقل نہیں کرتے تو اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ آپ ﷺ کا طریقہ ہی نہیں چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علامہ بنوریؒ اس پر بحث کے بعد آخر میں فرماتے ہیں۔

غیر انه یظهر بعد البحث والتحقیق انه وان وقع ذلک احیانا عند حاجات خاصة لم تکن سنة مستمرة له ﷺ ولا للصحابة رضی الله عنهم والا لکان ان ینقل متواتراً البتة. (معارف السنن، ۱۲۶/۳)

نورالایضاح کی عبارت کا جواب

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے اعلاء السنن میں یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اس کا جواب دیا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

فانه لا دلالة فیه علی قراء ة کل ذلک والدعاء بعد ها مجتمعین وان یفعل ذلک کله فی المسجد فان صیغة الجمع لا تستدعی الاجتماع والاصطحاب اصلا نص علی ذلک الاصولیون فمعنی کلامه ان المسلمین ینبغی لهم قراء ة الاوراد الماثورة بعد المکتوبات بان یأتی کل احد بها علی حدة ویدعو کل احد بعدها لنفسه وللمسلمین لان الشرنبلالی نفسه قد نص قبل ذلک علی ان الافضل بالسنن اداؤها فیما هوابعد من الریاء واجمع للخلوص سواء البیت او غیره .فلما کان الافضل بالسنن عنده البیت ونحوه فکیف یمکن حمل کلامه ویستغفرون الله ویحمدونه الخ علی فعل ذلک فی المسجد بالاجتماع. (۲۰۸/۳)

یعنی مذکورہ عبارت سنتوں کے بعد اجتماعی دعا پر دلالت نہیں کررہی، اگرچہ اس عبارت میں جمع کے صیغے استعمال ہوئے ہیں لیکن یہ اس امر کا تقاضا نہیں کرتے کہ وہ سب مل کر ایک ساتھ دعا کریں، بلکہ مطلب یہ ہوگا کہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ سنتوں کے بعد اپنے لئے اور سب مسلمانوں کیلئے دعا کرے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ علامہ شرنبلالیؒ نے خود اس بات کی صراحت کی ہے کہ افضل نماز وہ ہے جس میں خلوص

ہو چاہے گھر میں پڑھ لے یا کسی اور جگہ، لہذا جب ماتن کے نزدیک سنتیں گھر وغیرہ میں پڑھنا افضل ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ اس عبارت کو مسجد میں سنتوں کے بعد اجتماعی دعا پر محمول کیا جائے۔ واللہ اعلم

الغرض کوئی بھی کام انفرادی یا اجتماعی جس طرح آپ ﷺ نے کیا اسی طرح کرنا اطاعت ہے، اس سے ہٹ کر کرنا دنیا و آخرت دونوں کے اعتبار سے خسارے کا سبب ہے، لہٰذا دینی غیرت کا تقاضا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کون سا کام کس طریقے سے کیا ہے نہ کہ ایسا ہو کہ یہ کام ہمیں اچھا لگتا ہے لہذا ہم تو ایسے ہی کریں گے، اور اس کیلئے ثبوت تلاش کیا جائے، من گھڑت قصے سنائے جائیں اور ایات واحادیث کو توڑ موڑ کر پیش کیا جائے، اس سے ہماری علیحدہ پہچان تو ہوسکتی ہے، لوگوں میں ہمارا تذکرہ تو ہوسکتا ہے لیکن اللہ کے ہاں تو وہی عمل مقبول ہے جو رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق ہے، چاہے ہمیں وہ اچھا لگے یا نہ لگے کیونکہ ہماری پسند کوئی معیار نہیں، معیار تو صرف آپ ﷺ کے طریقے ہیں۔ لہذا ضد وہٹ دھرمی، عناد اور اندھی تقلید کو بالائے طاق رکھتے ہوئے فیصلہ کیجئے کہ آپ کو کون سا طریقہ پسند ہے، جس سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہو یا جس سے آپ کی علیحدہ پہچان ہو، اور ساتھ میں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ جب حق بات سامنے آجائے اور کوئی حق کو سمجھنے اور قبول کرنے کے بجائے ضد پر ہی ڈٹ جائے تو اللہ تعالی اس کی فہم کی استعداد ختم کر دیتے ہیں اس کے بعد حق بات اسے سمجھ میں ہی نہیں آتی، چنانچہ ایسے ہی حضرات کا اللہ تعالی نے خود ذکر فرمایا۔

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ. (البقرة:۱۷)

التزام اور دوام میں فرق

التزام اور دوام ہیں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ التزام میں اعتقاد کا دخل ہوتا ہے جبکہ دوام میں اعتقاد کا دخل نہیں ہوتا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ التزام اور دوام اصطلاحی اعتبار سے ہم معنی ہیں، البتہ التزام میں کسی کام پر دوام کے ساتھ اسے اپنے اوپر لازم سمجھا جاتا ہے۔ شرعی اعتبار سے دونوں میں یہ فرق ہے کہ شریعت نے بعض امور کے کرنے اور نہ کرنے دونوں کا اختیار دیا ہے، اب اس اختیار کے باوجود کوئی ان امور کو تسلسل اور دوام کے ساتھ کرتا ہے، مثلاً اوابین یا تہجد کے نوافل، ان کو ہمیشہ ادا کرنا صحیح ہے جیسا کہ سلف صالحین کا یہی طریقہ رہا البتہ اگر کوئی اس دوام کے ساتھ ان کو لازم سمجھے بایں طور کہ ان کو چھوڑنا گناہ سمجھے اور نہ کرنے والے کو قابل ملامت گردانے تو یہ التزام ہے، اور یہ گناہ کا سبب ہے کیونکہ اس صورت میں شریعت نے جو مرتبہ ان امور کو دیا ہے اس سے ہٹادینا لازم آتا ہے جو کہ ناجائز ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں

قال ابن المنير فيه ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب فى كل شىء اى من امور العبادة لكن لما خشى ابن مسعود رضى الله عنه ان يعتقدوا وجوبه اشار الى كراهته. (فتح البارى، ۲/۲۷۰)

ابن منیر فرماتے ہیں کہ جب مندوبات اور مستحبات کو شریعت کی جانب سے طے شدہ مرتبہ اور رتبے سے ہٹایا جائے تو وہ

مکروہات کی روپ دھار لیتے ہیں۔ دیکھیں عبادت میں ہر چیز کا آغاز دائیں جانب سے کرنا مستحسن اور پسندیدہ ہے لیکن جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ اندیشہ ہوا کہ لوگ اس کو واجب نہ سمجھ لیں تو آپ نے کراہت کی طرف اشارہ فرمایا۔

اسی طرح ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

قال الطیبی وفیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ اومنکر وجاء فی حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ ان اللہ عزوجل یحب ان تؤتی رخصہ کما یحب ان تؤتی عزائمہ.(مرقات المفاتیح، ۲/۳۵۳،۳۵۲)

ترجمہ: علامہ طیبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب اور عمل مندوب پر ایسا التزام اور اصرار کرے کہ اس کو عزیمت بنائے اور رخصت پر عمل پیرا ہونے کا قائل ہی نہ ہو تو یقیناً شیطان اس کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جب ایک مستحب عمل پر مذکورہ طرز سے التزام شیطانی مشن کی تکمیل ہے تو ایک ناجائز اور امر بدعت پر التزام اور اصرار کے وبال کا خود فیصلہ کیجئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی رخصتوں پر عمل کیا جائے جس طرح کہ عزیمتوں پر عمل کرنا اس کو پسند ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کے وسیلے سے اچھی سمجھ، سنت سے حقیقی محبت اور بدعت سے حقیقی نفرت عطاء فرمائے۔ امین

(۱۹۲) نماز تراویح کے دوران الصلوۃ بر محمد کا نعرہ لگانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں نماز تراویح کے دوران ہر چار رکعات کے بعد زور سے **الصلاۃ بر محمد** کا نعرہ لگایا جاتا ہے اور اکثر نمازی انتہائی بلند آواز سے یہ نعرہ لگاتے ہیں۔ تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس قسم کے کلمات کا نماز تراویح کے درمیان کہنا کیسا ہے؟ کیا یہ کہیں سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں نماز تراویح میں چار رکعات کے بعد الصلاۃ بر محمد کا نعرہ لگانا کہیں سے ثابت نہیں ہے البتہ چار رکعات کے بعد تسبیح وتہلیل اور دعا ثابت ہے لہٰذا اس بدعت سے اجتناب ضروری ہے۔ نیز زور سے نعرہ لگانے میں مسجد کی بھی بے ادبی ہے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد.

وفی المرقات (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشئ من الطاعات او بشئ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای وکان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول فهذه الروایة اعم.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۴۶): یجلس بین کل اربعة بقدرها وکذا الخامسة والوتر ویخیرون بین تسبیح وقرأة وسکوت.

وفی الشامیة: (بین تسبیح) قال القهستانی فیقال ثلث مرات "سبحان ذی الملک والملکوت

(۱۹۳) بزرگی کا معیار اور کافر کی تعظیم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی شخص نبی اکرم ﷺ کے طریقہ زندگی پر زندگی نہ گزار کر بزرگی کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو بزرگ کہنا چاہئے یا نہیں؟

۲۔ عام طور پر مشہور ہے کہ کافر کی تعظیم بھی کفر ہے۔اب سوال یہ ہے کہ آج کل ہمارے حکمران غیر مسلم ممالک کے دورے پر جاتے ہیں یا کافر ممالک کے غیر مسلم حکمران ہمارے یہاں آتے ہیں تو مسلمان حکمران ان غیر مسلموں کا استقبال وتعظیم کرتے ہیں۔آیا یہ فعل کفر شمار ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ بزرگی کا معیار ہے کہ جو شخص جس قدر آپ ﷺ کے طریقے پر عمل پیرا ہوگا وہ اسی قدر بڑے پائے کا بزرگ ہے۔اب کوئی شخص آپ ﷺ کے طریقے کو چھوڑ کر کیسے بزرگ ہوسکتا ہے۔ایسا شخص جھوٹا اور دھوکے باز تو ہوسکتا ہے، بزرگ نہیں ہوسکتا۔لہٰذا ایسے شخص کو بزرگ کہنا بھی صحیح نہیں ہے۔

۲۔ اگر کوئی مسلمان کفار کی اپنے افعال یا اقوال سے تعظیم کرے تو اگر یہ تعظیم ان کے کفر کی بناء پر ہو تو یہ مسلمان دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا لیکن اگر یہ تعظیم کفر کی بناء پر نہ ہو بلکہ کسی اور وجہ سے ہو تو اس سے کافر تو نہیں ہوگا البتہ اس قدر تعظیم سے بھی احتراز کرنا چاہئے کیونکہ کافر کی تعظیم فی الجملة کفر کی تائید ہے۔

لمافی شرح العقائد (ص۲۲۳): ولن یکون ولیا الا وان یکون محقا فی دیانته ودیانته الاقرار بالقلب واللسان برسالة رسوله مع الطاعة له فی اوامره ونواهیه حتی لو ادعی هذا الولی الاستقلال بنفسه وعدم المتابعة لم یکن ولیا.

وفیها ایضاً (ص۲۴۳): ولایصل العبد مادام عاقلا بالغا الی حیث یسقط عنه الامر والنهی لعموم الخطابات الواردة فی التکالیف واجماع المجتهدین علی ذلک.

وفی التاتارخانیة (۵/۵۲۲): واتفق مشائخنا ان من رأیٰ امرالکفار حسنا فهو کافر.

وفی الدرالمختار (۲/۴۱۳): ولوسلم علی الذمی تبجیلا یکفر لان تبجیل الکافر کفر.

وفی الشامیة تحته: (قوله تبجیلا) قال فی المنح قید به لانه لولم یکن کذلک بل کان لغرض من الاغراض فلابأس به ولا کفر.

(۱۹۴) شب جمعہ کے اجتماع میں جانے کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہر جمعرات کو شب جمعہ کے لئے تبلیغی مرکز جانا اور اجتماع کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس کی کوئی نظیر موجود ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......وعظ ونصیحت کے لئے کسی دن کو مقرر کرلینا درست ہے اور یہ حضور ﷺ اور دوسرے اکابرین صحابہ سے ثابت ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۲۰): عن ابی سعید ن الخدری قال قالت النساء للنبی ﷺ غلبنا علینا الرجال فاجعل لنا یوما عن نفسک فوعدهن یوما لقیهن فیه فوعظهن وامرهن.

وفیها ایضا (۱/۱۶): حدثنا عثمان بن ابی شیبة عن ابی وائل قال کان عبدالله یذکر الناس فی کل خمیس فقال له رجل یااباعبدالرحمن لوددت انک ذکرتنا کل یوم قال اما انه لم یمنعنی من ذلک انی اکره ان املکم.

وفی فیض الباری (۱/۱۷۰): ان مثل هذه التعینات لاتعد بدعة والبدعة عندی مالاتکون مستندة الی الشرع وتکون متلبسة بالدین.

(۱۹۵) رمضان کی ستائیسویں شب کے التزامات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا شب قدر رمضان کی ستائیسویں رات کو ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہو جیسا کہ میں نے اکثر سنا ہے تو اس میں جواتنا زیادہ انتظام واہتمام کیا جاتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ نیز اس رات قبرستان جانا کیسا ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......شب قدر کے بارے اختلاف ہے کہ یہ کون سی رات ہے، اکثر حضرات کا رجحان اس طرف ہے کہ رمضان کی آخری طاق راتوں میں ہے البتہ یہ اختلاف پھر بھی باقی ہے کہ کون سی رات ہے، اللہ تعالیٰ نے اس فضیلت والی رات کو مخفی رکھا ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمتیں ہیں جنہیں وہ خود ہی بہتر جانتے ہیں، ہر چیز کا معلوم ہونا ہمارے لئے ضروری نہیں ہمارا کام صرف تعمیل ارشاد

خداوندی ہے نہ کہ احکام کی علتوں کا معلوم کرنا، لہٰذا یہ دعویٰ کرنا کہ فلاں شب شب قدر ہے بہت مشکل ہے، کیونکہ اول اس کے بارے میں معلوم نہیں، چنانچہ خود حضرت عائشہؓ کی روایت بخاری شریف (۱/۲۷۰) میں موجود ہے:

"ان رسول اللہ ﷺ قال تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر من رمضان"

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب قدر کو رمضان کے اخیر عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو دوم قرائن وعلامات سے معلوم ہو بھی جائے کہ اس رمضان میں فلاں رات تھی تو آئندہ سال اسی رات میں دوبارہ شب قدر کا ہونا کوئی یقینی نہیں ہے بلکہ کسی دوسری رات میں بھی ہوسکتی ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ تھا کہ اس کا رمضان میں ہونا بھی کوئی ضروری نہیں ہے بلکہ یہ سال بھر کی راتوں میں گھومتی رہتی ہے لہٰذا رمضان کے علاوہ میں بھی ہوسکتی ہے۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ خود بخود واضح ہوگیا کہ ستائیسویں شب یقینی طور پر شب قدر نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ بعض آثار سے ستائیسویں شب کا شب قدر ہونا معلوم ہوتا ہے، لیکن اس پر کلی اعتماد نہیں ہوسکتا کیونکہ اولاً فقہاء ہم سے زیادہ ان آثار سے واقف تھے وہ ضرور صراحت کرتے کہ شب قدر ستائیسویں شب میں ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ ثانیاً جس طرح ستائیسویں شب کے بارے میں روایات ہیں اسی طرح دوسری راتوں کے بارے میں بھی روایات موجود ہیں۔ ثالثاً ان حضرات کا بیان ان کی اپنی حیات سے متعلق تھا کہ ان کی حیات میں یہ شب کس رات میں تھی۔ حاصل بحث یہ ہے کہ اس رات کو ہی شب قدر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ دوسری رات بھی شب قدر ہوسکتی ہے۔

البتہ ہمارے ہاں کچھ حضرات ایسے ہیں کہ انہیں چہل پہل، کھانے اور پینے سے خاصی رغبت ہے اگرچہ یہ فی نفسہ مرغوب چیزیں ہیں اس میں کوئی قباحت نہیں بشرطیکہ اپنی حدود میں رہیں، کوئی چیز اپنی ذات کے اعتبار سے کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو لیکن جب اپنی حدود سے آگے بڑھ جاتی ہے تو اس میں فساد پیدا ہوجاتا ہے، چنانچہ یہی معاملہ یہاں پر بھی ہوا کہ یہ حضرات اس شوق میں یہ بھول گئے کہ دین کے معاملات میں ہر وہ عمل قابل اتباع اور قابل ستائش ہے، جو آقا ﷺ کی حیات مبارکہ میں موجود ہو اگر عبادت سے متعلق کوئی چیز ایسی ہو کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وہ خاص وقت آنے کے باوجود، اور ایک بار نہیں بار بار آنے کے باوجود اگر اس پر ویسا عمل نہیں کیا گیا، جیسا کہ آج کل ہو رہا ہے تو یہ کام کے صحیح نہ ہونے کی علامت کیلئے کافی ہے اس کیلئے مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اس دین سے محبت کرنے والا کون ہوسکتا ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں وہ کام نہیں کروایا تو اس کے علاوہ کیا کہا جاسکتا ہے کہ اس کا حکم ہی نہ تھا اس کے بعد صحابہ سے زیادہ سچا عاشق کوئی نہیں ہوسکتا اگر کسی کام کو وہ بھی نہیں کررہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام مشروع نہیں ہے۔ اب ایک نظر ان کاموں کا جائزہ لیتے ہیں جو ہمارے ہاں رائج ہیں

ختم قرآن: بعض فقہاء نے آثار کی وجہ سے اس رات میں ختم قرآن کو مستحب قرار دیا ہے لہٰذا اس میں کوئی حرج نہیں، چنانچہ علامہ عالم بن علاء انصاری اندلسی اپنے فتاویٰ "تاتارخانیہ" (۱/۶۶۰) میں اس کی صراحت فرماتے ہیں......

وینبغی للامام اذا اراد الختم ان یختم فی اللیلۃ السابعۃ والعشرین لکثرۃ ماجاء من الاخبار انھا لیلۃ القدر.

لیکن اس کا اس طور پر اہتمام کرنا کہ گویا اس رات کے علاوہ میں ختم قرآن ہو نہیں سکتا یہ صحیح نہیں ہے۔

شبینہ: اسی طرح اس رات میں شبینہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں درج ذیل مفاسد ہیں۔

۱۔ شبینہ کی نماز نوافل میں سے شمار ہوتی ہے، جبکہ احناف کے ہاں راجح مذہب کے اعتبار سے نوافل کی جماعت مکروہ ہے، حالانکہ یہاں جماعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

۲۔ کلام مقدس کو جلدی جلدی پڑھ کر ختم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جس میں بعض اوقات انتہائی فحش غلطیاں ہو جاتی ہیں۔

۳۔ سننے اور سنانے والے قرآن پاک کو اس کی عظمت کا خیال کر کے نہیں سنتے یا سناتے کیونکہ ہر ایک کے دل میں یہی خیال ہوتا ہے کہ اتنا زیادہ کون سنے گا لہذا جنہوں نے بعد میں سنانا ہے وہ بڑے مزے سے پیچھے بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں تاکہ تھوڑا آرام ہو جائے اور سننے والے بھی انتظار کرتے ہیں کہ جب رکوع کے قریب پہنچ جائیں تو نماز میں شامل ہوں گے۔ یہ مالک الملک کی عبادت کی عظمت کے خلاف ہے۔

۴۔ عام طور پر اس موقع پر لاؤڈ اسپیکر کا اہتمام کیا جاتا ہے، اس مسجد کے قریب میں کوئی مریض ہو یا کوئی آرام کرنا چاہتا ہو تو اسے سخت تکلیف ہوتی ہے، حالانکہ اپنی عبادت کیلئے دوسروں کو تکلیف میں مبتلا کرنا کونسی عبادت ہے، خاص طور پر اس وقت جب کہ مسجد میں موجود اشخاص تو رکوع کے انتظار میں بیٹھے ہوئے ہوں اور لوگوں کو پریشان کر کے اسے ثواب سمجھا جا رہا ہو اس سے بڑی حماقت اور کیا ہوگی۔

۵۔ عام طور پر تلاوت کے بعد تلاوت کرنے والوں کو کچھ دینے کا رواج بھی ہے، حالانکہ تلاوت قرآن پر اجرت وغیرہ جائز نہیں، چاہے پہلے طے کر کے ہو یا معروف ہو، اور آپ اسے ہدیہ کا نام دیں یا کچھ اور، کیونکہ اگر یہ ہدیہ ہوتا تو کتنے حفاظ ان کے علاوہ بھی ہیں کیا آپ انہیں بھی ایسے ہی ہدایا دیتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور اگر بالفرض مان بھی لیں کہ آپ سب کو دیتے ہیں تو اس خاص موقع پر دینا کیا ضروری ہے، جبکہ اس سے شریعت کے خلاف ہونے کا کم سے کم شبہ ضرور موجود ہے۔

۶۔ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، کھانے پینے کی اشیاء کی فروانی، تلاوت کے بعد قیمتی تحائف یہ سب ریاکاری پر دلالت کرتے ہیں جس کا کوئی فائدہ پہنچنا تو درکنار الٹا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔

۷۔ شبینہ کے بعد حفاظ کے درمیان موازنہ جو بعض اوقات دوسروں کی غیبت تک لے جاتا ہے، ورنہ کم سے کم ہتک عزت تو ہے ہی۔

۸۔ شبینہ میں جاگنے والوں میں سے بعض سے صبح کی نماز کا قضاء ہو جانا حالانکہ رات بھر کی نوافل سے صبح کی باجماعت نماز زیادہ ضروری ہے۔

۹۔ عام طور پر اس میں مسجد کی کمیٹی رقم خرچ کرتی ہے اور ان کے پاس مسجد کے چندے کی رقم ہوتی ہے، اسی میں سے اس موقع پر خرچ کردی جاتی ہے، حالانکہ وہ چندہ شبینے کے لیے جمع نہیں کیا گیا ہوتا اس میں وہ افراد جو مسجد کی کمیٹی میں شامل ہیں اللہ کے ہاں مجرم ہیں جنہوں نے مسجد کی رقم دوسرے کام میں لگادی۔

۱۰۔ اور اگر اس کے لئے علیحدہ سے چندہ کیا بھی جائے تو اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے، تمام افراد کے لئے ایک متعینہ رقم خاص کردی جاتی ہے کہ

ہر شخص اتنی رقم ضرور ادا کرے گا اس سے زیادہ چاہے تو ادا کر سکتا ہے، اب اس میں بعض افراد نہیں دینا چاہتے لیکن اپنی عزت بچانے کیلئے مجبوراً دینا پڑتی ہے اور اگر یہ طریقہ نہ اختیار کیا جائے تو دوسری صورت یہ ہوتی ہے کہ سب کے سامنے اعلان کر دیا جاتا ہے اس میں بعض افراد باتوں کا نشانہ بننے سے بچنے کیلئے دیتے ہیں حالانکہ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے ''لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس'' (مشکوۃ المصابیح صفحہ ۲۵۵)

یعنی آپ کیلئے کسی دوسرے مسلمان بھائی کا مال اس وقت تک حلال نہیں جب تک وہ اپنی دلی چاہت سے نہ دے۔

الحاصل ان تمام مفاسد کی وجہ سے شبینہ کا اہتمام صحیح نہیں ہے۔

چراغاں کرنا: اس رات کیلئے مساجد میں چراغاں کیا جاتا ہے اور یہ سارا خرچ مسجد کا شمار ہوتا ہے، حالانکہ فقہاء اس سے منع فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ مسجد کا خرچ نہیں لہذا اگر کمیٹی کے صدر نے ایسا کیا تو یہ خرچ اپنی جیب سے بھرے گا۔ چنانچہ علامہ ابن نجیم حنفی (۹۷۰ھ) اپنی کتاب البحر الرائق میں فرماتے ہیں

''ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذلک اسراف سواء کان فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بھذہ الوصیۃ ......ویضمن القیم وکذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان او فی لیلۃ القدر'' (۲۱۵/۵)

یعنی مسجد کی عام معمول سے زیادی روشنی کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اسراف ہے، اگر مسجد کے متولی (کمیٹی کے صدر) نے ایسا کیا تو یہ خرچ اس کی جیب سے وصول کیا جائے گا۔

قبرستان جانا: جب عرب کے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تو آپ ﷺ کو خطرہ تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قبرستان جاتے وقت انہیں شیطان دوبارہ پھسلا دے اور یہ دوبارہ جاہلیت والے کاموں میں لگ جائیں لہذا آپ نے انہیں قبرستان جانے سے منع کر دیا جب وہ اس معاملے میں راسخ ہو گئے تو آپ نے انہیں اجازت مرحمت فرما دی اور یوں فرمایا:

'' کنت نھیتکم عن زیارۃ القبور الافزوروھا فانھا تزھد فی الدنیاوتذکرالآخرۃ''

(کنز العمال، ۱۵/۶۴۶)

ترجمہ: میں تم کو زیارت قبور اور قبرستان جانے سے منع کرتا رہا ہاں اب تم قبرستان جایا کرو کیونکہ اس سے دنیا کی بے رغبتی اور آخرت کی یاد میں مدد ملتی ہے۔

اب شریعت مطہرہ نے زیارت قبور کیلئے کسی وقت کو خاص نہیں کیا بلکہ جس وقت جانا چاہیں اسی وقت جا سکتے ہیں البتہ شریعت کے غیر متعین امر کی اپنی طرف سے تعیین صحیح نہیں بلکہ شریعت کی رخصت کو تنگی میں تبدیل کرنا ہے اور اگر ایسا نہ بھی ہو تو بھی آج کل جانا صحیح نہیں کیونکہ مرد و زن کا اختلاط، قوالی اور دوسرے مفاسد ثواب سے زیادہ گناہ کا موجب بنتے ہیں اور خاص طور پر عورتوں کو تو عام حالات میں قبرستان جانے کی اجازت نہیں خاص اس موقع پر جب مردوں کا ہجوم ہوتا ہے بے پردگی کا صرف وہم نہیں بلکہ یقین ہوتا ہے ایسی

صورت میں عورتوں کیلئے جانا کیسے جائز ہوگا۔

لما فی تفسیر روح المعانی (۲۲۴/۱۰): واخرج احمد والبخاری ومسلم والترمذی عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ تحروا ليلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر من شهررمضان وفی حديث اخرجه احمد وجماعة عن عبادة بن صامت مرفوعا وحديثين اخرجهما ابن جرير وغيره عن جابر بن سمرة وعن عبدالله بن جابر كذلک مايدل على ماذكر ايضا بل الاخبار الصحيحة الدالة عليه كثيرة وبالجملة الاقوال فيها مختلفة جدا الا ان الاكثرين على انها فی العشر الاواخر لكثرة الاحاديث الصحيحة فی ذلک واكثرهم على انها فی اوتارها لذلک ايضا وكثيرمنهم ذهب الى انها الليلة السابعة من تلک الاوتار وصح من رواية الامام احمد ومسلم وابی داؤد والترمذی والنسائی وابن حبان وغيرهم ان ذربن حبيش سأل ابی كعب عنها فخلق لا يستثنی انها ليلة سبع وعشرين فقال له بم تقول ذلک ياابالمنذر فقال بالآية والعلامة التی قال رسول الله ﷺ انها تصبح من ذلک اليوم تطلع الشمس ليس لها شعاع وبعض الاخبار عن ابن عباس ظاهرة فی ذلک......

وفی الصحيح للبخاری (۳۷۱/۱): عن عائشة قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد .

وفی الصحيح لمسلم (۲۵۹/۱): ان عبدالله بن مسعود يقول من قام السنة اصاب ليلة القدر فقال ابی والله الذی لا اله الا هو انها لفی رمضان يحلف ما يستثنی ووالله انی لاعلم ای ليلة هی هی الليلة التی امرنا بها رسول الله ﷺ بقيامها هی ليلة صبيحة سبع وعشرين وامارتها ان تطلع الشمس فی صبيحة يومها بيضاء لا شعاع لها.

وفی شرح مسلم للنوویؒ تحت هذا :وهذا احد المذاهب فيها واكثر العلماء على انها ليلة مبهمة من العشر الاواخر من رمضان وارجاها اوتارها وارجاها ليلة سبع وعشرين وثلاث وعشرين واحدى وعشرين......

وفی الهندية (۸۳/۱): التطوع بالجماعة اذاكان على سبيل التداعی يكره .

وفی الدرالمختار (۴۸/۲): (التطوع بجماعة خارج رمضان) ای يكره ذلک على سبيل التداعی بان يقتدی اربعة بواحد كما فی الدرر......وفی الاشباه عن البزازية :يكره الاقتداء فی صلاة رغائب وبراءة وقدر......

وفی الشامية (على سبيل التداعی)هوَ ان يدعوا بعضهم بعضا كما فی المغرب وفسره الوانی بالكثرة

وھو لازم معناہ ......(وقدر)الظاھر ان المراد بھالیلة السابع والعشرین من رمضان.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۲): (بزیارة القبور)ای لابأس بھا بل تندب کما فی البحر عن المجتبی فکان ینبغی التصریح بہ للامر بھا فی الحدیث المذکور کما فی الامداد وتزار فی کل أسبوع کما فی مختارات النوازل، قال فی شرح لباب المناسک الا ان الافضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس فقد قال محمد بن واسع الموتی یعلمون بزوارھم یوم الجمعة ویوما قبلہ ویوما بعدہ، فتحصل ان یوم الجمعة افضل.

(۱۹۶) ۲۷ رجب میں عبادت کا اہتمام اور مساجد کا چراغاں کرنا

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ۲۷ رجب کو شب معراج بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی ہے، کیا ۲۷ رجب کو جاگنا، اس رات میں عبادت کرنا، مساجد کا چراغاں کرنا ان تمام چیزوں کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے یا نہیں؟ نیز میں نے سنا ہے کہ شب معراج کا ثبوت ۲۷ رجب میں نہیں کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں قرآن وسنت سے شب معراج ثابت تو ہے اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک یا ڈیڑھ سال پہلے ہوا لیکن یہ معراج کون سے مہینے اور تاریخ کو ہوئی اس میں مختلف اقوال ہیں، مثلاً سترہ ربیع الاول، ربیع الثانی، ستائیس رجب، رمضان اور شوال وغیرہ۔ بعض حضرات نے سترہ ربیع الاول اور بعض نے ستائیس رجب کو ترجیح دی ہے۔ حاصل یہ کہ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے کسی ایک شب کو تعیین کے ساتھ شب معراج کہنا مشکل ہے۔

فضیلت کے اعتبار سے یہ شب قدر سے کم نہیں ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ شب قدر میں عبادت وریاضت کا ثبوت ملتا ہے جبکہ اس رات میں عبادت کا ثبوت نہیں ملتا، ویسے تو ہر رات کو عبادت کرنا اللہ کے ہاں قربت کا ذریعہ ہے لیکن خاص اہتمام سے لوگوں کو جمع کرنا اور مساجد میں جمع ہو کر عبادت کرنا بغیر ثبوت کے مشکل ہے، اسی طرح چراغاں کرنا چند وجوہ سے صحیح نہیں۔

۱۔ ضرورت سے زائد روشنی اسراف ہے جو جائز نہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ان اللّٰہ لا یحب المسرفین '' یعنی اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتے، اب یہ کام عبادت کے موقع پر ہو رہا ہے اور کام ایسا ہے جو اللہ کے ہاں ناپسند ہے تو بجائے فائدے کے نقصان کا کام ہوا۔

۲۔ روشنی کا یہ انتظام یا تو مسجد کے چندے سے ہوگا یا لوگوں سے چندہ کر کے، اگر مسجد کے چندے سے ہو تو جائز نہیں، کیونکہ یہ مسجد کی ضروریات سے زائد ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی کے مشہور فقیہ علامہ ابن نجیم اپنی کتاب البحر الرائق میں فرماتے ہیں:

''ولا یجوز ان یزاد علی سراج المسجد لان ذلک اسراف سواء کان فی رمضان او غیرہ ولا یزین المسجد بھذہ الوصیة ......ویضمن القیم وکذا یضمن اذا اسرف فی السرج فی رمضان او فی لیلة

القدر" (۲۱۵/۵)

یعنی مسجد کی عام معمول سے زیادہ روشنی کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے بلکہ یہ اسراف ہے، اگر مسجد کے متولی (کمیٹی کے صدر) نے ایسا کیا تو یہ خرچ اس کی جیب سے وصول کیا جائے گا۔

اور اگر یہ خرچ چندے سے کیا جائے تو سارے خرچ کے اعتبار سے عام افراد سے متعین کر کے وصول کیا جاتا ہے، جس میں بعض افراد مجبوراً دیتے ہیں اور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ "لا یحل مال امرئ الا بطیب نفس" (کسی کا مال اس کی دلی چاہت کے بغیر کھانا، استعمال کرنا جائز اور حلال نہیں ہے) لہٰذا یہ بھی ناجائز ہوا۔

حاصل یہ کہ یہ سارے کام ثابت نہیں پھر ان کا التزام واہتمام بدعت تک پہنچا دیتا ہے۔ اسی طرح عدم ثبوت کے علاوہ بھی اس میں دوسرے مفاسد ہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

لمافی القرآن الکریم: سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝ (الاسراء: ۱)

وفی روح المعانی (۵/ص-۲): وکذا اختلف فی شهره ولیلته فقال النووی فی الفتاوی: کان فی شهر ربیع الاول وقال فی شرح مسلم تبعا للقاضی عیاض انه فی شهر ربیع الاخر وجزم فی الروضة بانه فی رجب وقیل فی شهر رمضان وقیل فی شوال وکان علی ماقیل اللیلة السابعة والعشرین من الشهر. وهی علی مانقله السفیری افضل اللیالی حتی لیلة القدر مطلقا وقیل هی افضل بالنسبة الی النبی ﷺ ولیلة القدر افضل بالنسبة الی امته ﷺ ورد بان ماکان افضل بالنسبة الیه افضل بالنسبة الی امته ﷺ مطلقا نعم لم یشرع التعبد فیها والتعبد فی لیلة القدر مشروع الی یوم القیٰمة.

وفی الصحیح للبخاری (۲/۶۸۴): عن جابر بن عبدالله قال سمعت النبی ﷺ یقول لما کذبنی قریش قمت فی الحجر فجلی الله لی بیت المقدس فطفقت أخبرهم عن ایاته وانا انظر الیه.

وفی الصحیح لمسلم (۲/۷۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

وفیه ایضاً (۱/۷۶): ...... سمعت رسول الله ﷺ یقول ان الله کره لکم ثلاثا قیل وقال واضاعة المال وکثرة السؤال.

وفی طبقات ابن سعد (۱/۱۴۵): اسری برسول الله ﷺ لیلة سبع عشرة من شهر ربیع الاول.

وفی السیرة النبویة لابن کثیر (۲/۹۳): اسری برسول الله ﷺ قبل خروجه الی المدینة بسنة ...... ان الاسراء کان لیلة السابع والعشرین من رجب.

وفی سیر اعلام النبلاء (۱/۱۶۴): اسری برسول الله ﷺ الی بیت المقدس قبل الھجرة بسنة.

وفی مختصر سیرة الرسول (صـ۱۹۶): کان الاسراء قبل الھجرة بسنة......وقال ابن عبدالبر وغیرہ کان بین الاسراء والھجرة سنة وشھران ......وذکر النووی فی فتاواہ انہ کان فی ثالث عشر ربیع الاخر وقال فی شرح مسلم فی ربیع الاول وقیل کان لیلة السابع والعشرین من رجب واختارہ الحافظ عبدالغنی بن سرور المقدسی.

وعلی ھامش اللجنة الدائمة (۳/۲۵): وھذہ اللیلةالتی حصل فیھا الاسراء والمعراج لم یأت فی الاحادیث الصحیحة تعیینھا وکل ماورد فی تعیینھا فھو غیر ثابت عن النبی ﷺ عند اھل العلم بالحدیث ...... ولوثبت تعیینھا لم یجز للمسلمین ان یخصوھا بشیٔ من العبادات فلم یجز لھم ان یحتفلوا بھا ولوکان الاحتفال بھا امراً مشروعا لبینہ الرسول ﷺ للامة اما بالقول او الفعل...... ولنقلہ الصحابة الینا ...... فعلم ان الاحتفال بھاوتعظیمھا لیسا من الاسلام فی شیٔ.

(۱۹۷) ماہِ صفر میں چھولے بانٹنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ صفرالمظفر میں چھولے بانٹتے ہیں آیا اس کی کوئی شرعی حیثیت ہے یا نہیں؟ کیا اس کی کوئی فضیلت وارد ہوئی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ماہِ صفر میں چھولے بانٹنے کی کوئی فضیلت وارد نہیں ہوئی اور نہ ہی یہ طریقہ صحابہ وتابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے۔ اس لئے اس کا التزام بدعت ہے لہٰذا چھولے بانٹنے اور اس کو لے کر کھانے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوة (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللّٰہ عنھا قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد.

وفی المرقات (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای من اتی بشیٔ من الطاعات او بشیٔ من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا اوسابقا علی الامر لیس علیہ امرنا ای وکان من صفتہ انہ لیس علیہ اذننا بل اتی بہ علی حسب ھواہ فھو رد ای مردود غیر مقبول.

(۱۹۸) قبر پر اذان دینا/ نجومی کو ہاتھ دکھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں مردے کو دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دی جاتی ہے اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ اس سے شیطان بھاگ جاتا ہے اور فرشتے جب سوال کرنے آتے ہیں تو مردہ صحیح صحیح جواب

دیتا ہے۔کیا شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟

نیز پنجاب بلکہ غالباً پورے ملک ہی میں لوگ نجومی کو ہاتھ دکھاتے ہیں اور وہ ہاتھ دیکھ کر حالات بتاتا ہے۔اور کبھی اس کے بتائے ہوئے حالات بالکل درست ثابت ہوتے ہیں۔اب سوال یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں میت کے دفن کے وقت یا دفن کرنے کے بعد قبر پر اذان دینا کسی شرعی دلیل سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

اور نجومی کے پاس جانا اور اسے ہاتھ دکھا کر احوال معلوم کرنا شرعاً ناجائز ہے جو نجومی علم غیب کا دعویٰ کرے اور اس غیب پر جو شخص اس کی تصدیق کرے دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

لمافی المشکوۃ (صـ۲۷): عن عائشة رضی اللّٰہ عنها قالت قال رسول اللّٰہ ﷺ من احدث فی امر ناهذا مالیس منه فهو رد.

وفیها ایضا (صـ۳۹۳): عن ابی هریرة قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من اتی کاهنا فصدقه بمایقول .... فقد بری ٔ ممانزل علی محمد.

وفی ردالمحتار (۲/۲۳۵): لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کماهو معتاد الآن. وقدصرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قیاساعلی ندبها للمولودالحاقا لخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب.

وفیها ایضا (۴/۲۴۲): والحاصل ان الکاهن من یدعی معرفة الغیب باسباب وهی مختلفة فلذا انقسم الی انواع متعددة کالعراف والرمال والمنجم ....والکل مذموم شرعا محکوم علیهم وعلی مصدقهم بالکفر.

(۱۹۹) قبر پر پھول چڑھانا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں لوگ قبروں پر سبز پتے، پھول یا خوشبو وغیرہ ڈالتے ہیں۔آیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جواب مدلل اور واضح بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......قبروں پر پھول یا خوشبو ڈالنا شرعاً بے اصل ہے۔اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور آج کل اس کو کار ثواب سمجھ کر کیا جاتا ہے جو کہ بدعت ہے اور اس کا ترک واجب ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۱۸۲،۱۸۴): عن ابن عباس قال مر النبی ﷺ بحائط من حیطان المدینة اومکة فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورهما فقال النبی ﷺ یعذبان ومایعذبان فی کبیر

ثم قال بلی کان احدهما لا یستتر من بوله وکان الآخر یمشی بالنمیمة ثم دعا بجریدة فکسرها کسرتین فوضع علی کل قبر منهما کسرة فقیل یارسول الله لم فعلت هذا قالا لعله ان یخفف عنهما مالم ییبسا اوالی ان ییبسا.

وفی عمدة القاری (۱۲۱/۳): وکذلک مایفعله اکثر الناس من وضع مافیه رطوبة من الریاحین والبقول ونحوهما علی القبور لیس بشئ.

وفی فیض الباری (۴۸۹/۲): وقال العینی رحمه الله ان القاء الریاحین لیس بشئ ولم یمنع عن انبات الشجرة وفی العالمکیریة ان القاء الریاحین ایضا مفید قلت :والاعتماد علی ماذکره العینی.

وفی معارف السنن (۳۲۶/۱) تحت هذه الروایة: وقد استنکر الخطابی ومن تبعه وضع الناس الجرید ونحوه فی القبر عملا بهذا الحدیث.وقال الطرطوشی لان ذلک خاصة ببرکة یده وقال القاضی عیاض لانه علل غرزهما علی القبر بامر مغیب وهو قوله لیعذبان ....قال الراقم :اتفق الخطابی والطرطوشی والقاضی عیاض علی المنع وقولهم اولی بالاتباع حیث اصبح مثل تلک المسامحات والتعللات مثارا للبدع المنکرة والفتن السائرة.

(۲۰۰) نمازِ جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کی شرعی حیثیت

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کا کیا حکم ہے؟اسی طرح اگر اتفاق سے نماز جنازہ کے وقت میت کو الٹا رکھا گیا اور اسی طرح نماز پڑھ لی تو یہ نماز ہو جائے گی یا دوبارہ پڑھنی پڑے گی؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......احادیث مبارکہ میں میت کو جلد از جلد دفن کرنے کی تاکید آئی ہے، چنانچہ انہی روایات کی بناء پر فقہاء کرام نے کفن ودفن کا جو طریقہ بیان کیا ہے اس میں یہ صراحت کی ہے کہ جنازہ سے فراغت کے بعد فوراً میت دفنانے کیلئے لے جانا چاہیے، جنازہ کے بعد دعا یا تلاوت قرآن کے لئے نہ روکنا چاہیے،لہذا نماز جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی درست نہیں، خاص طور پر جبکہ نماز جنازہ میت کے حق میں خود دعا ہے اور جنازہ میں اس طرح فاتحہ خوانی ثابت بھی نہیں کیونکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں کتنے لوگوں کی آپ نے نماز جنازہ پڑھائی اسی طرح صحابہ نے اپنی زندگیوں میں کتنے لوگوں کی نمازیں پڑھائیں لیکن کہیں جنازے کے بعد فاتحہ کا ثبوت نہیں ملتا لہذا جنازہ کے بعد فاتحہ خوانی کرنا بدعت ہے۔

۲۔نماز جنازہ کے وقت اگر میت کو الٹا رکھ دیا گیا تو بھی نماز درست ہوگی اعادے کی ضرورت نہیں چاہے یہ الٹا رکھنا غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر البتہ یہ طریقہ خلاف سنت ہے۔اور عمداً کرنے سے گناہ ہوگا۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۱۷۶): عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال اسرعوا بالجنازة فان تک صالحة فخیر تقدمونها وان تک سوی ذلک فشر تضعونه عن رقابکم.

وفی البحرا لرائق (۲/۱۸۳): لا یدعو بعد التسلیم کما فی الخلاصة.

وفی خلاصة الفتاوی (۱/۲۲۵): لا یقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة ......ولا یقوم بالدعاء فی قراءة القرآن لاجل المیت بعد صلوة الجنازة وقبلها والله اعلم.

وفی التاتارخانیة (۲/۱۷۷): واذا اخطئوا بالراس وقت الصلاة فجعلوه فی موضع الرجلین فصلوا علیها جازت الصلوة فان فعلوا ذلک عمدا جازت صلاتهم وقد اساؤا وفی شرح الطحاوی لا تعاد.

وفیها ایضاً (۲/۱۸۰): ولا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوة الجنازة.

وفی الشامیة (۲/۲۰۹):......ان السنة وضع رأسه مما یلی یمین الامام کما هو المعروف الان ولهذا علل فی البدائع للاساءة بقوله لتغییرهم السنة المتوارثة.

(۲۰۱) اہل میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے ورثاء میت کے کفن دفن کے ساتھ کھانے کا انتظام بھی کرتے ہیں اور جنازے کی ادائیگی کے بعد لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسا کرنا صحیح نہیں۔ آپ بتائیں کہ کون سی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ورثاء میت کی طرف سے کھانے کا انتظام کرنا جائز نہیں ہے۔ یہ انتہائی قبیح بدعت ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی الهندیة (۱/۱۶۷): ولابأس بأن یتخذ لاهل المیت طعام کذا فی التبیین ولایباح اتخاذ الضیافة عندثلاثة ایام.

وفی ردالمحتار (۲/۲۴۰): ویکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیت لانه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة وروی الامام احمد وابن ماجة باسناد صحیح عن جریر بن عبدالله قال کنا نعد الاجتماع الی اهل المیت وصنعهم الطعام من النیاحة.

(۲۰۲) تعزیت کے ساتھ مالی امداد کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کسی کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو

وہاں سے واپس آنے سے پہلے وہاں بچھی ہوئی دریوں کے نیچے سو، پانچ سو یا ہزار روپے رکھ کر آتے ہیں۔اس سے مقصود ورثاء میت کی امداد ہوتی ہے۔ چاہے ورثاء امیر ہوں یا غریب۔ پھر ورثاء اس رقم کو جمع کر کے آنے والے لوگوں کے لئے حقہ، چائے اور کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔اگر کوئی شخص پیسے دیئے بغیر چلا جائے تو اسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ کیا شرعاً اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ہماری اصلاح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تعزیت کے لئے جانے والوں کا اس طرح پیسے دینا، اس کو ضروری سمجھنا اور نہ دینے والوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا شرعاً ناجائز اور بدعت کے زمرے میں آتا ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافي المشكوة (صـ۲۷): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث في امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

وفي ردالمحتار (۲/۲۴۰): وتستحب التعزية للرجال والنساء اللاتي لايفتن .... والتعزية ان يقول: اعظم الله اجرك، واحسن عزاءك وغفر لميتك ......ويكره اتخاذ الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لافي الشرور وهي بدعة مستقبحة وروى الامام احمد وابن ماجة باسناد صحيح عن جرير بن عبدالله قال كنا نعد الاجتماع الى اهل الميت وصنعهم الطعام من النياحة.

(۲۰۳) حیلہ اسقاط کا شرعی طریقہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل بعض علاقوں میں حیلہ اسقاط مروج ہے جس پر بعض علماء یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ جائز نہیں جب کہ حیلہ کرنے والے کتب فقہ کے حوالے سے اس کے جواز کو ثابت کرتے ہیں۔ان میں سے کون سی بات صحیح ہے؟ اور جو حیلہ کتب فقہ میں درج ہے اس کا طریقہ کار اور شرائط بھی بیان فرمائیں تاکہ ہماری اصلاح ہو سکے۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مروجہ حیلہ اسقاط ناجائز ہے۔ رہا معاملہ کتب کے حوالہ جات کا تو متاخرین کی کتب میں اس کا ثبوت ملتا ہے لیکن جس حیلے کو متاخرین نے جائز قرار دیا ہے وہ حیلہ مروجہ حیلہ سے قطعاً مختلف ہے۔ کیونکہ جو حیلہ کتب میں درج ہے اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کا انتقال ہوا کہ اس کے ذمے کچھ نمازیں یا روزے باقی تھے اور اس کے ترکہ کا ثلث مال اس فدیے کے لئے کافی نہ تھا تو ایسی صورت میں اس بات کی گنجائش ہے کہ ولی میت کسی فقیر کو نقدی یا گندم وغیرہ کا مالک بنائے اور وہ فقیر اپنی مرضی سے مالک کو نقدی یا وہ جنس واپس ہدیہ کردے یا کسی تیسرے شخص کو دے دے۔اور وہ تیسرا شخص ولی میت کو ہدیہ کردے۔اور اگر فقیر یا تیسرا شخص واپس نہ کرنا چاہے تو اسے مجبور نہ کیا جائے یعنی واقعی فقیر کو مالک بنایا جائے صرف ملکیت کا ڈھونگ نہ رچایا جائے۔اس طرح متعدد بار کیا جائے، اس طرح جتنی مقدار بن جائے تو اس قدر تک اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ بطور فدیہ کے قبول فرمالیں۔

یہ ہے کتب میں درج حیلہ۔ اور ہمارے یہاں کیا ہوتا ہے وہ ہر کس وناکس پر واضح ہے جسے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔
مزید تفصیل سوال: ۱۶۰ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۰۴) تعزیت کے لئے ورثاء میت کے پاس جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ میت کے دفن کرنے کے بعد قبر سے واپسی پر میت کے ورثاء کی تسلی وتشفی اور اس کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس طرح تعزیت کے لئے جمع نہیں ہونا چاہئے، یہ بدعت ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جولوگ نماز جنازہ اور دفن میں شریک ہوئے ان کے ذمے سے میت کا حق ادا ہوگیا۔ اب دفن کے بعد ورثاء کے پاس رسماً جانا مکروہ اور بدعت ہے البتہ اگر صبر کی تلقین کے لئے اپنے تعلق کی وجہ سے ورثاء میت کے ہاں جائیں تو اس کی گنجائش ہے۔

لـمـافي البحر الرائق (۲/۱۹۲): والتعزية للمصاب سنة للحديث من عزى مصابا فله مثل اجره قال البقالي فلابأس بالجلوس للعزاء ثلاثة ايام في بيت اومسجد وقد جلس رسول الله ﷺ لماقتل جعفر وزيد بن حارثة والناس يأتون ويعزونه والتعزية في اليوم الاول افضل والجلوس في المسجد ثلاثة ايام للتعزية مكروه وفي غيره جاءت الرخصة ثلاثة ايام للرجال وتركه احسن ويكره للمعزى ان يعزى ثانيا.

وفي الهندية (۱/۱۶۷): التعزية لصاحب المصيبة حسن وروى الحسن بن زياد اذا عزى اهل الميت مرة فلاينبغي ان يعزيه مرة اخرى ....ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۳۹): ولابأس بنقله ....وبتعزية اهله وترغيبهم في الصبر ....وبالجلوس لها في غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها الالغائب وتكره التعزية ثانيا وعندالقبر.

وفي الشامية: وقال كثير من متاخرى ائمتنا يكره الاجتماع عندصاحب البيت ويكره له الجلوس في بيته حتى يأتي اليه من يعزى بل اذا فرغ ورجع الناس من الدفن فليتفرقوا ويشتغل الناس بأمورهم وصاحب البيت بامره اهـ.

(۲۰۵) میت یا کفن میت پر کلمہ لکھنا/قبر پر اذان دینا/میت کو چھتری سے ڈھانک کرلے جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غسل کے بعد میت کی پیشانی اور سینے پر کسی خوشبودار چیز

سے کلمہ اور بسم اللہ لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اسی طرح کفن میت پر کلمہ شہادت وغیرہ لکھنا کیسا ہے؟

۳۔ میت کو چھتری سے ڈھانپ کر جنازہ گاہ یا قبر تک لے جانا کیسا ہے؟

۴۔ بعد دفن میت کی قبر سے چالیس قدم ہٹ کر اذان دینا کیسا ہے؟

تمام سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں چاروں چیزیں بے اصل ہیں، ان کا شریعت وسنت میں کوئی ثبوت نہیں ہے لہٰذا ان سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفی ردالمحتار (۲۴۶/۲): وقد افتی ابن الصلاح بانه لایجوز ان یکتب علی الکفن یٰس والکهف ونحوهما خوفا من صدید المیت ....فالاسماء المعظمة باقية علی حالها فلایجوز تعریضها للنجاسة والقول بانه یطلب فعله مردود لان مثل ذلک لایحتج به الااذاصح عن النبی ﷺ طلب ذلک ولیس کذلک اهـ.

وفیها ایضا (۲۳۵/۲): لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبره کماهو المعتاد الآن. وقدصرح ابن حجر فی فتاویه بانه بدعة وقال ومن ظن انه سنة قیاساعلی ندبها للمولود الحاقالخاتمة الامر بابتدائه فلم یصب.

(۲۰۶) بچوں کے ختم قرآن پر دعوت اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عمل

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچوں کے ختم قرآن کے موقع پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا شرعا جائز ہے یا نہیں؟ کیا یہ درست ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ بارہ سال میں ختم کی اور اس کے ختم پر ایک اونٹ ذبح کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں بچوں کے ختم قرآن پر دعوت کرنا یا مٹھائی تقسیم کرنا شرعا جائز ہے البتہ اسے ضروری نہ سمجھا جائے۔ نیز یہ بات درست ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سورۃ بقرۃ بارہ سال میں ختم کی اور اس کے ختم پر ایک اونٹ ذبح کیا تھا۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۱

(۲۰۷) مبتدع (بدعتی) کی تعریف

سوال...... بدعتی یا مبتدع کی تعریف کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بدعتی یا مبتدع ایسے شخص کو کہتے ہیں جو دین میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کرے جس کا ثبوت قرآن وحدیث وصحابہ کے آثار سے نہ ملتا ہو اور یہ طریقہ احکام دین کے مشابہ ہو اگرچہ اس سے (اس کا) مقصود اللہ کی بندگی میں کثرت اور مبالغہ ہو، اور اسے دین سمجھ کر کرے۔

لما فی الصحیح البخاری (۱/۳۷۱): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا ما لیس منه فهو رَدٌّ. اهـ

وفی مرقاة المفاتیح (۱/۲۱۶): قال النووی البدعة کل شیٔ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله ﷺ اهـ............

قال الشافعی رحمه الله أحدث مما یخالف الکتاب أو السنة أو الاثر أو الاجماع فهو ضلالة وما أحدث من الخیر مما لا یخالف شیئا من ذلک فلیس بمذموم......اهـ

وفی کتاب الاعتصام (۱/۲۱): وأصل مادة بدع للاختراع علی غیر مثال سابق، ومنه قول الله تعالیٰ (بدیع السموات والارض) أی مخترعهما من غیر مثال سابق متقدم............... یقال ابتدع فلان بدعة یعنی ابتدأ طریقة لم یسبقه إلیها سابق.

وفی (صـ۲۲)...... وهذا هو الابتداع والبدعة ویسمی فاعله مبتدعاً، فالبدعة إذن عبارة عن (طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشرعیة یقصد بالسلوک علیها المبالغة فی التعبد لله سبحانه) وهذا علی رأی من لایدخل العادات فی معنی البدعة وانما یخصها بالعبادات وأما علی رأی من أدخل الاعمال العادیة فی معنی البدعة فیقول.

(البدعة طریقة فی الدین مخترعة تضاهی الشرعیة یقصد بالسلوک علیها مایقصد بالطریقة الشرعیة).

(۲۰۸) غیر اللہ کی نذر کے بغیر مزار پر کھانا لے جانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ کے مزار پر کوئی چیز اس لئے رکھ دے کہ یہاں فقراء ومساکین بکثرت آتے ہیں یہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں گے تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسا کرنا درست نہیں ہے کیونکہ اولاً بدعقیدگی کا خطرہ ہے کیونکہ شیطان اسی طرح آہستہ آہستہ بہکاتا ہے اور دوسری بات یہ کہ کم سے کم دوسرے لوگوں کی بدعقیدگی کا سبب ضرور ہے کیونکہ دوسرے لوگ یہی سمجھیں گے کہ غیر اللہ کے نام پر یہ اشیاء یہاں رکھی جارہی ہیں خاص طور پر ہمارے زمانے میں جبکہ مزارات شرک وبدعات کے اڈے بنے ہوئے ہیں۔اور اگر مقصود صرف فقراء کو ہی کھلانا ہے تو اس کے لئے کئی دوسرے انتظامات کئے جاسکتے ہیں،مزارات پر لانا کیا ضروری ہے؟

لمافي المشكوة (۱/۲۴۱): وعن النعمان بن بشير قال قال رسول الله ﷺ الحلال بين والحرام بين وبينهما مشتبهات لايعلمهن كثير من الناس فمن اتقى الشبهات استبرأ لدينه وعرضه ومن وقع في الشبهات وقع في الحرام كالراعي يرعى حول الحمى يوشك ان يرتع فيه الاوان لكل ملك حمى الاوان حمى الله محارمه الى آخر الحديث.

(۲۰۹) رقم جمع کرکے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ جب میت کو دفن کردیا جاتا ہے تو دفن میں شریک ہونے والے لوگ آپس میں رقم جمع کرکے میت کے گھر کھانا پکاتے ہیں جس میں سے جنازہ میں شامل ہونے والے اور دوسرے لوگوں سب کو کھلایا جاتا ہے۔کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ انفرادی طور پر کھانا تیار کرکے اہل میت کے ہاں بھیج دیا جائے۔دفن میں شریک ہونے والوں سے اس طرح رقم جمع کرکے اہل میت کے ہاں کھانا پکانا جائز نہیں ہے کیونکہ ان میں سے کئی ایسے افراد بھی ہوں گے جو پیسے نہیں دینا چاہتے لیکن دوسروں کے سامنے شرمندگی سے بچنے کے لئے مجبوراً دیتے ہیں۔اسی طرح روایات میں میت کے ورثاء کے ہاں کھانا بھیجنے کا ذکر ہے وہاں جاکر کھانے کا نہیں لہٰذا اس طرح انتظام واجتماع اور کھانا کھلانا جائز نہیں۔

لمافي الجامع للترمذي (۱/۱۹۵): عن عبدالله بن جعفر قال لما نعي جعفر قال النبي ﷺ اصنعوا لاهل جعفر طعاما فانه قدجاء هم مايشغلهم قال ابوعيسى .... وقد كان بعض اهل العلم يستحب ان يوجه الى اهل الميت بشيء لشغلهم بالمصيبة.

وفي سنن ابن ماجة (صـ۱۱۶): عن جرير بن عبدالله البجلي قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

وفي كنزالعمال (۱/۹۲): [۳۹۷] لايحل مال امرئ مسلم الابطيب نفس منه (د عن حذيفة الرقاشي)

وفي ردالمحتار (۲/۲۴۰): قال في الفتح :ويستحب لجيران اهل الميت والاقرباء الاباعد تهيئة

طعام لهم يشبعهم يومهم وليلتهم لقوله عليه السلام اصنعوا لآل جعفر طعاما الى آخر الحديث .... ويكره اتخاذ الضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لافي الشرور.

(۲۱۰) تیجہ چالیسواں اور برسی منانا کیسا ہے

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو تیجہ، چالیسواں اور برسی منائی جاتی ہے، اور پھر وہ لوگ جو اپنے آپ کو دیندار کہتے ہیں اس کھانے کو یہ کہہ کر کھا لیتے ہیں کہ قل ہی تو پڑھی ہے کھالو۔ کیا تیجہ چالیسواں اور برسی منانا اور ان کا کھانا کھانا جائز ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورِ مسئولہ میں میت کے تیجے، چالیسویں اور برسی کی شرعاً کوئی اصل نہیں ہے، یہ رسوم ورواج شریعت مطہرہ پر اپنی طرف سے اضافہ کرنے کے ساتھ دوسری کئی خرافات کے مجموعے ہیں لہٰذا ناجائز ہیں۔

ان کا کھانا اگرچہ فی نفسہ ناجائز نہ بھی ہو تو ایک ناجائز کام کی حوصلہ افزائی ضرور ہے، جبکہ شریعت نے اس سے بھی منع کیا ہے لہٰذا کھانا کھانے سے احتراز کرنا چاہیے۔

لما في الجامع الترمذي (۱/۱۹۵): عن عبدالله بن جعفر قال لما جاء نعي جعفر قال النبي ﷺ اصنعوا لاهل جعفر طعامافانه قد جاء هم مايشغلهم.

وفي السنن لابن ماجة (ص ۱۱۶): عن جرير بن عبدالله البجلي قال كنا نرى الاجتماع الى اهل الميت وصنعة الطعام من النياحة.

وفي الشامية (۲/۲۴۰): ويكره اتخاذالضيافة من الطعام من اهل الميت لانه شرع في السرور لا في الشرور وهي بدعة مستقبحة.

(۲۱۱) سوئم کی شرعی حیثیت/ دفن کے بعد دعا کرنا

سوال ..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میت کے سوئم میں یعنی تیسرے دن گٹھلیوں پر کلمہ طیبہ پڑھا جاتا ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اسی طرح اس دن آنے والوں کے لئے کھانے کا انتظام کرنا کیسا ہے اور اس کام کے لئے تیسرا ہی دن متعین کرنا کیسا ہے؟

نیز دفنانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا صحیح ہے یا نہیں اور سر اور پاؤں کی طرف شہادت کی انگلی قبر کی مٹی کے اندر کر کے آیات کی تلاوت کرنا کیسا ہے؟ ان سب کے تفصیلی جوابات عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ..... صورت مسئولہ میں تیسرے دن اہتمام والتزام سے کلمہ طیبہ کا اجتماعی طور پر ورد کرنا اور سوئم کے دوسرے لوازمات

بدعات میں سے ہیں جن سے اجتناب ضروری ہے۔

میت کو دفن کرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرنا ثابت ہے چاہے ہاتھ اٹھا کر ہو یا بغیر ہاتھ اٹھائے اسی طرح دفن کے بعد میت کے سر کی طرف سورہ بقرۃ کی ابتدائی آیات اور پاؤں کی طرف آخری آیات پڑھنا مستحب ہے۔ لیکن سوال میں ذکر کردہ مخصوص طریقہ یعنی شہادت کی انگلی کو قبر کی مٹی میں داخل کرنا ثابت نہیں ہے۔

لمافی السنن للنسائی (۲۲۲/۱): اخبرنا یوسف بن سعید .... سمعت عائشة تحدث قالت الا احدثکم عنی وعن النبی ﷺ قلنا بلی قالت .... وذکر الحدیث حتی جاء البقیع فرفع یدیه ثلث مرات فاطال ثم انحرف – الی آخر الحدیث –

وفی المشکوۃ (ص۲۶): وعن عثمان قال کان النبی ﷺ اذافرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل.

وفی ردالمحتار (۲۴۰/۲): وفی البزازیة ویکره اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث وبعدالاسبوع ونقل الطعام الی القبر فی المواسم واتخاذ الدعوة لقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام اوالاخلاص.

وفیه ایضا (۲۳۷/۲): وکان ابن عمر یستحب ان یقرأ علی القبر بعدالدفن اول سورة البقرة وخاتمتها.

وفی مجموعة الفتاوی (۱۹۵/۱): سوال :روز سوم یاپنجم مردم طلب یابلاطلب جمع میشوند وچند ختمے کلام مجید می خوانند بعضے آهسته وبعضے بآواز بلند درپیاله خوشبو کل می اندازند ودیگر خصوصیات ورسوم اول می آرند چه حکم دارد ؟ جواب :مقرر کردن روز سوم وغیره بالتخصص .... واین مجموع بدعت است ومکروه نعم تعزیت اهل میت وتسلیه وصبر فرمودن سنت ومستحب است امااین اجتماع مخصوص روز سوم وارتکاب تکلفات دیگر وصرف اموال بی وصیت ازحق یتامی بدعت است وحرام است انتهی.

(۲۱۲) دفن کے بعد تین دفعہ دعا کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض ائمہ مساجد میت کو دفن کرنے کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگتے ہیں۔ کیا شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں دفن کے بعد ایک دفعہ دعا کرنا تو صحیح ہے البتہ تین دفعہ التزام واہتمام سے دعا کرنا کہیں سے

ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے۔ کیونکہ دفن کے بعد کا معاملہ بارہا حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں پیش آیا۔ اگر کہیں آپ نے تین دفعہ دعا کی ہوتی تو کوئی نہ کوئی صحابی ضرور اس کو نقل کرتا لیکن کسی بھی روایت سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

لمافی المشکوۃ (صـ۲۶): عن عثمان قال کان النبی ﷺ اذا فرغ من دفن المیت وقف علیه فقال استغفروا لاخیکم ثم سلوا له بالتثبیت فانه الآن یسأل.

(۲۱۳) جنازہ اٹھا کر دس قدم ناپ کر چلنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوبہ پنجاب کے بعض علاقوں میں رائج ہے کہ جب جنازہ کی چارپائی اٹھائی جاتی ہے تو امام صاحب دس قدم آگے، دس پیچھے اسی طرح دائیں اور بائیں ناپ کر چلتے ہیں۔ اس وقت تک جن لوگوں نے میت کو اٹھایا ہوتا ہے وہ آہستہ آہستہ چلتے ہیں اس کے بعد جب امام کے چالیس قدم پورے ہوجاتے ہیں تو تیز تیز چلنا شروع کر دیتے ہیں۔ آیا شرعاً اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں جو چیز شرعاً ثابت ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ میت کی چارپائی کے چاروں پائے اٹھا کر دس دس قدم چلا جائے جس میں امام اور غیر امام سب برابر ہیں لہٰذا مروجہ طریقہ جس میں امام چارپائی اٹھائے بغیر دس دس قدم چلتا ہے اس کے بعد چارپائی اٹھانے والے تیز چلنا شروع کر دیتے ہیں شرعاً ثابت نہیں ہے لہٰذا امام مذکور کا یہ فعل ناجائز ہے۔

لمافی الهندیة (۱/۱۶۳): ثم ان حمل الجنازة شیئین نفس السنة وکمالها امانفس السنة فهی ان تاخذ بقوائمها الاربع علی طریق التعاقب .... واما کمال السنة فلایتحقق الافی واحد وهو ان یبدأ الحامل بحمل یمین مقدم الجنازة .... فیحمله علی عاتقه الایمن ثم المؤخر الایمن علی عاتقه الایمن ثم المقدم الایسر علی عاتقه الایسر ثم المؤخر الایسر علی عاتقه الایسر.

وفی الدرالمختار (۲/۲۳۹): واذاحمل الجنازة وضع مقدمها علی یمینه ثم مؤخرها علی یمینه کذلک ثم مقدمها علی یساره ثم مؤخرها کذلک.

(۲۱۴) تین دن تک تعزیت اور تعزیت کا طریقہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے عزیز واقارب تین دن تک تعزیت کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ آیا اس طرح تعزیت کے لئے تین دن تک جمع ہونا جائز ہے یا نہیں؟

نیز جب کوئی شخص تعزیت کے لئے آتا ہے تو کہتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو چنانچہ سب لوگ اس کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح جاتے وقت بھی کہتا ہے کہ ہاتھ اٹھاؤ اور دعا کرو حتی کہ وہاں موجود لوگوں کو اس دوران بار بار ہاتھ اٹھا کر

دعا کرنی پڑتی ہے۔کیاایسا کرنا صحیح ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں تین دن تک تعزیت کے لئے بیٹھنے کی گنجائش ہے البتہ اسے لازم سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ بار بار ہاتھ اٹھانا کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ تعزیت کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ میت کے ورثاء کوصبر کی تلقین کی جائے اورمیت کے لئے دعاء مغفرت کی جائے۔

لمافی الھندیة (۱/۱۶۷): التعزية لصاحب المصيبة حسن ....ووقتها من حين يموت الى ثلاثة ايام ويكره بعدها ....ويستحب ان يقال لصاحب التعزية غفر الله تعالى لميتك وتجاوز عنه وتغمده برحمته ورزقك الصبر على مصيبته واجرك على موته ....ولابأس لاهل المصيبة ان يجلسوا فى البيت اوفى المسجد ثلاثة ايام والناس يأتونهم ويعزونهم.

وفى الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۳۹): وبتعزية اهله وترغيبهم فى الصبر ....وبالجلوس لها فى غير مسجد ثلاثة ايام واولها افضل وتكره بعدها ....ويقول اعظم الله اجرك واحسن عزاءك وغفر لميتك.

وفى الشامية: (وبالجلوس لها) اى للتعزية واستعمال لابأس هنا على حقيقته لانه خلاف الاولى ......وفى الاحكام عن خزانة الفتاوى الجلوس فى المصيبة ثلاثة ايام جاءت الرخصة فيه.

(۲۱۵) میت کی چارپائی کے نیچے گندم وغیرہ رکھنا

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ جب کسی کے گھر میت ہوتی ہے تو ایک یا دومن گندم میت کی چارپائی کے نیچے رکھ دیتے ہیں جب غسل دینے والا میت کوغسل دیتا ہےتو میت کے دفن سے پہلے پہلے وہ غلہ غسل دینے والے کودے دیا جاتا ہے کیا یہ طرزِ عمل شرعاً درست ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً ......صورتِ مسئولہ میں آپ کے علاقہ میں یہ جو رسم ہے کہ میت کی چارپائی کے نیچے ایک یا دومن گندم رکھ دیتے ہیں اور پھر یہی گندم میت کوغسل دینے والے کودیدیتے ہیں۔تو یہ عمل بالکل جاہلانہ رسم ہے۔جس کا ثبوت نہ تو قرآن وسنت سے ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین رحمہم اللہ سے ہے۔لہٰذا مسلمانوں کواس سے گریز کرنا چاہئے۔اوراسے ترک کرناواجب ہے۔

لمافى القرآن الكريم(سورة الاحزاب:۲۱): لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة لمن كان يرجوالله واليوم الاخر وذكر الله كثيراً الآية.

(سورة الحشر:۷): ومآ اٰتٰكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا واتقوا الله ان الله شديد العقاب. الاية

وفی صحیح البخاری (۱/۳۷۱): عن عائشة قالت قال النبی ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو ردّ. وفی روایة لمسلم (۲/۷۷): من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو ردّ.

وفی مشکوة المصابیح (۱/۲۷): عن جابر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمدؐ وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة.

وفی فتح الملهم (۵/۳۴۷): قال النووی: البدعة کل شئ عمل علی غیر مثال سبق وفی الشرع احداث مالم یکن فی عهد رسول الله ﷺ .... وتحصل للعبد الضعیف من کلمات شیوخنا وافاداتهم أن الأصل فی البدعة الشرعیة انما هو قول النبی ﷺ من احدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو ردّ والمراد بالأمر الدین کما صرّحوا به فلا یطلق الا علی الأمور المحدثة فی الدین لاعلی کل امر محدث وبهذا یخرج امثال التوسع فی المطاعم وغیرها من الأمور المباحة بل بعض الرسم التی یفعل فاعلوها لاعلی وجه التقرب والاحتساب ایضا عن حد البدعة الشرعیة وإن کانت داخلة فی حد البدعة اللغویة فان هذه الافعال لایباشرها من باشرها ظانا وناویا انها من الدین فلیست هی من الاحداث فی الدین فی شئ وکذا قوله علیه السلام مالیس منه یدل علی أن الأمور التی لها أصل من الکتاب أو من سنته ﷺ أو من سنة الخلفاء الراشدین المهدین أو تعامل عامة السلف رضی الله عنهم والاجتهاد المعتبر بشروطه المستند إلی النصوص لاتسمی محدثة ولا بدعة شرعیة فان هذه الأصول کلها من الدین تنصیصا أو تعلیلاً کما تقرر فی محله.

(۲۱۶) قضائے عمری کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں بعض لوگ ۱۵ شعبان کو ظہر کے بعد اسی طرح جمعۃ الوداع کے دن قضاء عمری کے نام سے نمازیں پڑھتے ہیں کیا اس طرح کرنا جائز ہے یا نہیں اور اس نماز سے پوری عمر کی نمازیں معاف ہوجاتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مروجہ قضائے عمری کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ یہ اسلام دشمنوں کی طرف سے ایجاد کردہ قبیح بدعت ہے تاکہ مسلمان سال بھر نماز پڑھنے کے بجائے سال میں ۲ یا ۴ رکعت پڑھ کر اپنے آپ کو بریٔ الذمہ سمجھنے لگیں۔ چنانچہ ان کی یہ سازش کچھ اپنوں کی وجہ سے کامیاب ہوگئی جنہیں اپنے ہاں کچھ چہل پہل اور رونق چاہئے تھی۔ انہوں نے ان مواقع پر باقاعدہ اہتمام سے اس پر عمل کرنے کی لوگوں کو ترغیب دی جیسے یہ دین کا انتہائی اہم شعبہ ہو۔ حالانکہ یہ عمل کہیں سے بھی ثابت نہیں ہے بلکہ کتب احادیث اور تمام فقہاء کی کتب میں یہ صراحت موجود ہے کہ جب کسی شخص کی نماز قضا ہوجائے تو بعد میں اس کی قضا پڑھنا ضروری ہے اور اگر متعدد

نمازیں فوت ہوجائیں تو سب کی قضاء بھی اسی طرح پڑھی جائے گی۔قضاء عمری کا مذکورہ طریقہ جائز نہیں ہے۔

لمافي الجامع الترمذی (۱/۴۳): عن قتادة قال ذكروا للنبي ﷺ نومهم عن الصلوٰة فقال انه ليس في النوم تفريط انماالتفريط في اليقظة فاذا نسي احدكم صلاة او نام عنها فليصلها اذا ذكرها .... عن ابي عبيدة بن عبدالله بن مسعود قال قال عبدالله ان المشركين شغلوا رسول الله ﷺ عن اربع صلوات يوم الخندق حتى ذهب من الليل ماشاء الله فامر بلالافاذن ثم اقام فصلى الظهر ثم اقام فصلى العصر ثم اقام فصلى المغرب ثم اقام فصلى العشاء.

وفي الهندية (۱/۱۲۱): كل صلاة فائت عن الوقت بعد وجوبها فيه يلزم قضاء ها سواء ترک عمدا اوسهوا أوبسبب نوم وسواء كانت الفوائت كثيرة اوقليلة.

(۲۱۷) تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ ختم قرآن اور دوسرے وظائف کے آخر میں تین بار سورۃ اخلاص پڑھتے ہیں۔کیا ایسا کرنا درست ہے یا یہ ہمارے دور کی ایجاد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ختم قرآن یا دوسرے وظائف کے بعد تین بار سورۃ اخلاص پڑھنا جائز ہے بشرطیکہ اس کو لازم نہ سمجھا جائے البتہ فرض نماز میں ایسا نہیں کرنا چاہئے۔

لمافي التاتارخانية (۱/۵۰۳): قرأة قل هو الله احد ثلاث مرات عند ختم القرآن لم يستحسنها بعض المشائخ.وقال الفقيه ابو الليث: هذا شئ استحسنه اهل القرآن وائمة الامصار فلابأس به وفي النوازل: قال الفقيه :وبه نأخذ لان مارآه المسلمون حسنا فهو عندالله حسن الاان يكون ختم القرآن في الصلاة.وفي الخانية :في المكتوبة فلايزيد على مرة واحدة.

وفي الهندية (۵/۳۱۷): قرأة قل هو الله احد ثلاث مرات عقيب الختم لم يستحسنها بعض المشائخ واستحسنها اكثر المشائخ لجبر نقصان دخل في قرأة البعض الاان يكون ختم القرآن في الصلاة المكتوبة فلايزيد على مرة واحدة.

(۲۱۸) نعمت کے شکرانے کے طور پر عید میلاد النبی منانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص نے دوران بیان یہ کہا کہ حضور ﷺ کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہیں اور قرآن میں ہے ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيدالاولنا وآخرنا الاية.

یہاں مائدۃ کے نعمت کی وجہ سے عید منائی جارہی ہے تو اگر مائدہ کی وجہ سے عید منائی جاسکتی ہے تو حضور ﷺ جو تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہیں آپ کا اس دنیا میں تشریف لانا بھی نعمت ہے لہٰذا اس دن بطریق اولی عید منانا جائز ہوگا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس آیت سے عید میلا دالنبی پر استدلال کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح نہیں تو اس کا جواب کیا ہوگا؟

الجواب حامداً ومصلیاً …… نبی کریم ﷺ کا وجود اطہر ومبارک بلاشک وشبہ کائنات کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر نعمت ہے۔ آپ کی ولادت شریفہ کا ذکر بلکہ آپ کی خاکِ پا اور آپ کی سواری تک کا ذکر انتہائی مبارک ہے۔ حاصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا آپ ﷺ سے ذرا بھی تعلق ہے اس کا ذکر نہایت پسندیدہ اور اعلیٰ درجے کا مستحب عمل ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اس کے لئے ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ مقرر کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ اسی دن کو مقرر کر کے عید میلا دالنبی منانا، محفل میلا د منعقد کرنا، جلوس نکالنا یا اسی دن کو مخصوص کر کے فقراء ومساکین کو کھانا کھلانا اور دلیل میں یہ آیت مبارکہ پیش کرنا کہ مائدہ خداوند کریم کی طرف سے نعمت ہے اور نعمت خداوندی کی وجہ سے بنی اسرائیل نے کہا کہ تکون عیدا لاولنا الآیة. اس آیت سے عید میلا دالنبی ﷺ ثابت کرنا محض سینہ زوری ہے ورنہ کہاں یہ آیت کریمہ اور کہاں اس سے استدلال……؟؟

اس لئے کہ وہاں پر عید اس لئے کہ نبی کی مبارک ومقدس زبان سے اسے عید کہا جارہا ہے جبکہ یہاں ۱۲ ربیع الاول کو عید منانے کا ثبوت حضور ﷺ کے ۲۳ سالہ دورِ نبوت میں نہیں ملتا اس کے بعد ۳۰ سالہ خلافت راشدہ کا دور گزرا اس میں بھی کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ حالانکہ جن حضرات نے بلاواسطہ نبی کریم ﷺ سے قرآن اور دوسری تعلیمات سیکھیں وہ صحابہ ایسے عاشق صادق تھے کہ آپ کے وضو کا پانی اپنے بدن پر ملا کرتے تھے، آپ کے لعاب مبارک کو کبھی زمین پر گرنے نہیں دیا اور آپ کے خون کو بھی باعث برکت سمجھ کر پی لیا۔ اگر اس طرح کے افعال میں کوئی بھلائی ہوتی تو کیا وہ لوگ اس کام کو سب سے پہلے نہ کرتے حالانکہ حضور ﷺ کے بعد ایک سو سال تک صحابہ کا وجود پاک اس دنیا پر رہا، کیا کسی صحابی سے ایک دفعہ بھی ایسا کرنا ثابت ہے؟

اس کے بعد تابعین کا دور بھی تقریباً ایک صدی پر محیط ہے جنہیں نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے خیر القرون کا لقب ملا، ان کے اس دور میں بھی کہیں سے عید میلا دالنبی کا ثبوت نہیں ملتا۔ پھر تبع تابعین سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

ان مبارک ادوار میں اگر کوئی چیز موجود نہیں تھی تو پھر بعد میں آپ اور میں زبردستی اسے دین میں داخل کرنا چاہیں اور یہ چاہیں کہ ہمیں اپنی مرضی سے کام کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب بھی ملے گا اور اسے دین کی خدمت بھی سمجھا جائے تو ہمارے یہ افعال مردودہ ہمارے منہ پر مار دیئے جائیں گے اور بجائے ثواب کے اس پر مواخذہ ہوگا۔ یہی حال عید میلا دالنبی اور اس دن مروجہ رسوم کا ہے کہ ان پر ثواب کے بجائے مواخذہ کے امکانات زیادہ ہیں۔

ضد وعناد کی وجہ سے اپنا دینی واخروی نقصان کرنا کونسی عقل مندی ہے لہٰذا جب حق سامنے آجائے تو اسے قبول کر لینا چاہئے اور حق یہی ہے کہ عید میلا دالنبی اور اس میں مروجہ افعال کا دین سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا ان سے احتراز کرتے ہوئے نبی علیہ السلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے۔ وماعلینا الا البلاغ واللہ اعلم بالصواب

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۷

(۲۱۹) تبرکات کی زیارت کے لئے تعیین وقت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بزرگان دین اور سلف صالحین کے کپڑوں یا دوسرے تبرکات کی زیارت کرنا کیسا ہے؟ نیز اس کے لئے وقت اور دن متعین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... بزرگان دین کے تبرکات اپنے پاس رکھنا، دوسرں کو زیارت کرانا اور ان کی زیارت کرنا سب صورتیں جائز ہیں البتہ دن اور وقت کی تعیین کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۳۱/۱): قال ابو موسیٰ دعاالنبی ﷺ بقدح فیه ماء فغسل یدیه و وجهه فیه ومج فیه ثم قال لهما اشربامنه وافرغا علی وجوهکما ونحورکما.

وفیها ایضا (۳۸/۱): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحدیبیة فذکر الحدیث .... وماتنخم النبی ﷺ نخامة الاوقعت فی کف رجل منهم فدلک بهاوجهه و جلده.

وفی سنن ابی داؤد (۸۵/۲): عن اسامة بن زید قال خرج رسول الله ﷺ یعود عبدالله ....فلما مات اتاه ابنه فقال یانبی الله ان عبدالله ابی قدمات فاعطنی قمیصک اکفنه فیه فنزع رسول الله ﷺ قمیصه فاعطاه اياه.

وفی ردالمحتار (۲۳۵/۲): وقد صرح بعض علمائنا وغیرهم بکراهة المصافحة المعتادة عقب الصلوات مع ان المصافحة سنة وماذاک الالکونها لم تؤثر فی خصوص هذا الموضع فالمواظبة علیها فیه توهم العوام بانها سنة فیه.

(۲۲۰) بیت اللہ اور روضہ مبارک کی شبیہ بنانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہہ کعبہ اور روضہ کا نمونہ (ماڈل) بنانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص ثواب کی نیت سے ان کی زیارت کرے تو از روئے شرع کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں کعبہ اور روضہ رسول کے مشابہہ کعبہ اور روضہ رسول بنانا جیسا کہ آج کل مبتدعین ربیع الاول میں بناتے ہیں کئی وجوہ سے ناجائز ہے:

اول: اس میں بیت اللہ اور روضہ مبارکہ کی توہین ہے جو کہ ناجائز ہے۔

ثانی: اسراف مال ہے جو عوام سے ہزار دھوکے کر کے لیا جاتا ہے اور انہیں حصول ثواب کی امید دلائی جاتی ہے جو عدم ثبوت کی

وجہ سے جھوٹ ہے۔اور یہ دونوں یعنی اسراف مال اور جھوٹ کبائر میں سے ہیں۔

ثالث: اس کے ذریعے سے عوام میں غلط عقائد پھیلتے ہیں کہ مصنوعی چیز کی بنیت ثواب زیارت کرنے لگتے ہیں جیسا کہ اہل بدعت کے ہاں یہی کچھ ہو رہا ہے اور ہر وہ چیز جو بدعقیدگی کا باعث بنے ناجائز ہے۔

رابع: عورتوں اور مردوں کا اختلاط پایا جاتا ہے۔اس کے علاوہ بھی اس میں کئی قباحتیں پائی جاتی ہیں لہٰذا یہ جائز نہیں۔

ان خرافات اور غیر مشروع اشیاء کی زیارت بنیت ثواب یہ بجائے ثواب کے گناہ ہے لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہئے۔اور بلانیت ثواب زیارت سے بھی احتراز کرنا چاہئے کیونکہ اس سے کم از کم بنانے والوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور غیر مشروع چیز کی حوصلہ افزائی بھی شریعت کی نظر میں صحیح نہیں ہے۔

لقوله تعالى (الانعام : ١٤١): ولا تسرفوا ط انه لايحب المسرفين ٥

(الحج : ٣٠): واجتنبوا قول الزور٥

وفى المشكوة (صـ٢٧): عن عائشة رضى الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فى امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

(۲۲۱) شادی کے وقت چھوہاروں کی تقسیم

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شادی کے وقت چھوہارے تقسیم کرنا کیسا ہے؟ میرے ایک دوست نے اپنی شادی کے موقع پر چھوہارے تقسیم کئے، میں نے وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ وجہ بتلائی کہ یہ سنت ہے جبکہ میرے دیگر دوستوں کا کہنا ہے کہ یہ بدعت ہے کہیں سے ان کا ثبوت نہیں ملتا۔ براہ کرم آپ وضاحت فرمائیں کہ یہ سنت ہے یا بدعت؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں چھوہارے تقسیم کرنا مسنون ہے، انہیں بدعت کہنا صحیح نہیں۔البتہ یہ ایسی چیز نہیں کہ جس پر زیادہ اصرار کیا جائے لہٰذا اگر کوئی چیز تقسیم ہی نہ کی جائے یا تقسیم کی جائے لیکن چھوہاروں کے علاوہ کوئی چیز ہو تو بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافى اعلاء السنن (١١/١٢): قالت ام حبيبة (زوج النبى ﷺ فذكرت قصة هجرتها الى الحبشة وارتداد زوجها الاول الى النصرانية وكتاب النبى ﷺ الى النجاشى يأمره ان يخطبها للنبى ﷺ ويزوجها منه ففعل واصدقها اربعمائة دينار من عنده فقبضها خالد ابن سعيد لام حبيبة ثم ارادو ان يقوموا :فقال اجلسوا فان سنة الانبياء عليهم الصلاة والسلام اذاتزوجوا ان يؤكل الطعام على التزويج فدعا بطعام فاكلوا ثم تفرقوا.

قلت :وليس ذلک بوليمة بل هو طعام التزويج ويلتحق به ماتعارفه المسلمون من نثر التمر ونحوه فى مجلس النكاح.فقد روى البيهقى عن معاذ بن جبل بسند فيه ضعف وانقطاع :ان النبى ﷺ حضر

فی املاک (ای نکاح) فاتی بطباق علیها جوز ولوز وتمر ، فنثرت فقبضنا ایدینا ، فقال :مابالکم لاتأخذون فقالوا:لانک نهیت عن النهبی فقال :ممانهیتکم عن نهبی العساکر خذوا علی اسم الله فجاذبنا وجاذبناه.

(۲۲۲) یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر چھٹی کا مطالبہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے یوم پیدائش اور یوم وفات وغیرہ منانے کا کیا حکم ہے؟ اوراسی طرح یہ مطالبہ کرنا کہ یوم صدیق اکبر سرکاری طور پر مناتے ہوئے عام تعطیل کی جائے۔شریعت مطہرہ میں اس مطالبہ کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایام کو اس طرح منایا جائے کہ ان کی دینی خدمات اور سیرت کو بیان کیا جائے تاکہ ان کے حالات زندگی اور دوسرے معمولات لوگوں کے سامنے آئیں جس سے لوگوں میں دین کی رغبت اور شوق پیدا ہو تو یہ عمل جائز و مستحسن ہے۔البتہ اس کو دین کا حصہ نہ سمجھا جائے اور اس کا التزام واہتمام بھی نہ کیا جائے۔نیز اس دن چھٹی کرنا اور جلوس نکالنا عدم ثبوت کی بناء پر جائز نہیں،اس سے احتراز کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفی شرعة البهیة (۱/۱۶۵): ان عمل المولد بدعة لم یقل به ولم یفعله رسول الله ﷺ والخلفاء والائمة ......وقد اتفق علماء المذاهب الاربعة بذم هذا العمل.(بحواله راه سنت)

(۲۲۳) اجتماعی طور پر سورہ یٰسین کا اہتمام کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر مدارس میں فجر کے بعد اجتماعی طور پر سورۃ یٰسین تلاوت کی جاتی ہے۔دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسا کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ کیا اس کا شمار بدعت میں تو نہیں ہوگا۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں سورۃ یٰسین پڑھنا باعث خیر وبرکت ہے جیسا کہ مختلف احادیث میں اس کی فضیلت وارد ہوئی ہے۔اور اجتماعی طور پر پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے البتہ اگر اسے لازم سمجھا جائے اور نہ پڑھنے والوں کو طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جائے تو یہ بدعت میں داخل ہوجائے گی۔لیکن اگر طعن وتشنیع ترک یٰسین پر نہ ہو بلکہ مدرسہ کے اصول وضوابط کی خلاف ورزی پر ہو تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لمافی المشکوة (ص۱۸۹): عن عطاء بن ابی رباح قال بلغنی ان رسول الله ﷺ قال من قرأ یٰس فی

صدر النهار قضيت حوائجه. عن انس بن مالک ﷺ قال قال رسول اللهﷺ قال ان لكل شئ قلبا وقلب القرآن يٰس ومن قرأيٰس كتب الله له لقرأتها قرأة القرآن عشرمرات.

وفي اعلاء السنن (۱۸۳/۳): عن ابن مسعود ﷺ قال لايجعلن احدكم للشيطان من نفسه جزء لايرى الاان حقاعليه ان لاينصرف الاعن يمينه اكثر مارأيت رسول الله ﷺ ينصرف عن شماله.

قال الامام النووى فى شرح مسلم .... اما الكراهة التى اقتضاها كلام ابن مسعود ص فليست بسبب اصل الانصراف عن اليمين اوالشمال وانما هى فى حق من يرى ان حقاعليه فانماذم من راه حقا عليه.

(۲۲۴) ہر جمعرات یٰسین کاختم کروانا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے محلے کی مسجد میں ہر جمعرات کو یٰسین شریف کاختم ہوتا ہے اورختم کے بعداجتماعی دعا بھی کی جاتی ہے۔ غیرمقلدین حضرات کا کہنا ہے کہ یہ بدعت ہے، لہٰذا اس میں شرکت نہ کرو۔آپ اس سلسلے میں ہماری راہنمائی فرمائیں کہ کیا اس ختم میں شرکت کرنا جائز ہے یانہیں؟ قرآن وحدیث کی رو سے جواب عنایت فرمائیں۔جزاک اللہ خیرااحسن الجزاء

الجواب حامداًومصلياً...... پہلے یہ سمجھئے کہ ایک دوام ہے اورایک التزام، دونوں میں اصطلاحی اعتبار سے تو کوئی فرق نہیں البتہ شرعی اعتبار سے دونوں میں فرق ہے، اور وہ اس طرح کہ شریعت نے بعض امور کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا ہے اب اگر کوئی ان اختیارات کے باوجود ان امور کوتسلسل اور دوام کے ساتھ کرتا ہے مثلاً اوابین یا تہجد کی نماز کہ سلف صالحین نے اس کو ہمیشہ ادا کیا ہے، تو ان امور کا یہ تسلسل نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے البتہ اگر کوئی اس تسلسل کے ساتھ اسے لازم بھی سمجھتا ہے اور ایسا نہ کرنے والوں کو برا سمجھتا ہے تو یہی التزام ہے جو کہ ناجائز ہے۔اب آپ کے ہاں یٰسین کے ختم کا صرف دوام ہے تو یہ جائز ہے لیکن اگر دوام کے ساتھ التزام بھی پایا جاتا ہے کہ اس میں شرکت نہ کرنے والوں کو برا سمجھا جاتا ہے تو پھر اس میں شرکت جائز نہیں۔

لما فى الصحيح لمسلم (۳۶۱/۱): عن ابى هريرة رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال لا تختصوا ليلة الجمعة بقيام من بين الليالى ولا تخصوا يوم الجمعة بصيام من بين الايام الا ان يكون فى صوم يصوم احدكم.

قال النووىؒ تحت هذه :وفى هذا الحديث النهى الصريح عن تخصيص ليلة الجمعة بصلوة من بين الليالى ويومها بصوم كما تقدم وهذا متفق على كراهته واحتج به العلماء على كراهة هذه الصلوة المبتدعة التى تسمى الرغائب قاتل الله واضعها ومخترعها فانه بدعة منكرة من البدع التى هى

ضلالة وجهالة وفيها منكرات ظاهرة.

وفي فتح الباری (۲/۲۷۰): قال ابن المنير فيه ان المندوبات قد تنقلب مكروهات اذا رفعت عن رتبتها لان التيامن مستحب في كل شيء اى من امور العبادة لكن لما خشي ابن مسعود ان يعتقدوا وجوبه اشار الى كراهته.

وفي مرقات المفاتيح (۲/۳۵۳): قال الطيبي وفيه ان من اصرّ على امرمندوب وجعله عزما ولم يعمله بالرخصه فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال.

وفي الهداية (۱/۱۲۱): (ويكره ان يوقت بشيء من القرآن لشيء من الصلوات) لما فيه من هجر الباقي وايهام التفضيل.

وفي فتح القدير (۱/۳۳۷): قال الطحاوي والاسبيجابي هذا اذا راه حتما يكره غيره اما لو قرأ للتيسير عليه او تبركا بقراته ﷺ فلا كراهة لكن بشرط ان يقرأ غيرهما احيانا لئلا يظن الجاهل ان غيرهما لا يجوز.

وفي الدرالمختار (۱/۵٦۰): (ومبتدع) اى صاحب بدعة وهي اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول ﷺ.

وفي الشامية ...... ما احدث على خلاف الحق المتلقى عن رسول ﷺ من عمل او علم او حال بنوع شبهة واستحسان ،وجعل دينا قويما وصراطا مستقيما.

(۲۲۵) نمازِ عید کے بعد مصافحہ کرنا

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کئی علماء کا فتوی یہ ہے کہ عیدین کے بعد مصافحہ بدعت ہے۔اس سلسلے میں مندرجہ ذیل باتوں سے متعلق جوابات مطلوب ہیں:

(۱) عام رواج کے مطابق عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ پر گرفت کرنے پر لوگ جواب دیتے ہیں کہ یہ عند الملاقات ہے حالانکہ نیت عید کے بعد مصافحے کی ہوتی ہے۔کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے؟

(۲) کس حد تک التزام کے بعد یہ بدعت بن جاتا ہے؟

(۳) مصافحہ ومعانقہ کا بدعت ہونا عیدگاہ کی حد تک ہے یا عیدگاہ کے باہر بھی بدعت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں مصافحہ ومعانقہ کرنے میں کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ بوقت ملاقات مصافحہ ومعانقہ مسنون ہے اور عیدین اور نماز پنجگانہ کے بعد علی الدوام یا سنت سمجھ کر یا رواج دینا مقصود نہ ہو بلکہ بلانیت یا اتفاقاً ہو جائے تو درست ہے اس میں

کوئی حرج نہیں۔لہٰذا اس معاملے میں زیادہ تشدد نہ ہونا چاہئے البتہ اگر کوئی سنت سمجھے یا علی الدوام کرے تو مکروہ و بدعت ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۱۷۰

(۲۲۶) دعا بعد الفرائض کا التزام بدعت ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرائض کے بعد ہمارے ہاں جو دعا مروج ہے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اگر کہا جائے کہ مستحب ہے اور عام قاعدہ ہے کہ امر مستحب پر ایسا التزام جیسا فرائض وواجبات کا ہوتا ہے بدعت ہے تو کیا اس التزام کو بدعت نہیں کہا جائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً......فرائض کے بعد دعا خود حضور ﷺ سے ثابت ہے اور اسی طرح صحابہ کرام سے لہٰذا یہ مسنون ہے اور اس پر التزام بدعت نہیں ہے اور کسی مستحب پر دوام اس وقت بدعت ہوتا ہے جب اس پر التزام کا عقیدہ بھی ہو۔اگر صرف عملی اعتبار سے دوام ہے اور عقیدہ التزام کا نہ ہو تو بدعت نہیں کہا جا سکتا ہے خاص طور پر جبکہ وہ حکم خود خیر القرون سے ثابت ہو۔

لمافی المشکوة (ص۸۸): عن معاذ بن جبل قال اخذبیدی رسول الله ﷺ فقال انی لاحبک یامعاذ قلت وانا احبک یارسول الله قال فلاتدع ان تقول فی دبر کل صلاة رب اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک.

عن ثوبانص قال کان رسول الله ﷺ اذا انصرف من صلوته استغفر ثلثا وقال اللهم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام.

وفیهاایضا (ص۷۷): عن الفضل بن عباس قال قال رسول الله ﷺ الصلوة مثنی مثنی تشهد فی کل رکعتین وتخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع یدیک یقول ترفعهما الی ربک مستقبلا ببطونهما وجهک وتقول یارب یارب ومن لم یفعل ذلک فهو کذا کذا وفی روایة فهو خداج.

وفی المرقات (۲۶۸/۲) تحت هذه الروایة: (ثم تقنع یدیک) من اقناع الیدین رفعهما فی الدعاء ....ای اذا فرغت منها فسلم ثم ارفع یدیک سائلاحاجتک.

وفی فیض الباری (۳۱۴/۲): باب الذکر بعد الصلوة ....تحت هذا الباب ......واعلم ان الادعیة علی نحوین نحوثبت دبر الصلوة قبیل السنة ونحو آخرثبت فی الاوقات المنتشرة.

(۲۲۷) مبتدعین کی مساجد ومدارس پر قبضہ کرنے کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جن مساجد ومدارس میں بدعات کا پرچار ہوتا ہو ایسی مساجد

کے متولیوں کو ہٹا کران مساجد و مدارس پر قبضہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس نیت سے کہ بدعات کو ختم کیا جا سکے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کسی مسجد یا مدرسہ کے متولی یا امام یا کوئی ذمہ دار اہل بدعت (یا فاسق، خائن غرض شریعت کے خلاف کام کرنے والا) ہوا گران کو بغیر فساد و انتشار کے معزول کرنا (ہٹانا) ممکن ہو تو ان کو ہٹا کر اہل حق، عالم بالسنۃ متولی اور امام کو مقرر کرنا واجب ہے البتہ اگر بغیر فتنہ وفساد کے امکان نہ ہو تو ان کو ہٹانے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے نصرت ونجات طلب کرتے رہیں۔

لمافی صحیح البخاری(۱/۱۴): عن ابی ہریرۃؓ قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم...... فاذا ضیعت الامانۃ فانتظر الساعۃ فقال کیف اضاعتھا قال اذا وسد الامر الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ.

وفی مشکوۃ المصابیح (۱/۳۱): عن حسان قال ما ابتدع قوم بدعۃ فی دینھم الانزع اللہ من سنتھم مثلھا ثم لا یعیدھا الیھم یوم الی یوم القیمۃ.

وفیہ ایضاً : عن ابراھیم بن میسرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ھدم الاسلام

وفی الھامش ای اسلامہ او کمال اسلامہ او علی ھدم اھل اسلام.

وفی الھندیۃ (۱/۸۴): تجوز الصلاۃ خلف صاحب ھوی وبدعۃ...... حاصلہ ان کان ھوی لا یکفر بہ صاحبہ تجوز الصلاۃ خلفہ مع الکراھۃ...... ولو صلی خلف مبتدع او فاسق فھو محرز ثواب الجماعۃ لکن لاینال مثل ما ینال خلف تقی......الخ.

وفی الدرالمختار(۱/۵۶۰):ویکرہ امامۃ...... ومبتدع ای صاحب بدعۃ وھی اعتقاد خلاف المعروف عن الرسولؐ الخ.

وفی الشامیۃ (۴/۳۸۰): "وینزع وجوبا" مقتضاہ اثم القاضی بترکہ والاثم بتولیۃ الخائن ولا شک فیہ...... لو کان المتولی ھو الواقف...... واستفید منہ ان للقاضی عزل المتولی الخائن غیر الواقف بالاولیٰ......

وفی البخاری(۱/۹۶):عن عبید اللہ ابن عدی بن الخیار انہ دخل علی عثمان بن عفان وھو محصور فقال انک امام عامۃ ونزل بک ماتری ویصلی لنا امام فتنۃ ونتحرج فقال الصلوۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فاحسن معھم واذا اساؤا فاجتنب اساءتھم.

وفی اعلاء السنن (۴/۲۳۲): کرہ الناس الصلوۃ خلف الذین حصروا عثمان" اھ ولکن عثمانؓ انما حضھم علی الصلاۃ خلفھم لما علم من عجز القوم عن عزلھم وبذالک تزول الکراھۃ عمن یقتدی بہ.

وفی الشامیة (۱/۵۶۰):واما الفاسق فقد عللوا کراهة تقدیمه بانه لا یهتم لامر دینه، وبان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعاً ولا یخفی انه اذا کان اعلم من غیره لا تزول العلة فانه لا یؤمن ان یصلی بهم بغیر طهارة فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال بل مشی فی شرح المنیة علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم لما ذکرنا قال: ولذا لم تجز الصلاة خلفه اصلا عند مالک وروایة عن احمد فلذا حاول الشارح فی عبارة المصنف وحمل الاستثناء علی غیر الفاسق.

(۲۲۸) رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت کی تعیین اور نعت خوانی کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول کہیں سے ثابت ہے یانہیں؟ نیز نعت خوانی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......اہل سیر اور مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف رہا ہے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟ اس میں آٹھویں، نویں اور بارہویں ربیع الاول کے اقوال ذکر کئے گئے ہیں۔ البتہ راجح قول آٹھ (۸) ربیع الاول کا ہے۔

نعت خوانی جب شریعت کی حدود میں ہو تو جائز ہے بایں طور کہ اس میں حضور ﷺ کی تعریف بیان کی جائے، کفریہ وشرکیہ الفاظ نہ ہوں، کوئی ایسا جملہ نہ ہو جس سے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کا شائبہ بھی ہو اور مروجہ زائد رسوم خاص طور پر مردوزن کے اختلاط سے پاک اور دوسروں کی ایذا رسانی کا باعث نہ ہو تو جائز ہے ورنہ نہیں۔

لقوله تعالی (الشعراء: ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶): والشعراء یتبعهم الغاوٗن ○ ألم تر انهم فی کل واد یهیمون ○ وانهم یقولون مالایفعلون ○ الاالذین آمنوا وعملوا الصالحات وذکروا الله کثیرا الایة

وفی روح المعانی (۱۹/۱۴۷): ان الشعر باب من الکلام حسنه حسن وقبیحه قبیح وفی الحدیث ان من الشعر لحکمة وقد سمع رسول الله ﷺ الشعر واجاز علیه وقال علیه الصلوة والسلام لحسان رضی الله عنه اهجهم یعنی المشرکین فان روح القدس سیعینک وفی روایة اهجهم وجبرائیل معک.

وفی المشکوة (ص۴۰۹):عن عمرو بن الشرید عن ابیه قال ردفت رسول الله ﷺ یوما فقال هل معک من شعر امیة بن الصلت شیٔ قلت نعم قال هیه فانشدته بیتا فقال هیه ثم انشدته بیتا فقال هیه حتی انشدته مائة بیت حتی انشدته مائة بیت.

وفی السیرة النبویة لابن کثیر (۱/۱۹۸): ولد صلوات الله علیهم وسلامه یوم الاثنین ....ثم الجمهور علی ان ذلک کان فی شهر ربیع الاول فقیل للیلتین خلتا منه قاله ابن عبدالبر فی

الاستیعاب ورواه الواقدی عن ابی معشر نجیح بن عبد الرحمن المدنی وقیل لثمان خلون منه حکاه الحمیدی عن ابن حزم ورواه مالک وعقیل ویونس بن یزید وغیرهم عن الزهری عن محمد بن جبیر بن مطعم. ونقل ابن عبد البر عن اصحاب التاریخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الکبیر محمد بن موسیٰ الخوارزمی ورجحه ابو الخطاب بن دحیة ....وقیل لعشر خلون منه نقله ابن دحیة ....وقیل لثنتی عشر خلت منه نص علیه ابن اسحاق..........وهذا هو المشهور عند الجمهور. وهکذا فی البدایة والنهایة (۲/۲۴۲)

(۲۲۹) قبر پر قرآن مجید کی تلاوت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبر پر قرآن مجید پڑھ کر میت کو ثواب بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قبر پر جا کر قرآن مجید پڑھنا اور مُردوں کو ثواب پہنچانا جائز ہے البتہ اجرت لیکر پڑھنا جائز نہیں۔

لمافی الطحطاوی علی المراقی (ص۵۱۳): ویستحب للزائر قرأة سورة یٰس ....واخذ من ذلک جواز القرأة علی القبر والمسألة ذات خلاف قال الامام تکره لان اهلها جیفة ولم یصح فیها شئ عنده عنها وقال محمد تستحب لورود الآثار وهو المذهب المختار کماصرحوا فی کتاب الاستحسان.

وفی الهندیة (۵/۳۵۰): ان قرأة القرآن عند القبور ان نوی بذلک ان یونسه صوت القرآن فانه یقرأ وان لم یقصد ذلک فالله تعالی یسمع قرأة القرآن حیث کانت.

(۲۳۰) کلمہ طیبہ یا کوئی آیت کفن پر روشنائی سے لکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کفن پر کلمہ طیبہ یا قرآن کریم کی کوئی آیت وغیرہ روشنائی سے لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کفن میت پر روشنائی سے کلمہ طیبہ یا دوسری آیات وغیرہ لکھنا جائز نہیں کیونکہ یہ بات یقینی ہے کہ کچھ دنوں کے بعد انسانی جسم گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے لہٰذا کسی کفن پر آیت یا کلمہ لکھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی کپڑے پر آیات وغیرہ لکھ کر اسے نجاست میں پھینک دینا۔ لہٰذا ہر حال میں اس سے اجتناب ضروری ہے البتہ اگر بغیر روشنائی استعمال کئے صرف انگلی سے میت کی پیشانی یا سینے پر کچھ لکھ دیا جائے یعنی الفاظ نظر نہ آئیں اور صرف انگلی چلائی جائے تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔

لمافی ردالمحتار (۲/۲۴۶): وفی فتاوی المحقق ابن حجر المکی الشافعی سئل عن کتابة العهد

علی الکفن وھو لاالہ الااللہ واللہ اکبر .... ھل یجوز ولذلک اصل فاجاب بقولہ :نقل بعضھم عن نوادر الاصول للترمذی مایقتضی ان ھذا الدعاء لہ اصل ، وان الفقیہ ابن عجیل کان یأمر بہ ثم افتی بجواز کتابتہ قیاسا علی کتابۃ اللہ فی ابل الزکاۃ.واقرہ بعضھم،وفیہ نظر. وقد افتی ابن الصلاح بانہ لایجوز ان یکتب علی الکفن یٰس والکھف ونحوھما خوفامن صدید المیت والقیاس المذکور ممنوع لان القصد ثم التمییز وھنا التبرک ، فالاسماء المعظمۃ باقیۃ علی حالھا فلایجوز تعریضھا للنجاسۃ.والقول بانہ یطلب فعلہ مردود ، لان مثل ذلک لایحتج بہ الااذا صح عن النبی ﷺ طلب ذلک ولیس کذلک اھ......... نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی ان مما یکتب علی جبھۃ المیت بغیر مداد بالاصبع المسبحۃ –بسم اللہ الرحمن الرحیم – وعلی الصدر لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ وذلک بعد الغسل قبل التکفین.

(۲۳۱) قبروں پر چادریں چڑھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبروں پر ایسی چادریں چڑھانا جن پر سورۃ اخلاص یا کوئی اور سورت لکھی ہوئی ہو جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ آج کل یہ فعل مزارات پر کثرت سے ہوتا ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً......قبروں پر چادریں چڑھانا جائز نہیں خاص طور پر جبکہ ان پر قرآنی آیات بھی لکھی ہوں کیونکہ آیات وغیرہ کی بے ادبی کا خطرہ ہے لہٰذا اس صورت میں اس کی قباحت اور زیادہ بڑھ جائے گی چاہے وہ عام قبریں ہوں یا بزرگوں کے مزارات ہوں۔

لمافی ردالمحتار (۲۳۸/۲): فی الاحکام عن الحجۃ : تکرہ الستور علی القبور.

وفیھا ایضا (۳۶۳/۶): کرہ بعض الفقھاء وضع الستور والعمائم والثیاب علی قبورالصالحین والاولیاء قال فی فتاوی الحجۃ وتکرہ الستورعلی القبور.

(۲۳۲) تعزیت کا طریقہ اور میت کے لئے دعا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب باہر کے لوگ کسی کی تعزیت کے لئے جاتے ہیں تو جاتے ہی ایک اجتماعی دعا برائے مغفرت کی جاتی ہے اور آخر میں رخصت ہونے کے لئے اٹھتے ہیں تو پھر ایک دفعہ اجتماعی دعا کرتے ہیں۔اب پوچھنا یہ ہے کہ آیا اس طرح کرنے میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟ نیز حضور ﷺ سے تعزیت کے لئے کون سے الفاظ منقول ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......میت کے ورثاء کے پاس تعزیت کے لئے جانا صحیح ہے اور میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا بھی جائز ہے چاہے

اجتماعی ہو یا انفرادی۔ البتہ اس کا التزام واہتمام درست نہیں کہ شخص آتے وقت ایک دفعہ دعا کرے اور جاتے وقت دوبارہ دعا کرے۔

اور حضور ﷺ سے تعزیت کے جو الفاظ منقول ہیں وہ یہ ہیں: اعظم اللہ اجرک واحسن عزاءک وغفر لمیتک۔ اس کے علاوہ دوسرے مواقع پر دوسرے الفاظ بھی منقول ہیں۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال : ۲۰۲

(۲۳۳) سنتوں کے بعد والی دعا کو استسقاء پر قیاس کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں سنتوں کے بعد تین دفعہ ہاتھ اٹھا کر دعا کی جاتی ہے۔ اور دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ حضور ﷺ نے جب بارش کے لئے دعا فرمائی تو تین دفعہ دعا فرمائی تھی۔ کیا یہ دلیل بیان کرنا صحیح ہے؟ نیز کیا سنتوں کے بعد دعا کا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر تین دفعہ دعا کرنا تو درکنار ایک دفعہ بھی اس طرح کرنا ثابت نہیں ہے اور قائلین دعا کا یہ کہنا کہ بارش کے لئے آپ نے نماز استسقاء کے بعد تین دفعہ دعا فرمائی یہ روایت بھی کتب احادیث میں تتبع کے بعد نہیں ملی۔ لہٰذا اس طرح دعا کا التزام بدعت ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

اور اگر تسلیم کرلیا جائے کہ کسی موقع پر آپ سے تین دفعہ دعا کرنا ثابت ہے تو اس پر سنتوں کے بعد دعا کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ قیاس وہاں کیا جاتا ہے جہاں کسی عمل کی صراحت موجود نہ ہو اور سنتوں کے لئے آپ کا معمول ثابت ہے کہ گھر جاکر ادا فرماتے اور کبھی بھی آپ نے اجتماعی طور پر سنتوں کے بعد دعا نہیں فرمائی۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد متفق علیه.

وفی الترغیب والترهیب (۱/۱۷۱): عن زید بن ثابت ان النبی ﷺ قال صلوا ایهاالناس فی بیوتکم فان افضل صلاة المرء فی بیته الاالصلوة المکتوبة.

وفی معارف السنن (۱۲۶/۳): ان ماراج فی کثیر من بلاد الهند الجنوبیة الدعاء بکیفیة مخصوصة بعد الرواتب. یستقبل الامام المقتدین ویدعون رافعی ایدیهم .... ففی مثل هذا یقال انه بدعة تضمنت بدعات کثیرة لااریٰ لمثل هذا وجهه من السنة.

وفی اعلاء السنن (۲۰۵/۳): ورحم الله طائفة من المبتدعة فی بعض اقطار الهند حیث واظبوا علی ان الامام .... ثم اذافرغوا من فعل السنن والنوافل یدعوا الامام عقب الفاتحة جهرا بدعاء مرة ثانیة والمقتدون یؤمنون علی ذلک وقد جری العمل منهم بذلک علی سبیل الالتزام والدوام

..........وایم اللہ ان ھذا امر محدث فی الدین.

(۲۳۴) کیا محفل قرأت ونعت کا اہتمام بدعت ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ محافل قرأت اور نعت کا انعقاد کرنا کیسا ہے؟ کیا خیر القرون سے اس طرح انعقاد کا ثبوت ملتا ہے؟ اگر ثبوت نہ ملے تو یہ بھی بدعت کے زمرے میں داخل ہوئیں۔ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر محفل قرأت منعقد کرانے سے نیت یہ ہو کہ لوگوں میں قرأت کا شوق پیدا ہو اور نبی کریم ﷺ کی محبت میں نعت پڑھی جارہی ہو تو ایسی محافل کا انعقاد نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے۔

نیز ہمارے لیے شریعت کا حکم یہ ہے کہ مسلمان سے حسن ظن رکھیں خواہ مخواہ بدگمانی جائز نہیں لہٰذا جو لوگ ان مجالس کا اہتمام کرواتے ہیں ان کا مقصود یہی ہوگا۔

دلائل المسئلة مرت سابقافی رقم السؤال:۲۲۸

(۲۳۵) تین دن تک امام ومقتدیوں کا قبرستان جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو امام صاحب اور مقتدی حضرات تین دن تک صبح نماز کے بعد قبرستان جاتے ہیں وہاں قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں یہ جانا امام ومقتدیوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا ہے اگر کوئی نہ جائے تو اسے برا سمجھا جاتا ہے۔ کیا شریعت کی رو سے ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں آپ کے ہاں مروجہ طریقہ شریعت کی تعلیمات کے منافی اور ناجائز ہے کیونکہ قبرستان جانا اور میت کے لئے ایصال ثواب کرنا مستحب ہے اور مستحب میں اپنی طرف سے اوقات کی تعیین یا التزام اس کو بدعت میں داخل کر دیتا ہے لہٰذا آپ کے علاقے کا مروجہ عمل قابل ترک واجتناب ہے۔

وفی المشکوۃ (ص۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنھا قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منه فهو رد.

(۲۳۶) گیارہویں اور شب برأت کا کھانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض علاقوں میں گیارہویں کے موقع پر کھانا پکایا جاتا ہے اسی طرح شب برأت میں کھانا پکایا جاتا ہے اور پڑوس میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ کیا اس کھانے کو خود کھا سکتے ہیں یا کسی غریب یا فقیر کو دے دیا جائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کھانا اگر غیر اللہ کے نام پر نہ ہو اور حلال مال سے پکایا گیا ہو تو فی نفسہ اس میں کوئی کراہت نہیں ہے البتہ دن کی تعیین کی وجہ سے اس میں کراہت آ گئی ہے لہٰذا ایسے کھانے سے احتراز بہتر ہے۔

لقوله تعالى (المائدة : ۳): حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به الآية.

وفي الجامع للترمذي (۱/ ۲۲۹): عن النعمان بن بشير قال سمعت رسول الله ﷺ يقول الحلال بين والحرام بين وبين ذلك امور مشتبهات لايدري كثير من الناس أمن الحلال هي أم من الحرام فمن تركها استبرأ لدينه وعرضه فقد سلم ومن واقع شيئا منها يوشك ان يواقع الحرام كما انه من يرعىٰ حول الحمىٰ يوشك ان يواقعه الاوان لكل ملك حمى الاوان حمى الله محارمه.

(۲۳۷) مصیبت کے وقت کالا بکرا ذبح کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ اعتقاد رکھے کہ جب بھی کوئی بیماری آ جائے یا اس کے علاوہ کوئی مصیبت آ جائے تو کالا بکرا ذبح کرنے سے یہ مصیبت یا بیماری ٹل جاتی ہے۔ کیا ایسا عقیدہ رکھنا درست ہے؟ کیا بیماری کے وقت بکرا ہی ذبح کرنا چاہئے اور بکرے کے رنگ کی بھی کوئی خصوصیت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر کوئی بیماری یا مصیبت آ جائے تو اسے اللہ تعالیٰ ہی دور کرنے والے ہیں اور صدقہ کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صدقے کی برکت سے اس مصیبت یا بیماری کو دور کر دیں لیکن اس میں بکرے کی تخصیص کرنا یا کالے بکرے کی تخصیص کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ جس قدر ہو سکے اور جیسے ہو سکے اپنی استطاعت کے مطابق صدقہ کرنا چاہئے۔ اس لئے کہ روایات سے صرف یہی بات ثابت ہے کہ "صدقات مصیبتوں اور بلاؤں کو دفع کرتے ہیں"۔ اب اس میں اپنی طرف سے اس قسم کی تخصیص کرنا جس کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہے خود اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا کرنے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

لما في المشكوة (صـ۱۶۴): عن اسماء رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ انفقي ولاتحصي فيحصي الله عليك ولاتوعي فيوعي الله عليك ارضخي مااستطعت.

وفيها ايضا (صـ۱۶۸): عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع ميتة السوء.

(۲۳۸) اجتماعی قرآن خوانی کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اجتماعی قرآن خوانی ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت اور جائز ہو تو اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر قرآن خوانی گھر میں برکت کے لئے کی جائے تو اس وقت اجرت لینے کا کیا حکم ہے؟ تفصیل

سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......اہل ایمان کے حق میں قرآن کریم سراپا رحمت وبرکت ہے۔اسلاف امت کی سوانح دیکھنے سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ حضرات تلاوت قرآن کریم کو اپنے لئے حرز جان بنا کر دنیا سے رخصت ہوئے مگر یہ بھی مسلم ہے کہ شریعت کے ہر عمل کا ایک دائرہ کار ہوتا ہے۔اس دائرے اور حد شرعی سے تجاوز اس عمل مشروع میں بگاڑ پیدا کردیتا ہے بلکہ بسا اوقات افراط کا یہ عمل اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ وہ کام بجائے عمل مشروع رہنے کے شریعت کے بالکل متصادم ایک بدعت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اس اعتبار سے صورت مسئولہ میں حق بات یہ ہے کہ تداعی،التزام، پرتکلف دعوت، اختلاط مرد وزن اور مروجہ دوسرے مفاسد سے بچتے ہوئے صرف اپنے اہل واحباب تک محدود رکھتے ہوئے اجتماعی صورت میں بھی قرآن خوانی کی گنجائش ہے البتہ مروجہ رسمی قرآن خوانی کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں بلکہ یہ بہت سارے مفاسد سے مرکب بدعت ہے جس سے احتراز ضروری ہے۔نیز قرأۃ قرآن پر کسی بھی صورت میں اجرت لینا ناجائز ہے۔

لمافی مسند احمد بن حنبل (۴/۴۴۶): **عن عبدالرحمن بن شبل قال قال رسول الله ﷺ اقرؤا القرآن ولاتأكلوا به الى آخر الحديث.**

وفی البزازية على هامش الهندية (۴/۸۱): **واتخاذ الدعوة بقرأة القرآن وجمع الصلحاء والقراء للختم اولقرأة سورة الانعام اوالاخلاص فالحاصل ان اتخاذ الطعام عند قرأة القرآن لاجل الاكل يكره.**

وفی ردالمحتار (۶/۵۶): **فالحاصل ان ماشاع فی زماننا قرأة الاجزاء بالاجرة لايجوز لان فيه الامر بالقرأةواعطاء الثواب للآمر والقرأة لأجل المال فاذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة فاين يصل الثواب الى المستاجر.**

(۲۳۹) چالیس روز تک قبرستان جانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کے قریبی عزیزوں میں سے کوئی نہ کوئی چالیس روز تک قبر پر جاکر تلاوت کرتا ہے۔کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......میت کے ایصال ثواب کے لئے گھر میں یا قبر پر تلاوت کرنے سے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور قبر کی تنگی وغیرہ سے راحت ملتی ہے لیکن اس جائز کام یعنی تلاوت کے لئے اپنی طرف سے تعیین یا تخصیص جائز نہیں ہے کہ چالیس روز تک ہی جانے کو لازم سمجھے یا ہر جمعرات کو جانا لازم سمجھے۔اگر اس طرح کا التزام پایا گیا تو یہ بدعت کے زمرے میں آئے گا البتہ بلاتعیین وتخصیص تلاوت جائز اور موجب ثواب ہے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۲۷): عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهورد.

وفی الهندیة (۱/۱٦٦): قرأة القرآن عند القبور عند محمد رحمه الله تعالی لاتکره ومشایخنا اخذوا بقوله وهل ینتفع المختار انه ینتفع.

وفی ردالمحتار (۲/۵۷): ولوزارقبرصدیق اوقریب له وقرأ عنده شیئا من القرآن فهوحسن.

کتاب الانبیاء

(انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے متعلق سوالات)

(۲۴۰) کیا حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے قبول ہوئی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر خطباء وغیرہ یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ روایت صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... کتب تفسیر میں اصحاب تفسیر نے اس روایت کو بیان کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے قبول ہوئی۔

لمافی روح المعانی (۱/۲۳۷): فتلقی آدم من ربه کلمات ....وعن ابن مسعود انها: سبحانک اللهم وبحمدک وتبارک اسمک ....وقیل: رأیٰ مکتوبا علی ساق العرش محمد رسول الله فتشفع به.

وفی روح البیان (۱/۱۱۳): وعن النبی ﷺ ان آدم قال بحق محمد ان تغفرلی قال وکیف عرفت محمدا قال لماخلقتنی ونفخت فی الروح فتحت عینی فرأیت علی ساق العرش لااله الاالله محمد رسول الله فعلمت انه اکرم الخلق علیک حتی قرنت اسمه باسمک فقال نعم وغفرله بشفاعته.

(۲۴۱) حضرت آدمؑ کا دنیا میں بھیجنا خلافت کے طور پر تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں سزا کے طور پر بھیجا گیا تھا یا خلافت کے طور پر؟ آپ کی توبہ زمین پر نازل ہونے سے پہلے تام ہوچکی تھی یا اترنے کے بعد تام ہوئی؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضرت آدم علیہ السلام کا دنیا میں تشریف لانا خلافت کے طور پر تھا کیونکہ اللہ تعالی نے ان کی پیدائش سے پہلے فرمایا کہ "واذقال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة" الآیة (البقرة:۳۰)

اور حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ زمین پر اترنے سے پہلے تام ہوچکی تھی زمین پر اترنا رب تعالی کی مشیت کے طور پر تھا جو پہلے سے طے تھا۔

لما فی احکام القران للقرطبی (۱/۳۲۱): لم یکن اخراج الله تعالی ادم من الجنة واهباطه منها عقوبة له لانه اهبطه بعد ان تاب علیه وقبل توبته ،وانما اهبطه اما تادیباً واما تغلیظاً للمحنة والصحیح فی اهباطه وسکناه فی الارض ماقد ظهر من الحکمة الازلیة فی ذلک......

وفی البحر المحیط (۱/۲۶۴): وامره بالهبوط الی الارض بعد ان تاب علیه......

وفی التفسیر المنیر (۱/۱۴۶): ......فعاتب الله ادم علی مخالفة امره والاکل من الشجرة فندم واستغفر الله وتاب فقبل توبته ولکنه امره وحواء بالخروج من الجنة والاستقرار فی الارض......

(۲۴۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں من گھڑت قصہ

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر ہمارے ہاں مشہور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں ایک بیوی نے ایک دن حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قسم دی کہ اگر آپ اپنے بیٹے کو محبت سے دیکھیں تو دوسری بیوی اوراس کے بیٹے کا گوشت کہیں سے کاٹیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس قسم کو پورا کرنے کے لئے حضرت ہاجرہ کے ناک اور کان چھیدے اورحضرت اسماعیل علیہ السلام کا ختنہ کرایا۔کیا یہ قصہ صحیح ہے؟اگر صحیح ہے تو کس حد تک صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ واقعہ کا کہیں سے ثبوت نہیں ملا البتہ یہ ملتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا ختنہ خود کیا تھا جس کے بعد سے ختنہ مسنون ومشروع ہوگیا۔اور ناک وکان چھدوانا عورتوں میں بطور زینت کے رائج ہے،قسم پوری کرنے کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲/۹۸): اجمع العلماء علی ان ابراهیم علیه السلام اول من اختتن .واختلف فی السن التی اختتن فیها ففی الموطا عن ابی هریرة موقوفا وهو ابن مائة وعشرین سنة وعاش بعد ذلک ثمانین سنة ومثل هذا لایکون رأیا.

وفی روح البیان (۱/۲۲۲): واماالختان .... جمهور العلماء علی ان ذلک من مؤکدات السنن ومن فطرة الاسلام التی لایسع ترکها فی الرجال الاان یولد الصبی مختونا وقد ولد الانبیاء کلهم مختونین مسرورین .... کرامة لهم الاابراهیم خلیل الله فانه ختن نفسه.

(۲۴۳) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ کون تھیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے بیٹے تھے ؟اور حضرت ہاجرہ شہزادی تھیں یا باندی؟ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حضرت ہاجرہ باندی تھیں اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ

السلام ایک باندی کے بطن سے پیدا ہوئے کیا یوں کہنا انبیاء کے حق میں ان کی تعظیم کے منافی نہیں ہے؟ جیسا کہ باندی کا بچہ کہنا خلاف مروت بلکہ انتہائی معیوب سمجھا جاتا ہے، امید ہے کہ اس سلسلے میں آپ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ ہی تھیں جو ایک ظالم بادشاہ کی باندی تھیں، اس نے حضرت سارہ کو ہدیہ کے طور پر دیا اور حضرت سارہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہدیہ کر دیا، انہی کے بطن سے حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے۔ البتہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا حضرت ہاجرہ کے بطن سے پیدا ہونے میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عظمت وعزت کا معیار تقویٰ اور اخلاص کو بنایا ہے، جس بندے کے دل میں جس قدر اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا وہ اسی قدر زیادہ عظمت وعزت والا ہوگا اور یہ بات طے شدہ ہے کہ اپنے زمانے کے اعتبار سے انبیاء سے بڑھ کر کوئی متقی نہیں ہوسکتا لہٰذا انبیاء ہی سب سے عظیم اور شرافت والے ہونگے، حاصل یہ کہ یہ کوئی منافی عظمت بات نہیں ہے۔

لما في القرآن الكريم: يَآيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللهِ أَتْقٰكُمْ الاية (الحجرات:۱۳)

وفي البداية والنهاية (۱/۱۴۴): قالت سارة لابراهيم عليه السلام ان الرب قد احرمني الولد فادخل على امتي هذه لعل الله يرزقني منها ولدا فلما وهبتها له دخل بها ابراهيم عليه السلام فحين دخل بها حملت منه......

وفي المنتظم (۱/۱۵۴): قال ابن اسحاق وكانت هاجر جارية ذات هيئة فوهبتها سارة لابراهيم وقالت اني اراها وضيئة فخذها لعل الله ان يرزقك منها ولدا وكانت سارة قد منعت الولد فوقع عليها فولدت له اسماعيل.

(۲۴۴) حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کی ایک صورت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے تھے تو بعض لوگوں سے سنا ہے کہ ان کو اس حد تک خارش ہوگئی تھی کہ جسم مبارک میں کیڑے پیدا ہوگئے اور جسم کا گوشت گلنا شروع ہوگیا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے اور کتب معتبرہ سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں انبیاء پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش کے طور پر مختلف حالات آتے رہتے ہیں البتہ کوئی حالت ایسی نہیں ہوتی کہ جس کی وجہ سے لوگ انبیاء سے متنفر ہوجائیں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش بھی مال اور اولاد کے ختم کرنے اور کسی درجے میں بیماری کے ساتھ ہوئی۔ اس کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں آپ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ انبیاء کی شان میں گستاخی ہے جس سے اجتناب واجب ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۰۶/۲۳): قال العلامة الآلوسی بعد ذکر اقوال عدیدة .... وکل هذه الاقوال عندی متضمنة مالایلیق بمنصب الانبیاء علیهم السلام. وذهب جمع الی ان النصب والعذاب لیسا ماکان له من المرض والالم اوالمرض وذهاب الاهل والمال بل امران عرضاله وهو مریض فاقد الاهل والمال.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲۱۰/۱۵): قال القرطبی بعد ذکر اقوال کثیرة متعلقة بمرض ایوب .... قال ابن العربی القاضی ابوبکر رضی اللّٰه عنه.ولم یصح عن ایوب فی امره الاما اخبرنا اللّٰه عنه فی کتابه آیتین :الاولی قوله تعالی وایوب اذنادی ربه انی مسنی الضر والثانیة فی صٓ انی مسنی الشیطٰن بنصب وعذاب. واماالنبی ﷺ فلم یصح عنه انه ذکره بحرف واحد الاقوله :بینا ایوب یغتسل اذخرّعلیه رجل من جراد ذهب الحدیث. واذلم یصح عنه فیه قرآن ولاسنة الاماذکرنا فمن الذی یوصل السامع الی ایوب خبره ، ام علی ای لسان سمعه ؟والاسرائیلیات مرفوضة عندالعلماء علی البتات. فاعرض عن سطورها بصرک،واصمم عن سماعها اذنیک ، فانها لاتعطی فکرک الاخیالا،ولاتزید فؤادک الاخبالا.

(۲۴۵) حضرت خضر، الیاس اور یونس علیہم السلام

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی تھے یاولی؟انہیں انسانوں سے پیدا کیا گیایافرشتوں سے؟اگر زندہ ہیں تو ان کے ٹھہرنے کی جگہ کہاں ہے؟ اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام اورحضرت الیاس علیہ السلام کے بارے میں بھی کچھ تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......حضرت خضر علیہ السلام راجح قول کے مطابق نبی تھے اورانہیں انسانوں میں سے ہی پیدا کیا گیا۔محققین محدثین اوراکثرمفسرین کےنزدیک ان کاانتقال ہوگیاہےجبکہ صوفیاء کےنزدیک وہ زندہ ہیں۔

حضرت الیاس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی تھےجنہیں بعلبک نامی بستی کی طرف مبعوث کیا گیا۔اہل شہربعل نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔آپ نے انہیں ایک اللہ کی طرف بلایاتو قوم ان کی مخالفت پراتر آئی اور بادشاہ وقت نے آپ کےقتل کاحکم دے دیا۔آپ آبادی سےنکل کرایک غار میں چلے گئے ،بعد میں اس بادشاہ کاانتقال ہوگیا۔آپ دس سال کے بعدتشریف لائے ،دوسرے بادشاہ کو دعوت دی تو وہ اورقوم مسلمان ہوگئی۔

اورحضرت یونس علیہ السلام بھی اللہ تعالیٰ کے نبی تھےجنہیں موصل کی بستی نینویٰ کی طرف بھیجا گیا آپ نے ان کواللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی لیکن یہ لوگ اپنے کفر پر ڈٹے رہے۔آپ ان سے عذاب الٰہی کاوعدہ کرکےتشریف لے گئے،بعد میں جب قوم پر

عذاب کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول کرلیا۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۱۱/۱۶): تحت آیة فوجدا عبدا من عبادنا الایة ....والخضر نبی عند الجمهور وقیل هو عبدصالح غیر نبی والآیة تشهد بنبوته لان بواطن افعاله لاتکون الابوحی وایضا فان الانسان لایتعلم ولایتبع الامن فوقه ولیس یجوز ان یکون فوق النبی لیس بنبی. وقیل کان ملکا امر الله..........والاول صحیح.

وفی تفسیر ابن کثیر (۳/۹۴): وذکر ابن قتیبة فی المعارف ان اسم الخضربلیا بن ملکان .... قالوا: وکان یکنی اباالعباس ویلقب بالخضر وکان من ابناء الملوک ذکره النووی فی تهذیب الاسماء وحکی هو وغیره فی کونه باقیا الی الآن ثم الی یوم القیمة قولین ومال هو وابن الصلاح الی بقائه وذکروا فی ذلک حکایات وآثارا عن السلف وغیرهم وجاء ذکره فی بعض الروایات ولایصح شئ من ذلک واشهرها حدیث التعزیة واسناده ضعیف ورجح آخرون من المحدثین وغیرهم خلاف ذلک واحتجوا بقوله تعالی وماجعلنا بشر من قبلک الخلد وبقول النبی ﷺ یوم بدر اللهم ان تهلک هذه العصابة لاتعبد فی الارض وبانه لم ینقل انه جاء رسول الله ﷺ ولاحضر عنده ولاقاتل معه ولوکان حیا لکان من اتباع النبی ﷺ واصحابه لانه علیه السلام کان مبعوثا الی جمیع الثقلین.

وفی البدایة والنهایة (۱/۲۱۷): قال اهل التفسیر بعث الله یونس علیه السلام الی اهل نینویٰ من ارض الموصل فدعاهم الی الله عزوجل فکذبوه وتمردوا علی کفرهم وعنادهم فلماطال ذلک علیه من امرهم خرج من بین اظهرهم ووعدهم حلول العذاب بهم بعد ثلاث ....قال ابن مسعود ومجاهد وسعید بن جبیر و قتادة وغیر واحد من السلف والخلف فلماخرج من بین ظهرانیهم وتحققوا نزول العذاب بهم قذف الله فی قلوبهم التوبة والانابة وندموا علی ماکان منهم الی نبیهم.

وفیها ایضا (۱/۳۱۴): الیاس بن العاذر بن العیزار بن هارون بن عمران قالوا وکان ارساله الی اهل بعلبک غربی دمشق فدعاهم الی الله عزوجل ان یترکوا عبادة صنم لهم کانوا یسمونه بعلا وقیل کانت امرأة اسمها بعل والاول اصح ....فکذبوه وخالفوه وارادوا قتله فیقال انه هرب منهم واختفی عنهم ....عن کعب الاحبار انه قال ان الیاس اختفی من ملک قومه فی الغار الذی تحت الدم عشر سنین حتی اهلک الله الملک وولی غیره فاتاه الیاس فعرض علیه الاسلام فاسلم واسلم من قومه خلق عظیم غیر عشرة آلاف منهم فامر بهم فقتلوا عن آخرهم.

(۲۴۶) کیا حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا ثابت ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک مولوی صاحب درس دے رہے تھے۔دوران درس انہوں نے کہا کہ کہیں قرآن وحدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت یوسف علیہ السلام خوبصورت تھے۔کیا یہ بات درست ہے؟اگر یہ بات درست ہے تو آج تک ہم نے جو حسن کے چرچے سنے تھے ان کی کیا حیثیت ہے اور وہ کہاں سے ثابت ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......حضرت یوسف علیہ السلام کا خوبصورت ہونا نصوص صریحہ سے ثابت ہے اور جو شخص یوں کہے کہ آپ کا خوبصورت ہونا ثابت نہیں یہ جملہ اس کی لاعلمی پر دلالت کرتا ہے۔

لقوله تعالى (يوسف : ۳۱):فلما رأينه اكبرنه وقطعن ايديهن ز وقلن حاش لله ماهذابشرا ط ان هذا الاملك كريمo

وفي تفسير ابن عباس (صـ ۲۰۵): وقطعن ايديهن بالسكين من الدهشة والتحيرممارأين من حسن يوسف.

وفي روح المعاني (۲۲۹/۱۲): فلمارأينه اكبرنه اى اعظمنه ودهشن برؤية جماله الفائق الرائع الرائق فان فضل جماله على جمال كل جميل كان كفضل القمر ليلة البدر على سائر الكواكب .... واخرج ابن جرير وغيره عن ابى سعيد الخدرى عن النبى ﷺ انه قال رأيت يوسف ليلة المعراج كالقمر ليلة البدر.

وفي المشكوة (صـ ۵۲۸): عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول الله ﷺ قال اتيت البراق وذكر قصة المعراج وفيه فاذا انا بيوسف اذا هو قد اعطى شطر الحسن.

(۲۴۷) حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح اور آپ کی اولاد

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان وعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا زلیخا سے نکاح ہوا تھا اور آپ کی زلیخا سے اولاد بھی پیدا ہوئی تھی یا نہیں؟تفصیل سے بیان کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً......کتب تفسیر وتاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کے شوہر کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو زلیخا سے دو بیٹے بھی عنایت فرمائے۔

لمافي البحر المحيط (۲۹۱/۶): وفوض الملك اليه امره وعزل قطفير ثم مات بعد فزوجه الملك امرأته فلما دخل عليها قال اليس هذا خيرا مماطلبت ؟ فوجد ها عذراء لان العزيز كان

لایطأ فولدت له ولدین :افراثیم ومنشا.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۹/۲۱۳): قال ابن زید کان لفرعون ملک مصر خزائن کثیرة غیر الطعام ،فسلم سلطانه کله الیه وهلک قطفیر تلک اللیالی فزوج الملک یوسف راعیل امرأة العزیز فلما دخل علیها قال الیس هذا خیر مماکنت تریدین ؟

وفی البدایة والنهایة (۱/۱۹۶): وحکی الثعلبی انه عزل قطفیر عن وظیفته وولاها یوسف.وقیل انه لمامات زوجه امرأته زلیخا فوجدها عذراء ....فولدت لیوسف علیه السلام رجلین وهما افراثیم ومنشا.

(۲۴۸) کیا حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں؟ کیا حضرت خضر اور الیاس علیہما السلام حیات ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں یا نہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ وہ زندہ ہیں یا نہیں؟ اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام زندہ ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......معتمد قول کے مطابق حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اور صوفیہ کے نزدیک زندہ ہیں اسی طرح حضرت الیاس علیہ السلام بھی زندہ ہیں۔

لمافی تفسیر القرطبی (۱۱/۱۶): والخضر نبی عند الجمهور وقیل هو عبد صالح غیر نبی والایة تشهد بنبوته ،لان بواطن افعاله لا تکون الابوحی وایضا فان الانسان لایتعلم ولایتبع الا من فوقه ولیس یجوز ان یکون فوق النبی من لیس بنبی وقیل کان ملکا امرالله موسی ان یاخذعنه مما حمله من علم الباطن والاول الصحیح والله اعلم.

وفی تفسیر روح المعانی (۱۵/۳۲۸): ابقی الله تعالی بعد وفاته علیه السلام من الرسل الاحیاء باجساد هم فی هذه الدار اربعة ادریس والیاس وعیسی والخضر علیهم السلام والثلاثة الاول متفق علیهم والاخیر مختلف فیه عند غیرنا لاعندنا.

وفی مرقات المفاتیح (۱۱/۱۸): قال النوویؒ جمهور العلماء علی انه حی موجود بین اظهرنا سیما عند الصوفیة......قال الحمیری المفسر وابو عمرو هو نبی......اذلا یصح لاحد من الاولیاء ان یقتل نفسا زاکیة بغیر نفس اعتمادا علی الوحی الالهامی بانه طبع کافرا ...... وفی الجامع الصغیر روی الحارث عن انس الخضر فی البحر والیاس فی البر یجتمعان کل لیلة عند الروم الذی بناه ذوالقرنین ......وفی الفتاوی الحدیثیة رواه ابن عدی فی الکامل ان الیاس والخضر علیهما الصلوة

والسلام یلتقیان فی کل عام بالموسم.

(۲۴۹) قبض روح کے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تھپڑ مارنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے کے لئے تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو پتھر مارا جس سے ان کی آنکھ ضائع ہوگئی۔ کیا یہ واقعہ درست ہے؟ بعض لوگ اس پر اعتراضات کرتے ہیں، کیا یہ واقعہ کسی صحیح حدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں قبض روح کے لئے آنے والے فرشتے کو حضرت موسی علیہ السلام کا تھپڑ مارنا احادیث سے ثابت ہے جو بالکل صحیح ہیں لہٰذا اس پر عقلی اعتبار سے اعتراضات کرنا صحیح نہیں ہے البتہ پتھر مارنا ثابت نہیں ہے جیسا کہ سوال میں ذکر کیا گیا ہے۔

لما فی الصحیح للبخاری (۱/۴۸۴): عن ابی هریرة قال ارسل ملک الموت الی موسیٰ فلما جاء ہ صکه فرجع الی ربه فقال ارسلتنی الی عبد لا یرید الموت قال ارجع الیه فقل له یضع یده علی متن ثور فله بما غطت یده بکل شعرة سنة قال ای رب ثم ماذاقال ثم الموت قال فالأن قال فسال الله عزوجل ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر......الی آخر الحدیث.

(۲۵۰) حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہما السلام کے درمیان پیغمبروں کی تعداد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان کتنے پیغمبر گزرے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان چار ہزار (۴۰۰۰) پیغمبر گزرے ہیں جبکہ بعض حضرات کے نزدیک ستر ہزار گزرے ہیں۔

لمافی تفسیر روح المعانی (۱/۳۱۶):-'ولقدآتیناموسی الکتاب 'شروع فی بیان بعض اخر ...... "ثم ارسلنا رسلنا تتری" وکانوا الی زمن عیسی علیه السلام اربعة آلاف وقیل سبعین الفا وکلهم علی شریعته علیه السلام.

وفی روح البیان (۱/۱۷۷): وما بین موسی وعیسی اربعة آلاف نبی وقیل سبعون الف نبی.

وفی حاشیة الصاوی علی الجلالین (۱/۴۳): وعدة الانبیاء والرسل الذی بین موسی وعیسی سبعون الفا وقیل اربعة آلاف.

(۲۵۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے پیروکار نے شہید کردیا تھا یا زندہ آسمان پر اٹھائے گئے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ انہیں ان کے متبعین نے شہید کردیا تھا کیسا ہے؟ اور وہ شہید ہونے کی بناء پر زندہ ہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ عقیدہ رکھنا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے متبعین نے شہید کیا ہے اور وہ شہید ہونے کی بناء پر زندہ ہیں، سراسر غلط اور قرآن وسنت کی صراحت کے خلاف ہے، بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح مع الجسد آسمانوں پر زندہ اٹھایا گیا ان کا دوبارہ نزول قرب قیامت کے وقت ہوگا اس کے بعد ان کو موت آئے گی۔

لما فی القرآن الکریم: وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَاصَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ الایة (النساء:۱۵۷)

وفیها ایضاً: إِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰىٓ إِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الایة (ال عمران:۵۵)

وفی التفسیر المنیر (۳/۲۴۰): وللمفسرین رأیان فی تأویل هذه الایة ،ان فی الایة تقدیما وتاخیرا والتقدیر انی رافعک الی ومطهرک من الذین کفروا ومتوفیک بعد ان تنزل من السماء ای انه رفعه الی السماء حیا بجسمه وروحه وسینزل فی آخر الزمان فیحکم بشریعة الاسلام ثم یمیته الله وهذاما دلت علیه الاحادیث النبویةالصحیحة ......

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۲/۱۰۰): والصحیح ان الله تعالی رفعه الی السماء من غیر وفاة ولانوم کماقال الحسن وابن زید وهو اختیار الطبری وهوالصحیح عن ابن عباس وقاله الضحاک......

وفی الصحیح لمسلم (۱/۸۷): عن ابی هریرة رضی الله عنه انه قال قال رسول الله ﷺ والله لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب ولیقتلن الخنزیر ولیضعن الجزیة ولیترکن القلاص ...... الحدیث

وفی فتح الملهم (۲/۲۸۵): وقال الحافظ ابن حجر فی الفتح قال العلماء الحکمة فی نزول عیسیٰ علیه السلام دون غیره من الانبیاء الرد علی الیهود فی زعمهم انهم قتلوه ،فبین الله تعالی کذبهم وانه الذی یقتلهم او نزوله لدنو اجله لیدفن فی الارض......

(۲۵۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی وجہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرزائی الزاماً یہ سوال کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو

آسمان پر کیوں اٹھایا گیا؟ وہ وہاں کیا کررہے ہیں، کیا کھاتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ آپ ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانے کی حکمت کو اللہ تعالی نے بیان کرتے ہوئے فرمایا ﴿بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما o﴾ کہ اللہ تعالی نے انہیں آسمان پر اٹھالیا اور اس کی حکمتیں وہ خود بہتر طور پر جانتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کیوں اٹھایا۔ وہ قادر مطلق ہیں اور اپنے کاموں کو بہتر طریقے سے جانتے ہیں۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام انسانوں کی طرح کھاتے پیتے نہیں ہیں۔

لمافي روح المعاني (۶/ ۱۲): قال قتادة: رفع الله تعالى عيسى عليه السلام اليه فكساه الريش والبسه النور وقطع عنه لذة المطعم والمشرب فطار مع الملائكة فهو معهم حول العرش فصار انسيا ملكيا سماويا ارضيا.

وفي روح البيان (۳/ ۴۲): (انى متوفيك) عن الصفات النفسانية والاوصاف الحيوانية (ورافعك الى) بجذبات العناية فمن لم يصر فانيا عماسوى الله تعالى لايكون له وصول الى مقام معرفة الله فعيسى لمارفع الى السماء صارت له حالة كحالة الملائكة في زوال الشهوات والغضب والاخلاق الذميمة.

(۲۵۳) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ایک سوال کا جواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں قرآن میں مذکور ہے ﴿واوصاني بالصلاة والزكاة الاية﴾ اور یہ بات نص قطعی سے ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ حالت میں موجود ہیں۔ اب وہ زکاۃ کس طرح ادا کرتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے متعلق سوال کرنے سے پہلے اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ سوال میں کسی بھی طرح سے کوئی ایسی بات نہ ہو جو انبیاء کی شان کے خلاف ہو۔

سوال کا جواب یہ ہے کہ صرف زندہ رہنا وجوب زکوۃ کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کے لئے دوسری شرائط بھی ہیں جن کا پایا جانا ضروری ہے مثلاً نصاب کا مالک ہونا، حولان حول (سال کا گزرنا) پایا جانا اور سب سے بڑھ کر مکلّف ہونا۔ اب نصوص قطعیہ سے آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے اور کہیں آپ کے مال ومتاع کو ساتھ اٹھانے کا ذکر نہیں ملتا اور جس عالم میں آپ زندہ ہیں وہ دار العمل یا دار التکلیف نہیں ہے۔ اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے متعلق یہ سوال بالکل لغو اور بے محل ہے۔

لمافي قوله تعالى (النساء: ۱۵۷): وقولهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مريم رسول الله ؑ وماقتلوه

وماصلبوه ولکن شبه لهم ط وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه ط مالهم به من علم الااتباع الظن ج وماقتلوه یقینا o لا بل رفعه الله الیه ط وکان الله عزیزاً حکیماً o

وفی قوله تعالی (مریم: ۳۱): واوصانی بالصلاۃ والزکوۃ مادمت حیا o لا

وفی روح المعانی (۱۶/۸۰): وانت تعلم ان الظاهر المتبادر من المدۃ المذکورۃ مدۃ کونه علیه السلام حیا فی الدنیا علی ماهو المتعارف وذلک لایشمل مدۃ کونه علیه السلام فی السماء.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۱/۱۰۳): قال العلامة القرطبی تحت آیة "واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیا"..........ای لاؤدیهما اذا ادرک التکلیف وامکننی اداء هما علی القول الاخیر الصحیح.

(۲۵۴) کتنے انبیاء زندہ ہیں؟

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاوہ کون کون سے انبیاءکرام زندہ ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات تو نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اس کے علاوہ حضرت الیاس ،ادریس علیہما السلام زندہ ہیں۔جبکہ حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ وہ زندہ ہیں یانہیں؟اس موضوع پر کافی کلام کیا گیا ہے لہٰذا بہتر معلوم ہوتا ہے کہ حیات اور ممات کے بارے میں سکوت اختیار کیا جائے اور اپنی طرف سے کسی نبی کی طرف حیات وممات کومنسوب نہ کیا جائے۔

لمافی قوله تعالی (النساء:۱۵۷): وقولهم انا قتلنا المسیح عیسی ابن مریم رسول الله ج وماقتلوه وماصلبوه ولکن شبه لهم ط وان الذین اختلفوا فیه لفی شک منه ط مالهم به من علم الااتباع الظن ج وماقتلوه یقینا o لا بل رفعه الله الیه ط وکان الله عزیزا حکیما o

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۵/۱۱۵): قال بعضهم :کان قدمرض واحس الموت فبکی ....یاالیاس وعزتی لاؤخرنک الی وقت لایذکرنی فیه ذاکر یعنی یوم القیامة وقال عبدالعزیز بن ابی رواد ان الیاس والخضر علیهما السلام یصومان شهر رمضان فی کل عام ببیت المقدس یلاقیان الموسم فی کل عام.

وفی تفسیر روح المعانی (۱۵/۳۲۸): أبقی الله تعالی بعد وفاته علیه السلام من الرسل الاحیاء باجساد هم فی هذه الدار اربعة ادریس والیاس وعیسی والخضر علیهم السلام والثلاثة الاول متفق

علیهم والأخیر مختلف فیه عند غیرنا لاعندنا.

(۲۵۵) تحقیق عصمت انبیاء

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اس سے کیا مراد ہے؟ کیا صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں؟ اور یہ عصمت نبوت ملنے سے پہلے بھی ہوتی ہے یا نبوت کے بعد؟ نیز حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں روح ڈالتے ہی نبوت مل گئی تھی یا پھر زمین پر آنے کے بعد ملی تھی اگر جسم میں روح ڈالتے ہی مل گئی تھی تو جنت میں جس درخت سے منع کیا گیا اس کا کھانا گناہ کبیرہ تھا یا صغیرہ؟ نیز بعض لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ نبی نہیں تھے کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہیں تو پھر اس بات کے کہنے والوں کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......انبیاء کرام راجح قول کے مطابق نبوت ملنے سے پہلے اور نبوت ملنے کے بعد صغائر اور کبائر دونوں سے معصوم ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو نبوت زمین پر آنے کے بعد ملی ہے آپ کی نبوت کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ رہی یہ بات کہ حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام نے اس درخت سے تناول فرمایا جس سے منع کیا گیا تھا۔ تو درحقیقت یہ نہ ہی صغیرہ گناہ ہے اور نہ کبیرہ بلکہ یہ محض لغزش تھی، جو نسیان یا غلط فہمی کی بنیاد پر صادر ہوئی تھی اور ''حسنات الابرار سیأت المقربین'' (نیکوکار کی نیکیاں مقربین کے گناہوں کے برابر ہیں) کے قاعدے پر سرزنش کی گئی۔

لمافی فیض الباری(۲/۱۱): وقد علمت سابقا ان الاشاعرة جوزوا الصغائر قبل البعثة ونفاها الماتریدیة وقالوا بالعصمة قبلها وبعدها.

وفی النبراس(ص۴۵۴): المذکور فی کلام الشارح هو مذهب عامة المتکلمین وخالفهم جمهور جمع من العلماء فذهبوا الی العصمة عن الصغائر والکبائر قبل الوحی وبعده وهو مختار ابی المنتهی شارح الفقه الاکبر والشیخ عبدالحق المحدث الدهلوی...... وقال الإمام الشیخ ابو منصور الماتریدی الانبیاء احق بالعصمة من الملائکة لان الامم مامورون بالاتباع للانبیاء لا الملائکة واختار القاضی عیاض عصمتهم بعد الوحی عن کل صغیرة وکبیرة ونسبه الی طائفة من المحققین وقال وقد اختلف فی عصمتهم قبل النبوة والصحیح انشاء الله تعالیٰ تنزیههم من کل عیب...... .... (ص۴۵۷) وما کان بطریق التواتر فمصروف عن الظاهر کقول ابراهیم علیه السلام مشیرا الی الکواکب هذا ربی وتاویله ان همزة الاستفهام محذوفة والمعنی اهذا ربی بزعمکم............''ان امکن'' الصرف عن الظاهر ''والا'' ای وان لم یکن ''فمحمول علی ترک الاولی'' نحو عصی ادم

ربـه فغوی ..... وقال غیر واحد من الائمه سمی الله ترک الاولی منهم عصیانا لعظم منزلتهم کماقیل حسنـات الابـرار سیأت المقربین واستغفار الانبیآء من ترک الاولیٰ هضما لنفوسهم والافلیس من الـذنـب ولاعـقـاب علیه اوکونه قبل البعثة کما قیل فی اکل آدم علیه السلام الشجرة وکما قیل فی اخوة یوسف علیه السلام علی تقدیر انهم انبیآء لکن بعض العلماء صحح انهم لیسوا بانبیآء.

وفـی شـرح الـفـقـه الاکبـر(صـــ۵٦): والانبیـاء عـلیهم الصلاة والسلام کلهم ای جمیعهم الشامل لرسلهم ومشاهیرهم وغیرهم اولهم آدم علیه الصلاة والسلام علی ما ثبت بالکتاب والسنة واجماع الامة فـمـا نـقل عن بعض من انکار نبوته یکون کفرا..... منزهون ان معصومون عن الصغائر والکبائر ای من جمیع المعاصی والکفر خص لانه اکبر الکبائر.....(صـ۵۷) ثم هذه العصمة ثابتة للانبیآء قبل الـنبـوة وبعدها علی الاصح .... وقد کانت منهم ای من بعض الانبیآء قبل ظهور مراتب النبوة او بـعـد ثبـوت مـنـاقـب الـرسالة زلات ای تقصیرات وخطیئات ای عثرات بالنسبة الی مالهم من علی الـمـقـامـات وسیٔ الـحـالات کـمـا وقـع لآدم علیه الصلوة والسلام فی اکله من الشجرة علی وجه الـنسیـان اوتـرک الـعـزیـمة واختیار الرخصة ظناً منه ان المراد بالشجرة المنهیة المشار الیه بقوله تـعـالـیٰ ولا تـقربا هذه الشجرة هی الشخصیة لا الجنسیة فاکل من الجنس لامن الشخص بناء علی الحکمة الالهیة لیظهر ضعف قدرة البشریة وقوة اقتضاء مغفرة الربوبیة.

(۲۵٦) مہاتمابدھ اور گرونانک انبیاء میں سے تھے

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات ''لـکـل قـوم هـاد ''الایۃ سے استدلال کرتے ہوئے مہاتمابدھ اور گرونانک کو نبی سمجھتے ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث میں اس کا کوئی ثبوت موجود ہے کہ یانہیں اگر ہو تفصیلاً ذکر کردیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطافرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً..... مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں مفسرین کرام کی دورائیں ہیں ایک یہ ''ہاد'' سے مرادخود باری تعالیٰ کی ذات گرامی ہے اگر یہ تفسیر مراد ہوتو پھر یہ سوال سرے سے ختم ہوجاتا ہے اوراس صورت میں آیت کے معنی یہ ہوں گے کہ'' آپ ڈرانے والے ہیں کہ قوم کواللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں اوراللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت سے سرفراز فرماتے ہیں''اوردوسری رائے یہ ہے کہ یہاں ''ہاد'' سے مرادصرف انبیاءکرام کی ذات گرامی ہی نہیں بلکہ انبیاء کے ساتھ ساتھ ان کے قاصدین بھی شامل ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ کوئی خطہ اللہ کی دعوت دینے والوں سے خالی نہیں رہااس سے مرادصرف انبیاءنہیں بلکہ انبیاءکی طرف سے ان کے متبعین بھی ہوسکتے ہیں جوانبیاءکی دعوت کولے کردوردراز علاقوں تک پھیل گئے ،لہٰذااس آیت سے یہ استدلال کرنا کہ ہندوستان میں کوئی نہ کوئی نبی

ضرور پیدا ہوا ہوگا اور جب کسی اور کے آثار نہیں ملتے تو مہاتمابدھ اور گرونانک ہی کے بارے میں کہہ دیا جاتا ہے کہ یہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی تھے البتہ ان کے متبعین بعد میں گمراہی میں مبتلا ہو گئے اس وجہ سے ان کی اتباع کرنے والے بت پرست یا دوسرے شرکیہ کاموں مبتلا ہو گئے، بلا دلیل ہے، خاص طور پر مذہب کی کتابوں میں ان کے نام انبیاء کی فہرست میں موجود نہیں ہیں لہٰذا ہم ان کے بارے میں یقینی طور کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انبیاء میں سے تھے یا نہیں، اور مزید یہ کہ ہمیں اس فیصلے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جن انبیاء کا اللہ تعالیٰ نے خود ذکر کیا ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور جن کا نام نہیں لیا اس میں ہم صرف اس کے مکلّف ہیں کہ اجمالی ایمان لائیں کہ اس کے علاوہ جتنے بھی انبیاء تھے ہم ان سب پر ایمان لاتے ہیں اس میں مہاتمابدھ یا گرونانک کی صراحت کی ضرورت ہی نہیں۔

لما فی قوله تعالیٰ: ويقول الذين كفروا لولا انزل عليه آية من ربه انما انت منذر ولكل قوم هاد o (الرعد)

وفی التفسير الوسيط (۶/۳): ولكل قوم هاد ای نبی وداع الی الله يدعوهم بما يعطى من الايات لا بما يريدون ويتحكمون وهذا قول ابن عباس ومجاهد وقتادة وقال سعيد بن جبير وعطية والضحاک الهادی هو الله عزوجل والمعنى انت منذر تنذر والله هادی كل قوم يهدی من يشاء.

وفی التفسير القرطبی (۲۸۵/۵): (انما انت منذر) ای معلم (ولكل قوم هاد) ای نبی يدعوهم الی الله وقيل الهادی الله ای عليک الانذار والله هادی كل قوم ان اراد هدايتهم.

وفی التفسير المنير (۱۱۵/۱۳): لكل قوم هاد ای نبی يدعوهم الی الله وقيل الهادی الله ای عليک الانذار والله هادی كل قوم ان اراد هدايتهم.

(۲۵۷) امتیوں کا نبی کریم ﷺ کیلئے دعا مانگنا عصمت رسول ﷺ کے منافی نہیں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ساتھ ایک عیسائی لڑکا پڑھتا ہے گزشتہ دنوں اس نے مجھ سے سوال کیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے پیغمبر ﷺ تمام گناہوں سے معصوم اور تمام مخلوقات سے افضل وبرتر ہیں اگر یہی بات ہے تو آپ سارے مسلمان ہر نماز میں اور ہر دعا میں ان کے لئے دعا کیوں مانگتے ہو؟ میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا، براہ کرم آپ اس سوال کا ایسا جواب لکھ دیں کہ میں خود بھی مطمئن ہو جاؤں اور اسے بھی مطمئن کر سکوں؟ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ تمام گناہوں سے پاک اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں باقی رہا یہ معاملہ کہ پھر آپ کیلئے اتنا زیادہ دعا کا اہتمام کیوں کیا جاتا ہے، تو یہ دعا کا اہتمام آپ کی عظمت کے منافی نہیں کیونکہ

اول: یہ دعا آپ کے درجات کی بلندی کے لئے کی جاتی ہے گناہوں سے معافی کے لئے نہیں کی جاتی۔

دوم: امت کو تعلیم دینا مقصود ہے کہ بندہ کتنا ہی زیادہ اللہ تعالی کا مقرب کیوں نہ ہو پھر بھی اللہ تعالی کے ہاں تضرع اور اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار ضروری ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ ''تعرف الاشیاء باضدادھا'' یعنی اشیاء اپنی اضداد سے پہچانی جاتی ہیں تو رب کے انتہائی مقربین کا بھی اس کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار یہ رب کی قدرت کاملہ اور اس کی عظمت کی غمازی کرتا ہے، اور مقربین کو عموما اور مذنبین کو خصوصا اللہ تعالی کی طرف رجوع پر آمادہ کرتا ہے۔

سوم: رسول اللہ ﷺ کے حق میں دعا درحقیقت اپنے حق میں دعا ہے کہ جب دعا میں آپ ﷺ کو شامل کرلیا جائے تو اللہ تعالی ضرور قبول فرماتے ہیں اس کے ساتھ بندے کی اپنی دعا بھی قبول ہوجائے گی۔

لما فی قوله تعالی : لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ ما تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ. الاية (الفتح : ۱)

وفی روح البیان (۹/صـ۸): قوله تعالی ''ماتقدم من ذنبک وما تأخر''......قال اهل الکلام ان الانبیاء معصومون من الکفر قبل الوحی وبعده باجماع العلماء ومن سائر الکبائر عمداً بعد الوحی واما سهوا فجوزه الاکثرون واما الصغائر فتجوز عمدا عندالجمهور وسهوا بالاتفاق.

وفی الفتوحات الربانیة للنووی (۶/۲۱۸): روینا فی کتابی ابن ماجة وابن سنی عن حذیفة رضی الله عنه قال شکوت الی رسول الله ﷺ ......انی لأستغفر الله عزوجل کل یوم مائة مرة.

قوله ''انی لأستغفر الله عزوجل فی الیوم مائة مرة'' ای لامتی او لتقصیری فی عبادتی اولغفلتی عن حقیقتی او لقناعتی بمرتبتی فی الحال وعدم الاستزاده فی العلم وقرب المتعال.

...... وفی الفتح للحافظ أجوبة......ومحصل جوابه ان الاستغفار من التقصیر من اداء الحق الذی یجب لله تعالی......ومنها ان استغفاره تشریع لامته وقال الغزالیؒ کان ﷺ دائم الترقی فاذا ارتقی الی حال رأی ما قبلها ذنباً فاستغفر من الحال السابقة...... الحث والحض لانه اذا کان المصطفی ﷺ مع تنزهه عن کل وصف دنی وتحلیه بکل نعت سنی یکثر من الاستغفار لعظم ثمرته وشرف نتیجته فمن ابتلی بالنقص اولی بملازمته کالصابون لدرنه.

وفی روح البیان (۷/۲۲۴): وأیضا فیها مزید القربات وذلک لان بالصلوات تزید مرتبة النبی ﷺ فتزید مرتبة الامة لان مرتبة التابع تابعة بمرتبة المتبوع ......وأیضاً فیها اثبات المحبة ومن احب شیئاً اکثر ذکره.

(۲۵۸) انبیاء علیہم السلام کے خون اور فضلات کی طہارت

سوال......انبیاء علیہم السلام کا خون اور فضلات وغیرہ بھی پاک ہوتے ہیں؟ میں نے سنا ہے ایک صاحب سے کیا یہ بات صحیح ہے؟ براہ کرم

قرآن وسنت کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا خون اور فضلات وغیرہ پاک ہیں آپ نے جو سناوہ صحیح ہے۔

لمافی المستدرک للحاکم(۶۳۸/۳):عامر بن عبدالله بن الزبير يحدث ان اباه حدثه انه اتى النبي صلى الله عليه وسلم وهو يحتجم فلما فرغ قال: "يا عبدالله اذهب بهذا الدم فاهرقه حيث لا يراك احد" فلما برزت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم عمدت الى الدم فحسوت، فلما رجعت الى النبي صلى الله عليه وسلم قال: "ما صنعت يا عبدالله" قال جعلته فى مكان ظننت انه خاف على الناس، قال: "لعلك شربته"؟ قلت:نعم، قال: ومن امرك ان تشرب الدم ويل لك من الناس ويل للناس منك.

وفى عمدة القارى (۳۵/۳): وقال بعض شراح البخارى فى بوله ودمه وجهان الاليق الطهارة...... وقد وردت احاديث كثيرة ان جماعة شربوا دم النبى عليه الصلاة والسلام رواه البزاز والطبرانى والحاكم والبيهقى وابو نعيم فى الحلية ويروى عن على، رضى الله تعالىٰ عنه انه شرب دم النبى عليه الصلاة والسلام وروى ايضا ان ام ايمن شربت بول النبى صلى الله عليه وسلم رواه الحاكم والدار قطنى والطبرانى...... قال بعضهم الحق ان حكم النبى عليه الصلاة والسلام كحكم جميع المكلفين فى الاحكام التكليفية الافيما يخص بدليل قلت يلزم من هذا ان يكون الناس مساويين للنبى عليه الصلاة والسلام لايقول بذالك الا جاهل غنى واين مرتبته من مراتب الناس ......وانا اعتقد انه لا يقاس عليه غيره وان قالو غير ذالك فاذنى عنه صماء.

وفى مرقاة المفاتيح(۱۶۰/۲): ثم اختار كثيرون من اصحابنا طهارة فضلاته عليه الصلاة والسلام.

وفى الشامية (۳۱۸/۱): صحح بعض ائمة الشافعية طهارة بوله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته وبه قال ابو حنيفة كما نقله فى المواهب اللدنية عن شرح البخارى للعينى وصرح به البيرى فى شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر: تظافرت الادلة على ذالك، وعد الائمة ذالك من خصائصه صلى الله عليه وسلم ونقل بعضهم عن شرح المشكوة لملا على القارى انه اختاره كثير من اصحابنا واطال فى تحقيقه فى شرحه على الشمايل فى باب ماجاء فى تعطره عليه الصلاة والسلام اهـ.

(۲۵۹) آپ ﷺ کے فضلات (بول وبراز) بطور دوا استعمال کرنے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات یعنی بول وبراز کے

بارے میں کیا اس کا استعمال کرنا قصداً شفاء کیلئے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس سوال کی کوئی ضرورت نہیں باوجود اس بات کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات اکثر کے نزدیک پاک ہیں اور جو شخص ان کو شفاء، دواء اور تبرک کیلئے استعمال کرے تو وہ ایک اچھا کام کرے گا کیونکہ ناپاک چیز کا استعمال ضرورت کی وجہ سے جائز ہے تو پاک چیز کا استعمال دواء وغیرہ کیلئے بطریق اولیٰ جائز ہوگا ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔

دلائل المسئلة مرت سابقا تحت السؤال السابق.

(۲۶۰) انبیاء اور دیگر مؤمنین کی حیات میں فرق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں یا نہیں؟ آپ کے علاوہ دیگر مومنین اپنی قبروں میں زندہ ہیں یا نہیں؟ اگر زندہ نہیں ہیں تو یقیناً وہ سنتے بھی نہیں ہوں گے۔ اور اگر زندہ ہیں تو آپ ﷺ کی حیات اور دیگر مردوں کی حیات میں کیا فرق ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......حضور ﷺ اپنی قبر اطہر میں زندہ ہیں۔ اسی طرح شہداء بھی زندہ ہوتے ہیں جیسا کہ خود نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ اور عام مومنین کو بھی ایک نوع کی حیات حاصل ہوتی ہے۔ اب رہا یہ معاملہ کہ انبیاء اور عام مومنین کی زندگی میں کیا فرق ہے؟...... تو اس کا جواب یہ ہے کہ سب سے کم درجہ کی حیات عام مومنین کو حاصل ہوتی ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ کے انعامات کی لذت یا تعذیب کی سختی کو محسوس کر سکتے ہیں اور شہداء کی حیات ان سے کچھ زائد ہے اور انبیاء کی حیات سب سے بڑھ کر ہے۔ اس قدر فرق انبیاء اور عام مومنین کی حیات میں نصوص سے ثابت ہے البتہ ہر ایک کی تعیین کہ ہر ایک کو کس قدر حیات حاصل ہے اس کی تعیین مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

باقی رہا مردوں کے سننے کا مسئلہ تو اس کے دو حصے ہیں اول: حضور ﷺ سے متعلق، دوم: عام لوگوں سے متعلق۔ اول الذکر متفق علیہا مسئلہ ہے کہ آپ ﷺ سنتے ہیں اور دوسرے مسئلہ میں یعنی عام لوگوں کے بارے میں صحابہ کرام کے دور سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ بعض حضرات سننے کے قائل ہیں اور بعض نہ سننے کے قائل ہیں۔ ہمارے اکثر علماء دیوبند سماع کے قائل ہیں کیونکہ نصوص اس بارے میں زیادہ واضح ہیں۔

لمافي الصحيح لمسلم (۲۶۸/۲): عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة اسرى بى عندا لكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره.

وفي سنن ابي داؤد (۱۵۰/۱): عن اوس بن اوس قال قال رسول الله ﷺ ان افضل ايامكم يوم الجمعة ......فاكثروا على من الصلوة فيه فان صلوتكم معروضة على قال قالوا يارسول الله كيف تعرض صلاتنا عليك وقد ارمت قال يقولون بليت فقال ان الله عزوجل حرم على الارض اجساد

الانبیاء.

وفی المشکوۃ (صـ۸۷): عن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیاابلغته.

وفی فیض الباری (۲/۶۴): ونقل عن مالک رحمه الله ان احترام النبی بعد وفاتها ایضا کما کان فی حیاته. وفی البیهقی عن انس وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس ان الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون ....ثم الحیاة فیها مراتب لایعدها عاد ولایحصیها محصی ، فحیاة الانبیاء اعلی واتم وحیاة الصحابة دونها ثم وثم.

وفی الصحیح للبخاری (۱/۱۷۸): عن انس عن النبی ﷺ قال العبد اذا وضع فی قبره وتولی وذهب اصحابه حتی انه یسمع قرع نعالهم اتاه ملکان.

(۲۶۱) جنات کی طرف مبعوث انبیاء

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسانوں میں یکے بعد دیگرے انبیاء کومبعوث فرمایا کیا اسی طرح جنات میں یہی معاملہ رہایاان کے ہاں انبیاء مبعوث نہیں ہوتے تھے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... نبی اکرم ﷺ سے قبل جنات کی طرف ان میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔ ہاں انبیاء کے رسول وقاصد جنات میں جا کر جنات کودعوت دیتے رہے ہیں اور نبی کریم ﷺ انسانوں اور جنات دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔

لمافی الفتاوی الحدیثیة (صـ۲۶): ولم یبعث الیهم نبی قبل نبینا قطعا علی ماقاله ابن حزم :ای انماکانوا متطوعین بالایمان لموسی مثلا والدخول فی شریعته.وقال السبکی :لاشک انهم مکلفون فی الامم الماضیة کهذه الملة اما بسماعهم من الرسول او من صادق عنه.

وفیها ایضاً (صـ۲۹): وجمهور الخلف والسلف انه لم یکن منهم رسول ولانبی خلافا للضحاک ومعنی رسل منکم ای من مجموعکم وهم الانس اوالمراد بهم رسل الرسل.

وفی لقط المرجان فی احکام الجان (صـ۴۷): جمهورا لعلماء سلفا وخلفا علی انه لم یکن من الجن قط رسول ولانبی کذا روی عن ابن عباس ومجاهد وکلبی وابی عبید.

(۲۶۲) انبیاء علیہم السلام کے ختنے کی صورت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے ختنہ کیا۔ سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے انبیاء ختنہ کراتے تھے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے انبیاء علیہم السلام پیدائشی طور پر مختون پیدا ہوئے۔

لمافی روح البیان (۱/۲۲۳): وقد ولد الانبیاء کلھم مختونین مسرورین ای مقطوعی السرۃ کرامۃ لھم الاابراھیم خلیل اللہ فانہ ختن نفسہ ببلدۃ قدوم بالتخفیف والتشدید وھو ابن مائۃ وعشرین اوثمانین لیستن بسنۃ بعدہ.

وفی المرقات (۲/۷): الختان بخاء معجمۃ وتاء فوقھا نقطتان وھی من سنۃ الانبیاء کماسبق من لدن ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام الی زمن نبینا محمد ﷺ وروی ان آدم وشیثا ونوحا وھودا وصالحا ولوطا وشعیبا ویوسف وموسی .... ولدوا مختونین.

(۲۶۳) کیا مرتبہ نبوت ولایت سے افضل ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرتبہ ولایت کبھی مرتبہ نبوت سے افضل ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... مرتبہ ولایت کبھی مرتبہ نبوت سے افضل نہیں ہوسکتا بلکہ ہمیشہ مرتبہ نبوت ہی افضل ہوتا ہے۔

لمافی شرح العقائد (ص۱۴۲): ولایبلغ ولی درجۃ الانبیاء لان الانبیاء معصومون مامونون عن خوف الخاتمۃ مکرمون بالوحی ومشاھدۃ الملک مامورون بتبلیغ الاحکام وارشاد الانام بعد الاتصاف بکمالات الاولیاء.

وفی شرح الفقہ الاکبر (ص۱۱۸): ونبی واحد افضل من جمیع الاولیاء.

(۲۶۴) رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت ووفات اور آپ کے غسل وجنازہ کی کیفیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد آپ کو غسل کس نے دیا تھا؟ آپ کا جنازہ کس نے پڑھایا؟ نیز تاریخ پیدائش مع تاریخ وفات تینوں اجزاء میں راجح اقوال تحریر کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو غسل دیا تھا۔ حضرت عباس، فضل اور قثم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ کے پہلوئے مبارک بدلتے رہے اور حضرت اسامہ اور صالح رضی اللہ عنہما پانی ڈال رہے تھے۔

آپ کی نماز جنازہ کسی نے نہیں پڑھائی بلکہ آپ کے جسد اطہر کو حجرہ مبارکہ میں رکھ دیا گیا۔ صحابہ جماعت در جماعت اندر جاتے، انفرادی طور پر نماز پڑھتے اور واپس آجاتے۔ بس یہی آپ کی نماز جنازہ تھی۔

نیز راجح قول کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت آٹھ [۸] ربیع الاول ہے اور تاریخ وفات بارہ [۱۲] ربیع الاول ہے۔

لمافی البداية والنهاية (۲۲۸/۵): فاسنده على الى صدره وعليه قميصه وكان العباس وفضل وقثم يقلبونه مع على وكان اسامة بن زيد وصالح مولاه هما يصبان الماء وجعل على يغسله.

وهكذا فى السيرة النبوية لابن كثير (۵۱۸/۴)

وفى السيرة النبوية لابن هشام (۳۲۱/۴): .... ثم دخل الناس على رسول الله ﷺ يصلون عليه ارسالا دخل الرجال حتى اذافرغوا ادخل النساء حتى اذا فرغ النساء ادخل الصبيان ولم يؤم الناس على رسول الله احد.

(وهكذا فى البداية والنهاية (۵/ ۲۳۲) .... وقال فى آخر البحث ...... وهذ الصنيع وهو صلاتهم عليه فرادى لم يؤمهم احدعليه امر مجمع عليه لاخلاف فيه).

وفى البداية والنهاية (۲۴۲/۲): وهذا مالاخلاف فيه انه ولد يوم الاثنين .... ثم الجمهور على ان ذلك كان فى شهر ربيع الاول فقيل لليلتين خلتامنه .... وقيل لثمان خلون منه حكاه الحميدى عن ابن حزم ورواه مالك وعقيل ويونس بن يزيد وغيرهم عن الزهرى عن محمد بن جبير بن مطعم ونقل ابن عبدالبر عن اصحاب التاريخ انهم صححوه وقطع به الحافظ الكبير محمد بن موسى الخوارزمى ورجحه الحافظ ابوالخطاب بن دحية فى كتابه التنوير فى مولد البشير والنذير .... والصحيح عن ابن حزم الاول انه لثمان مضين كمانقله عنه الحميدى وهو اثبت.

وهكذا فى السيرة النبوية لابن كثير (۱۹۹/۱)

وفى البداية والنهاية (۲۲۴/۵): قال محمد بن اسحاق توفى رسول الله ﷺ لاثنى عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الاول فى اليوم الذى قدم فيه المدينة مهاجرا .... قال الواقدى وهو المثبت عندنا وجزم به محمد بن سعد كاتبه .... والمشهور قول ابن اسحاق والواقدى.

وفى المنتظم (۴۷/۲): توفى رسول الله ﷺ يوم الاثنين نصف النهار .... خلت مع ربيع الاول سنة احدى عشرة.

وفى تاريخ الطبرى (۴۵۵/۲): عن عبدالله بن ابى بكر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابيه قال توفى رسول الله ﷺ فى شهر ربيع الاول فى ثنتى عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول.

(۲۶۵) حضور ﷺ کی ولادت کس طرح ہوئی؟

سوال ...... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا نبی کریم ﷺ کی پیدائش اسی طریقہ پرہوئی جیسا کہ

عام انسانوں کی ہوتی ہے یا کسی خاص طریقے پر ہوئی؟ خاص طریقے میں کتنے قول ہیں؟ نیز یہ طریقہ تمام انبیاء میں مشترک ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور ﷺ کی ولادت بھی عام انسانوں کی طرح ہوئی اور تمام انبیاء کا طریقہ ولادت یہی رہا۔ چنانچہ اسی طرح کے سوال کے جواب میں فتاوی محمودیہ ج ۵/ص ۴۲۰ میں ابن سعد ج ۱/ص ۲۰۳ کے حوالے سے حضرت مفتی محمود حسنؒ نے ایک روایت ذکر کی ہے جس سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

روایت یہ ہے: **عن همام بن يحيى عن اسحاق بن عبدالله ان ام رسول الله ﷺ قالت لماولدته خرج من فرجي نور اضاء له قصور الشام** ...... اور اس کے ساتھ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتاب مدارج النبوۃ ج ۲/ص ۱۹ کے حوالے سے درج ذیل عبارت نقل کی ہے:

''این صریح است در آنکہ ولادت از طریق معتاد بود کہ سائر زنان را باشد وحدیث دیگر نیز کہ دروے آمدہ فاخذنی المخاض کہ بمعنے دردزہ است نیز ظاہر در آنست'' ...... البتہ آگے جا کر نہایۃ الامل کے حوالے سے دو قول مزید نقل کئے:

اول: ناف کے نیچے ایک سوراخ پیدا ہوا جس سے ولادت ہوئی اور وہ سوراخ فوراً بند ہو گیا۔ دوم: یہ کہ بائیں پسلی کے نیچے سے ولادت ہوئی۔ قول اول تمام انبیاء کے ساتھ خاص ہے اور قول ثانی آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے لیکن دونوں قولوں کی کوئی دلیل بیان نہیں کی۔

یہاں تک نفس مسئلہ کا جواب ہوا لیکن واضح رہے کہ اس طرح کے مباحث نبی ﷺ کی عظمت کے منافی اور سوءِ ادب ہے لہٰذا اس طرح کے مباحث میں نہیں پڑنا چاہئے بلکہ سکوت اختیار کرنا چاہیے۔

(۲۶۶) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچپن میں کلام کیا تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض خطباء سے میں نے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بالکل ابتدائی عمر میں کلام کیا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ کا ابتدائی عمر میں کلام کرنا ثابت ہے۔

لمافي روح المعاني (۱۲/۲۲۰): وقد جمعت من تكلم في المهد وبلغوا احد عشر ونظمتها فقلت:

تكلم في المهد النبي محمد ويحيى وعيسى والخليل ومريم

وفي تفسير المظهري (۵/۱۵۶): وقد جمعت من تكلم في المهد فبلغوا احد عشر تضمينا فقلت قطعة تكلم في المهد النبي محمد ﷺ.

(۲۶۷) آپ ﷺ نور تھے یا بشر؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ نور تھے یا بشر؟ اگر کسی شخص کا عقیدہ ہو کہ آپ نور تھے تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نبی کریم ﷺ اپنی ذات کے اعتبار سے بشر تھے جس کا ذکر بارہا دفعہ کتاب مقدس میں موجود ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص آپ کی بشریت کا کلی طور پر انکار کرے اور آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اگر کسی تاویل کے ساتھ آپ کے نور ہونے کا قائل ہو تو صریح نصوص کی خلاف ورزی کی وجہ سے فاسق وفاجر ہے۔

لقوله تعالى (المائدة:۱۵): يٰاهل الكتاب قدجاء كم رسولنايبين لكم كثيرا مما كنتم تخفون من الكتاب ويعفوا عن كثيره ط قدجاء كم من الله نور و كتاب مبين ٥

وفي تفسير ابن كثير (۳۲/۲): قد جاء كم من الله نور وكتاب مبين اى طرق النجاة والسلامة ومناهج الاستقامة.

وفيها ايضاً (۱۰۲/۳): قل انما انا بشر مثلكم يوحى الى الآية ....قل لهولاء المشركين المكذبين برسالتك اليهم انما انا بشر مثلكم فمن زعم انى كاذب فليأت بمثل ماجئت به فانى لا اعلم الغيب فيما اخبرتكم به من الماضى عماسألتم من قصة اصحاب الكهف ....لولا ما اطلعنى الله عليه.

وفيها ايضا (۲۹۱/۳): وقالوا ما لهذا الرسول يأكل الطعام ويمشى فى الاسواق لولا انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا .... يخبر تعالى عن تعنت الكفاروعنادهم وتكذيبهم للحق بلاحجةولادليل منهم وانماتعللوابقولهم (مالهذا الرسول يأكل الطعام) يعنون كماناكله ويحتاج اليه كمانحتاج اليه (ويمشى فى الاسواق) اى يترددفيها واليها طلبا للتكسب والتجارة (لولا انزل عليه ملك فيكون معه نذيرا) يقولون هلاانزل اليه ملك من عندالله فيكون له شاهدا على صدق مايدعيه.

(۲۶۸) رسول اللہ ﷺ کا شق صدر

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے امام صاحب نے یہ بات بیان فرمائی کہ رسول اللہ ﷺ کے شق صدر کا تذکرہ قرآن میں موجود ہے۔ حالانکہ یہ بات میں نے پہلی دفعہ سنی ہے۔ آپ وضاحت فرمائیں تا کہ میرا یہ خلجان دور ہو جائے۔

الجواب حامداًومصلیاً......رسول اللہ ﷺ کے شق صدر کا ذکر قرآن مجید میں صراحۃً موجود نہیں ہے البتہ بعض حضرات کی رائے کے مطابق الم نشرح لک صدرک کا مدلول یہی ہے۔

قال اللہ تعالی (الانشراح: ۱): ألم نشرح لک صدرک ۝

لـمافي تفسير روح المعاني (۲۱۲/۳۰): وعن ابن عباس وجماعة انه اشارة الى شق صدر الشريف في صباه عليه الصلاة والسلام.

وفي احكام القرآن للقرطبي (۱۰۴/۲۰): وفي الصحيح عن انس بن مالك عن مالك بن صعصعة رجل من قومه ان النبي ﷺ قال فينا انا عندالبيت بين النائم واليقظان اذ سمعت قائلا فاتيت بطست من ذهب فيها ماء زمزم فشرح صدري الى كذا وكذا.

وفي التفسير المنير (۲۹۴/۳۰): وقيل المراد بذلك شرح صدره ليلة الاسراء كمارواه الترمذي عن مالك بن صعصعة قال ابن كثير ولكن لامنافاة فان من جملة شرح صدره الذي فعل بصدره ليلة الاسراء.

(۲۶۹) نبوت سے قبل طریقہ عبادت

سوال......کیارائے ہے علماء شرع متین کی اس بارے میں کہ حضور ﷺ نبوت سے پہلے کس شریعت کے مطابق عبادت کرتے تھے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اختلاف ہے بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ نبوت سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کے مطابق عبادت کرتے تھے جبکہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ آپ اپنی فکراوررائے سے عبادت کرتے تھے۔

لـمافي قوله تعالى (سورة النحل: ۱۲۳): ثم اوحينآ اليك ان اتبع ملة ابراهيم حنيفاط وما كان من المشركين ۝

وفي التفسير المنير (۲۶۳/۱۴): امر النبيا باتباع ملة ابراهيم عليه السلام في عقائد الشرع واصوله من الدعوة الى التوحيد لله والتحلي بفضائل الاخلاق لااتباع في الفروع.

وفي عمدة القاري (۶۱/۱): اختلف فيه على ثمانية اقوال احدها انه كان يتعبد بشريعة ابراهيم عليه السلام .... الخامس قيل ماكان صفة تعبده اجيب بان ذلك كان بالتفكر والاعتبار كاعتبار ابيه ابراهيم عليه الصلوة والسلام.

وفي سيرة النبي لابي الفداء (۳۹۱/۱): قيل شرع ابراهيم عليه السلام وهو الاشبه الاقوى.

(۲۷۰) آپ ﷺ کی بعثت جنات کیلئے بھی تھی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ صرف انسانوں کیلئے مبعوث ہوئے تھے یا انسان وجن دونوں کیلئے؟ نیز مؤمنین جنات کا کیا حکم ہے کیا وہ مسلمان انسانوں کی طرح جنت میں جائیں گے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین ﷺ کو تمام مخلوقات (بشمول جن وانس) کیلئے رسول بنا کر بھیجا، اس پر تمام امت کا اجماع ہے، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی دوسرے انبیاء پر فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بعثت جن وانس دونوں کی طرف فرمائی۔

نیز مؤمنین جنات کے جنت میں داخل ہونے کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے توقف کا قول نقل کیا گیا ہے لیکن صاحبینؒ اور دیگر مجتہدین واکابرین احناف نے مؤمنین جنات کے جنت میں داخل ہونے کی صراحت کی ہے، اور یہی قول صحیح ہے۔

لما فی قوله تعالی (سورة السباء:۲۸): وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا وَّلٰکِنَّ اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَعۡلَمُوۡنَ○

وفیه ایضاً (سورة الانبیاء:۱۰۷): وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ○

وایضاً (سورة الاحقاف:۱۸): اُولٰٓئِکَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ اِنَّهُمۡ کَانُوۡا خٰسِرِیۡنَ○ وَلِکُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوۡا وَلِیُوَفِّیَهُمۡ اَعۡمَالَهُمۡ وَهُمۡ لَا یُظۡلَمُوۡنَ○

وفی التفسیر المظهری (۱۰/۸۲): قال البغوی فی تفسیر سورة الاحقاف انه قال ابن عباس فاستجاب لهم ای نفر من الجن بعد مااستمعوا القرآن من النبی ﷺ بنخلة ورجعوا الی قومهم منذرین من قومهم سبعین رجلا من الجن فرجعوا الی رسول الله ﷺ فوافقوه فی البطحاء فقرأ علیهم القرآن وامرهم ونهاهم و ذکر الخفاجی انه قد دلت الاحادیث علی ان وفادة الجن کانت ستة مرات وهذا یدل علی انه ﷺ کان مبعوثا الی الجن والانس جمیعاً وقال مقاتل لم یبعث قبله نبی الی الانس والجن.

وفیه ایضاً (۱۰/۹۰): والصحیح عندی ما قاله الجمهور وبه قال ابو یوسف ومحمدؒ قال من اثبت الثواب فقوله مبنی علی دلیل وشهادة علی الاثبات فیقبل بخلاف قول ابی حنیفة رحمه الله فانه متوقف بناء علی عدم بدلیل ولا شک ان قول ابن عباس واقوال عمرو بن عبد العزیز ونحوه من ثقات الصحابة والتابعین لها حکم الرفع وقد اخرج البیهقی عن انس عن النبی ﷺ مرفوعا ان

مؤمنی الجن لهم ثواب وعليهم عقاب فسألنا عن ثوابهم وعن مؤمنهم فقال على الاعراف وليسوا فى الجنة فسألنا وما الاعراف قال خارج الجنة تجرى فيه الانهار وتنبت فيه الاشجار والاثمار. والله سبحانه اعلم بالصواب.

وفى كنزالعمال (۱۱/۴۴۵): بعثت الى الاحمرو الاسود.

وفى فتاوى الحديثية (۱/۲۲): ورسالة نبينا ﷺ اليهم قطعية فقد اجمع عليها المسلمون وقد استمعوا قراءة النبى ﷺ ببطن نخلة وكانوا تسعة كما صح عن ابن مسعود رضى الله عنه آذنته بهم شجرة وكانوايهوداً وجاء عن عكرمة انهم كانوا اثنى عشر الفاً اى فى واقعة اخرى ......

وفيه ايضاً (۱/۷۰): واعلم ان العلماء اتفقوا على ان كافرهم يعذب فى الاخرة وعن ابى حنيفة وابى الزناد وليث بن ابى سليم ان مؤمنهم لا ثواب لهم الاالنجاة من النار ثم يقال لهم كونوا تراباً مثل البهائم والصحيح الذى قاله ابن ابى ليلى والاوزاعى والشافعى واحمد واصحابهم رضى الله عنهم انهم يثابون على طاعاتهم ونقل عن ابى حنيفة واصحابه رضى الله عنه انهم يدخلون الجنة ونقله ابن الحزم عن الجمهور واستدلوا بقوله تعالى ولكل درجات مما عملوا فانه ذكر فى الجن والانس فقط.

(۲۷۱) دیگر انبیاء علیہم السلام پر حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کبھی کبھی میرے ذہن میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کا جواب عنایت فرمائیں اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو جو دوسرے انبیاء پر فضیلت حاصل ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ واضح جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں حضور ﷺ کی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے لہٰذا ہم اسی کو ماننے کے پابند ہیں۔ رہی یہ بات کہ ایسا کیوں ہوا تو یہ ان امور میں سے ہے جن میں اللہ تعالیٰ جیسے چاہتے ہیں کرتے ہیں، اس میں مخلوق کو ''کیوں'' کے سوال کا حق نہیں ہے۔

لقوله تعالى (البقرة:۲۵۳): تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعضٍ م منهم من كلم الله ورفع بعضهم درجات ط الاية

(الاسراء: ۱): سبحن الذى اسرى بعبده ليلا من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى الذى باركنا حوله لنريه من آياتنا ط انه هو السميع البصير o

وفی المشکوۃ (ص۵۱۱): عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ ﷺ اناسید ولد آدم یوم القیمة واول من ینشق عنه القبر واول شافع مشفع.

وعن انس قال قال رسول اللہ ﷺ انااکثر الانبیاء تبعا یوم القیمة وانا اول من یقرع باب الجنة.

(۲۷۲) کیا نبی ﷺ مختون پیدا ہوئے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے تھے؟ ہمارے ہاں ۱۲ ربیع الاول کو جلسہ ہوا جس میں ایک صاحب نے تقریر کے دوران کہا کہ آپ ﷺ مختون پیدا ہوئے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ آپ ﷺ کے علاوہ دوسرے انبیاء میں سے بھی کوئی مختون پیدا ہوا یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... نبی کریم ﷺ کا مختون پیدا ہونا مختلف فیہ ہے۔ بعض حضرات نے مختون پیدا ہونے جبکہ دوسرے بعض حضرات نے غیر مختون پیدا ہونے کو ترجیح دی ہے اور آپ ﷺ کے علاوہ سترہ انبیاء کے مختون پیدا ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ اور اگر نبی علیہ السلام کا غیر مختون پیدا ہونا بھی مان لیں تو اس کی وجہ سے آپ کی ذات گرامی میں کوئی نقص پیدا نہیں ہوتا کیونکہ مختون پیدا ہونا انبیاء کی خصوصیت نہیں بلکہ باقی افراد امت میں سے بھی بہت سے افراد مختون پیدا ہوئے۔

لمافی فتح الملهم (۴۱۸/۱): وقد اختلف فی ختانه ﷺ علی ثلاثة اقوال احدها ولد مختونا مسرورا ....ولیس هذا من خواصه فان کثیرا من الناس یولد مختونا ....القول الثانی انه ختنا یوم شق قلبه الملائکة عند ظئره حلیمة ....والقول الثالث ان جده عبدالمطلب ختنه یوم سابعه ووضع له مأدبة.

وفی المرقات (۷/۲): الختان ......وهی من سنة الانبیاء کماسبق من لدن ابراهیم علیه الصلوة والسلام الی زمن نبینا محمد ﷺ وروی ان آدم وشیثا ونوحا ....ومحمد صلوات اللہ وسلامه علیهم ولدوا مختونین.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۷۵۱/۶): وقد جمع السیوطی من ولد مختونا من الانبیاء علیهم الصلوة والسلام فقال :

وفی الرسل مختون لعمرک خلقة	ثمان وتسع طیبون اکارم
وهم زکریا شیث ادریس یوسف	وحنظلة عیسی وموسی وآدم
ونوح شعیب سام لوط وصالح	سلیمان یحیی هود لبس خاتم

وفی الشامیة: وقد اختلف الرواة والحفاظ فی ولادة نبینا ﷺ ....قال بعض المحققین من الحفاظ الاشبه بالصواب انه لم یولد مختونا.

(۲۷۳) آپ ﷺ کی اولاد کی تعداد

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ کی کل کتنی اولاد تھی؟ ان کی تعداد مع اسماء تحریر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... آپ ﷺ کی کل اولاد کی تعداد آٹھ ہے جن میں چار بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ بیٹوں کے نام ابراہیم، قاسم، طیب اور طاہر ﷺ جبکہ بیٹیوں کے نام زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ اور بعض حضرات کے نزدیک طیب اور طاہر ایک ہی بیٹے کے دو نام ہیں تو اس اعتبار سے بیٹوں کی تعداد تین اور کل اولاد کی تعداد سات ہو جائے گی۔

لمافی البداية والنهاية (۵/۲۵۵): وقال ابن جريج كان عليه السلام ابن سبع وثلاثين سنة فولدت له القاسم وبه كان يكنى والطيب والطاهر وزينب ورقية وام كلثوم وفاطمة قلت وهى ام اولاده كلهم سوى ابراهيم فمن مارية.

وفى المنتظم (۲/۸٦): قال ابن اسحاق فولدت (اى خديجة) له ولده كلهم الاابراهيم زينب ورقية وام كلثوم وفاطمة والقاسم وبه كان يكنى والطاهر والطيب وهلك هؤلاء الذكور فى الجاهلية ....وقال غيره الطيب والطاهر لقبان لعبدالله.

وفى السيرة النبوية لابى الفداء (۱/۲٦۴): عن ابن عباس قال ولدت خديجة لرسول الله ﷺ غلامين واربع نسوة القاسم وعبدالله وفاطمة وام كلثوم وزينب ورقية وقال الزبير بن بكار عبدالله هو الطيب وهو الطاهر.

(۲۷۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد تھی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ کی اولاد کی تعداد کتنی تھی نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی اولاد ہوئی تھی یا نہیں؟ اگر تھی تو ان کے اسماء گرامی بھی تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور ﷺ کی اولاد کی تعداد سات تھی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

دلائل المسئلة مرت فى السؤال السابق.

(۲۷۵) کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عالم الغیب یا مختار کل تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے تھے یا نہیں؟ بعض حضرات

کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو علم غیب عطائی حاصل تھا اور آپ مختار کل بھی ہیں۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ حضور ﷺ علم غیب جانتے تھے یا نہیں اور مختار کل تھے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......حضور اکرم ﷺ نہ تو عالم الغیب تھے اور نہ ہی مختار کل تھے بلکہ یہ دونوں صفات اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ نیز اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو علم غیب عطائی حاصل تھا تو اول اس کیلئے کسی دلیل کی ضرورت ہے جس سے یہ معلوم ہو اور ایسی کوئی دلیل نہیں ہے۔ دوم جب خود عطائی کہہ دیا تو علم غیب نہ رہا کیونکہ علم غیب اس کو کہا جاتا ہے جو بغیر سبب اور واسطے کے حاصل ہو۔ جب عطاء واسطہ بن گیا تو وہ غیب نہ رہا لہٰذا علم غیب کو علم غیب عطائی کہنا کہنے والے کی علمیت کا پردہ چاک کر کے اس کی جہالت پر دلالت کرتا ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۵۳، ۵۷

(۲۷۶) حضور اکرم ﷺ کا اپنے اوپر درود پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ درود پڑھنا صرف مسلمانوں پر لازم ہے، خود نبی کریم ﷺ پر لازم نہ تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں خود آپ ﷺ پر واجب نہیں تھا کہ اپنے اوپر درود وسلام بھیجیں اور یـآ ایھا الذین آمنوا صلوا علیه الآیة میں خطاب عام مؤمنین کو ہے۔

لمافی البحر الرائق (۱/۳۲۷): وفی المجتبی معزیا الی خزانة الاکمل انه لایجب علی النبی ﷺ ان یصلی علی نفسه.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۵۱۵): لایجب علی النبی ﷺ ان یصلی علی نفسه.

وفی الشامیة: (لایجب علی النبی الخ) لانه غیرمراد بخطاب صلوا ولاداخل تحت ضمیره کماهو المتبادر من ترکیب –صلوا علیه– وقال فی النهر لایجب علیه بناء علی ان – یاایهاالذین آمنوا – لایتناول الرسولا بخلاف– یآایها الناس – یاعبادی کماعرف فی الاصول.

(۲۷۷) حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کا گریبان مبارک کس جانب تھا؟ اور آپ کے گریبان پر بٹن تھے یا نہیں؟ وضاحت مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضور ﷺ کا گریبان مبارک سینے پر تھا جیسا کہ آج کل رائج ہے اور اس پر بٹن بھی تھے۔

لمافی المرقات (۸/۲۴۷): عن معاویة بن قرة عن ابیه قال اتیت النبی ﷺ فی رهط من مزینة فبایعوه

وانہ لمطلق الازار فادخلت یدی فی جیب قمیصہ فمسست الخاتم.(فی جیب قمیصہ)قال السیوطی فیہ ان جیب قمیصہ کان علی الصدر کما ھو المعتاد الآن فظن من لاعلم عندہ انہ بدعۃ ولیس کماظن.

وفی عمدۃ القاری (۲۱/۳۰۲) : باب جیب القمیص ای ھذا باب فی ذکر جیب القمیص الکائن عندالصدر وکأنہ اشار بھذا الی ماوقع فی حدیث الباب من قولہ ویقول باصبعہ ھکذا فی جیبہ فان الظاھر انہ کان لابس قمیص وکان فی طوقہ فتحۃ الی صدرہ وعن ھذا قال ابن بطال کان الجیب فی ثیاب السلف عندالصدر.

(۲۷۸) حضور علیہ ﷺ کے نعلین کا رنگ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ پیلے رنگ کے چپل پہنتے ہیں اوران کو آپ علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے ہیں آیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......احادیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا ذکر ملتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک (چپلوں) کے دو تسمے تھے اور نعلین مبارک ایسے چمڑے کے بنے ہوئے تھے جو بالوں سے صاف تھے۔البتہ کتب احادیث اور سیر وتاریخ کی کتابوں میں یہ بات تلاش کے باوجود نہیں مل سکی کہ نعلین مبارک کا رنگ کیا تھا؟ لہٰذا جب تک تحقیق سے یہ بات معلوم نہ ہوجائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین مبارک کا رنگ پیلا تھا اس وقت تک پیلے رنگ کے جوتے کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے پہننا صحیح نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲/۸۷۱): عن قتادۃ قال حدثنا انس ان نعل النبی ﷺ کان لھا قبالان.

وفی الشمائل للترمذی(ص۶): عن ابن عباس قال کان لنعل رسول اللہ ﷺ قبالان مثنی شراکھما.

وفی مصنف ابن ابی شیبۃ(۱۲/۵۴۴): عن یزید بن ابی زیاد قال رأیت نعل النبی ﷺ فی المدینۃ مخصرَۃ ملسنۃ لھا عقب خارجٌ.

وفی حاشیتہ للشیخ محمد عوامہ: المخصرتان: الضیقتان من وسطھما ملسنۃ: کانت دقیقۃ علی شکل اللسان.

وفی الصحیح للبخاری(۱/۲۱): ربعی بن حراش یقول سمعت علیّا یقول قال النبی ﷺ لاتکذبوا علی فانہ من کذب علی فلیلج النار.

حدثنا المکی بن ابراھیم قال حدثنا یزید بن ابی عبید عن سلمۃ ھو ابن الاکوع قال سمعت النبی

ﷺ یقول من یقل علی مالم اقل فلیتبوا مقعدہ من النار .

(۲۷۹) آپ ﷺ کے مرض الموت کا ایک واقعہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ نے مرض الموت میں قلم اور کاغذ منگوایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھا کر کہا کہ (العیاذ باللہ) آنحضرت ﷺ بکواس کررہے ہیں۔ کیا واقعی مرض الموت میں یہ واقعہ پیش آیا تھا۔ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......اصل جواب سے پہلے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ سے حد درجہ محبت تھی جس کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کو سکون وچین نہیں آتا تھا۔ اب کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا یہاں تک کہ یہ محبت ان کو مکہ سے مدینہ لے گئی اور صحابہ نے آپ کے لئے اپنا گھر بار اور آل واولاد تک کو چھوڑ دیا، نہ صرف چھوڑ دیا بلکہ اگر وہ مسلمان نہ ہوئے اور بعض غزوات میں مقابلے پر اتر آئے تو انہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی۔ اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کا آخری وقت قریب آگیا اور مرض کی شدت میں اضافہ ہوگیا تو ایک طرف آپ کی تکلیف صحابہ سے دیکھی نہ جاتی تھی اور دوسری طرف آپ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کا غم انہیں کھائے جارہا تھا۔

اسی دوران جبکہ آپ کے مرض نے شدت اختیار کرلی تو آپ نے فرمایا کہ ''قلم اور دوات لاؤ تاکہ میں تمہارے لئے لکھوادوں''۔ اب اس موقع پر اختلاف ہوگیا بعض صحابہ قلم دوات لانا چاہتے تھے اور بعض نہیں لانا چاہتے تھے۔ جو لانا چاہتے تھے اسکی وجہ آپ کے ارشاد کی تعمیل تھی اور جو نہیں لانا چاہتے تھے اسکی وجہ یہ تھی کہ آپ کو شدید تکلیف میں آرام کی ضرورت ہے ایسے موقع پر آپ کو لکھواتے ہوئے زیادہ تکلیف ہوگی اس لئے انہوں نے قلم دوات نہ لانے میں بھلائی سمجھی۔

ایسے موقع پر یہ جملہ بولا گیا ''اھجر استفھموہ'' جس کے مطلب میں علماء نے فرمایا:

۱......یہ جملہ ان صحابہ نے بولا جو قلم دوات لانا چاہتے تھے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ قلم دوات لے آؤ اگرچہ شدت بیماری کی وجہ سے تقاضائے بشریت آپ شدید تکلیف میں ہیں لیکن ایسی حالت نہیں ہے کہ آپ کی بات نہ سمجھی جاسکے۔

۲......جب صحابہ نے آپ کو شدت تکلیف میں دیکھا اور آپ نے قلم دوات بھی منگوانا چاہی گویا آخری وصیت لکھی جارہی ہے تو شدت غم میں صحابہ نے کہا کہ آپ سے پوچھ لو کیا آپ ہمیں چھوڑ کر جارہے ہیں۔ اور اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اس جملہ کی نسبت کی جائے تو آپ نے اس وجہ سے فرمایا تاکہ آپ ﷺ کو تکلیف نہ ہو چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت اس کی مؤید ہے جس میں فرمایا کہ ہمارے پاس کتاب اللہ موجود ہے جو ہمارے لئے کافی ہے لہٰذا آپ کو تکلیف نہ دی جائے۔

یہ تھا اصل معاملہ، لیکن شریعت مطہرہ کو جس طرح دنیا سے مٹانے کی کوششیں کی گئیں اسی طرح ان کوششوں اور طریقوں میں

سے ایک طریقہ یہ اختیار کیا گیا کہ نبی کریم ﷺ کے براہ راست شاگرد اور دنیائے اسلام کو اسلام کی اصل روح پہنچانے والی جماعت پر اعتراضات کر کے ان کی عدالت کو مجروح کر دیا گیا تا کہ لوگوں کا ان پر اعتماد ختم ہو جائے اور جب ان پر اعتماد ختم ہو جائے گا تو اسلام بھی مٹ جائے گا کیونکہ اگر انہیں ہٹا دیا جائے تو قرآن کی تشریح جو سنت نبوی سے کی گئی اور آپ کے عملی نمونوں کی شکل میں موجود ہے ختم ہو جائے گی اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کی من مانی تشریحات شروع ہو جائیں گی۔ پھر امت کا وہی حال ہوگا جو پہلی امتوں کا ہو چکا چنانچہ یہ اعتراض بھی ان ہی کوششوں اور طریقوں کا ایک حصہ ہے جس کی اصل حقیقت واضح ہو چکی لیکن ان کی کوششوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے اس شریعت مطہرہ کے بارے میں اعلان فرمایا ویأبی الله الا ان یتم نوره ولو کره الکفرون. اللہ تعالیٰ اس روشنی کو ان ملحدین کے دلوں تک پہنچادیں۔ آمین

لـمـافی الصحیح للبخاری (۲/ ۶۳۹): حدثنا عبدالله بن یوسف .... عن عائشة قالت مات النبی ﷺ وانه لبین حاقنتی وذاقنتی فلا اکره شدة الموت لاحد بعدالنبی ﷺ.

وفیهـا ایضا (۲/ ۶۳۸): حدثنا قتیبة قال ....قال ابن عباس یوم الخمیس ومایوم الخمیس اشتد برسول اللهﷺ وجعه فقال ائتونی اکتب لکم کتابالن تضلوابعده ابدافتنازعواولاینبغی عند نبی تنازع فقـالـوا ماشانه أهجر استفهموه فذهبوایردونه فقال دعونی ....وفی روایة عن ابن عباس قال :لماحضر رسول الله ﷺ وفی البیت رجال فقال النبی ﷺ هـلموا اکتب لکم کتابا لاتضلوا بعده قال بـعضهم ان رسول الله ﷺ قـدغـلبـه الـوجـع وعـنـدکـم القرآن حسبنا کتاب الله فاختلف اهل البیت فـاختـصـموا فمنهم من یقول قربوا یکتب کتابالا تضلوا بعده ومنهم من یقول غیر ذلک فلمااکثروا الـلغو والاختلاف قال رسول الله ﷺ قـومـوا...... (وهـکـذانقل فی الصحیح (۱/ ۴۲۹) فی باب جوائز الوفد والفاظها فقالوا أهجر رسول الله ا قال دعونی ......)

وفـی عمدة القاری (۱۴/ ۲۹۸): أهجر بهمزة الاستفهام الانکاری ای انکرواعلی من قال لاتکتبوا ای لاتجعلوه کامر من هذی فی کلامه.

وفیهـا ایضا (۲/ ۱۷۱): قال البیهقی قصد عمر ﷺ تخفیف علی النبی ﷺ حیـن غلبه الوجع ولوکان مراده علیه الصلوة والسلام ان یکتب مالایستغنون عنه لم یترکهم لاختلافهم.

وعـلـی هـامش البخاری (۲/ ۶۳۸): وان صح بدون الهمزة فهوانه لمااصابه الحیرة والدهشة یعظم مـاشـاهـده مـن هـذه الحالة الدالة علی وفاته وعظم المصیبة ....اوهومن الهجر ضد الوصل ای یهجر من الدنیا.

(۲۸۰) حضور ﷺ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہم میں سے جب کسی کا انتقال ہوجاتا ہے تو باقی مسلمان اس کی جنازہ پڑھتے ہیں، اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حضور ﷺ کی بھی نماز جنازہ پڑھی گئی؟ اگر آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی تو آپ کی نماز کس نے پڑھائی؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... حضور ﷺ کی نماز جنازہ ہوئی تھی لیکن مستقل امامت کسی نے نہیں کی بلکہ جنازہ حجرہ شریفہ میں رکھ دیا گیا تھا اور لوگ باری باری حجرہ شریفہ میں آتے اور انفرادی طور پر نماز جنازہ پڑھ کر چلے جاتے۔

لمافی شمائل الترمذی (ص۲۷): عن سالم بن عبید وکانت له صحبة روایة .... قالوا یاصاحب رسول اللہ ﷺ أتصلی علی رسول اللہ ﷺ قال نعم قالوا وکیف قال یدخل قوم فیکبرون ویدعون ویصلون ثم یخرجون ثم یدخل قوم فیکبرون ویصلون ویدعون ثم یخرجون حتی یدخل الناس ....

وفی سنن ابن ماجة (ص۱۱۷): عن ابن عباس روایة .... ثم دخل الناس علی رسول اللہ ﷺ ارسالا یصلون علیه حتی اذا فرغوا ادخلوا النساء حتی اذا فرغوا ادخلوا الصبیان ولم یؤم الناس علی رسول اللہ ﷺ احد.

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم (۳۱۲/۱): والصحیح الذی علیه الجمهور انهم صلوا علیه فرادی فکان یدخل فوج یصلون فرادی ثم یخرجون ثم یدخل فوج اخر فیصلون کذلک ثم دخلت النساء بعد الرجال ثم الصبیان.

(۲۸۱) حیات النبی ﷺ کا ثبوت کتاب وسنت سے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حیات النبی ﷺ کا مسئلہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... حیات النبی کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔ قرآن کریم میں حیات النبی کا ثبوت اشارۃً ملتا ہے جبکہ احادیث میں حیات النبی کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے اور اہل سنت والجماعت کا حیات النبی پر اتفاق بلکہ اجماع ہے۔

لمافی قوله تعالی (البقرة: ۱۵۴): ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ط بل احیاء ولکن لاتشعرون ٥

وایضاً (آل عمران : ۱۶۹): بل احیاء عند ربھم یرزقون ○

وفی سنن ابی داؤد (۱/۱۵۰): ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء.

وفی ابن ماجۃ (صـ۱۱۸): ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق.

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲۶۸): قال رسول اللہ ﷺ مررت علی موسی وھو یصلی فی قبرہ.

وفی عمدۃ القاری (۱۶/۳۵): رؤیتہ ﷺ لیلۃ المعراج وھو یصلی فی قبرہ. قلت: لااشکال فیھا اصلا وذالک ان الانبیاء افضل من الشھداء والشھداء احیاء عند ربھم فالانبیاء بالطریق الاولی.

وفی انوار المحمود (۱/۲۱۰): انھم اتفقوا علی حیاتہ ﷺ بل حیاۃ الانبیاء متفق علیہ لاخلاف لاحد فیہ.

(۲۸۲) آپ علیہ السلام کی قبر اطہر میں حیات مبارکہ

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ قبر اطہر میں دنیوی ہے یا برزخی؟ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ آپ کو قبر مبارک میں دنیوی حیات حاصل ہے کھاتے پیتے، نماز پڑھتے اور ازواج مطہرات سے ملتے ہیں۔ یہ عقیدہ کہاں تک درست ہے؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً..... رسول اللہ ﷺ کو دنیوی اعتبار سے موت طاری ہوچکی ہے جس کی واضح دلیل آیت انک میت وانھم میتون ہے۔ اس میں کسی کو کوئی تردد نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ کو حیات، دنیوی حیات کی طرح حاصل ہے۔ اور باقاعدہ روح کا جسد مبارک سے تعلق ہے حتی کہ روضہ اقدس کے پاس درود شریف پڑھا جائے تو آپ علیہ الصلوٰۃ السلام خود سنتے ہیں۔ غیر مکلف طور پر نماز کی ادائیگی بھی فرماتے ہیں اور رزق بھی دیا جاتا ہے البتہ ازواج مطہرات سے ملنا کسی معتبر کتاب سے ثابت نہیں ہے۔ اور بعض حضرات نے اسی پر حیات برزخیہ کا اطلاق کیا ہے کیونکہ یہ حیات آپ کو عالم برزخ میں حاصل ہوئی۔

لما فی سنن ابی داؤد (۱/۱۵۰): حدثنا ھارون بن عبداللہ ..... عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من افضل ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق آدم وفیہ قبض وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلاتکم معروضۃ علی قال قالوا یارسول اللہ وکیف تعرض صلاتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت فقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض اجساد الانبیاء.

وفی المشکوۃ (۱/۱۲۱): عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعۃ فانہ مشھود یشھدہ الملائکۃ وان احدا لم یصل علی الا عرضت علی صلاتہ حتی یفرغ منھا قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی اللہ حی یرزق.

وفی مسند ابی یعلی (۳/۳۷۹): حدثنا ابو الجھم ..... عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی

الله عليه وسلم الانبياء احياء في قبورهم يصلون.

وفي الصحيح للمسلم (۲/۲۶۸): حدثنا هداب.............عن انس بن مالك ان رسول الله ﷺ قال اتيت وفي رواية هداب مررت على موسى ليلة اسرى بي عند الكثيب الاحمر وهو قائم يصلي في قبره.

وفي مرقاة المفاتيح (۳/۲۴۱): قال ان الله حرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء اى جميع اجزائهم فلا فرق لهم في الحالين ولذا قيل اولياء الله لا يموتون ولكن ينقلون من دار الى دار .... فنبي الله حي اى دائما يرزق رزقا معنويا فان الله تعالى قال في حق الشهداء من امته بل احياء عند ربهم يرزقون فكيف سيدهم بل رئيسهم لانه حصل له ايضا مرتبة الشهادة مع مزيد السعادة باكل الشاة المسمومة وعودسمها المغمومة .... ولاينافيه ان يكون هناك رزق حسي ايضا وهو الظاهر المتبادر.

(۲۸۳) قبراطہر میں امتیوں کے سوال کا جواب اور شفاعت

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ اپنی قبراطہر میں امتیوں کے صلوٰۃ وسلام کا جواب سن کر جواب دیتے ہیں؟ یا صرف صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں؟ یا کچھ اور بھی سنتے ہیں اور سفارش بھی فرماتے ہیں؟ کیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک سننا اور جواب دینا ثابت ہے؟ قبراطہر میں جسم مبارک سے روح مبارک کا تعلق مستقلا ہے یا روح مبارک آتی جاتی رہتی ہے؟

مذکورہ مسائل میں ہمارے اکابرین علمائے دیوبند کا مذہب کیا ہے؟ نیز آپ ﷺ اور دوسرے مردوں کی برزخی زندگی میں اگر کچھ فرق ہو تو وہ بھی بیان کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......شریعت مطہرہ کامل وجامع دین ہے جس نے زندگی کے ہر شعبے میں مکمل ہدایات عنایت فرمائیں۔ اس کمال کے ساتھ ساتھ کمال کے خاصہ لازمہ کا بھی خیال رکھا کہ وہ باتیں جن کی عقائد یا اعمال کے اعتبار سے زیادہ ضرورت نہ تھی ان کو کہیں تو بیان ہی نہیں فرمایا اور کہیں اجمالا بیان کر دیا۔ اس طرز بیان سے مقصود یہی تنبیہ تھی جو کچھ بیان کر دیا اسی پر اکتفا کیا جائے اور بغیر ضرورت بحث ومباحثہ سے کسی اجمالی مسئلہ کی دقیق جزئیات کی چھان بین نہ کی جائے چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ نبی کریم ﷺ غیر ضروری سوالات پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے اور بعض مواقع پر جب آپ سے ایسے سوالات کثرت سے پوچھے گئے تو آپ علیہ السلام شدید غصہ کی حالت میں منبر پر تشریف فرما ہوئے اور غصے کی حالت میں فرمایا کہ ''اب جو پوچھنا ہے پوچھ لو'' اس سے بھی مقصود تنبیہ تھی۔

اب ہمارے لئے عافیت وسلامتی کا راستہ یہی ہے کہ جن چیزوں کو کلام مقدس میں یا احادیث مبارکہ میں جس قدر بیان فرمادیا

اور اس میں مزید بحث پر کوئی عقیدہ تفصیلی یا اجمالی موقوف نہیں ہے تو اس کے بارے میں بحث و مباحثہ سے اجتناب کیا جائے۔

اس ضروری تمہید کے بعد عرض ہے کہ حضور ﷺ کا اپنے روضہ اطہر میں امتیوں کا صلوٰۃ وسلام جو قریب ہیں خود اور جو دور ہیں ان کا فرشتوں کے ذریعے سننا اور جواب دینا روایات صحیحہ سے ثابت ہے۔ نبی کریم ﷺ کی شان تو بہت بلند ہے بلکہ عام مومنین کے بارے میں روایات میں تصریح موجود ہے کہ وہ قبر پر آنے والوں کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اور جس روایت میں "مامن احد یسلم علیّ الارد اللہ علیّ روحی حتی أرد علیہ السلام" (تم میں سے جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالی میری روح کو واپس لوٹا دیتے ہیں تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دوں) کے الفاظ آتے ہیں اس کے معنی محدثین نے یہ بیان فرمائے ہیں کہ روح مبارک رب تعالی کی تجلیات عالیہ میں مستغرق ہوتی ہے اور اس حالت میں جب کسی امتی کا سلام پہنچتا ہے تو اللہ تعالی آپ کی روح مبارک کو دوسری حالت میں واپس لوٹاتے ہیں تا کہ آپ علیہ السلام امتیوں کے سلام کا جواب دے سکیں۔ محدثین کا اس معنی کو بیان کرنا اس پر صراحۃ دلالت کرتا ہے کہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے کہ آپ کو قبر اطہر میں حیات دائمی حاصل ہے اور جب اللہ تعالی نے آپ کو حیات دائمی عطا فرمائی ہے تو آپ علیہ السلام اس کے علاوہ دوسرا کلام بھی سنتے ہیں۔

اور روضہ مطہرہ پر اگر کوئی حاضر ہو کر سفارش کی درخواست کرے تو سفارش بھی فرماتے ہیں اور بعض خوش نصیبوں اور سعادت مندوں کی سفارش کو درخواست کے بعد مغفرت کی خوش خبری بھی مل جاتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے سننے اور جواب دینے سے متعلق کوئی صریح روایت موجود نہیں ہے اور قبر اطہر میں آپ علیہ السلام کی حیات مبارکہ مستقل ہے۔ یہی مسلک ہمارے اکابر دیوبند کا تھا (تفصیل کے لئے دیکھئے رسالہ المہند علی المفند)

آپ ﷺ کی زندگی اور دوسرے امتیوں کی زندگی میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں اتنی بات تو طے ہے کہ تمام امتیوں میں شہداء کی زندگی قوی ہوتی ہے، پھر انبیاء کی زندگی شہداء سے بھی قوی تر ہوتی ہے، پھر تمام انبیاء میں آپ علیہ السلام کو خصوصی امتیاز حاصل ہے اور آپ کی حیثیت سب سے اعلی ہے۔ البتہ اس میں یہ تعیین کہ نبی اور امتی کی زندگی میں کس قدر فرق ہے صراحۃ منقول نہیں ہے۔

لما فی البحر المحیط (۲۹۴/۳): تحت آیة ولو انهم اذظلموا انفسهم الایة ......روی عن علی کرم الله وجهه انه قال قدم علینا اعرابی بعد مادفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ایام فرمی بنفسه علی قبره وحثا من ترابه علی رأسه ثم قال

یاخیر من دفنت فی التراب اعظمه فطاب من طیبهن القاع والأکم
نفسی الفداء لقبر انت ساکنة فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ثم قال قد قلت یارسول الله فسمعنا قولک، ووعیت عن الله فوعینا عنک وکان فیماانزل الله علیک ولو انهم اذظلموا انفسهم جاؤک الایة وقد ظلمت نفسی وجئت استغفر الله فاستغفرلی

من ربک فنودی فی القبر انه قدغفرلک.

(وهکذا ذکر هذه القصة بتغییر یسیر فی احکام القرآن للقرطبی (۵/۲۶۵) .... وفی تفسیر ابن کثیر (۱/۲۶۱)

وقال العلامة الآلوسی فی روح المعانی (۲۲/۳۸): تحت آیة ماکان محمدابآاحد الایة ....

والاخبار المذکورة بعدفیما سبق المراد منها اثبات الحیاة فی القبر بضرب من التاویل والمراد بتلک الحیاة نوع من الحیاة غیر معقول لنا وهو فوق حیاة الشهداء بکثیر وحیاة نبینا اکمل واتم من حیاة سائر هم علیهم السلام وخبره مامن مسلم یسلم علی الارد اللّٰه تعالی علی روحی حتی ارد علیه السلام محمول علی اثبات اقبال خاص والتفات روحانی یحصل من الحضرة الشریفة النبویة الی عالم الدنیا وتنزل الی عالم البشریة حتی یحصل عنه ذلک رد السلام وفیه توجیهات اخر مذکورة فی محلها ثم ان تلک الحیاة فی القبر وان کانت یترتب علیها بعض مایترتب علی الحیاة الدنیا المعروفة لنا من الصلاة والاذان والاقامة ورد السلام المسموع ونحو ذلک الاانها لایترتب علیها کل مایمکن ان یترتب علی تلک الحیاة المعروفة ولایحس بهاولایدرکها کل احد فلوفرض انکشاف قبرالنبی من الانبیاء علیهم السلام لایری الناس النبی فیه الاکما یرون سائر الاموات الذی لم تأکل الارض اجسادهم.

وفی الصحیح للبخاری (۱/۱۹): عن ابی موسی قال سئل النبی ﷺ عن اشیاء کرهها فلما اکثر علیه غضب ثم قال سلونی عماشئتم وذکر الحدیث ....

وفی احکام القرآن للتهانویؒ (۳/۱۷۰): وقد ذکره جماعة من العلماء ویشهد له صلوة موسی علیه السلام فی قبره فان الصلوة تستدعی جسدا حیا وکذلک الصفاة المذکورة فی الانبیاء لیلة الاسراء کلها صفات الاجسام ولایلزم من کونها حیاة حقیقة ان تکون الابدان معها کماکانت فی الدنیا مع الاحتیاج الی الطعام والشراب وغیر ذلک من صفات الاجسام التی تشاهدها بل یکون لها حکم آخر واما الادراکات کالعلم والسمع فلاشک ان ذلک ثابت لهم یعنی الشهداء وسائر الموتی (شرح الصدور).

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲۶۸): عن انس بن مالک ان رسول اللّٰه ﷺ قال اتیت وفی روایة هداب مررت علی موسی لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی.

وفی سنن الدارمی (۱/۵۷): عن سعید بن عبدالعزیز قال لماکان ایام الحرة لم یؤذن فی مسجد

النبی ﷺ ثلاثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب من المسجد وکان لایعرف وقت الصلاۃ الابھمھمة یسمعها من قبرا لنبی ﷺ

وفی مشکوۃالمصابیح (صـ۸۶و۸۷): عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکة سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام .... عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی ارد علیه السلام. .... وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عندقبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته.

وفی مرقات المفاتیح تحت ھذہ الروایات (۳۴۱/۲): (یبلغونی من امتی السلام) اذا سلموا علی قلیلا اوکثیرا وھذا مخصوص بمن بعد عن حضرۃ مرقدہ المنور ومضجعه المطھر واشارۃ الی حیاته الدائمة وفرحه ببلوغه سلام امته الکاملة وایماء الی قبول السلام حیث قبلته وحملته الیه علیه السلام وسیاتی انه یرد السلام علی من سلم علیه.

(ومامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی) قال ابن حجر ای نطقی (حتی ارد علیه السلام) ای اقول وعلیک السلام قال القاضی لعل معناہ ان روحه المقدسة فی شأن مافی الحضرۃ الالھیة فاذابلغه سلام احد من الامة رد اللہ تعالی روحه المطھر من تلک الحالة الی رد من سلم علیه ...... وقال ابن ملک رد الروح کنایة عن اعلام اللہ ایاہ بان فلانا صلی علیه.

وفی مشکوۃ المصابیح (صـ۱۲۱): عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوۃ علی یوم الجمعة فانه مشھود یشھدہ الملائکة وان احد لم یصل علی الاعرضت علی حتی یفرغ منها قال قلت وبعد الموت قال ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجسادالانبیاء فنبی اللہ حی یرزق.

و فی مرقاۃ المفاتیح تحتها (۲۰۱/۳): (ان تاکل اجساد الانبیاء) ای جمیع اجزاءھم فلافرق لھم فی الحالین .... وفیه اشارۃ الی ان العرض علی مجموع الروح والجسد منھم بخلاف غیرھم ومن فی معناھم من الشھداء والاولیاء فان عرض الامور ومعرفة الاشیاء انماھو بارواحھم مع اجسادھم. (فنبی اللہ)یحتمل الجنس والاختصاص بالفر دالاکمل والظاھر ھو الاول لانه رأی موسی قائما یصلی فی قبرہ وکذلک ابراھیم کمافی حدیث مسلم وصح خبرالانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون.(حی)ای دائما (یرزق) رزقا معنویا فان اللہ تعالی قال فی حق الشھداء من امته بل احیاء عند ربھم یرزقون فکیف سیدھم بل رئیسھم لانه حصله له ایضا مرتبة الشھادۃ مع مزید السعادۃ باکل الشاۃ المسمومة وعود سمھا المغمومة وانما عصمه اللہ تعالی من بین اعدائه من

شر البرية ولدينا فيه ان يكون هناک رزق حسی.

وفی عمدة القاری (۱۸۵/۱۲): (ولایذیقک الله الموتتین) اراد بالموتتين الموت فی الدنيا والموت فی القبر وهما الموتتان المعروفتان المشهورتان فلذلک ذکرهمابالتعريف وهما الموتتان الواقعتان لکل احد غير الانبياء عليهم الصلوة والسلام فانهم لايموتون فی قبورهم بل هم احياء واماسائر الخلق فانهم يموتون فی قبورهم ثم يحيون يوم القيامة ومذهب اهل السنة والجماعة ان فی القبر حياة وموتا فلابد من ذوق الموتتين لکل احد غير الانبياء.

وقال العلامة انورشاه الكاشميری فی فيض الباری (۶۴/۲): نقل عن مالک رحمه الله احترام النبی بعد وفاته ايضا كما كان فی حياته وفی البيهقی عن انس وصححه ووافقه الحافظ فی المجلد السادس ان الانبياء احياء فی قبورهم يصلون .... ثم الحياة فيها مراتب لايعدها عاد ولايحصيها محصی فحياة الانبياء اعلی واتم وحياة الصحابة دونها ثم وثم.

ويقول فيهاايضا (۲/ ۴۶۷): والاحاديث فی سمع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر وفی حديث صححه ابوعمرو ان احدا اذاسلم علی الميت فانه يرد عليه ويعرفه ان كان يعرفه فی الدنيا (بالمعنی) واخرجه ابن كثير ايضا وتردد فيه فالانكار فی غير محله سيما اذا لم ينقل عن احد من ائمتنا رحمهم الله تعالی فلابد بالتزام السماع فی الجملة.

وفی اعلاء السنن (۵۰۵/۱۰): ولاشک فی حياته ﷺ بعد وفاته وكذا سائرالانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فی قبورهم حياة اكمل من حياة الشهداء التی اخبرالله تعالی بهافی كتابه العزيز ونبينا ﷺ سيدالانبياء وسيدالشهداء.

ويقول فيها ايضا (۵۱۲/۱۰): عن داؤد بن ابی صالح قال :اقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه علی القبر فاخذ برقبته وقال اتدری ماتصنع قال نعم فاقبل عليه فاذاهوابوايوب الانصاری رضی الله عنه فقال جئت رسول الله ﷺ لم آت الحجر سمعت رسول الله ﷺ يقول لاتبكوا علی الدين اذاوليه اهله ولكن ابكوا عليه اذا وليه غير اهله اخرجه الحاكم وقال صحيح الاسناد واقره الذهبی فی تلخيص المستدرک ۵۱۵/۴ فقال صحيح.

(قوله عن داؤد بن ابی صالح الخ)قلت موضع الاستدلال منه قول ابی ايوب جئت رسول الله ﷺ ولم آت الحجر فتأيد به حديث من زارنی بعد وفاتی فكانما زارنی فی حياتی وثبت به ان حكم قوله تعالی ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤک فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول لوجدوالله توابارحيما

باق بعد وفاته ﷺ لم ينقطع بها.

وذكر رواية ابى ايوب الانصارى فى مسند احمد بن حنبل (۶/۵۸۷)

ويقول العلامة العثمانى فى اعلاء السنن ايضا (۵۱۲/۱۰): اذا اختار الرجوع يستحب له ان يأتى القبر الشريف ويقول بعد السلام والدعاء ودعناک يارسول الله غير مودع ولاسامعين بفرقتک. نسألک ان تسأل الله تعالى ان لايقطع آثارنا من زيادة حرمک.

وقال الملاعلى القارى فى مناسک ملاعلى (۵۱۰): ثم فى تلک الساعة يطلب الشفاعة اى فى الدنيا بتوفيق الطاعة وفى الاخرة بغفران المعصية فيقول يارسول الله اسألک الشفاعة ثلاثا.

وقال ايضا فى آخر بحث الزيارة (صـ۵۱۲): من ارادالكمال اى سمن يسعه القال والحال فليقل ...... اللهم آته نهاية ماينبغى ان يسأله السائلون وغاية ماينبغى اى يومله الاملون وحسن اى بصيغة الوصف اى يستحسن ان يقول كماقال اعرابى مقبول :اللهم انک قلت وانت اصدق القائلين ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوک (اى تائبين) فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول (اى بالشفاعة لردهم الى الطاعة) لوجدوا الله توابارحيما جئناک اى فقد آتيناک ظالمين لانفسنا مستغفرين من ذنوبنا اى مستشفعين بک الى ربنا (فاشفع لنا) الى ربک واسأله ان يمن علينا بسائر طلباتنا اى مطلوباتنا ومسئولاتنا.

قال العلامة حسن شاه فى غنية الناسک (صـ۳۸۰): وحسن ان يقول: يارسول الله قد قال سبحانه وتعالى وقوله الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوک فاستغفروالله واستغفرلهم الرسول لوجدوا الله توابارحيما. فجئناک ظالمين لانفسنا مستغفين (مستغفرين) من ذنوبنا فاشفع لنا الى ربنا واسأله ان يميتنا على سنتک وان يحشرنا فى زمرتک.

وفى الهندية فى آخر بحث الزيارة (۲۶۶/۱): ثم يقف عند رأسه كالاول ويقول اللهم انک قلت وقولک الحق ولوانهم اذظلموا انفسهم جاؤوک الاية وقد جئناک سامعين قولک طائعين امرک مستشفعين بنبيک اليک.

وفى ردالمحتار (۱۵۱/۳): واما مانسب الى الامام الاشعرى امام اهل السنة والجماعة من انكار ثبوتها بعد الموت فهوافتراء وبهتان والمصرح به فى كتبه وكتب اصحابه خلاف مانسب اليه بعض اعدائه لان الانبياء عليهم الصلوة والسلام احياء فى قبورهم.

قال السيوطى فى الحاوى للفتاوى (۱۴۷/۲): من الادلة فى ذلک وتواترت به الاخبار ....

وبعد صفحة يقول : قال البيهقى فى كتاب الاعتقاد :الانبياء بعد ماقبضوا ردت اليهم ارواحهم فهم احياء عند ربهم كالشهداء وقال القرطبى فى التذكرة فى حديث الصعقة نقلا عن شيخه :الموت ليس بعدم محض انماهو انتقال من حال الى حال ويدل على ذلك ان الشهداء بعد قتلهم وموتهم احياء يرزقون فرحين مستبشرين وهذه صفة الاحياء فى الدنيا .واذا كان هذا فى الشهداء فالانبياء احق بذلك واولى ....وبعد اسطر يقول ....قال الاستاذ ابومنصور عبدالقاهر بن طاهر البغدادى الفقيه الاصولى شيخ الشافعية فى اجوبة مسائل الجاجرمين قال: المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبيناﷺ حى بعد وفاته وانه يسر بطاعات امته ويحزن بمعاصى العصاة منهم وانه تبلغه صلاة من يصلى عليه من امته.

(۲۸۴) کیا انبیاء علیہم السلام کو حوریں ملیں گی/کیا آپ ﷺ ہمارے والد کی طرح ہیں؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کہا جاتا ہے کہ جنت میں جانے کے بعد مومنوں کی خدمت کے لئے حوریں موجود ہوں گی ،تو کیا نبی اکرم ﷺ اور دوسرے انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی یا نہیں؟

۲۔ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کو مومنوں کی ماں کہا جاتا ہے تو کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے باپ ہوئے یا نہیں؟

۳۔ میں نے سنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان کی وصیت کے مطابق ان کی نماز جنازہ پڑھا کر ان کے تابوت کو اونٹنی پر سوار کر کے صحرا میں چھوڑ دیا گیا ، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تابوت تو نہیں ملا لیکن ان کی اونٹنی مری ہوئی ملی ، جہاں اونٹنی ملی وہاں ان کے عقیدت مندوں نے مزار بنا دیا تھا۔ کیا یہ بات درست ہے یا نہیں؟ اور اگر عراق میں بنایا گیا مزار فرضی ہے تو اہلسنّت کے علماء اسے بچانے کے لئے کیوں سرگرم ہیں؟

۴۔ عراق میں بنائے گئے مزار میں واقعی حضرت علی رضی اللہ عنہ دفن ہیں یا نہیں؟

ان سوالات کے تسلی بخش جوابات عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں:

۱۔ جس طرح عام مومنین کے لئے حوریں ہوں گی اسی طرح انبیاء کے لئے بھی حوریں ہوں گی۔

۲۔ جس طرح تمام ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ بلکہ تمام انبیاء امت کے باپ ہوتے ہیں اور آیت کریمہ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِجَالِکُمْ الایۃ میں نفی صلب (حقیقی باپ) کے اعتبار سے ہے۔

۳،۴۔ یہ واقعہ جو آپ نے سنا ہے اسکی کوئی اصل نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد انہیں کوفہ میں اس وقت کے دارالامارۃ میں دفن کیا گیا تھا البتہ تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نجف میں جسے آج کل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار سمجھا جاتا ہے یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نہیں

بلکہ حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ کا مزار ہے۔

لمافی روح المعانی (۳۱/۲۲): تحت آیة ماکان محمد ابآاحد من رجالکم ولکن رسول اللہ الایة.....قال الراغب بعد ان قال الاب الوالد مانصه :ویسمی کل من کان سببا فی ایجاد شئ او اصلاحه اوظهوره اباولذلک سمی النبی ﷺ ابالمومنین قال اللہ تعالی النبی اولی بالمومنین من انفسهم وازواجه امهاتهم وفی بعض القرآت وهو اب لهم وروی انه علیه السلام قال لعلی کرم اللہ تعالی وجهه اناوانت ابوهذه الامة ....وحاصله انه استدراک من نفی الابوة الحقیقیة الشرعیة التی یترتب علیها حرمة المصاهرة ونحوها الی اثبات الابوة المجازیة اللغویة التی هی من شان الرسول علیه الصلوة والسلام.

وفی المشکوة المصابیح (ص۴۹۶): عن ابی هریرة ؓ قال قال رسول اللہ ﷺ وذکرالحدیث بطوله ثم قال لکل امرئ منهم زوجتان من الحور العین.

وفیها ایضا (ص۴۹۹): عن ابی سعید قال قال رسول اللہ ﷺ ....ادنی اهل الجنة الذی له ثمانون الف خادم واثنتان وسبعون زوجة.

وفی المرقات (۳۲۳/۱۰): قدجاء ان للواحد من اهل الجنة العدد الکثیر من الحور العین.

وفی البدایة والنهایة (۳۴۲/۷): ان علیا ؓ لمامات صلی علیه ابنه الحسن فکبر علیه تسع تکبیرات ودفن بدارالامارة بالکوفة خوفا علیه من الخوارج ان ینبشوا عن جثته هذا هو المشهور ومن قال انه حمل علی راحلته فذهبت به فلایدری این ذهب فقد اخطأ وتکلف مالاعلم له به ولایسیغه عقل ولاشرع ومایعتقده کثیر من جهلة الروافض من ان قبره بمشهد النجف فلادلیل علی ذلک ولااصل له ویقال انماذلک قبرالمغیرة بن شعبة.

(۲۸۵) نبی علیہ السلام کی بعثت اور مؤمنین جنات کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ صرف انسانوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے یا انسانوں اور جنات دونوں کی طرف؟ نیز جنات میں جو مومنین ہیں کیا وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......نبی کریم ﷺ کی بعثت تمام انسانوں اور جنات کی طرف ہے اور جنات میں سے جو مومنین ہیں وہ بھی انسانوں کی طرح جنت میں داخل ہوں گے۔

لمافی قوله تعالی (الجن : ۱،۲.....۱۱): قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا

عجباo يهدى الى الرشد فآمنابه ولن نشرك بربنا احدا o .... وانامنا الصلحون ومنادون ذلك كناطرائق قدداo

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۶/۲۱۷): تحت آية "يقومنا اجيبوا داعى الله وآمنوا به يغفر لكم من ذنوبكم ويجركم من عذاب اليم" هذه الاية تدل على ان الجن كالانس فى الامر والنهى والثواب والعقاب قال الحسن ليس لمومنى الجن ثواب غير نجاتهم من النار ....وبه قال ابوحنيفة قال ليس ثواب الجن الاان يجاوروا من النار ثم يقال لهم كونوا ترابا مثل البهائم وقال آخرون انهم كمايعاقبون فى الاساءة يجازون فى الاحسان مثل الانس واليه ذهب مالك والشافعى وابن ابى ليلى وقد قال الضحاك الجن يدخلون الجنة ويأكلون ويشربون قال القشيرى والصحيح ان هذا مما لم يقطع فيه بشئ والعلم عندالله.

وفى فتاوى الحديثية (صـ ۱۷): واعلم ان العلماء اتفقوا على ان كافرهم يعذب فى الآخرة وعن ابى حنيفة وابى الزناد وليث بن ابى سليم ان مؤمنهم لاثواب له الاالنجاة من النار ....والصحيح الذى قال ابن ابى ليلى والاوزاعى ومالك والشافعى واحمد واصحابهم رضى الله عنهم انهم يثابون على طاعاتهم ونقل عن ابى حنيفة واصحابه رضى الله عنهم انهم يدخلون الجنة ونقله ابن حزم عن الجمهور واستدلوابقوله ولكل درجات مماعملوافانه ذكر بعد الجن والانس.

وفى روح المعانى (۲۶/۳۲): تحت آية "ياقومناأجيبوا داعى الله الاية "وهذا ونحوه يدل على ان الجن مكلفون ....وعن ابن عباس لهم ثواب وعليهم عقاب يلتقون فى الجنة ويزدحمون على ابوابها ....وقيل لاثواب لمطيعهم الاالنجاة من النار، فيقال لهم كونوا ترابا فيكونون ترابا. وهذا مذهب ليث بن ابى سليم وجماعة ونسب الى الامام ابى حنيفة رضى الله تعالى عنه ،وقال النسفى فى التيسير: توقف ابوحنيفة فى ثواب الجن فى الجنة ونعيمهم لانه لااستحقاق للعبد على الله تعالى ولم يقل بطريق الوعد فى حقهم الاالمغفرة والاجازة من العذاب وامانعيم الجنة فموقوف على الدليل .... قال النووى فى شرح صحيح مسلم :والصحيح انهم يدخلونها وينعمون فيها بالاكل والشرب وغيرهما وهذا مذهب الحسن البصرى ومالك بن انس والضحاك وابن ابى ليلى وغيرهم.

(۲۸۶) کیا معجزات کے لئے تاریخی گواہی ضروری ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معجزہ شق قمر کس سن میں واقع ہوا؟ منکرین حدیث اس

کا انکار کرتے ہیں اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اگر واقعی معجزہ شق قمر واقع ہوا ہوتا تو مشہور تاریخ نویس اور مصنفین اس کو اپنی تاریخ میں ذکر کرتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اس سوال کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......معجزہ شق قمر کا ظہور ہجرت نبوی سے پانچ سال قبل ہوا تھا۔اور اگر منکرین حدیث اس کا انکار کرتے ہیں تو یہ ان کی حماقت ہے کیونکہ تاریخ کی کتب کا درجہ سب سے آخر میں ہے سب سے پہلے سب سے سچی اور معتبر کتاب کلام مقدس ہے پھر احادیث مبارکہ ہیں۔اگر کوئی چیز ان میں نہ ملے تو تاریخ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے جبکہ شق قمر کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔اس کے بعد احادیث کی کتابوں میں بکثرت روایات موجود ہیں،سب سے بڑھ کر بخاری ومسلم جن پر پوری امت کا اتفاق ہے ان میں اس معجزے کا ذکر موجود ہے پھر مزید کسی تاریخی روایت کی کیا ضرورت ہے؟ نیز یہ کہنا کہ کسی تاریخ کی مشہور کتاب میں اس کا ذکر موجود نہیں یہ بھی بالکل لغو اور فضول بات ہے کیونکہ تاریخ کی معتبر کتب میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔

لمافی روح المعانی (۲۷/۷۴): اقتربت الساعة وانشق القمر انفصل بعضه عن بعض وصار فرقتين وذلک على عهد رسول الله ﷺ قبل الهجرة بنحو خمس سنين فقد صح من رواية الشيخين .... والاحاديث الصحيحة في الانشقاق كثيرة،واختلف في تواتره فقيل :هو غيرمتواتر وفي شرح المواقف الشريفي انه متواتر وهو الذى اختاره العلامة ابن السبكى قال في شرحه لمختصر ابن حاجب: الصحيح عندى ان انشقاق القمر متواتر منصوص عليه في القرآن مروى في الصحيحين وغيرهما من طرق شتى بحيث لايمترى في تواتره.

وفي احكام القرآن للقرطبى (۱۲۵/۱۷): اقتربت الساعة وانشق القمر اى وقد انشق القمر ...... وعلى هذا الجمهور من العلماء.

وفي الصحيح للبخارى (۵۱۳/۱): حدثنا عبدالله بن محمد ....عن انس انه حدثهم ان اهل مكة سألوا رسول الله ﷺ ان يريهم آية فأراهم انشقاق القمر .....عن ابن عباس ان القمر انشق في زمان النبى ﷺ.

(۲۸۷) شب معراج میں انبیاء علیہم السلام کو آپ ﷺ نے نفل نماز پڑھائی تھی یا فرض؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معراج کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی امامت کرائی تھی اس نماز میں انبیاء علیہم السلام اپنے جسموں کے ساتھ حاضر تھے یا صرف روحیں موجود تھیں نیز وہ نفل نماز تھی یا فرض نماز؟

الجواب حامداً ومصلیاً......آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات جو انبیاء کی امامت کرائی تھی وہ نفل نماز تھی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحیں وہاں موجود تھیں۔

وفی مرقات المفاتیح (۱۱/۱۴۳): قال ابن الملک فی شرح المشارق المرئی کان ارواح الانبیاء متشکلة بصورهم التی کانوا علیها الاعیسی فانه مرئی بشخصه وسبقه التوربشتی حیث قال ورویة الانبیاء فی السمٰوات وفی بیت المقدس یحمل علی رؤیةروحانیتهم الممثلة بصورهم التی کانوا علیها غیر عیسی فان رویته محتملة للامرین او احدهما.

لمافی السراجیة (صـ۲۲): امامة النبی ﷺ لیلة المعراج لارواح الانبیاء علیهم السلام کانت فی النافلة.

(۲۸۸) معراج جسمانی یا روحانی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی تھی یا روحانی؟ **مدلل** جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......جمہور کے نزدیک آپ ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی۔البتہ بعض حضرات نے بعض آثار کی وجہ سے تطبیق یہ بیان کی ہے کہ آپ کو دو دفعہ معراج ہوئی،اول روحانی اور دوئم جسمانی۔

لقوله تعالی (الاسراء: ۱):سبحٰن الذی اسریٰ بعبده لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصا الایة

وفی روح المعانی (۱۵/صـ۷): واختلف ایضا انه فی الیقظة اوفی المنام ......وذهب الجمهور الی انه فی الیقظة ببدنه وروحه ﷺ والرویا تکون بمعنی الرؤیة فی الیقظة کمافی قول الراعی یصف صائدا ؎

وکبـر لـلـرؤیـا وهـش فؤاده　　　وبشـر قلبـا کـان جمـاً بلالـه

............وذهبت طائفة ......بان الاسراء کان مرتین احداهما فی نومه ﷺ قبل النبوة ......ثم اسری بروحه وبدنه بعد النبوة قال فی الکشف وهذا هو الحق به یحصل الجمع بین الاخبار.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۰/۲۰۸): هل کان اسراء بروحه او جسده اختلف فی ذلک السلف والخلف فذهبت طائفة الی انه اسراء بالروح ....وذهب معظم السلف والمسلمین الی انه کان اسراء بالجسد وفی الیقظة وانه رکب البراق بمکة ووصل الی بیت المقدس وصلی فیه ثم اسری بجسده.

وفی تفسیر کبیر (۲۰/۱۴۸): اختلف فی کیفیة ذلک الاسراء فالاکثرون من طوائف المسلمین اتفقوا علی انه اسری بجسد رسول الله ﷺ والاقلون قالوا انه ماسری الابروحه.

وفی المرقات (۱۱/۱۳۸): فی شرح السنة قال القاضی عیاض اختلف الناس فی الاسراء برسول الله ﷺ فقیل انما کان جمیع ذلک فی المنام والحق الذی علیه اکثر الناس ومعظم السلف وعامة المتاخرین من الفقهاء والمحدثین والمتکلمین انه اسری بجسده.

(۲۸۹) آنحضرت ﷺ کے والدین کا ایمان

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا آنحضرت ﷺ کے والدین کو اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زندہ کیا تھا کہ آپ پر ایمان لائیں؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو معتبر کتابوں سے حوالہ نقل فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضور ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں دونوں طرح کے اقوال موجود ہیں البتہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ بجائے اس معاملے میں بحث ومباحثہ کے سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ اس معاملے کا تعلق نہ تو عمل سے ہے اور نہ ہی آخرت میں ہم سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ لہٰذا خواہ مخواہ ایسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں جس میں ہمارا فائدہ تو کوئی نہیں البتہ اگر کوئی کمی زیادتی کردی تو نقصان ہوسکتا ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲/۹۲): انا ارسلناک بالحق بشیرا ونذیرا ولاتسئل عن اصحاب الجحیم ......قال ابن عباس ومحمد بن کعب ان رسول الله ﷺ قال ذات یوم لیت شعری مافعل ابوای فنزلت هذه الایة وهذا علی قرأة من قرأ ولاتسال جزما علی النهی.

وفی ردالمحتار (۳/۱۸۵): قال ابن عابدین بعد بحث طویل ......قال بعض المحققین: انه لاینبغی ذکر احد هذه المسئلة الامع مزید الادب. ولیست من المسائل التی یضر جهلها اویسأل عنها فی القبر اوفی الموقف. وحفظ اللسان عن التکلم فیها الابخیر اولی واسلم.

﴿کتاب التفسیر و مایتعلق بالقرآن﴾

(تفسیر اور دیگر علوم قرآنی کے بیان میں)

(۲۹۰) ''مافی الارحام'' سے کیا مراد ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن پاک میں پانچ چیزوں کا ذکر کیا گیا کہ ان پانچ کا علم اللہ تعالی کے علاوہ کسی کو نہیں دیا گیا جبکہ سائنسی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ مافی الارحام (جو کچھ رحم کے اندر ہے) کے بارے میں معلوم ہوسکتا ہے۔تو آیت سے کیا مراد ہے؟تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مافی الارحام کی تفسیر پر اس اعتراض کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں:

۱........ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے غیب کے علم کی نفی کی ہے اور غیب کہا جاتا ہے ایسے علم کو جو بغیر اسباب کے حاصل ہو جبکہ آج کل کی تحقیق نہ صرف اسباب کی محتاج ہے بلکہ اسباب کے بغیر ممکن ہی نہیں لہٰذا اسے غیب نہیں کہا جاسکتا۔

۲........ ''ما'' عموم کے لئے استعمال ہوتا ہے جس میں صرف ذکورۃ وانوثۃ (لڑکا یا لڑکی ہونا) شامل نہیں بلکہ بچے کی عمر، رزق، شقی یا سعید ہونا تمام باتیں شامل ہیں اور ان کا علم کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

۳........ انسانی مادہ منویہ میں ہزاروں چھوٹے چھوٹے جرثومے ہوتے ہیں۔ جب مرد وعورت کے مادہ کا باہم ملاپ ہوتا ہے تو دونوں کے مادہ منویہ سے ہزاروں جرثومے وجود میں آتے ہیں۔ بعدازاں استقرار حمل مرد وعورت کے ہزاروں جرثوموں میں سے دونوں کے ایک ایک جرثومے سے وقوع پذیر ہوجاتا ہے اور باقی جرثومے ضائع ہوجاتے ہیں۔اب کون سے جرثومے سے بچہ پیدا ہوتا ہے اللہ تعالی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔اور جدید سائنس بھی اس کی تعیین سے قاصر ہے۔

اس کے علاوہ بھی چند ایک جوابات دیئے گئے ہیں لیکن اسی قدر کافی ہیں۔

لمافی التفسیر المنیر (۱۷۹/۲۱): (یعلم مافی الارحام) ای لایعلم احد الااللہ مافی الارحام من خواص الجنین واحوالہ العارضۃ لہ من طبائع وصفات وذکورۃ وانوثۃ وتمام خلقہ ونقصھا، فان توسل العلماء بسبب تحلیل الکیمیائی کون الجنین ذکرا أو انثی فلایعنی ذلک غیبا وانما بواسطۃ التجربۃ وتظل احوال اخریٰ کثیرۃ مجھولۃ للعلماء لاتعلم الابعد الولادۃ قال القرطبی وقد یعرف بطول التجارب اشیاء من ذکورۃ الحمل وانوثتہ الی غیرذلک.

(۲۹۱) ''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ یونس کی آیت وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ میں ''قدم صدق'' سے کیا مراد ہے؟ معتبر تفاسیر سے نقل فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً...... قدم صدق کی مراد میں مختلف اقوال نقل کئے گئے ہیں:

(۱) اللہ تعالیٰ کی طرف چلنے والے بلند درجات مراد ہیں۔

(۲) جنت میں دخول کے اعتبار سے باقی امتوں پر سبقت مراد ہے۔

(۳) دوبارہ اٹھائے جانے میں سبقت مراد ہے۔

اور قدم کی اضافت صدق کی طرف اضافت موصوف الی الصفۃ کے قبیل سے ہے اور اس سے مقصود مبالغہ کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ یہ چیز یقینی ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ مسبب کی اضافت سبب کی طرف ہو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ یہ درجات عالیہ کا حصول صدق قول اور صدق نیت کی وجہ سے ممکن ہوا۔

لمافی قوله تعالی (یونس : ۲): وبشر الذین آمنوا ان لهم قدم صدق عند ربهم ط الاية

وفی روح المعانی (۱۱/۲۲): قدم صدق ای سابقة ومنزلة رفيعة...... واصل القدم العضو المخصوص واطلقت على السبق مجازا مرسلا لكونها سببه وآلته واريد من السبق الفضل والشرف والتقدم المعنوی الى المنازل الرفيعة مجازا ...... وقيل :المراد تقدمهم على غيرهم فی دخول الجنة لقوله عليه السلام نحن الآخرون السابقون يوم القيامة ...... وقيل تقدمهم فی البعث واصل الصدق مايكون فی الاقوال ويستعمل كماقال الراغب فی الافعال ...... وصرحواهنا بان الاضافة من اضافة الموصوف الى صفته والاصل قدم صدق ای محققة ومقرره وفيه مبالغة لجعلها عين الصدق ثم جعل الصدق كانه صاحبها، ويحتمل ان تكون الاضافة من اضافة المسبب الى السبب وفی ذلک تنبيه على ان مانالوه من المنازل الرفيعة كان بسبب صدق القول والنية.

(۲۹۲) وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا الاية کا مطلب؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی ایسی جگہ ہو جہاں اسلام کسی بھی طریقے سے نہ پہنچا ہو وہاں کے کسی انسان کو شرک پر عذاب ہوگا؟ اگر ہوگا تو پھر اس آیت کا کیا مطلب ''وما كنا معذبين حتى نبعث رسولا''۔
نیز کسی مقام پر اسلام تو لوگوں کو معلوم نہیں لیکن حضرت عیسیٰؑ کی شریعت کے بارے میں انہیں معلوم ہے اور اس پر وہ من وعن عمل کرتے

ہیں تو ایسے لوگوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایسی عقل دی ہے کہ اگر اسے رسولوں کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو تو اس کی عقل اس کائنات کے پیدا کرنے والے کا ادراک کر سکتی ہے، اور معجزات کی روشنی میں انبیاء کی تصدیق کی مکلّف ہے، اب اس بات کے ذہن نشین ہو جانے کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر کہیں پر رسولوں کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان پر ایمان لانا ضروری ہوگا یا نہیں؟ تو اولاً ایسی جگہ مشکل ہے جہاں انبیاء کی دعوت نہ پہنچی ہو، ثانیاً اگر فرض بھی کرلیں تو چونکہ انسانی عقل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار بغیر رسولوں کی ہدایت کے کر سکتی ہے لہٰذا وہاں لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ضروری ہوگا یہی وجہ ہے کہ فقہاءؒ نے اس بات کی صراحت کی ہے کہ جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک بنایا تو اس پر انہیں عذاب ہوگا اگرچہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ اس کی تائید صحیحین کی اس روایت سے ہوتی ہے جسے امام بخاریؒ نے (۱/۴۷۲) پر ذکر کیا ہے

عن ابی سعید الخدریؓ عن النبی ﷺ قال یقول اللہ تبارک وتعالٰی یاآدم! فیقول لبیک وسعدیک والخیر فی یدیک فیقول اخرج بعث النار قال ومابعث النار قال من کل الف تسعمائة وتسعة وتسعین فعنده یشیب الصغیر وتضع کل ذات حمل حملها وتری الناس سکاریٰ وماھم بسکاری ولکن عذاب اللہ شدید قالوا یا رسول اللہ واینا ذاک الواحد قال ابشروا فان منکم رجلا ومن یاجوج وماجوج الفا.

(اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اے آدم! حضرت آدم علیہ السلام کہیں گے اے اللہ میں حاضر ہوں، تمام بھلائیاں آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اپنی اولاد میں جہنم کا حصہ نکالیں، وہ عرض کریں گے کہ جہنم کا حصہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے، اس وقت (خوف کی بناء پر) بچے بوڑھے ہو جائیں گے اور حمل والیوں کے حمل گر جائیں گے اور آپ لوگوں کو دیکھیں گے کہ وہ ایسے ہو رہے ہوں گے جیسے کہ نشے میں ہیں حالانکہ وہ نشے میں نہیں ہوں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑا ہی سخت ہے (اللہ کے عذاب کے خوف سے ان کی یہ حالت ہوگی) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ ایک کون ہوگا تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لئے خوشخبری ہو تم میں ایک اور یاجوج ماجوج میں ہزار ہوں گے۔) وجہ استدلال یہ ہے کہ یاجوج ماجوج سد سکندری کی اوٹ میں رہنے والی شرک میں مبتلا انسانی مخلوق ہے حالانکہ ان کی طرف کوئی رسول اور پیغمبر مبعوث نہیں پھر بھی ان کو شرک کی بنا پر عذاب دیا جائے گا معلوم ہوا کہ مشرک قوم کی طرف اگرچہ کوئی رسول اور قاصد مبعوث نہ بھی ہو تب بھی شرک کی بناء پر ان کو عذاب دیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہؒ نے اس طرح کی روایات اور آیات سے استدلال کیا کہ اگر کسی شخص کو انبیاء کی دعوت نہ بھی پہنچی ہو تو بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان لانا ضروری ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ بعثت سے قبل عذاب کی نفی سے کیا مراد ہے؟ تو اس سے مراد معاصی اور بداعمالیوں پر عذاب کی نفی ہے شرک کی صورت میں عذاب کی نفی نہیں ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت مبارکہ میں ''رسولا'' میں عقل کو بھی شامل کیا ہے یعنی یہاں جن رسولوں کی بعثت کا ذکر ہے اس میں عقل انسانی بھی داخل ہے کہ انبیاء کی بعثت کے بغیر بھی انسانی عقل جن اعمال وافعال کا ادراک کر سکتی ہے ان کے ترک پر عذاب ہوگا۔

۲۔ آج کل کے اعتبار سے کوئی ایسا مقام نہیں ہے جہاں دعوت نہ پہنچی ہو، ہاں اگر کوئی ایسا مقام ہو جہاں کلی طور پر اسلامی احکامات کی دعوت نہ پہنچی ہو تو ان احکامات پر عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں ہوگا۔

لما فی التفسیر الکبیر (۱۰/۱۷۴): فی الایة قولان :الاول ان نجری الآیة علی ظاهرها ونقول العقل هو رسول الله الی الخلق بل هورسول الذی لولاه لما تقررت رسالة أحد من الانبیاء فالعقل هورسول الاصلی فکان معنی الایة وماکنا معذبین حتی نبعث رسول العقل .

والثانی ان نخصص عموم الایة فنقول المراد وماکنا معذبین فی الاعمال التی لاسبیل الی معرفة وجوبها الا بالشرع الا بعد مجیٔ الشرع.

وفی تفسیر روح المعانی (۵/۳۹):......قالوا ان العقل آلة للعلم بهما فیخلقه الله تعالی عقیب نظر العقل نظرا صحیحا وأوجبوا الایمان بالله تعالی وتعظیمه وحرموا نسبة ما هوشنیع الیه سبحانه حتی روی عن ابی حنیفة رضی الله عنه انه قال لولم یبعث الله تعالی رسولا لوجب علی الخلق معرفته وقد صرح غیر واحد من.

علماء هم بأن العقل حجة من حجج الله تعالی ویجب الاستدلال به قبل ورودالشرع واحتجوا فی ذلک بماأخبر الله تعالی به عن ابراهیمؑ من قوله لابیه وقومه "انی اراک وقومک فی ضلال مبین" حیث قال ذلک ولم یقل أوحی الی ومن استدلاله بالنجوم ومعرفة الله تعالی بها وجعلها حجة علی قومه وکذلک کل الرسل حاجوا قومهم بحجج العقل کما ینبئ عنه قوله تعالی "قالت رسلهم افی الله شک فاطر السمٰوات والارض "الایة وبقوله تعالی "ومن یدع مع الله الها آخر لابرهان له به" الایة حیث لم یقل ومن یدع مع الله الها آخربعدما أوحی الیه أوبلغته الدعوة.

وفی التفسیر المظهری (۵/۴۲۱): قال ابو حنیفة رحمه الله الحاکم هو الله تعالی لکن العقل قد یدرک بعض ما وجب علیه وهو توحید والتنزیهات والاقراربالنبوة بعد مشاهدةالمعجزات فهذه الامور غیر متوقفة علی الشرع والا لزم الدور لان الشرع یتوقف علیها فیجب علی الانسان اتیان هذه الامور قبل بعثت الرسل ویعذب المشرک وان لم یبلغه الدعوة ویؤید هذا القول مافی الصحیحین عن ابی سعید الخدری ......الحدیث

وجه الاستدلال ان یأجوج ومأجوج رجال وراء السد لم یبعث فیهم رسول فلو لا التعذیب علی

الشرک قبل بعثة الرسل لما عذبت یأجوج ومأجوج ......

وفی الصفحة ۴۲۳: ان عدم التعذیب قبل البعثة مخصوص بالمعاصی دون الشرک حیث قال الله تعالی "ان الله لایغفر ان یشرک به ویغفر مادون ذلک لمن یشاء" فالتقدیر ماکنا معذبین علی المعاصی حتی نبعث رسولا یبین لهم مایتقون وقیل المراد بالرسول اعم من البشر والعقل فان العقل ایضا رسول من الله یدرک به الخیر والشر فما یدرکه العقل ویکفی فی ادراکه من الواجبات یعذب الله العاقل علیها علی عدم اتیانها.

(۲۹۳) "واهجرهم هجرا جمیلا" سے رہبانیت ثابت ہوتی ہے؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کلام مقدس میں "واهجرهم هجراً جمیلا" الایۃ میں ہجران جمیل سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ سے قبل یہ سمجھئے کہ یہ آیت آیات قتال سے منسوخ ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ رسول اللہ سے مخاطب ہیں جب اسلام کا ابتدائی دور تھا اور کفار ہمہ وقت آپ ﷺ اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کی فکر میں رہتے تو آپ ﷺ سے کہا جا رہا ہے کہ آپ ان سے نہ تو فکرمند ہوں اور نہ ہی انہیں جواب دینے کی ضرورت ہے بلکہ آپ اس معاملے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیں۔ بعد میں جب قتال وجہاد فی سبیل اللہ کی آیات نازل ہوگئیں تو یہ آیت ان سے منسوخ ہوگئی۔ اگر اس کو منسوخ نہ بھی مانیں تو بھی اس سے رہبانیت کا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ رہبانیت کہا جاتا ہے دنیا کی لذتوں کو ترک کر کے گوشہ نشینی اختیار کرلینا جبکہ اس آیت میں کفار کی تکالیف پر صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

لما فی تفسیر روح المعانی (۱۰/۱۳۳): (واهجرهم هجرا جمیلا) بان تجانبهم وتداریهم ولا تکافئهم وتکل امورهم الی ربهم کما یعرب عنه.

وفی تفسیر لابن کثیر (۴/۳۹۵): یقول تعالی آمراً رسوله ﷺ بالصبر علی ما یقوله من کذبه من سفهاء قومه وأن یهجرهم هجرا جمیلا وهو الذی لاعتاب معه ثم قال له متهددا لکفار قومه متوعدا وهو العظیم الذی لا یقوم لغضبه شئ.

وفی احکام القران للقرطبی (۱۹/۴۵): (واهجرهم هجرا جمیلا) أی لاتتعرض لهم ولا تشتغل بمکافأتهم فان فی ذلک ترک الدعاء الی الله وکان هذا قبل الامر بالقتال ثم امر بعد بقتالهم وقتلهم فنسخت آیة القتال ما کان قبلها من الترک .

وفی التفسیر الکبیر (۱۵/۲۴۲): الرهبانیة ترهبهم فی الجبال فارین من الفتنة فی الدین مخلصین

انفسهم للعبادة ومتحملين كلفا زائدة على العبادات التى كانت واجبة عليهم من الخلوة واللباس الخشن والاعتزال عن النساء والتعبد فى الغيران والكهوف.

وفى مشكوة المصابيح (صـ۲۲۲): عن ابن عباس رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لا صرورة فى الاسلام.

وفى مرقات المفاتيح (۲۷۴/۵):......قيل المراد بالصرورة التبتل وترك النكاح اى ليس فى الاسلام بل هو فى الرهبانية واصل الكلمة من الصر وهو الحبس.

(۲۹۴) علم الیقین اور عین الیقین میں فرق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سورۃ التکاثر میں ایک جگہ علم الیقین کا لفظ آیا ہے اور دوسری جگہ عین الیقین کا لفظ آیا ہے۔ان دونوں میں کیا فرق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......علم الیقین اور عین الیقین کے فرق میں مختلف اقوال نقل کیے گئے ہیں جن کا آپس میں کوئی تضاد نہیں ہے:

(۱) علم الیقین سے مراد ایسا علم ہے جو کسی دلیل کے ذریعے کسی چیز کی حقیقت تک پہنچا دے اور عین الیقین سے مراد ایسا علم ہے کہ دلیل کے بعد اس کا مشاہدہ بھی ہو جائے تو یہ یقین مزید پختہ ہو جاتا ہے جیسے ہر شخص جانتا ہے کہ اسے ایک نہ ایک دن موت آنی ہے یہ علم الیقین ہے اور جب موت کے وقت آخرت کے احوال نظر آنے لگتے ہیں تو یہ عین الیقین ہے۔

(۲) دوسرا مطلب یہ ہے کہ یہ آیات بطور تنبیہ کے ذکر کی گئی ہیں اور وہ اس طور پر کہ تمہیں آخرت کا علم یقینی طور پر حاصل نہیں ہے، اگر تمہیں آخرت کے احوال کا یقینی علم حاصل ہوتا تو تمہیں دل کی آنکھوں سے جہنم کے احوال نظر آتے۔گویا وہ مناظر تمہارے سامنے گھومتے اور تم کبھی کسی گناہ کے قریب نہ جاتے۔لیکن چونکہ تمہیں یقین نہیں لہٰذا تم دنیا کی رونق اور چکاچوند میں گم ہو اور آخرت سے غافل ہو۔

لقوله تعالى(التكاثر: ۵، ۶، ۷): كلا لو تعلمون علم اليقين ۝ لترون الجحيم ۝ ثم لترونها عين اليقين ۝

وفى روح المعانى (۲۷۸/۳۰): لو تعلمون علم اليقين اى لو تعلمون مابين ايديكم علم الامر المتيقن اى كعلمكم ماتستيقنونه من الامور ....ثم لترونها عين اليقين اى الرؤية التى هى نفس اليقين فان الانكشاف بالرؤية والمشاهدة فوق سائر الانكشافات فهو احق بان يكون عين اليقين .... وعلم اليقين بمااعطاء الدليل من ادراك الشئ على ماهو عليه وعين اليقين بمااعطاء المشاهدة والكشف وجعل وراء ذلك حق اليقين وقال على سبيل التمثيل علم كل عاقل بالموت علم اليقين واذا عاين الملائكة عليهم السلام فهو عين اليقين.

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲۰/۱۷۳): کلالو تعلمون علم الیقین .... کانہ قال لاتفعلوا فانکم تندمون ......لوتعلمون علم الیقین ای لوتعلمون الیوم فی الدنیا علم الیقین فیما أمامکم مماوصفت لترون الجحیم بعیون قلوبکم فان علم الیقین یریک الجحیم بعین فؤادک وھوان تتصور لک تارات القیامة وقطع مسافاتھا.

(۲۹۵) انسان کوظالم کیوں کہا گیا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے کلام مقدس میں فرمایاانا عرضنا الامانة علی السماوات والارض الایة۔اب سوال یہ ہے کہ تحمل امانت سے جب ساری چیزیں عاجز ہوگئیں تھیں سوائے انسان کے اورانسان نے اس بارامانت کواٹھالیا تو یہ انسان کی فضیلت ہوئی لیکن آیت کے آخر میں انسان کوظالم کہا گیا ہے۔اس کی کیاوجہ ہے؟تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں تحمل امانت کے بعدانسان کوظالم کہنااس اعتبار سے ہے کہ اس نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر کہ یہ کتنی بڑی ذمہ داری ہےاس کوقبول کرلیااور بعد میں اس کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگاالبتہ یہ ''ظالم'' کی صفت اکثر افراد کے اعتبار سے ہے کہ جولوگ شریعت کی حدود سے متجاوز ہیں وہ ظالم ہیں ورنہ جومتجاوزنہیں وہ ظالم نہیں ہیں۔

لمافی روح المعانی (۲۲/۹۶): انہ کان ظلوما جھولا .... ای انہ کان مفرطا فی الظلم مبالغا فی الجھل ای بحسب غالب افرادہ الذی لم یعملوا بموجب فطرتھم السلیمة.

وفی التفسیر الکبیر (۲۵/۲۳۶): قولہ تعالی انہ کان ظلوما جھولا فیہ وجوہ ......ثانیھا المراد بالانسان یظلم بالعصیان ویجھل ماعلیہ من العقاب.

(۲۹۶) تفاسیری واقعات کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کی تفسیر میں ہرقسم کے واقعات کو بیان کرنے کی اجازت ہے یانہیں؟اگراجازت نہیں ہےتو سورۃ بقرہ کی آیت ﴿واتبعوا ماتتلوا الشیاطین الایة﴾ اسی طرح ﴿فلما آتاھما صالحا جعلا لہ شرکاء الایة﴾ اوراسی طرح جہاں حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کاذکرآتا ہے وہاں مختلف قسم کے عجیب وغریب واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ان واقعات کابیان کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں واقعات کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ''ایسے واقعات جن کوخود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمایا'' وہ حق وصحیح ہیں اورانہیں بیان کرنا جائز ہے۔

۲۔ ایسے واقعات جن کا حقائق ثابتہ کے ساتھ تناقض ہو جیسا کہ عقیدہ توحید، عصمت انبیاء، تنزیہہ باری تعالی کے معارض ہوں ایسے واقعات بیان کرنا ناجائز ہے۔

۳۔ ایسے واقعات جو نہ تو احادیث سے ثابت ہوں اور نہ ہی حقائق ثابتہ کے خلاف ہوں البتہ ان کی صحت کے بارے میں کوئی علم نہ ہو ایسے واقعات کا نقل کرنا جائز ہے البتہ اس قول کی صحت وعدم صحت کی تعیین مشکل ہے۔

لمافی تفسیر البغوی (۱/۱۳): قال علیه الصلوة والسلام حدثوا عن بنی اسرائیل ولاحرج وذلک فیمایتعلق بماضیهم للعبرة والاتعاظ بمایتوافق مع جلالة الانبیاء والمرسلین السابقین لان الیهود لایتورعون من الحط من شان انبیاء هم والافتراء علیهم. واخبارهم عن انبیاء هم محشوة بالاضالیل والاکاذیب ،وان کان ولابد من ذکر شواهد من الاخبار الاسرائیلیة فلابد من التقیید بهذا المنهج المستقیم:

۱. ماعلمت صحته عن النبی ﷺ فیمایحکیه عن بنی اسرائیل فهذا ممالاتخرج فیه قطعا وهوحق وصدق.

۲. ماعلم عدم صحته بان کان یناقض الحقائق الثابتة التی لاتتغیر ولاتتبدل فی کل زمان ومکان کعصمة الانبیاء ،وعقیدة التوحید، وتنزیهه الباری سبحانه وتعالی فکل خبر یناقض معنی من معانی هذه الحقائق الثابتة فهو مردود لاتجوز روایته الاللتنبیه اولتفنیده ونقضه.

۳. ماهومسکوت عنه لاهو من قبیل الاول ولاهو من قبیل الثانی وهذا القسم نتوقف فیه فلانؤمن به ولانکذبه وتجوز حکایته وهذاالنوع ممالیس فیه فائدة تعود علی المسلمین فی امر دینهم.

(۲۹۷) ایک آیت کے متعلق وضاحت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج صبح میں دوران تلاوت ترجمہ دیکھ رہا تھا کہ اس آیت پر پہنچا **فالھمھا فجورھا وتقواھا**۔ میرے ذہن میں سوال پیدا ہوا کہ یہاں اللہ تعالی نے ''فجور'' کو ''تقوی'' سے پہلے ذکر کیا حالانکہ تقوی کا ذکر پہلے ہونا چاہئے تھا۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں فجور کو تقوی پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اصول یہ ہے کہ جب کسی چیز کو مزین کرنا مقصود ہو تو پہلے اس کی صفائی کی جاتی ہے پھر تزئین کی جاتی ہے۔ اسی اصول کے مطابق جب نفس کی تزئین ہوگی تو نفس کو پہلے فسق وفجور سے پاک کیا جائے گا پھر تقوی سے مزین کیا جائے گا۔ اس اعتبار سے فجور کا ذکر پہلے اور تقوی کا ذکر بعد میں کرنا ہی مناسب ہے۔ دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ کلام مقدس میں صرف ہدایت ہی نہیں بلکہ ہدایت کے لئے نازل کئے جانے والے احکام انتہائی بلاغت وفصاحت کے ساتھ

بیان کئے گئے ہیں۔ چنانچہ قافیہ بندی کا اعتبار کریں تو تقویٰ کو بعد میں ہی آنا چاہئے۔

لمافی روح المعانی (۱۸۲/۳۰): وقدم الفجور علی التقوی لان الهامه بهذا المعنی من مبادی تجنبه وهو تخلية والتخلية مقدمة علی التحلية وقيل قدم مراعاة للفواصل واضيفا الی ضمير النفس قيل اشارة الی ان الملهم للنفس فجور وتقوی قد استعدت لهما فهما لها بحكم الاستعداد وقيل رعاية للفواصل.

(۲۹۸) تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مجھے کبھی کبھار سخت خواہش ہوتی ہے کہ دوسرے مذاہب کی کتابیں تورات، زبور اور انجیل کو پڑھوں۔ آپ یہ بتلائیں کہ میرے لئے ان کتب کا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ نیز عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں آپ کے لئے تورات، زبور اور انجیل کا پڑھنا جائز نہیں اور اس میں عوام وخواص کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں۔ البتہ اگر کسی شخص کو اسلام کے احکام پر عبور حاصل ہو اور وہ ان کتب کا مطالعہ اس لئے کرے تاکہ مخالفین کے اعتراضات کا جواب دے سکے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لما فی المشكوة (۳۲/۱): عن جابر ان عمر بن الخطاب رضی الله عنه اتی رسول الله صلی الله علیه وسلم بنسخة من التوراة فقال يا رسول الله هذه نسخة من التوراة فسكت فجعل يقرأ ووجه رسول الله صلی الله علیه وسلم يتغير فقال ابوبكر ثكلتک الثواكل ما تری بوجه رسول الله صلی الله علیه وسلم فنظر عمر الی وجه رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال اعوذ بالله من غضب الله وغضب رسوله رضينا بالله ربا..........

وفی الدر المختار مع رد المحتار (۱۷۵/۱): ويكره له قرأة توراة وانجيل وزبور.

وفی الشامية فی آخر بحث القرأة: واختار سيدی عبدالغنی ما فی الخلاصة واطال فی تقريره وقال: وقد نهينا عن النظر فی شئ منها سواء نقلها الينا الكفار او من اسلم منهم.

(۲۹۹) قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگانا اور اسے چومنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص قرآن مجید کھولتے وقت تلاوت سے پہلے پاس بیٹھے بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگائے یعنی تبرک کے لئے ایسا کرے تو ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز قرآن مجید کو چومنا یا آنکھ پر لگانا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں قرآن مقدس سے مذکورہ طریقے سے تبرک حاصل کرنا کہ بچوں کو قرآن مجید کے اوراق کی ہوا لگائی جائے یہ طریقہ سلف سے منقول نہیں ہے بلکہ یہ قرآن مقدس کی بے حرمتی ہے لہٰذا یہ طریقہ درست نہیں ہے۔ البتہ قرآن مجید کا چومنا صحابہ کرام سے ثابت ہے لہٰذا چومنا یا آنکھوں سے لگانا نہ صرف جائز بلکہ امر مستحسن ہے۔

لمافی الشامیة (۳۸۴/۶): تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انه کان یأخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه.

(۳۰۰) آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے نام کے کتبوں کو چومنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ہماری مسجد میں آیات قرآنیہ اور اللہ ورسول کے نام کے کتبے لگے ہوئے ہیں اور لوگ ان کو چومتے ہیں، یہ عمل شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......آیات قرآنیہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے ناموں کے کتبوں کو تعظیم کی وجہ سے چومنا جائز ہے لیکن اس پر التزام درست نہیں۔

لمافی الدر المختار (۳۸۴/۲): وفی القنیة فی باب مایتعلق بالمقابر تقبیل المصحف قیل بدعة لکن روی عن عمر رضی اللہ عنہ انه کان یاخذ المصحف کل غداة ویقبله ویقول عهد ربی ومنشور ربی عزوجل وکان عثمان رضی اللہ عنہ یقبل المصحف ویمسحه علی وجهه.

(۳۰۱) قرآن مجید کے نقطے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قرآن مجید کے نقطے سب سے پہلے کس زمانے میں لگائے گئے اور کس نے لگائے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قرآن مجید کے نقطے عبدالملک بن مروان کے دور میں حسن بصریؒ اور یحیی بن یعمرؒ نے حجاج بن یوسف کے حکم سے لگائے۔

کذافی احکام القرآن للقرطبی (۲۳/۱): واماشکل المصحف ونقطه فروی ان عبدالملک بن مروان امر به وعمله فتجرد لذلک الحجاج بواسط وجد فیه وزاد تحزیبه، وامر وهو والی العراق الحسن ویحیی بن یعمر بذلک.

وفی البدایة والنهایة (۱۲۴/۹): فی ترجمة الحجاج ......وفی ایامه نقطت المصاحف.

(۳۰۲) جس کمرے میں قرآن ہو وہاں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس کمرے میں قرآن مجید رکھا ہو اس میں اپنی بیوی سے مجامعت کرنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسی صورت میں اپنی بیوی سے جماع کرنا جائز ہے۔

لمافی الهندية (۵/۳۲۲): يجوز قربان المرأة فی بيت فيه مصحف مستور كذا فی القنية.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۱۷۸): يجوز قربان المرأة فی بيت فيه مصحف مستور.

وفی الشامية: (مستور)ظاهره عدم الجواز اذالم يشترط اقول وعبارة الخانية ولابأس بالخلوة والمجامعة فی بيت فيه مصحف لان بيوت المسلمين لاتخلوا من ذلک.

(۳۰۳) دینی کتب یا قرآن شریف کی موجودگی میں بیوی سے صحبت کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس گھر یا کمرے میں دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہو اس کمرے میں بیوی سے صحبت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مسلمانوں کے گھروں میں عام طور پر دینی کتب یا قرآن شریف موجود ہوتے ہیں اس لئے ان کی موجودگی میں صحبت جائز ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ انہیں کسی کپڑے وغیرہ سے ڈھانک دیا جائے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا تحت السؤال السابق

﴿کتاب مایتعلق بالحدیث﴾

(حدیث شریف سے متعلق سوالات)

(۳۰۴) وحی کی برکات سے محرومی

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت میں ہے "جب میری امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑ دے گی وحی کی برکات سے محروم ہو جائے گی"۔ وحی کی برکات سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......وحی کی برکات سے محرومی کا مطلب یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک کی بناء پر امت محمدیہ قرآن وحدیث کے علوم ومعارف سے محروم ہو جائے گی کیونکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر قرآن وسنت کے علوم کے احیاء کا ذریعہ ہے جب امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر چھوڑے گی تو نتیجے کے طور پر قرآن وسنت کے علوم اور اس سے حاصل ہونے والے انوارات وبرکات سے محروم ہو جائے گی۔

لمافی کنزالعمال (۳/۱۸۳): [۲۰۷۰] اذا عظمت امتی الدنیا نزعت منها هیبة الاسلام واذا ترکت الامر بالمعروف والنهی عن المنکر حرمت برکة الوحی واذا تسابت امتی سقطت من عین الله.

(۳۰۵) حجیت حدیث قرآن کی روشنی میں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ حجیت حدیث قرآن سے ثابت ہے۔ آپ کچھ ایسی آیات ذکر کریں جن سے حجیت حدیث کا ثبوت ملتا ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً......درج ذیل آیات سے حجیت حدیث کا ثبوت صراحۃً ملتا ہے۔

۱......قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْكَافِرِیْنَ ○ (آل عمران: ۳۲)

۲......مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ○ (النساء: ۸۰)

۳......فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ (النور: ۶۳)

۴......وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا ○ (الاحزاب: ۳۶)

۵......قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ الآیة (آل عمران: ۳۱)

۶............ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط الایۃ (النساء: ۵۹)

۷............ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ ج وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ج الایۃ (الحشر: ۷)

۸............ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی o ط اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی o (النجم: ۳، ۴)

(۳۰۶) قبور صحابہ کی زیارت اور حدیث لاتشدوالرحال کا مطلب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ افغانستان میں بعض صحابہ کرام کی قبور ہیں۔اب اگر کوئی شخص ان کی زیارت کی نیت سے جاتا ہے تو یہ عمل صحیح ہے یا نہیں؟ نیز اس بات کی بھی وضاحت فرمادیں کہ یہ جو بعض روایات میں ہے کہ ''تین مسجدوں کے علاوہ کیلئے سفر نہ کیا جائے'' اس روایت کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صحابہ کی قبور کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور وہ روایت مبارکہ جس میں تین مسجدوں کے علاوہ کی طرف سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے یعنی ﴿لاتشدوالرحال الاالی ثلاثۃ مساجد﴾ یہ صرف مساجد کی فضیلت وعظمت کے بیان کے لئے ہے کہ مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ ان تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد کی زیارت یا حصول ثواب کے لئے اس کی طرف سفر نہ کیا جائے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ مساجد کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے سفر کیا جاسکتا ہے یا نہیں تو اس روایت میں اس کی نفی نہیں ہے۔اور قبور کی زیارت متعدد روایات سے ثابت ہے لہٰذا ان قبور کی زیارت کرنا صحیح ہے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۶۷): عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لاتشدوالرحال الاالی ثلثة مساجد مسجد الحرام والمسجد الاقصی ومسجدی هذا متفق علیه.

وفی المرقات (۲/۱۹۰): والمراد نفی فضیلة شدها وربطها .... قیل نفی معناه نهی ای لاتشدوا الی غیرها لان ماسوی الثلاثة متساوفی الرتبة غیر متفاوت فی الفضیلة وکان الترحل الیه ضائعا ...... وفی الاحیاء ذهب بعض العلماء الی الاستدلال به علی المنع من الرحلة لزیارة المشاهد وقبور العلماء والصالحین وماتبین لی ان الامر کذلک بل الزیارة مامور بها لخبر کنت نهیتکم عن زیارة القبور الافزوروها والحدیث انماورد نهیا عن الشد لغیر الثلاثة من المساجد لتماثلها.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۴۲): وبزیارة القبور ولو للنساء لحدیث کنت نهیتکم عن زیارة القبور الافزوروها.

وفی الشامیة: بعد بحث طویل .... قلت :استفید منه ندب الزیارة وان بعد محلها وهل تندب الرحلة کمااعتید .... لم أرمن صرح من ائمتنا ومنع منه بعض ائمة الشافعیة الالزیارته ﷺ قیاسا

علی منع الرحلة لغیر المساجد الثلاث. ورده الغزالی بوضوح الفرق فان ماعدا تلک المساجد مستویة فی الفضل فلافائدة فی الرحلة الیها واما الاولیاء فانهم متفاوتون فی القرب من اللہ تعالی ونفع الزائر بحسب معارفهم واسرارهم.

(۳۰۷) وقت طلوع وغروب پر ایک اشکال وجواب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ طلوع وغروب آفتاب کے وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے اور وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب سورج طلوع یا غروب ہوتا ہے تو وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے اور ایسے اوقات میں نماز مکروہ ہے تاکہ شیطان کی عبادت کا شائبہ نہ ہو۔ لیکن جب سائنس نے ترقی کے منازل طے کر لئے تو یہ بات ثابت اور معلوم ہوئی کہ سورج ہر وقت کسی نہ کسی خطے میں طلوع یا غروب ہو رہا ہوتا ہے گویا سورج ہر وقت شیطان کے دو سینگوں کے درمیان ہوتا ہے لہٰذا اس اعتبار سے کسی بھی وقت نماز پڑھنی جائز نہیں ہونی چاہئے۔ آپ تفصیل سے اس مسئلہ کا ایسا جواب عنایت فرمائیں جس سے تسلی ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ حکم ہر جگہ کے طلوع اور غروب کے اعتبار سے ہے کہ جب وہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو تو اس وقت نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بات ہر شخص تسلیم کرتا ہے کہ سورج ہر لمحہ طلوع یا غروب ہو رہا ہے لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ ایک جگہ کے تمام اوقات طلوع یا غروب کے سمجھے جائیں گے بلکہ ایک جگہ کے اعتبار سے دن میں صرف ایک بار طلوع اور غروب سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح وہاں کے اعتبار سے مکروہ اوقات بھی دو ہی ہوں گے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے لیلۃ القدر ایک ہی رات ہوتی ہے لیکن ایک جگہ رات ہونے سے ساری دنیا میں رات نہیں ہوتی بلکہ کسی جگہ دن ہوتا ہے تو لیلۃ القدر پوری دنیا میں کس طرح تسلیم کی جائے گی۔ اس کی صورت بھی یہی ہوگی کہ جہاں جہاں اس مخصوص تاریخ کی رات آئے گی وہی لیلۃ القدر ہوگی۔ ٹھیک اسی طرح جہاں جہاں طلوع یا غروب ہو رہا ہو وہاں کراہت کا حکم آئے گا باقی جگہوں پر نہیں۔

(۳۰۸) گرگٹ کو مارنے پر ثواب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے کیا یہ بات صحیح ہے اور احادیث میں اسے مارنے پر ثواب کا ذکر موجود ہے؟ اور اسکی وجہ کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے اور روایات سے ثابت ہے کہ گرگٹ کو مارنے پر ثواب ملتا ہے۔ جس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ جلائی گئی تو اس نے اسے مزید بھڑکانے کی کوشش کی تھی۔ دوم یہ موذی جانوروں میں سے ہے جو انسان کے لئے نقصان دہ ہیں لہٰذا اسے مارنے کا حکم ہے۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲/۲۳۵): حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة ....عن ام شریک ان النبی ﷺ امرھا بقتل الاوزاغ وفی حدیث ابن ابی شیبة امر.

وفی حاشیة النووی: امر النبی ﷺ بقتله وحث علیه ورغب فیه لکونه من الموذیات.

وفی المشکوة (صـ ۳۶۱): عن ام شریک ان رسول الله ﷺ امر بقتل الوزغ وقال کان ینفخ علی ابراهیم.

عن ابی ھریرة ؓ ان رسول الله ﷺ قال من قتل وزغا فی اول ضربه کتبت له مائة حسنة وفی الثانیة دون ذلک وفی الثالثة دون ذلک.

(۳۰۹) جذامی سے دور رہنے والی روایت کا مطلب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جذامی سے تعلقات ختم کردینے چاہیے حالانکہ وہ بھی تو مسلمان ہے، ہمارے ایک عزیز کہنے لگے کہ ایک روایت میں ہے کہ جذام والے شخص سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگا جاتا ہے لہذا ایسے شخص سے تعلقات نہیں رکھنے چاہیے، اور انہیں کھانا بھی بانس سے دیا جانا چاہیے، ان کے قریب بھی بالکل نہ جانا چاہیے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ احادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......ایک روایت میں نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ''لاعدوی'' الحدیث جس کا مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی کا مرض دوسرے آدمی میں منتقل نہیں ہوتا، ہاں اگر اللہ تعالی اسے بھی اس مرض میں مبتلا کرنا چاہیں تو علیحدہ مسئلہ ہے۔ اب اس کے بعد سوال میں ذکر کردہ روایت کا مطلب سمجھئے کہ اس روایت میں ایسے شخص کو جذامی سے دور رہنے کی تاکید کی جارہی ہے جو اپنے ضعف عقیدہ کی بناء پر یہ سمجھتا ہو کہ کسی مریض کے قریب جانے سے اس مرض کے اثرات منتقل ہوجاتے ہیں تو ایسے شخص سے کہا جارہا ہے کہ وہ جذامی کے قریب نہ جائے کیونکہ اگر اسے یہ مرض لاحق ہوگیا تو وہ اپنے ضعیف عقیدے کی بناء پر یہ سمجھے گا کہ مجھے یہ مرض اس مریض کے ساتھ میل جول کی وجہ سے ہوا ہے ورنہ عام حالات میں ممانعت نہیں ہے کیونکہ روایات میں آتا ہے ایک موقع پر خود رسول اللہ ﷺ نے ایک جذامی کو اپنے ساتھ کھانے میں شریک کیا اور اسے فرمایا اللہ پہ اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔ چنانچہ ''سنن ابن ماجہ'' (ص ۲۵۳) میں روایت موجود ہے:

''عن جابر بن عبد الله رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ أخذ بید رجل مجذوم فأدخلها معه فی القصعة ثم قال: کل ثقة بالله وتوکلا علی الله''

اس سے بھی معلوم ہوا کہ جذامی سے قطع تعلق مقصود نہیں بلکہ فساد عقیدہ سے بچانے کے لئے ایسا ارشاد فرمایا۔

لقوله تعالی: وماھم بضارین به من احدالا باذن الله الایة (البقرة: ۱۰۲)

وفی الصحیح للبخاری (۲/ ۸۵۰):......سمعت اباهریرة رضی الله عنه یقول قال رسول الله ﷺ لاعدوی ولا طیرة ولاهامة ولاصفر وفر من المجذوم کما تفر من الاسد.

وفی فتح الباری (۱۰/ ۱۲۹): اختلف الاثار فی المجذوم فجاء ما تقدم عن جابر رضی الله عنه ان النبی ﷺ اکل مع المجذوم وقال ثقة بالله وتوکلا علیه قال فذهب عمر رضی الله عنه وجماعة من السلف الی الاکل معه ورأوا ان الامر باجتنابه منسوخ ......والصحیح الذی علیه الاکثر ویتعین المصیر الیه ان لا نسخ بل یجب الجمع بین الحدیثین......

وفی الصفحة ۱۳۲: ویمکن الجمع بین فعله وقوله بان القول هوالمشروع من أجل ضعف المخاطبین وفعله حقیقة الایمان فمن فعل الاول اصاب السنة وهی اثر الحکمة ومن فعل الثانی کان اقوی یقینا لان الاشیاء کلها لا تاثیر لها الا بمقتضی ارادة الله تعالی وتقدیره......فمن کان قوی الیقین فله ان یتابعه ﷺ فی فعله ولا یضره شئ ومن وجد فی نفسه ضعفاً فلیتبع أمره ﷺ فی الفرار لئلا یدخل بفعله فی القاء نفسه الی التهلکة.

(۳۱۰) احادیث کے بارے میں چند سوالات

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

۱۔ سید الاستغفار کیا ہے؟

۲۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے جادو کے بارے میں کون سی دعا سکھائی تھی جس کے بارے میں وہ فرماتے ہیں کہ اگر میں یہ دعا نہ پڑھتا تو مجھے جادو کے زور پر گدھا بنا دیا جاتا۔

۳۔ حجاج حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس دو ساتھیوں کے ساتھ گیا اور انہیں دھمکیاں دیں تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے حضور ﷺ نے دعا بتلائی ہے کہ جو شخص پڑھ لے وہ محفوظ رہے گا۔اس پر حجاج کے ساتھیوں نے کہا کہ تو حملہ کر ہم تیرے ساتھ ہیں۔حجاج نے جواب دیا کہ میں ان کے کاندھے پر جو چیز دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں معلوم نہیں ہے۔بعدازاں حجاج نے کہا کہ وہ دعا مجھے بھی بتلائیں،حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو ظالم ہے لہٰذا تجھے نہیں بتاؤں گا۔وہ دعا کون سی ہے تحریر کردیں۔

۴۔ یہ حدیث مع ترجمہ بیان فرمادیں جس کا ایک جملہ یہ ہے ”الاان سلعة الله الغالیة“۔

الجواب حامداً ومصلیاً......مسئولہ صورتوں کے جوابات درج ذیل ہیں:

۱۔ سید الاستغفار یہ ہے:

”اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَااِلٰهَ اِلَّااَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَهْدِکَ وَوَعْدِکَ مَااسْتَطَعْتُ اَعُوْذُ

بِکَ مِنْ شَرِّ مَاصَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّهٗ لَایَغْفِرُالذُّنُوْبَ اِلَّااَنْتَ ".

اس کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے:

"ومن قالها من النهار موقنا بها فمات من يومه قبل ان يمسى فهو من اهل الجنة ومن قال لها موقناً منالليل وهو موقن بها فمات قبل ان يصبح فهو من اهل الجنة ". (صحيح البخارى ج۲/ص ۹۳۳)

۲۔ وہ صحابی جنہیں حضور ﷺ نے یہ دعا سکھلائی وہ عبداللہ بن سلام نہیں بلکہ حضرت کعب احبار ہیں اور وہ روایت یہ ہے:

عن القعقاع بن حكيم ان كعب الاحبار قال لو لا كلمات اقولهن لجعلتنى اليهود حمارا فقيل له وماهن فقال: اعوذ بوجه الله العظيم الذى ليس شئ اعظم منه وبكلمات الله التامات التى لايجاوزهن بر ولافاجر وباسماء الله الحسنى كلها ماعلمت منها ومالم اعلم منها من شر ماخلق وبرأ وذرأ.

(المؤطاللامام مالک : ۷۲۳)

۳۔ کتب میں تلاش وتتبع کے باوجود آپ کا ذکر کردہ واقعہ نہیں ملا البتہ اکثر کتب احادیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا جو واقعہ موجود ہے وہ یہ ہے:

"عن الزبيربن عدى قال اتينا انس بن مالک فشكونا اليه مايلقون من الحجاج فقال اصبروا فانه لايأتى عليكم زمان الاالذى بعده شرمنه حتى تلقوا ربكم سمعته من نبيكم ﷺ."

(صحيح البخارى ج۲/ص ۱۰۴۷)

(هكذا روى فى المسند الجامع: ج ۳/ص۲۵......وفى مسند احمد بن حنبل ج۴/ص۱۷......وفى سنن الترمذى ج ۲/ص ۴۴)

۴۔ یہ روایت درج ذیل ہے:

"سمع اباهريرة انس رضی اللہ عنہ يقول قال رسول الله ﷺ من خاف ادلج ومن ادلج فقد بلغ المنزل الاان سلعة الله غالية الاان سلعة اللهغالية ....وفى رواية كعب :الاان سلعة الله الجنة".

(المستدرک للحاکم : ج ۴/ ص۳۴۳)

ترجمہ:- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو ڈرتا ہے وہ رات کے ابتدائی حصے میں تیاری شروع کر دیتا ہے (یعنی جسے آخرت کا خوف ہوتا ہے وہ آخرت کی تیاری شروع کر دیتا ہے) اور جو شخص رات کی ابتداء میں سفر شروع کرتا ہے وہ منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا مہنگا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا سودا بڑا مہنگا ہے اور حضرت کعب کی روایت میں یہ الفاظ ہیں "اور آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کا سودا جنت ہے"۔

(۳۱۱) ''ان اللہ خلق آدم علی صورتہ'' کا مطلب

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور حدیث ہے ''ان اللہ خلق آدم علی صورتہ'' (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اس حدیث کا مطلب ومفہوم کیا ہے؟ بحوالہ نقل فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً..... اس روایت مبارکہ کی تشریح میں علماء کے مختلف اقوال ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ''ان کی'' صورت پر پیدا کیا یعنی دوسرے انسانوں کی طرح پہلے نطفہ پھر خون کا لوتھڑا اس طرح مختلف مراحل سے گزار کر پیدا نہیں کیا بلکہ براہ راست ان کی صورت پر پیدا کیا (یعنی صورتہ کی ضمیر آدم کی طرف راجع ہے)۔

۲۔ آپ ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو اپنے غلام کو منہ پر تھپڑ مار رہا تھا، آپ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا لہٰذا اس کا احترام کرو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صفات پر پیدا کیا۔ جس طرح اللہ تعالیٰ دیکھتے، سنتے اور جانتے ہیں اسی طرح انسان کو بھی ان صفات پر پیدا کیا، اگرچہ انسان کی اور اللہ تعالیٰ کی صفات میں فرق ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت محض حضرت آدم کی شرافت وتعظیم کے لئے ہے جیسے بیت اللہ یا روح اللہ کہا جاتا ہے۔

لما فی عمدۃ القاری (۲۲/۲۲۹): عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ قال خلق اللہ آدم علی صورتہ طولہ ستون ذراعا الحدیث (قولہ علی صورتہ) ای علی صورۃ آدم لانہ اقرب الی خلقہ فی اول الامر کامل الخلقۃ طویلا ستین ذراعا کماھو المشاہد بخلاف غیرہ فانہ یکون اولا نطفۃ ثم علقۃ .... وقیل انہ مربرجل یضرب عبدہ فی وجہہ کظما فزجرہ عن ذلک وقال خلق اللہ آدم علی صورتہ فانہا کنایۃ عن المضروب وجہہ قال وقد یقال ہو عائد الی اللہ تعالیٰ لکن الصورۃ ہی الہیئۃ وذلک لایصح الاعلی الاجسام فمعنی الصورۃ الصفۃ کمایقال عرفنی صورۃ ہذا الامر ای صفتہ یعنی خلق آدم علی صفتہ ای حیا، عالما، سمیعا، بصیرا متکلما او ہو اضافۃ تشریفہ نحو بیت اللہ وروح اللہ لانہ ابتدء ھا لاعلی مثال سابق بل بمحض الاختراع فشرفہا بالاضافۃ الیہ۔

وفی المرقات (۹/۴۶): عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ خلق اللہ آدم علی صورتہ ای علی صورتہ التی استمر علیہا الی ان أہبط والی ان مات دفعا للتوہم ان صورتہ کانت فی الجنۃ علی صفۃ اخری۔

(۳۱۲) ''من ترک الصلاۃ متعمدا فقد کفر'' کا مطلب

سوال..... کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھنے کیلئے گیا تو مسجد کی دیوار پر

ایک حدیث لکھی ہوتی تھی من ترک الصلوۃ متعمدا فقد کفر ۔(ترجمہ) جس نے جان بوجھ کرنماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔ یہ پڑھ کر میں کافی پریشان ہوا کہ کتنے لوگ نمازیں پڑھتے ہی نہیں تو یہ سب کافر ہوں گے۔ کیا یہ واقعی حدیث ہے؟ اگر حدیث ہے تو اس کا مطلب یہی ہے جو ترجمہ سے واضح ہے یا کوئی اور مطلب ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً...... جی ہاں یہ صحیح حدیث ہے مگر علماء کے نزدیک یہ اپنے ظاہری معنیٰ پر محمول نہیں ہے بلکہ علماء کرام اس میں کئی تاویلات کرتے ہیں۔

(۱)۔اس سے مراد وہ آدمی ہے جو کہ نماز کے وجوب کا منکر ہو۔

(۲)۔یا مطلب یہ ہے کہ نماز کا چھوڑنا ایک ایسا عمل ہے جو مسلمان کو کفر کی طرف لے جانے والا ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ نماز کو سستی کی بنیاد پر چھوڑنے والا فاسق اور سخت گناہگار ہے اور اس کی سزا یہ ہے کہ اس کو جیل میں بند کیا جائے گا یہاں تک کہ توبہ کرلے یا مرجائے۔

لمافی مرقاة المصابیح (۲/۲۵۳): والظاهر ان فعل الصلاة هو الحاجز بين العبد والكفر فقال القاضي يحتمل ان يؤول ترك الصلاة بالحد الواقع بينهما فمن تركها دخل الحد وحام حول الكفر ودنا منه او يقال المعنى ان ترك الصلاة وصلة بين العبد والكفر...... الى ان قال قلت: (و) نعم الرأى رأى ابى حنيفة اذ الاقوال باقيها ضعيفة. ثم من التاويلات ان يكون مستحلا لتركها، او تركها يؤدى الكفر. فان المعصية بريد الكفر، اويخشى على تاركها ان يموت كافرا، اوفعله شابه فعل الكافر.

وفى الدر المختار(۱/۳۵۲): (ويكفر جاحدها) لثبوتها بدليل قطعي(وتاركها عمدا مجانة) اى تكاسلاً فاسق (يحبس حتى يصلى) قال فى الشامى (قوله اى تكاسلاً) تفسير مراد اهـ ح (قوله فحق الحق احق) لا يقال ان حقه تعالى مبنى على المسامحة لانه لا تسامح فى شئ من اركان الاسلام اهـ اسماعيل (قوله وقيل يضرب) قائله الامام المحبوبى ح عن المنح. وظاهر الحلية انه المذهب فانه قال: وقال اصحابنا فى جماعة منهم الزهرى لايقتل بل يعذر ويحبس حتى يموت او يتوب.

وفى الروض الازهر فى شرح فقه الاكبر(صـ۲۶۹): اما قوله ومن ترك الصلاة تهاوناً اى استخفافاً، لاتكاسلاً فقد كفر اقول وهو احد تاويلات قوله عليه السلام من ترك صلاة متعمدا فقد كفر.

وفى الفقه الاسلامى وادلته(۱/۶۵۸): واجمع المسلمون على ان من جحد وجوب الصلاة فهو كافر مرتد لثبوت فرضيتها بالادلة القطعية من القران والسنة والاجماع كما أبنت ومن تركها تكاسلا وتهاونا فهو فاسق عاص الا ان يكون قريب عهد بالاسلام......الخ.

(۳۱۳) بعد عصر مطالعہ کی ممانعت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کوئی حدیث ایسی موجود ہے جس میں عصر کے بعد مطالعہ کرنے کی ممانعت کی گئی ہو جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے اگر ہے تو بیان فرمائیں ورنہ اس کی صراحت کریں کہ اس طرح کی کوئی روایت نہیں تا کہ لوگ اس بات کی غلط نسبت حضور ﷺ کی طرف نہ کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کی کوئی روایت موجود نہیں جس میں نبی کریم ﷺ نے عصر کے بعد لکھنے یا پڑھنے سے منع فرمایا ہو البتہ بعض اطباء نے منع کیا ہے چنانچہ امام احمد اور امام شافعی رحمہما اللہ سے عصر کے بعد پڑھنے کی ممانعت نقل کی گئی ہے۔

لمافی الموضوعات الکبیر (صـ۱۱۲): من احب حبیبتیه او کریمتیه وفی روایة من اکرم حبیبتیه فلایکتبن بعد العصر لااصل له فی المرفوع قال السخاوی لعل المعنی بعدخروج العصر من غیر ان یکون سراج عنده وقد اوصی الامام احمد بعض اصحابه ان لاینظر بعد العصر الی کتاب اخرجه الخطیب قلت وهو کلام الطبیب کماقال الشافعی الوراق انما یاکل من دیة عینیه انتهی.

وهکذا فی المقاصد الحسنة (صـ۳۹۷)

(۳۱۴) اللہ کے راستے میں خرچ کرنے پر اجر

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عام طور پر جماعت والے یہ بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکل کر اپنے اوپر ایک روپیہ لگانے میں سات لاکھ روپے لگانے کا ثواب ہے اور دوسرے پر اگر خرچ کرے گا تو نیس لاکھ خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اللہ کے راستے میں نکل کر اپنے اوپر ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ تک ملے گا۔ اس کا ثبوت تو ملتا ہے البتہ نیس لاکھ کا ثبوت کہیں سے نہیں ملا۔

لمافی سنن ابن ماجة (صـ۱۹۸): حدثنا هارون بن عبدالله............عن علی بن ابی طالب وابی الدرداء وابی هریرة وابی امامة الباهلی وعبدالله بن عمرو وجابر بن عبدالله وعمران بن الحصین کلهم یحدث عن رسول الله ﷺ انه قال من ارسل بنفقة فی سبیل الله واقام فی بیته فله بکل درهم سبع مائة درهم ومن غزی بنفسه فی سبیل الله وانفق فی وجه ذلک فله بکل درهم سبع مائة الف درهم ثم تلی هذه الاية والله یضاعف لمن یشاء.

(۳۱۵) حجۃ الوداع کے موقع پر خلیفہ اول کا اعلان

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کہتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ اول مقرر فرمایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ صحابہ کے مجمع میں فرمایا من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ. اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے ''جس کا میں مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں''۔ اب مولیٰ کسے کہتے ہیں؟ تو مولیٰ مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی ''جس کو مجھ سے محبت ہو اسے علی بھی محبوب ہوں گے''۔ اس کے علاوہ سید، مالک، انعام والا، مددگار، محبت کرنے والا، اتباع کرنے والا، چچازاد بھائی، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہٰذا اس روایت سے کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ اول ہوں گے۔

اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی پسندیدگی کی وجہ سے خلافت کی تائید ہو رہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃ تائید ثابت کر سکتے ہیں لیکن ان روایات پر پھر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارہ نہیں بلکہ صراحت موجود ہے کہ ''میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرنا''۔ اگر اشارے سے خلافت ثابت ہو سکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا؟؟ ...... بلکہ بعض روایات میں صراحت موجود ہے مثلاً حضرت ابوبکرۃ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ''ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا، آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر حضرت ابوبکر وعمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا۔ پھر عمر وعثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہو گیا پھر اس کے بعد میزان اٹھا لیا گیا۔ آپ ﷺ کو یہ بات ناگوار گزری اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس روایت میں صرف احتمال تھا اور یہاں صراحت، تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر تسلیم کر لیں کہ اس سے خلافت ثابت ہو رہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس معنی کو نہیں سمجھا تھا؟ اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آ گیا اور اگر سمجھ لیا تھا پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوئے۔ یہاں پر یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ ''آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو''، کیونکہ اولاً حضور ﷺ نے آپ کے سامنے یہ ارشاد

فرمایا اوردوسری بات یہ کہ حضور ﷺ کی اس نسبت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ نے آپ کومبارک باد دی۔تو کیا سارے صحابہ اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

اورسب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرلیا تھا۔اولا یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کررکھا تھا کیونکہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلافت کے لئے کسی کو متعین نہیں فرمایا اسی لئے آپ خاموش رہے۔

اوراگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہاں خونریزی کے خوف سے تقیہ کرلیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلا جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا کہ جولوگ یہ چاہ رہے تھے کہ عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین کا بدلہ فورا لیا جائے انہیں خاموش کرانے کے لئے ظاہری طور پر کچھ کام کرلئے جاتے اور حقیقت میں وہی کیا جاتا ہے جو اپنے دل میں تھا حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہوبھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی ہے۔یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگرساری باتوں سے قطع نظر بھی کرلیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل لغو معلوم ہوتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ یہ روایت آحاد میں سے ہے اوراس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔اس پرزور استدلال کے موقع پر انہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظرانداز کردیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں تو ان ہی روایات کوتوڑ مروڑ کرعوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کردیا گیا اور پھر اس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔اللہ تعالی انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

لمافي المشكوة (صـ ۲۲۴): عن جابر بن عبدالله قال ......وذكر الحديث وفيه قدم على من اليمن ببدن النبي ﷺ فقال له ماذاقلت حين فرضت الحج قال قلت اللهم انى اهل بما اهل به رسولك قال فان معى الهدى فلاتحل.

وفيها ايضا (۲/۵۶۵): عن البراء بن عازب وزيد بن ارقم ان رسول الله ﷺ بغدير خم اخذ بيد على فقال الستم تعلمون انى اولى بالمؤمنين من انفسهم قالوا بلى قال الستم تعلمون انى اولى بكل مؤمن من نفسه قالوا بلى فقال اللهم من كنت مولاه فعلى مولاه اللهم وال من والاه وعاد من عاداه فلقيه عمر بعد ذلك فقال له هنيئا ياابن ابى طالب اصبحت وامسيت مولى كل مؤمن ومومنة.

وفيها ايضا (صـ ۵۶۰): عن حذيفة قال قال رسول الله ﷺ انى لاادرى مابقائى فيكم فاقتدوا بالذى من بعدى ابى بكر وعمر............وعن ابى بكرة ان رجلا قال لرسول الله ﷺ رأيت كأن ميزانا نزل

من السماء فوزنت انت وابوبكر فرجحت انت ووزن ابوبكر وعمر فرجح ابوبكر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع الميزان فاستاء لها رسول الله ﷺ يعنى فساءه ذلك فقال خلافة نبوة ثم يوتى الله الملك من يشاء.

وفى المرقات (۱۱/۳۴۹): تحت رواية البراء وزيد بن ارقم ...... تمسكت الشيعة انه من النص المصرح بخلافة على رضى الله عنه حيث قالوا معنى المولى الاولى بالامامة والالما احتاج الى جمعهم كذلك وهذه من اقوى شبهتهم ودفعها علماء اهل السنة بان المولى بمعنى المحبوب وهو كرم اللهوجهه سيدنا وحبيبنا وله معان اخر تقدمت ومنه الناصر وامثاله فخرج عن كونه نصافضلاعن ان يكون صريحا ولوسلم انه بمعنى الاولى بالامامة فالمراد به المآل والالزم ان يكون هوالامام مع وجوده ﷺ فتعين ان يكون المقصود منه حين يوجد عقدالبيعة له فلاينافيه تقديم الائمة الثلاثة عليه لانعقاداجماع من يعتد به حتى من على ثم سكوته عن الاحتجاج به الى ايام خلافته قاض على من له ادنى مسكة بانه علم منه انه لانص فيه على خلافته عقب وفاته عليه السلام مع ان عليا كرم الله وجهه صرح نفسه بانه ﷺ لم ينص عليه ولاعلى غيره ثم هذاالحديث مع كونه آحادا مختلف فى صحته فكيف ساغ للشيعة ان يخالفوا مااتفقوا عليه من اشتراط التواتر فى احاديث الامامة ماهذا الاتناقض صريح وتعارض قبيح.

وفى المرقات (۱۱/۳۴۱): عن زيد بن ارقم ان النبى ﷺ قال من كنت مولاه فعلى مولاه قيل معناه من كنت اتولاه فعلى اتولاه ....وفى النهاية المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه واكثرها قدجاءت فى الاحاديث فيضاف كل واحد الى مايقتضيه الحديث الوارد فيه وقوله من كنت مولاه يحتمل على اكثر هذه الاسماء المذكورة قال الشافعى يعنى بذلك ولاء الاسلام كقوله تعالى ذلك بان الله مولى الذين آمنوا ....وقول عمر لعلى اصبحت مولى كل مؤمن اى والى كل مومن وقيل سبب ذلك ان اسامة قال لعلى لست مولاى انمامولاى رسول الله ﷺ فقال ﷺ من كنت مولاه فعلى مولاه ....قال الطيبى لايستقيم ان تحمل الولاية على الامامة التى هى التصرف فى امور المؤمنين لان المتصرف المستقل فى حياته ﷺ هو هو لاغيره فيجب ان يحمل على المحبة وولاء الاسلام ونحوهما.

(۳۱۶) واقعۂ فدک کی تفصیل اور حقیقت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ واقعہ فدک کی تفصیل جو صحیح روایات سے مروی ہو مطلوب ہے؟ براہ کرم کتب کا حوالہ ضرور درج کیجئے گا۔ اور شیعوں کے ہاں بیان کیا جانے والا واقعہ کسی ضعیف حدیث سے بھی ثابت ہے؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ جزاک اللہ

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ واقعہ بخاری شریف میں کتاب المغازی اور مسلم شریف میں کتاب الجہاد میں مذکور ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضور ﷺ کے انتقال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ان اموال (ترکہ) سے اپنی میراث کا مطالبہ فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ اور فدک میں عنایت فرمائے تھے، اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ ﷺ کی وہ روایت مبارکہ سنائی ''ہماری میراث تقسیم نہیں ہوتی بلکہ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے'' البتہ ال محمد اسی مال سے اپنی ضرورت پوری کرے گیں اور خدا کی قسم جو صدقہ رسول اللہ ﷺ چھوڑ گئے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں کروں گا، جس حال میں وہ حضور ﷺ کے عہد میں تھا اب بھی اسی طرح رہے گا اور اس میں وہی طرز عمل اختیار کروں گا جو حضور ﷺ کا اپنی زندگی میں تھا، اس پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کچھ کبیدہ خاطر ہوئیں اور اس کے بعد وفات تک ان سے (اس معاملے کے بارے میں) گفتگو نہیں فرمائی۔

اب اس آخری جملے کی وجہ سے روافض نے یہ مشہور کردیا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ ان سے ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے کلام نہ کیا، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں جس کی تفصیل آجائے گی اس سے پہلے ایک نظر ان دلائل کو دیکھتے ہیں جو روافض نے اپنے حق میں بیان کیے۔

سب سے بڑی دلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ فیصلہ کلام مقدس کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کلام مقدس میں فرماتے ہیں ''وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ'' الآیۃ (اور داؤد کے قائم مقام سلیمان ہوئے) اسی طرح حضرت زکریا کے بارے میں ہے، ''فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا'' الآیۃ (سو آپ مجھ کو خاص اپنے پاس سے ایک ایسا وارث دے دیجئے کہ وہ میرا وارث بنے اور یعقوب کے خاندان کا وارث بنے اور اس کو اے میرے ربّ پسندیدہ بنایئے) چنانچہ ان دونوں ایات سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی وراثت تقسیم ہوتی ہے۔

روافض کا ان ایات سے استدلال کرنا کئی وجوہ سے صحیح نہیں بلکہ باطل ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کے اس قول ''وورث سلیمان داؤد'' سے مراد ملک اور نبوت ہے کہ جس طرح داؤد علیہ السلام کو نبوت اور ملک ملا اسی طرح سلیمان علیہ السلام کیلئے بھی اللہ تعالیٰ نے نبوت اور بادشاہت کو جمع کیا، ورنہ تو حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد علیہ السلام کے اکیلے بیٹے نہ تھے بلکہ آپ کثیر الاولاد تھے کہا گیا ہے کہ آپ کے بیٹوں کی تعداد سو تھی اگر اس کو نہ بھی مانیں تو کم سے کم اتنا ضرور ماننا پڑے گا کہ

سلیمان علیہ السلام کے علاوہ بھی ان کے بیٹے تھے اور اگر ان کے علاوہ بھی تھے، تو پھر صرف سلیمان علیہ السلام کو وارث کے طور ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ کیا ان کی باقی اولاد کو وراثت سے محروم رکھا گیا اور صرف یہ وراثت حضرت سلیمان علیہ السلام کے حصے میں آئی؟ جب یہ مطلب نہیں تو کہنا پڑے گا کہ وراثت سے مراد نبوت اور ملک ہے۔ یہی معاملہ حضرت زکریا علیہ السلام کا ہے کہ انبیاء کے نزدیک دنیا کی حقیقت ایک حقیر چیز سے بھی کم ہوتی ہے پھر وہ کیوں دعا کریں گے کہ یا اللہ اس دنیا کو سنبھالنے کیلئے مجھے کوئی وارث چاہیے، حاصل یہ کہ یہاں بھی نبوت کی وراثت مراد ہے، جس کا سب سے واضح ثبوت اس آیت کا آگے والا حصہ ہے، جس میں حضرت زکریا علیہ السلام وراثت کا ذکر فرمارہے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے الفاظ نقل فرمائے ''یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا'' کہ اے اللہ یہ میرا بھی وارث ہوگا اور یعقوب علیہ السلام جو ان کے جدامجد ہیں اور ان کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے نبوت کا سلسلہ چلایا یہ ان سب کا بھی وارث ہوگا اب جب یعقوب علیہ السلام کی ساری اولاد بھی اس میں آگئی تو پھر اس میں کوئی تردد باقی نہیں رہتا کہ یہاں وراثت سے کیا مراد ہے؟ اس لئے کہ یعقوب علیہ السلام کی اولاد میں کوئی خزانہ وراثت کے طور پر نہیں چل رہا تھا جس کا وارث بنانا مقصود تھا، بلکہ نبوت چل رہی تھی اس کا وارث بنانا چاہتے تھے، اس آیت کا آخری حصہ بھی اس مفہوم کا مؤید ہے جو بیان کیا گیا کیونکہ آگے فرمایا ''واجعله رب رضیا'' (ترجمہ لکھ دیجئے) کہ یا اللہ وہ آپ کو راضی کرنے والا ہو یعنی اعمال صالحہ سے۔

۲۔ دوسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث موجود ہے کہ ''انبیاء کی وراثت جاری نہیں ہوتی بلکہ وہ جو کچھ چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوجائیں وہ سب صدقہ ہے'' کیا اس روایت کی موجودگی میں بھی ان لوگوں کو اجتہاد کی ضرورت ہے؟ کیا جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمادیا وہ (العیاذ باللہ) ان کی تشفی کیلئے کافی نہیں ہے؟ کہ انہوں نے خود اجتہاد کرنا شروع کردیا اور اجتہاد بھی تو کیسا؟ کہ اگر پوری آیت کو دیکھ لیا جائے تو اس اجتہاد کی حقیقت واضح ہوجاتی ہے۔ حق بات کو جاننے کے باوجود چھپالینا اور ناحق بات کا پرچار کرکے دوسرے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ گمراہ کرنا انسانی عقل کو اندھا کردیتا ہے پھر وہ ایسے ہی بے ڈھنگے استدلالات کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کے اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

اب آخری بات کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق سے ناراض ہوگئیں اور مرتے دم تک ان سے بات نہ کی۔ روایت میں ''فهجرت'' کے الفاظ آئے ہیں، اس کا مطلب حضرت انور شاہ کشمیریؒ اور دوسرے کئی شراح نے یہ کیا ہے آپ نے یہ مطالبہ دوبارہ مرتے دم تک نہ کیا، نہ کہ آپ اس کی وجہ سے ناراض ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ ناراضگی کا پتہ اس وقت چلتا جب ان دونوں کی کہیں ملاقات ہوتی اور وہ پہلے آپس میں بات چیت کررہے ہوتے کہ اس کے بعد انہوں نے بات چیت ترک کردی ہو۔ وہ کوئی آج کا دور نہیں تھا بلکہ خیر القرون کا دور تھا جس میں عورتیں بلاضرورت گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں لہذا وہ ضرورت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور دوبارہ ضرورت نہیں تھی اس لئے دوبارہ کبھی نہیں آئیں۔ اور پھر حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کتنا عرصہ زندہ رہیں صرف چھ ماہ اور بعض روایات میں چار اور دو ماہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ اگر چھ ماہ بھی ہو تو حضور ﷺ کے وصال کے کچھ عرصہ تک تو اس کا خیال ہی نہ آیا ہوگا کیونکہ آپ کا وصال صحابہ پر نہایت

شاق گزرا، اور حضرت فاطمہ پر کس قدر شاق گزرا ہوگا کہ جب آپ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور تدفین کا مرحلہ طے پا گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتیں کہ صحابہ نے آپ کی تدفین کو کیسے برداشت کرلیا اب اس کے بعد بھی چھ مہینے کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اور ان کو میل جول چھوڑ کر ناراض ہونے کا حق تب ہوتا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود اس کو اپنے لیے روک لیتے حالانکہ اس میں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کررہے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خرچ کرتے رہے تو ناراض ہونے کی کوئی وجہ ہی نہ تھی۔

ہاں اتنا ضرور تھا ان کی طبیعت پر جو وقتی طور پر ناگواری ہوئی اس کی تلافی کیلئے بھی صدیق اکبر رضی اللہ آپ کے پاس تشریف لے گئے، آپ اس وقت بیمار تھیں آپ نے جاکر دوبارہ ان سے یہی درخواست کی کہ میں نے جو کچھ کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی مقصود تھی اس میں سے میں نے اپنی ذات کیلئے کچھ بھی نہ لیا اس طرح کی باتوں سے جو طبعی طور پر ناگواری تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی طرف سے خواہ مخواہ اچھالا گیا تاکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جاسکے حالانکہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح نہ تھا تو دوسرے صحابہ تو موجود تھے اور سب سے بڑھ کر خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت زید بن الحسین بن علی کا بیان ہے

اخبرنا ابوعبدالله الحافظ ....قال زيد بن على بن الحسين بن على امااناً فلو كنت مكان ابى بكر رضى الله عنه لحكمت بمثل ماحكم به ابوبكر رضى الله عنه فى فدك .(السنن الكبرى للبيهقى، ۳۰۲/۶)

یعنی اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

نیز اہل تشیع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے اس واقعہ کو اُچھالا حالانکہ جس طرح یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر تسلیم کرلیں تو روایت میں ''فهجرت'' کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور بات نہیں کی تو اس کا نتیجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر طعن کی صورت میں نکلتا ہے نہ کہ حضرت ابوبکر پر اس لئے کہ ''هجران'' حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے پایا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لما فى السنن الكبرى للبيهقى (۳۰۱/۶): اخبرنا ابو عبدالله......عن الشعبى قال لما مرضت فاطمة رضى الله عنها اتاها ابوبكر رضى الله عنه فاستأذن عليها فقال على رضى الله عنه يا فاطمة هذا ابوبكر يستأذن عليك فقالت اتحب ان اذن له قال نعم فاذنت له فدخل عليها يترضاها وقال والله ماتركت الدار والمال والاهل والعشيرة الاابتغاء مرضاة الله و مرضاة رسوله ومرضاتكم اهل البيت ثم ترضاها حتى رضيت.

وفى عمدة القارى (۲۰/۱۵): قال المهلب انما كان هجرها انقباضا عن لقائه وترك مواصلته

ولیس هذا من الهجران المحرم واماالمحرم من ذلک ان یلتقیا فلایسلم احدهما علی صاحبه ولم یر واحد انهما التقیا وامتنعا من التسلیم ولوفعلا ذلک لم یکونا متهاجرین الاتکون النفوس مظهرة للعداوة والهجران وانما لازمت بیتها فعبراالراوی عن ذلک بالهجران وقد ذکر فی کتاب الخمس تالیف ابی حفص بن شاهین عن الشعبی ان ابابکر قال لفاطمة یابنت رسولؐ الله ماخیر عیش حیاة اعیشها وانت علی ساخطة فان کان عندک من رسول الله ﷺ فی ذلک عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة علی ماقلت قال فما قام ابوبکر حتی رضیت ورضی .

وفی فیض الباری (۹۴/۴): واماعدم کلام فاطمة ایاه حتی ماتت فالمراد منه کلامها فی امر فدک اوانه لم یتفق له ذلک فلو سلمناموجدتها علیه فله العذر ایضا کماعلمت ،علی انه لم یهاجرها فان هاجرته فقد هاجرته هی فلاطعن علی ابی بکر بحال .

وفی الاصابة (۲۶۶/۸): وقدثبت فی الصحیح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبی ﷺ ستة اشهر وقال للواقدی وهو ثبت :وروی الحمیدی عن سفیان عن عمرو بن دینار انها بقیت بعده ثلاثة اشهر وقال غیره :بعدها اربعة اشهر وقیل شهرین .

وفی البدایةوالنهایة (۲۵۳/۵): وتکلمت الرافضة فی هذا المقام بجهل عظیم وتکلفوا مالا علم لهم به وکذبوا بمالم یحیطوا بعلمه ......

"وورث سلیمان داؤد "الایة (النمل:۱۶)انما یعنی بذلک فی الملک والنبوة ای جعلناه قائما بعده فیما کان یلیه من الملک وتدبیر الرعایا والحکم بین بنی اسرائیل وجعلناه نبیا کریما کأبیه وکما جمع لأبیه الملک والنبوة کذلک جعل ولده بعده ولیس المراد بهذا وراثة المال لان داؤد کما ذکره کثیر من المفسرین کان له أولاد کثیرون یقال مأته،فلم اقتصر علی ذکر سلیمان من بینهم لوکان المراد وراثة المال ؟ انما المراد وراثة القیام بعده فی النبوة والملک ولهذا قال "وورث سلیمان داؤد"......

واما قصة زکریا علیه السلام فانه من الانبیاء الکرام والدنیا کانت عنده أحقر من أن یسال الله ولداً لیرثه فی ماله ......وانما سأل ولداً صالحاًیرثه فی النبوة والقیام بمصالح بنی اسرائیل وحملهم علی السداد ولهذا قال تعالی کهیعص ذکر رحمة ربک عبده زکریا اذنادی ربه نداءً خفیا قال رب انی وهن العظم منی واشتعل الرأس شیباً ولم أکن بدعائک رب شقیاوانی خفت الموالی من ورائی وکانت امرأتی عاقراًفهب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعله رب رضیافقال

ولیا یرثنی من آل یعقوب یعنی النبوة کما قررناه ذلک فی التفسیر ولله الحمد المنة وتقدم فی روایة ابی سلمة عن ابی ھریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال النبی لایورث وھذا اسم جنس یعم کل الانبیاء .

والوجة الثانی ان رسول الله ﷺ قد خص من بین الانبیاء بأحکام لا یشارکونه فیھا ......فلو قدر ان غیرہ من الانبیاء یورثون ولیس الامر کذلک لکان ماروا ہ من ذکرنا من الصحابة الذین منھم الائمة الاربعة أبوبکر وعمر وعثمان وعلی مبنیا لتخصیصه بھذا الحکم دون ماسواہ.

(۳۱۷) موضوع حدیث کے بیان کے وقت وضع کا بیان

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص بیان وغیرہ میں کوئی موضوع حدیث بیان کرے تو اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور اگر اس کے موضوع ہونے کو بیان نہ کرے تو بعض روایات میں جو نبی علیہ السلام نے اپنی طرف جھوٹ کی نسبت کرنے پر جہنم کی وعید ارشاد فرمائی اس وعید میں داخل ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... جب بیان کرنے والے کو معلوم ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے تو اسے بیان کرتے وقت اس کے موضوع ہونے کو بیان کرنا ضروری ہے، اگر بیان نہیں کیا تو اس وعید میں داخل ہوگا۔

لمافی تدریب الراوی (۱/۲۷۴): الموضوع ھو المختلف المصنوع وشر الضعیف وتحرم روایته مع العلم به فی ای معنی کان الامبینا. (الامبینا) ای مقرونا ببیان وضعه لحدیث مسلم :من حدث عنی بحدیث یری انه کذب فھو احد الکذابین.

وفی اعلاء السنن (۱۹/۳۷): ولایجوز روایة الموضوع الاببیان حاله.

(۳۱۸) کیا آپ ﷺ کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کتاب ''بہار شریعت'' میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے نور سے تمام مخلوق بنائی گئی اس اعتبار سے آپ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں کہیں سے اس بات کا ثبوت نہیں ملتا جس سے معلوم ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام کائنات کو پیدا کیا گیا حالانکہ اس دعوی کے لئے نقل کی ضرورت ہے لہذا یہ دعوی بلا دلیل ہے۔

اور اس بے بنیاد بات پر دوسری بات کی بنیاد رکھنا کہ آپ حاضر وناظر ہیں یہ بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ آپ کو حاضر وناظر ماننا آیات قرآنیہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہے لہذا کسی مسلمان کے لئے ایسا عقیدہ رکھنا جائز نہیں ہے۔

مرت دلائله فی رقم السؤال : ٢٦٧

(٣١٩) اختلاف کے وقت نجات پانے والی جماعت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل امت مسلمہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے اور ہر جماعت کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حق کے راستے پر ہے اور روایت میں نے سنی ہے کہ قیامت کے قریب تہتر فرقے ہوں گے ان میں سے ایک نجات پانے والا ہوگا۔ کیا اس کی کوئی نشانی وغیرہ ہے کیونکہ آج کل ہر جماعت اپنے بارے میں دعویٰ کرتی ہے کہ وہی حق جماعت ہے۔ براہ کرم بیان کر کے تشفی فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایسی جماعت کی نشانی روایات میں یہ آئی ہے کہ جو رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام کے طریقے پر چلنے والی ہو وہ نجات پانے والی ہے۔

لمافی المشکوة (ص٣٠): عن عبدالله بن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ لیأتین علی امتی کما اتی علی بنی اسرائیل حذوالنعل بالنعل .... وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا من هی یارسول الله قال مااناعلیه واصحابی.

وهکذا بتغییر یسیر نقل عن انس فی مسند احمد بن حنبل (٢/١١ ٦)

(٣٢٠) کسی مسلمان کو کافر کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر ایک مسلمان غصے میں آکر دوسرے مسلمان کو کافر کہہ کر پکارتا ہے تو اس طرح کہنے والا کافر ہوگا یا نہیں اور یہ اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ کل ہمارے ہاں ایک مولانا صاحب نے بیان کیا اور انہوں ایک روایت سنائی جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر دوسرے شخص کو کافر کہے اور وہ کافر نہ ہو تو یہ خود کافر ہو جائے گا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی مسلمان کو کافر کہہ دینا اگرچہ گناہ کبیرہ ہے لیکن اس طرح کہنے سے قائل کافر نہیں ہوگا۔

اب رہی یہ بات کہ روایت میں ایسے شخص کو کافر کہا گیا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ:

(١) حلال سمجھ کر کہنے والے کے بارے میں ہے کہ اگر اسے حلال سمجھ کر کہے تو خود کافر ہو جائے گا۔ (٢) مسلمان کو کافر کہنے کا گناہ اس پر لوٹ کر آئے گا (٣) یہ خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے (٤) مآل (انجام کار) کے اعتبار سے ایسے کہا گیا ہے کہ بلا وجہ دوسرے کو کافر کہنے والے کے بارے میں خطرہ ہے کہ اس کا انجام ایسا ہی ہو جائے گا (٥) روایت سے مراد یہ ہے کہ دوسرے کو کافر کہنا ایسا ہے گویا اپنے آپ کو کافر کہا جائے۔

یہ چند توجیہات علماء سلف نے اس روایت کی تشریح میں بیان کی ہیں۔

لما فی الصحیح لمسلم (۱/۵۷): حدثنی ابوبکر .... عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال اذا اکفر الرجل اخاه فقد باء بها احدهما وفی روایة ایماامرئ قال لاخیه کافر فقد باء باحدهما ان کان کماقال والا رجعت علیه.

وقال النووی تحته: فقیل فی تاویل الحدیث اوجه احدها انه محمول علی المستحل لذلک وهذا یکفر .... والوجه الثانی معناه رجعت علیه نقیصه لاخیه ومعصیة تکفیر والثالث انه محمول علی الخوارج المکفرین للمؤمنین .... والوجه الرابع معناه ان ذلک یؤل به الی الکفر .... والوجه الخامس معناه فقد رجع علیه تکفیره فلیس الراجع علیه حقیقة الکفر بل التکفیر لکونه جعل اخاه المومن کافرافکانه کفر نفسه.

(۳۲۱) جنت اور جہنم میں عورتوں کے متعلق روایات کے تعارض کی تطبیق

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ جنت میں ایک مرد کو حوروں کے علاوہ دو عورتیں ملیں گی، تو اب سوال یہ ہے کہ یہ عورتیں کب ملیں گی جنت میں داخل ہوتے ہی یا جنت وجہنم کا آخری فیصلہ ہونے کے بعد کہ جنتی اب ہمیشہ جنت میں اور جہنمی اب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، جبکہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں "مجھے دکھایا گیا کہ جہنم میں عورتوں کی اکثریت ہے" حالانکہ پہلی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب ہر مرد کو دو عورتیں ملیں گی تو عورتوں کی تعداد جنت میں زیادہ ہوگی جبکہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی تعداد زیادہ ہوگی، یہ تضاد کیسا ہے؟ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں پہلے جز کا جواب یہ ہے کہ احادیث سے ثابت ہے کہ جنت میں ہر جنتی کو دنیا کی عورتوں میں سے دو عورتیں ملیں گی، چنانچہ صحیحین میں روایت موجود ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نقل فرماتے ہیں:

حدثنا ابوالیمان..... عن ابی هریرة رضی الله عنه ان رسول الله ﷺ قال اول زمرة تدخل الجنة علی صورة القمر لیلة البدر والذین هم علی اثرهم کاشد کوکب اضاءة قلوبهم علی قلب رجل واحد لا اختلاف بینهم ولا تباغض لکل امرإ منهم زوجتان کل واحدة منهما یری مخ ساقها من وراء لحمها من الحسن ..... الحدیث (اخرجه البخاری ۱/۴۶۰، ومسلم ۲/۳۷۹، والمشکوة صـ۴۹۷، وابن ابی شیبة ۷/۲۱، والحافظ الطبرانی فی المعجم الاوسط ۱/۳۷۴، والحافظ القرطبی فی التذکرة ۲/۴۷۴)

روایت میں موجود لفظ زوجتان کی تفسیر شراح حدیث نے نساء الدنیا سے کی ہے یعنی دنیا کی دو عورتیں ملیں گی، اب رہی یہ بات کہ یہ عورتیں کب ملیں گی؟ یہ وہی عورتیں ہوں گی جن سے دنیا میں نکاح ہوا تھا یا اس کے علاوہ ہوں گی؟ اس بارے میں کوئی صریح روایت نظر سے نہیں گزری، البتہ بعض روایات سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ دنیا میں جو عورت کسی مرد کے نکاح میں ہوگی چاہے ایک ہو، دو ہوں تین یا چار ہوں وہ اس کی جنت میں بیوی کے طور پر ہوں گی۔

اب رہا یہ اشکال کہ اوپر ذکر کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں عورتوں کی کثرت ہوگی جب کہ دوسری بعض روایات میں ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت ہوگی جیسا کہ عمران بن حصینؓ کی روایت میں ہے

حدثنا عثمان بن الهيثم ......عن عمران عن النبی ﷺ قال اطلعت فی الجنة فرأيت اكثر اهلها الفقراء واطلعت فی النار فرأيت اكثر اهلها النساء. (اخرجه البخاری ۲/۸۳۷، والامام احمد فی مسنده ۵/۵۹۲، والحافظ القرطبی فی التذكرة ۲/۳۶۹، عن عمران بن حصين ان رسول الله ﷺ قال ان اقل ساكنی الجنة النساء وهكذا فی فتح الباری ۶/۲۴۹)

اس ظاہری تعارض کے کئی جوابات دیے گئے ہیں

اول: علامہ ابن حجرؒ اور علامہ عینیؒ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جہنم میں عورتوں کی کثرت سے جنت میں عورتوں کی کثرت کی نفی نہیں ہوتی، کیونکہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلے میں زیادہ ہے لہٰذا ایسا ہوسکتا ہے کہ عورتیں جنت میں بھی زیادہ ہوں اور جہنم میں بھی۔

دوم: علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ اختلاف دنیاوی عورتوں کے بارے میں ہے، ورنہ جنس عورت جس میں جنت کی حوریں بھی شامل ہوں گی جنت میں زیادہ ہوں گی۔

سوم: اس بات کا امکان ہے کہ جنت میں عورتوں کی قلت اول مرحلے میں ہو ورنہ جب آخری فیصلہ ہوجائے گا تو اس کے بعد جنت میں عورتوں کی اکثریت ہوگی۔ نیز جنت میں جماع کا سلسلہ ہوگا یا نہیں تو کلام مقدس میں اشارۃً اور احادیث مبارکہ میں اس کا صراحتاً ثبوت ملتا ہے کہ جنت میں بھی جماع کا سلسلہ ہوگا۔

لما فی القرآن الكريم :اِنَّا اَنْشَأْنَاهُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ اَبْكَاراً عُرُباً اَتْرَاباً لِاَصْحَابِ الْيَمِيْنِ الآية (الواقعة: ۳۵ الی ۳۸)

وفی التفسير المظهری (۹/۱۷۳): (فجعلناهن ابكارا) عذاری كلما اتهن ازواجهن وجدوهن عزاری......

وفی المصنف لابن ابی شيبة (۷/۵۷): حدثنا وكيع ......عن زيد بن ارقم قال قال رسول الله ﷺ ان الرجل من اهل الجنة ليعطی قوة مائة رجل فی الاكل والشرب والجماع والشهوة......الحديث

وفی التذكرة للحافظ القرطبی (۲/۴۸۳): وروی من حديث ابی هريرة عن رسول الله ﷺ هل تمس اهل الجنة ازواجهم فقال نعم بذكر لا يمل وفرج لايحفی وشهوة لاتنقطع.....الحديث.

و فی فتح الباری (۶/۳۴۹): (ولكل واحد منهم زوجتان) ای من نساء الدنيا.....واستدل ابو هريرة رضی الله عنه بهذاالحديث علی ان النساء فی الجنة اكثر من الرجال كما اخرجه مسلم من طريق ابن سيرين عنه وهوواضح لكن يعارضه قوله ﷺ فی حديث الكسوف المتقدم رأيتكن اكثر اهل النار ويجاب بانه لا يلزم من اكثريتهن فی النار نفی اكثريتهن فی الجنة .....ويحتمل ان يكون ذلك فی اول الامر قبل خروج العصاة من النار بالشفاعة.

وفی عمدة القاری (۱۵/۱۵۲): فان قلت ليس فی الجنة عزب ولكل رجل زوجان فكيف يكون وصفهن بالقلة فی الجنة وبالكثرة فی النار قلت ذكرالحكيم الترمذی وغيره ان الاكثار بكون النساء اكثر اهل النار كان قبل الشفاعة فيهن فعلی كون زوجين لكل رجل يكن اكثر اهل الجنة.

وفيها ايضاً (۱۵/۱۵۵): (زوجتان) ای من نساء الدنيا ويؤيد هذا ما رواه احمد من وجه اخر عن ابی هريرة مرفوعا فی صفة ادنی اهل الجنة منزلة وان له من حورالعين ثنتين وسبعين زوجة سوی ازواجه من الدنيا.....(فان قلت)يعارضه قوله ﷺ فی حديث الكسوف" رأيتكن اكثر اهل النار" (قلت) اجيب بانه لايلزم من اكثريتهن فی النارنفی اكثريتهن فی الجنة (فان قلت)يشكل علی هذا قوله ﷺفی الحديث الاخر اطلعت فی الجنة فرأيت اقل ساكنيها النساء (قلت)قد ذكرنا فيما مضی عن قريب ان هذا كان قبل الشفاعة.

وفی شرح المسلم للنووی (۲/۳۷۹): قال القاضی ظاهر هذا الحديث ان النساء اكثراهل الجنة وفی الحديث الاخر انهن اكثراهل النار قال فيخرج من مجموع هذا ان النساء اكثر ولد ادم قال وهذا كله فی الآدميات والا فقد جاء ان للواحد من اهل الجنة من الحور العدد الكثير.

(۳۲۲) ”لانکاح بین العیدین“ کا مطلب

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماءِ کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک روایت بیان کی جاتی ہے: لانکاح بین العیدین (دوعیدوں کے درمیان نکاح کرنا صحیح نہیں ہے)۔اس روایت کا کیا مطلب ہے؟ بظاہر مطلب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عید الفطر وعید الاضحیٰ کے درمیان نکاح نہیں کرنا چاہئے؟ کیا یہی مطلب ہے وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداومصلیاً.....عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے درمیانی مہینوں میں نکاح اور زفاف دونوں بلا کراہت جائز ہیں بلکہ خود سید الانبیاء ﷺ

نے اپنی سب سے زیادہ محبوب ترین زوجہ محترمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شوال میں ہی نکاح فرمایا اور شوال میں ہی رخصتی ہوئی۔

اب رہا یہ معاملہ کہ لانکاح بین العیدین کا کیا مطلب ہے تو اگر اس روایت کو صحیح بھی تسلیم کرلیں تو عیدین سے مراد عید الفطر اور عید الضحیٰ نہیں بلکہ صلوٰۃ العید اور صلوٰۃ الجمعۃ مراد ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ نہیں بلکہ واقعہ جزئیہ ہے یعنی جمعہ کے دن آپ ﷺ نماز عید سے فارغ ہوئے تو کسی نے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ سردیوں کے دن تھے جس میں دن چھوٹے ہوتے ہیں اس موقع پر آپ نے فرمایا "لانکاح بین العیدین" کہ صلاۃ عید اور جمعہ کے درمیان نکاح نہیں اور یہ اس لئے فرمایا تا کہ جمعہ کا افضل وقت نکاح کی وجہ سے فوت نہ ہو جائے لہٰذا اس روایت سے عیدین کے درمیان شادی کے عدم جواز پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

لما فی رد المحتار (۳/۸): قال فی البزازیة : والبناء والنکاح بین العیدین جائز وکره الزفاف والمختار انه لایکره لانه علیه الصلوة والسلام تزوج بالصدیقة فی شوال وبنی بها فیه وتاویل قوله علیه الصلوة والسلام لانکاح بین العیدین ان صح انه علیه الصلوة والسلام رجع عن صلوة العید فی اکثر ایام الشتاء یوم الجمعة فقاله حتی لایفوته الرواح فی الوقت الافضل الی الجمعة.

فصل مایتعلق بتحقیق الروایات

(روایات کی تحقیق کے بیان میں)

(۳۲۳) ''اللھم اعز الاسلام باحد العمرین'' کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر علماء سے سننے میں آتا ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے یہ دعا فرمائی تھی اللھم اعزا لاسلام باحدالعمرین یہ حدیث کون سی کتاب میں ہے اور دعا کن الفاظ سے کی گئی؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں سوال میں ذکر کردہ الفاظ کے ساتھ اس روایت کو بے اصل کہا گیا ہے لیکن معنی کے لحاظ سے یہ روایت صحیح ہے کیونکہ اسی مضمون کی دوسری روایات صحیحہ موجود ہیں جن میں دعا کے الفاظ مختلف آئے ہیں ایک روایت میں اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام اوبعمر بن الخطاب جبکہ دوسری میں اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل او بعمر بن الخطاب کے الفاظ آئے ہیں۔

لمافی الموضوعات الکبیر (ص۷۳): اللھم أید الاسلام باحدالعمرین لااصل له بھذا اللفظ .... ومعنی الحدیث صحیح ثابت فقد رواہ.

وفی المشکوۃ (ص۵۵۷): عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال اللھم اعز الاسلام بابی جھل بن ھشام اوبعمر بن الخطاب فاصبح عمر فغدا النبی ﷺ ثم صلی فی المسجد ظاھرا.

وفی الجامع للترمذی (۲/۲۰۹): عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ قال اللھم اعز الاسلام باحب ھذین الرجلین الیک بابی جھل اوبعمر بن الخطاب قال وکان احبھما الیه عمر.

(۳۲۴) ''لولاک لماخلقت الافلاک'' کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے اگر نبی علیہ الصلوۃ والسلام نہ ہوتے تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اس کا وجود نہ ہوتا۔اور استدلال لولاک لما خلقت الافلاک کی حدیث سے کرتا ہے کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......مذکورہ حدیث الفاظ کے اعتبار سے موضوع ہے لیکن معنی کے اعتبار سے صحیح ہے۔

کماھو مصرح فی الموضوعات الکبیر (صـ۱۰۱): لولاک لماخلقت الافلاک قال الصنعانی انه موضوع کذا فی الخلاصة لکن معناه صحیح فقد روی الدیلمی عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالی عنهما مرفوعا اتانی جبریل فقال یامحمد لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار وفی روایة ابن عساکر لولاک ماخلقت الدنیا.

(۳۲۵) ''اختلاف العلماء رحمة'' کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر ایک جملہ سننے میں آتا ہے کہ علماء کا اختلاف رحمت ہے۔ کیا یہ حدیث ہے یا کسی صحابی کا قول ہے یا تابعین میں سے کسی کا قول ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ حدیث کے الفاظ ہیں اگرچہ سنداً یہ حدیث ضعیف ہے۔

لمافی الموضوعات الکبیر (صـ۲۶): اختلاف امتی رحمة زعم کثیر من الائمة انه لااصل له لکن ذکره القرطبی فی غریب الحدیث مستطردا واشعر بان له اصلا عنده وقال السیوطی اخرجه نصر المقدسی فی الحجة والبیهقی فی الرسالة الشعریة بغیرسند واورده الحلیمی والقاضی حسین وامام الحرمین وغیرهم ولعله خرج فی بعض کتب الحفاظ التی لم یصل الینا واللّٰہ اعلم انتهی وقال الزرکشی اخرجه نصر المقدسی فی کتاب الحجة مرفوعا.

وفی المقاصد الحسنة للسخاوی (صـ۵۰): اختلاف امتی رحمة للناس، وکثر السوال عنه وزعم کثیر من الائمة انه لااصل له لکن ذکره الخطابی فی غریب الحدیث مستطردا وقال اعترض علی هذا الحدیث رجلان احدهما ماجن والاخر ملحد ....ثم تشاغل الخطابی برد هذا الکلام، ولم یقع فی کلامه شفاء فی عزو الحدیث، ولکنه أشعر بان له اصلا عنده.

(۳۲۶)''لوبغی جبل علی جبل لدک الباغی'' کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حدیث لوبغی جبل علی لدک الباغی کتب حدیث میں موجود ہے یا نہیں؟ اگر موجود ہے تو یہ روایت کس درجے کی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت کتب احادیث میں موجود ہے لیکن ضعیف ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة (صـ۳۴۵): حدیث لویبغی جبل علی جبل لدک الباغی، البخاری فی الادب المفرد حدثنا ابونعیم ....عن ابن عباس به موقوفا وهو عند البیهقی فی الشعب من طریق

الاعمش عن ابن یحیی القتات به ورواه ابن مردویة عن طریق قطبة عن الاعمش به مرفوعا ومن طریق الثوری عن الاعمش موقوفا ،ورواه ابن المبارک فی الزهد عن فطرعن ابی یحیی عن مجاهد مرسلا قال ابن ابی حاتم اختلف فیه علی ابی یحیی القتات والموقوف اصح وفی الباب عن ابن عمر عند ابن مردویة،وعن انس عند ابن حبان فی الضعفاء فی ترجمة احمد بن الفضل وقال انه کان یضع الحدیث.

وفی تذکرة الموضوعات علی هامش الموضوعات الکبیر (صـ۹۹): لوبغی جبل علی جبل لجعله الله دکا فیه احمد بن محمد بن الفضل کان یضع الحدیث.

(۳۲۷)''اطلبوا العلم ولو بالصین'' کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ''اطلبوا العلم ولو بالصین (علم حاصل کرو چاہے چین جانا پڑے)'' یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے۔ اگر حدیث ہے تو ضعیف ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ روایت ضعیف ہے بلکہ بعض حضرات نے اس پر موضوع ہونے کا حکم لگایا ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة للسخاوی (صـ۸۳): اطلبوا العلم ولوبالصین البیهقی فی الشعب والخطیب فی الرحلة وغیرها وابن عبدالبر فی جامع العلم والدیلمی کلهم من حدیث ابی عاتکة طریف بن سلمان وابن عبد البر وحده من حدیث عبید بن محمد عن ابن عیینة عن الزهری کلاهما عن انس مرفوعا به وهوضعیف من وجهین بل قال ابن حبان انه باطل لااصل له وذکره ابن الجوزی فی الموضوعات.

(۳۲۸) تحقیق روایت''العلماء ورثة الانبیاء''

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اردو کی کتاب میں ایک حدیث لکھی ہے کہ علماء کرام انبیاء کے وارث ہیں۔ اس روایت کے عربی الفاظ معلوم نہیں ہورہے۔ آپ عربی الفاظ لکھ دیں اور اگر یہ روایت صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں موجود ہوتو اس کا حوالہ ذکر کردیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان العلماء ورثة الانبیاء وان الانبیاء لم یورثوادینارا ولادرهما انماورثوا العلم فمن اخذه اخذ بحظ وافر. (ابن ماجة ص:۲۰)

وھکذا فی سنن ابی داؤد (۲/۱۵۷)......وفی الجامع للترمذی (۲/۹۷)

(۳۲۹) یوم عاشوراء میں حدیث توسع (اہل وعیال پرفراوانی) کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عاشورا کے دن اپنے اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......عاشورا کے دن اہل وعیال پر فراوانی کی حدیث صحیح ہے اور اس پر عمل کرنا جائز ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة (ص۴۲۷): [۱۱۹۳]حدیث :من وسع علی عیاله فی یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها،الطبرانی والبیهقی فی الشعب وفضائل الاوقات وابو الشیخ عن ابن مسعود ....وقال ان اسانیده کلها ضعیفة ولکن اذا ضم بعضها الی بعض افاد قوة،بل قال العراقی فی امالیه :لحدیث ابی هریرة طرق صحح بعضها ابن ناصر الحافظ.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۴۱۸): حدیث التوسعة علی العیال یوم عاشوراء صحیح.

وفی الشامیة : حدیث التوسعة وهو من وسع علی عیاله یوم عاشوراء وسع الله علیه السنة کلها قال جابر جربته اربعین عاما فلم یتخلف ....حدیث التوسعة ثابت صحیح کماقال الحافظ السیوطی فی الدرر.

(۳۳۰)تحقیق روایت ’’کنت کنز امخفیا الحدیث‘‘

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے ’’کنت کنز امخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لکی اعرف ‘‘یہ سنداً ثابت ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً ....صورت مسئولہ میں اس کا حدیث قدسی کے طور پر ثبوت تو درکنار سند ضعیف سے بھی آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے ہاں معنی کے اعتبار سے اس کے معنی صحیح ہیں اور اس آیت کے قریب ہیں:وماخلقت الجن والانس الالیعبدون o

لمافی المقاصدالحسنة للسخاوی (ص۳۳۲): کنت کنزا لا اعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بی فعرفونی قال ابن تیمیة :انه لیس من کلام النبیﷺ ولایعرف له سند صحیح ولاضعیف وتبعه الزرکشی وشیخنا.

وفی الموضوعات الکبیر (ص۹۳):کنت کنزا لااعرف فاحببت ان اعرف فخلقت خلقا فعرفتهم بی فعرفونی قال ابن تیمیة لیس من کلام النبیا ولایعرف له سند صحیح ولاضعیف وتبعه الزرکشی

والعسقلانی لکن معناه صحیح مستفاد من قوله تعالی (وماخلقت الجن والانس الالیعبدون) ای لیعرفون کما فسره ابن عباس.

(۳۳۱) تحقیق روایت ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین''

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو حدیث بیان کی جاتی ہے ''کنت نبیا وآدم بین الماء والطین'' یہ صحیح سند سے ثابت ہے یا نہیں؟ کتب معتبرہ کے حوالہ جات سے مسئلہ واضح فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ تو ثابت نہیں لیکن دوسری روایات کے ہم معنی ہونے کی وجہ سے اس کے معنی صحیح ہیں۔

لمافی المقاصد الحسنة للسخاوی (صـ۳۳۳): واماالذی علی الالسنة بلفظ کنت نبیا وآدم بین الماء والطین فلم نقف علیه بهذا اللفظ فضلا عن زیادة. وکنت نبیا ولاآدم ولاماء.

وفی الموضوعات الکبیر (صـ۹۲): کنت نبیا وآدم بین الماء والطین قال السخاوی لم اقف علیه .... وقال الزرکشی لااصل له بهذا اللفظ ولکن فی الترمذی متی کنت نبیا قال وآدم بین الروح والجسد وفی صحیح ابن حبان والحاکم عن العرباض بن ساریة ان عندالله لمکتوب خاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینه قال السیوطی وزاد العوام ولاماء ولاطین ولااصل له ایضا یعنی بحسب معناه والافهو صحیح باعتبار معناه لماتقدم.

(۳۳۲) تحقیق ''لهدم الکعبة حجراًحجراً أهون من قتل المسلم''

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس حدیث کے بارے میں جو زبانِ زدِ عام ہے ''لهدم الکعبة حجراً حجراً أهون من قتل المسلم'' (کعبہ کی اینٹ سے اینٹ بجانا کسی مسلمان کا خون بہانے سے کم گناہ ہے) کیا اس حدیث کی صحیح سند ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ روایت باعتبار لفظ ضعیف اور معناً صحیح ہے۔

لمافی المقاصدالحسنة (صـ۴۴۴): لهدم الکعبة حجراحجرا اهون من قتل المسلم لکن لم اقف علیه بهذا اللفظ ولکن فی معناه ماعندالطبرانی فی الصغیر عن انس رفعه :من اذی مسلما بغیر حق فکانما هدم بیت الله ونحوه غیر واحد من الصحابة.

وفی الموضوعات الکبیر (صـ۹۸): لهدم الکعبة حجراحجرا اهون من قتل المسلم قال السخاوی لم اقف بهذا اللفظ ولکن فی معناه ماعندالطبرانی فی الصغیر عن انس رضی الله عنه رفعه من اذی

مسلم بغیر حق فکانما ھدم بیت اللہ.

(۳۳۳) ”انامدینة العلم الخ“اس روایت کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ روایت صحیح ہے”ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انا مدینة العلم وابوبکر اساسھا وعمر حیطانھا وعثمان سقفھا وعلی بابھا “(یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس کی بنیاد ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی دیواریں ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کی چھت ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کے دروازے ہیں)۔کیا یہ روایت ثابت ہے؟ نیز یہ بھی بتائیں یہ ضعیف حدیث ہے یا صحیح؟ براہِ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مذکورہ روایت کے بارے میں علماء کرام نے کلام کیا ہے، اوراس کے اکثر الفاظ کوضعیف و رکیک قرار دیا ہے،لہٰذااس روایت کوحضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے بیان کرنے سے اجتناب کیا جائے۔

لمافی المقاصد الحسنة(ص۱۱۵):عن ابن مسعود رفعه: أنا مدينة العلم، وابوبكر اساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها، وعلى بابها.

وعن انس مرفوعا، أنا مدينة العلم، وعلى بابها ومعاوية حلقتها، وبالجملة فكلها ضعيفة والفاظ اكثرها ركيلة.

وفی كشف الخفاء (۲۰۴/۱): انا مدينة العلم، وابوبكر اساسها، وعمر حيطانها، وعثمان سقفها وعلى بابها وروى الديلمى بلا اسناد عن ابن مسعود رفعه.

وفی اللآلی المصنوعة فی الاحاديث (۴۳۰/۱): كان ابو سعد اسماعيل بن المثنى الاستراباذى يعظ بدمشق فقام اليه رجل، فقال ايها الشيخ ماتقول فى قول النبى صلى الله عليه وسلم أنا مدينة العلم وعلى بابها قال فاطرق لحظه ثم رفع رأسه قال نعم لا يعرف هذا الحديث على التمام الامن كان صدرا فى الاسلام. انما قال النبى صلى الله عليه وسلم انا مدينة العلم وابوبكر اساسها وعمر حيطانها وعثمان سقفها وعلى بابها قال فاستحسن الحاضرون ذلک وهو يردده ثم سألوه ان يخرج له اسناده فاغتنم ولم يخرجه لهم الخ.

(۳۳۴) حدیث”الصلوۃخلف عالم تقی“ کی تحقیق

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگوں سے ایک روایت سنی ہے اس کی تحقیق مطلوب

ہے۔ روایت یہ ہے کہ متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ کسی نبی کی اقتداء میں نماز پڑھنا، کیا یہ روایت صحیح ہے؟ یا صرف لوگوں میں ہی مشہور ہے؟ براہ کرم جلد تحقیق کر کے بتائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...........صورت مسئول میں ذکر کردہ حدیث " من صلی خلف عالم تقیّ فکأنما صلی خلف نبیّ " (ترجمہ: جس شخص نے متقی عالم کے پیچھے نماز پڑھی گویا کہ اس نے نبی کے پیچھے نماز پڑھی) محدثین نے اس حدیث کے بارے میں کلام کیا ہے۔ بعض حضرات نے بے اصل کہا، علامہ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اس حدیث کو غریب کہا اور بعض شواہد بھی نقل کئے ہیں۔ اس وجہ سے اس حدیث کی کچھ نہ کچھ اصل ملتی ہے۔

لمافي المقاصد الحسنة للسخاويؒ(صـ۳۱۱): وما وقع في الهداية للحنفية بلفظ: من صلى خلف عالم تقيّ فكأنما صلى خلف نبيّ فلم أقف عليه بهذا اللفظ.

وفي الموضوعات الكبرى(صـ۱۴۷): وكذا قول صاحب الهداية لقوله عليه السلام: من صلى خلف تقيّ فكأنما صلّى خلف نبيّ. غير معروف كما قال مخرّجه. وقال السخاوي: لم أقف عليه بهذا اللفظ.

وفيه في مقام آخر(صـ۲۳۵): حديث: من صلى خلف عالم تقيّ فكأنما صلّى خلف نبي. لا اصل له.

وفي نصب الراية(۲/۲۸): الحديث الحادي والستون: قال عليه السلام: من صلى خلف عالم تقيّ فكأنما صلى خلف نبيّ قلت غريب. وروى الطبراني في معجمه حدثنا محمد بن عثمان بن أبي شيبة..... قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن سرّكم أن تقبل صلوتكم فليؤمكم علماؤكم، فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين ربّكم، إنتهى. ورواه الحاكم في المستدرك في كتاب الفضائل، عن يحى بن يعلى به سندا ومتنا إلا انه قال: فليؤمكم خياركم، و سكت عنه. وروى الدار قطني، ثم البيهقي في سننهما الخ.

وفي البناية (۲/۳۱۳): لقوله عليه الصلاة والسلام "من صلى خلف عالم تقيّ فكأنما صلى خلف نبيّ" هذا الحديث غريب ليس في كتب الحديث. لكن روى الطبراني مافي معناه من حديث يزيد بن أبي زيد للعلوي قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن سركم ان تقبل صلاتكم فليؤمكم علماؤكم فإنهم فيما بينكم وبين ربكم. رواه الحاكم في مستدركه في فضائل الأعمال عن يحى بن يعلى به سنداً ومتناً، إلا أنه قال فليؤمكم خياركم وسكت عنه و روى الدار قطني ثم البيهقي في سننهما عن إبن عمرؓ قال قال رسول اللهؐ اجعلوا أئمتكم خياركم فإنهم وفدكم فيما بينكم وبين الله تعالىٰ، قال البيهقي إسناده ضعيف، وقال ابن القطان فيه الحسين بن نصير لا يعرف.

(۳۳۵) السلطان المسلم ظل اللہ فی الارض کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل خطبوں میں پڑھا جاتا ہے "والسلطان المسلم ظل اللہ فی الارض من اهان سلطان اللہ فی الارض اهانه اللہ " یہ حدیث ہے یا کسی کا مقولہ ہے؟ اس کا خطبے میں پڑھنا کیسا ہے ؟ کیا آپ ﷺ کے دور میں بھی اس طرح پڑھا جاتا تھا؟ اگر یہ حدیث ہے تو اب بھی اس کا حکم باقی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ الفاظ حدیث کے ہیں البتہ آپ ﷺ سے یا صحابہ کرام سے یہ الفاظ خطبہ میں پڑھنا ثابت نہیں ہے لیکن فقہاء نے خلفاء راشدین، حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما کے ذکر کو مستحب لکھا ہے۔ بادشاہوں اور سلاطین کے لئے خطبہ میں دعا کرنا جائز ہے بشرطیکہ وہ عادل ہوں اگر عادل وصالح نہ ہوں تو مکروہ تحریمی ہے۔

لمافی الجامع الترمذی (۴۶/۲): حدثنا بزار .... عن زیاد بن کسیب العدوی قال کنت مع ابی بکرة تحت منبر ابن عامر وهو یخطب .... فقال ابوبکرة اسکت سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من اهان سلطان اللہ فی الارض اهانه اللہ هذا حدیث حسن غریب.

وفی المقاصد الحسنة (ص۱۲۳): [۲۰۷]حدیث انماالسلطان ظل اللہ ورمحه فی الارض. ابوالشیخ والبیهقی والدیلمی وعباس الترقفی وآخرون عن انس مرفوعا :اذامررت ببلدة لیس فیها سلطان فلاتدخلها،انماالسلطان،وذکره لفظ الآخرین،وفی لفظ للدیلمی وابی نعیم وغیرهما من جهة قتادة عن انس مرفوعا :السلطان ظل اللہ ورمحه فی الارض،فمن نصحه ودعاله اهتدی،ومن دعاعلیه ولم ینصحه ضل، وهماضعیفان لکن فی الباب عن ابی بکر وعمر وابن عمر وابی بکرة وابی هریرة وغیرها کمابینتهاواضحة فی جزء رفع الشکوک فی مفاخر الملوک.

وفی الدرالمختار (۱۴۹/۲): ویندب ذکر الخلفاء الراشدین والعمین لاالدعا للسلطان وجوزه القهستانی ،ویکره تحریما وصفه بمالیس فیه.

وفی الشامیة : واشار الشارح بقوله وجوز الی حمل قوله ثم یدعوا الخ علی الجواز لاالندب لانه حکم شرعی لابدله من دلیل.

(۳۳۶) روایت "من ضرب اباه فاقتلوه ، العنکبوت شیطان فاقتلوه" کی تحقیق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض روایات میں آتا ہے "من ضرب اباه فاقتلوه ،العنکبوت شیطان فاقتلوه " یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں؟ اگر صحیح ہے تو پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..........صورت مسئولہ میں "العنکبوت شیطان فاقتلوه" والی روایت اگر صحیح تسلیم کر لی جائے پھر بھی "انها جند من جنود الله" والی روایت سے یہ منسوخ ہے۔

اور" من ضرب اباه فاقتلوه "والی روایت مراسیل سعید بن مسیّب میں سے ہے جس پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے اور اگر اسے بھی صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ اسے مقتول اور مردہ کی طرح سمجھو۔

لمافی کنزالعمال (۱۵/۴۲)، وفی مراسیل ابی داؤد(ص ۲۰): عن یزید بن المرثد المرعی قال قال رسول الله ﷺ العنکبوت شیطان فاقتلوه.

وفی مراسیل ابی داؤد (ص ۱۹)، کنزالعمال (۱۶/۱۸۱)، جامع الاحادیث الکبیر (۷/۲۷۰): عن سعید بن المسیب قال قال النبی ﷺ من ضرب اباه فاقتلوه.

وفی مقدمة مراسیل ابی داؤد (ص ۴): وفی التدریب تکلم الحاکم علی مراسیل سعید فقط دون سائر من ذکر معه.

وفی روح البیان (۳/۴۳۳): قال العلماء ویکفی للعنکبوت شرفا نسجها علی الغار ونهی النبی ﷺ یومئذ عن قتل العنکبوت ....واما قوله علیه السلام العنکبوت شیطان فاقتلوه وفی لفظ العنکبوت شیطان مسخه الله فاقتلوه فان صح فلعله صدر قبل الغار فهو منسوخ.

وفی مجمع بحار الانوار (۴/۱۱۱): من دعا الی امارة نفسه اوغیره من المسلمین فاقتلوه ای اجعلوه کالمقتول بان لاتقبلوا له قولا وکذا اذا بویع لخلیفتین فاقتلوا الآخرای اجعلوا دعوته واجعلوا کمن مات.

(۳۳۷) مؤمن کی شان کا بیان

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مؤمن کی شان بیت اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ کیا رسول اللہ ﷺ بھی اس میں شامل ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ بات صحیح ہے کہ مؤمن کی شان وعزت بیت اللہ سے زیادہ ہے اور رسول اللہ ﷺ کی شان وعزت نہ صرف بیت اللہ بلکہ دنیا کی ہر چیز سے زیادہ ہے۔ یہاں تک کہ آپ کے جسم اطہر کے ساتھ لگنے والی مٹی عرش وکرسی سے افضل ہے۔

لمافی الجامع للترمذی (۲/۲۳): ونظر ابن عمر یوما الی البیت اوالی الکعبة فقال مااعظمک واعظم حرمتک والمومن اعظم حرمة الله منک.

وهكذا في الترغيب والترهيب (۳/ ۱۶۹)

وفيها ايضا (۳/ ۲۰۱): عن عبدالله بن عمرو قال: رأيت رسول الله ﷺ يطوف بالكعبة ويقول ماطيبک وماطيب ريحک، مااعظمک وماعظم حرمتک والذی نفس محمد بيده لحرمة المؤمن عندالله اعظم من حرمتک.

وفی المرقات (۶/ ۱۰): وعن عبدالله بن عدی بن حمرا قال رأيت رسول الله ﷺ واقفا على الحزورة فقال والله انک لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا انی أخرجت منک ماخرجت .... فيه تصريح بان مكة افضل من المدينة كماعليه الجمهور الاالبقعة التی ضمت اعضاء ه عليه الصلوة والسلام فانها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش اجماعا.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۲/ ۶۲۶): ومكة افضل منها على الراجح الاماضم اعضاء ه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسی.

وفی الشامية: .... والخلاف فيماعدا موضع القبر المقدس فماضم اعضاء ه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع.

(۳۳۸) سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو پیدا کیا گیا کا حدیث سے ثبوت، نور اور بشر میں افضل کون

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو پیدا کیا۔ کیا کسی حدیث سے ایسا ثابت ہے؟ نیز نور اور بشر میں فضیلت کس کو حاصل ہے نور کو یا بشر کو؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.....تفسیر روح البیان میں "قد جاء كم من الله نور و كتاب مبين" الایۃ کے ذیل میں یہ روایت نقل کی ہے:

"روی عن النبی ﷺ انه قال كنت نوراً بين يدی ربی قبل خلق ادم باربعة عشر الف عام وكان يسبح ذلک النور وتسبح الملائكة بتسبيحه فلما خلق الله ادم القى ذلک النور فی صلبه" (۲/ ۳۷۰)

"نبی ﷺ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا حضرت آدم کی پیدائش سے چار ہزار سال پہلے میں اپنے رب کے سامنے نور (کی صورت) تھا اور فرشتوں کی تسبیح اس نور کی تسبیح کے مطابق تھی۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو ان کی صلب (حقیقت) میں شامل کر دیا"

اسی طرح حضرت تھانویؒ نے اپنی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب ﷺ" کی پہلی فصل میں جو نور محمدی کے عنوان سے قائم ہے، ان روایات کو جمع کیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نور سے پیدا ہوئے لیکن حضرت تھانویؒ نے ان روایات کی شرح میں

لکھا ہے کہ اس نور سے مراد ''روح'' ہے، اسی طرح ان روایات سے آپ کا باطنی اعتبار سے نور ہونا معلوم ہوتا ہے کہ آپ باطنی اعتبار سے نور تھے کیونکہ آپ ''ھادی للامۃ'' تھے، البتہ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے۔

جس پر بے شمار نصوص قرآنیہ اور احادیث دال ہیں، لہٰذا آپ ﷺ کو نور کہہ کر آپ کی بشریت کی نفی کرنا یہ قرآن وسنت کے خلاف ہے، چنانچہ بطور نمونہ ہم چند ایک آیات اور احادیث آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کتاب وشریعت کے عطا فرمانے کا ضابطہ بیان کررہے ہیں۔ چنانچہ فرمایا

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ. (ال عمران: ۷۹)

(ترجمہ: کسی بشر سے یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب وحکمت اور نبوت عطا فرمائیں، پھر وہ لوگوں سے یوں کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ لیکن وہ یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہوجاؤ، اس وجہ سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس وجہ سے کہ تم پڑھتے ہو۔)

یہاں پر اس بات کو بھی بیان کیا جارہا ہے کہ کتاب، حکمت اور نبوت بشر ہی کو ملا کرتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ پر اس سے بھی زیادہ صراحت فرمائی جب کفار کہنے لگے کہ ہم میں سے کسی بشر کو رسول کیوں بنایا بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی تو قادر تھے کہ فرشتوں میں سے کسی کو رسول بنا کر بھیج دیتے، تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ضابطہ بیان فرمایا کہ ہم جیسی مخلوق ہو ویسا ہی رسول بھی ان کی طرف بھیجا کرتے ہیں چنانچہ فرمایا:

قُلْ لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَةٌ یَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل: ۹۵)

(ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے ہوتے جو اطمینان سے چلتے پھرتے تو ضرور یہ بات ہوتی کہ ہم ان پر فرشتوں کو رسول بنا کر اتار دیتے)

ایک دوسری جگہ جب لوگوں نے انبیاء کی طرف طرح طرح کی باتیں منسوب کرنا شروع کردیں تو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے مشترکہ جواب کا ذکر فرمایا کہ انبیاء نے اس کے جواب میں کیا فرمایا؟

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا کَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِیَکُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (ابراھیم: ۱۱)

(ترجمہ: ان رسولوں نے ان سے کہا ہم تمہارے ہی جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان فرماتا ہے اور ہمارے بس کی یہ بات نہیں کہ ہم تمہارے سامنے کوئی معجزہ اللہ کے حکم کے بغیر لاسکیں اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔)

ایک اور جگہ پر کفار کے ایمان نہ لانے کے عذر غیر معقول کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓی اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا. (بنی اسرائیل: ۹۴)

(ترجمہ: اور لوگوں کو ایمان قبول کرنے سے صرف اس بات نے روکا کہ جب ان کے پاس ہدایت آئی تو صرف یہی بات کہنے لگے کہ کیا

اللہ نے بشر کو رسول بنایا ہے)

اسی طرح جب کفار نے انبیاء کے ہاتھ پر معجزات کی شکل میں عجائبات قدرت کا مشاہدہ کیا تو انہوں نے انبیاء کے بارے میں طرح طرح کی قیاس آرائیاں کرنی شروع کر دیں تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ الاية　(الكهف: ۱۱۰)

(ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ میں تو بشر ہی ہوں تمہارے جیسا میری طرف یہ وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے)

یہ تو چند نمونے آیات کے تھے جس میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی بشریت کو بیان فرمایا اس کے علاوہ احادیث میں بھی خود آپ ﷺ کی صراحت موجود ہے کہ آپ ظاہری اعتبار سے بشر ہی تھے چنانچہ ''بخاری شریف'' (۳۳۲/۱) پر یہ روایت موجود ہے۔

حدثنی عروة ابن زبیر ان زینب بنت ام سلمة اخبرته ان ام سلمةزوج النبی ﷺ اخبرتها عن رسول الله ﷺ انه سمع خصومة بباب حجرته فخرج الیهم فقال انما انا بشر وانه یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه قد صدق واقضی له بذلک فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار فلیاخذهااو فلیترکها.

یعنی ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے بارے میں بتلاتی ہیں کہ آپ نے حجرے کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی آپ ان کی طرف نکلے اور ان سے فرمایا (یعنی فیصلہ کے وقت) کہ میں بشر ہوں اور میرے پاس جھگڑنے کے بعد لوگ آتے ہیں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی ایک فریق دوسرے سے زیادہ اپنی بات کو واضح انداز میں بیان کر سکے اور میں اس کو سچا سمجھ کر اس کیلئے فیصلہ کر دوں، پس جس کے لئے میں دوسرے کے حق کا فیصلہ کروں تو یہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے چاہے تو وہ لے لے اور چاہے تو چھوڑ دے۔

اب اس صراحت کے بعد بھی اگر کوئی آپ ﷺ سے بشریت کی نفی کرے کہ جب قرآن وسنت میں بالکل واضح اور صاف الفاظ سے بشریت کو بیان کر دیا تو ایسے شخص کیلئے صرف دعا ہی کی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ھدایت عطا فرما دیں۔ امین

۲۔ نور اور بشر میں افضل کون ہے؟ تو اگر نور سے مراد فرشتے ہیں کہ فرشتوں اور انسانوں میں افضل کون ہے؟ تو ملا علی قاریؒ نے نقل کیا ہے کہ خواص فرشتے عام اولیاء اور علماء سے افضل ہیں اور عام فرشتے عام مومنین سے افضل ہیں البتہ انبیاء کو عام وخاص دونوں طرح کے فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے، اسی طرح علماء اولیاء کو عام فرشتوں پر فضیلت حاصل ہے۔

اور اگر مطلق نور اور بشر مراد ہو کہ ان میں کون افضل ہے تو علی الاطلاق بشر ہی کو افضلیت حاصل ہے اس صورت میں یہ صرف نور سے ہی نہیں بلکہ تمام مخلوقات سے افضل ہے یہی وجہ ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کہا جاتا ہے، جس کے کئی ایک قرائن ہیں، بشر کی تخلیق کے بعد فرشتوں سے سجدہ کروانا، فرشتوں کے سامنے اس کا امتحان اور اس کی تمام پر فوقیت، اللہ تعالیٰ کا اسے اپنا خلیفہ بنانا اور خلافت والی فضیلت ایسی ہے کہ اگر بشر کی کوئی اور فضیلت نہ بھی ہوتی تو یہ تنہا اس کی ساری مخلوقات پر فضیلت کے لئے کافی تھی۔

لما فی التفسیر الکبیر (۱۹۴/۲): قال تعالیٰ ''قد جاء کم من الله نور وکتاب مبین'' وفیه اقوال الاول

ان المراد بالنور محمد وبالکتاب القرآن والثانی ان المراد بالنور الاسلام وبالکتاب القرآن الثالث النور والکتاب هو القرآن وهذاضعیف لان العطف یوجب المغایرة بین المعطوف والمعطوف علیه وتسمیة محمد والاسلام والقرآن بالنور ظاهرة لان النور الظاهر هوا لذی یتقوی به البصر علی ادراک الاشیاء الظاهرة والنور الباطن ایضا هو الذی تتقوی به البصیرة علی ادراک الحقائق والمعقولات.

وفی جامع العقائد (صـ۲۹ ۳): منها تفضیل الملائکة فخواصهم افضل بعد الانبیاء علیه السلام من عموم الاولیاء والعلماء رحمهم الله وافضلهم جبرائیل علیه السلام کما فی حدیث رواه الطبرانی وعامة الملائکة افضل من عامة المومنین لکونهم مجرمین والملائکة معصومون.

هکذا فی شرح فقه الاکبر (صـ۱۱۸)

﴿باب مایتعلق بالصحابة﴾

(صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق سوالات)

(۳۳۹) مرض الوفات میں نمازیں کس نے اور کتنی پڑھائیں؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آپ ﷺ کے مرض الوفات میں صحابہ کو نماز کون پڑھاتا رہا اور کتنی نمازیں ایسی تھیں کہ بیماری کی وجہ سے آپ نماز پڑھانے نہ آسکے اور دوسرے کسی صحابی نے وہ نمازیں پڑھائیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... حضور ﷺ کے مرض الوفات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ کو نماز پڑھاتے رہے اور آپ نے نبی کریم ﷺ کی بیماری کے ایام میں صحابہ کو سترہ نمازیں پڑھائیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۹۳): حدثنا اسحاق بن نصر قال ثنا.........عن ابی موسی قال مرض النبی ﷺ فاشتد مرضه فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس.......... فاتاه الرسول فصلی بالناس فی حیاة النبی ﷺ.

وفی فیض الباری (۲/۲۰۵): فقال البیهقی انه لم یشهد سبع عشر صلوات احداهاعشاء یوم الخمیس واخری فجر یوم الاثنین.

وفی البدایة والنهایة (۵/۲۰۷): وقال الزهری عن ابی بکر عن ابی سبرة ان ابابکر صلی بهم سبع عشرة صلاة.

(۳۴۰) حضور ﷺ نے نماز میں کن کن صحابہ کی اقتدا کی؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کن کن صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی۔ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ...... ہر نبی نے اپنی اپنی امت میں سے کسی نہ کسی نیک آدمی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے کمافی روایة ابن سعد نقلها العلامة شیخ الاسلام شبیر احمد العثمانی رحمه الله فی الفتح (۳/۲۷).

چنانچہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے بھی دو صحابہ کی اقتداء میں نماز ادا فرمائی ہے، البتہ دونوں موقع پر آپ علیہ السلام مسبوق تھے، ایک حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ۹ھ بروز جمعرات غزوہ تبوک سے واپسی کے موقع پر فجر کی دوسری رکعت ادا

فرمائی۔اوردوسرے حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں مرض الوفات کے موقع پرفجرکی دوسری رکعت ادافرمائی۔

لمافی فتح الباری(۱۳۹/۲): وتعقب بصلاته ﷺ عبدالرحمن بن عوف وهو ثابت بلااخلاف وصح ايضا انه صلى خلف ابى بكر.

وفى سنن ابى داؤد(۲۰/۱): ان عروة بن المغيرة بن شعبة اخبره انه سمع اباه المغيرة يقول عدل رسول الله ﷺ وانا معه فى غزوة تبوك قبل الفجر فعدلت معه فاناخ النبى ﷺ فتبرز ثم جاء فسكبت على يده من الاداوة فغسل كفيه ثم غسل وجهه ثم حسر عن ذراعيه فضاق كما جبته فادخل يديه...... حتى نجد الناس فى الصلوة قد قدموا عبدالرحمن بن عوف فصلى بهم حين كان وقت الصلوة ووجدنا عبدالرحمن وقدركع بهم ركعة من صلوة الفجر، فقام رسول الله ﷺ فصف مع المسلمين فصلى وراء عبدالرحمن بن عوف الركعة الثانية ثم سلم عبدالرحمن فقام النبى ﷺ فى صلوته ففرغ المسلمون فاكثروا التسبيح لانهم سبقوا النبى ﷺ بالصلوة فلما سلّم رسول الله ﷺ قال لهم قد اصبتم اوقد احسنتم.

وفى فتح البارى(۱۳۳/۲): وبهذا يجاب عن الفرق بين المقامين حيث امتنع ابوبكر هنا ان يستمرّ اماما وحيث استمرّ فى مرض موته ﷺ حين صلى خلفه الركعة الثانية من الصبح كما صرّح به موسىٰ بن عقبة فى المغازى، فكانه لمّا ان مضى معظم الصلاة حسن الاستمرار ولما ان لم يمض منها الا اليسير لم يستمر، وكذا وقع لعبدالرحمن بن عوف حيث صلّى النبى ﷺ خلفه الركعة الثانية من الصبح فانه استمر فى صلاته اماما لهذا لمعنى.

وفى فتح الملهم(۲۷/۳): وفى رواية ابن سعد فصلينا الركعة التى ادركنا، وقضينا التى سبقتنا، فقال ﷺ حين صلى خلف عبدالرحمن: "ماقبض نبى قط حتى صلى خلف رجل صالح من امته"

وفى بذل المجهود(۸۹/۱): وغزوة تبوك هى آخر ماغزاها رسول الله ﷺ بنفسه خرج اليها فى رجب سنة تسع يوم الخميس.

(۳۴۱) حضرت عثمان وعلی رضی اللہ عنہما پرسب وشتم کرنے والے کاحکم

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص حضرت عثمان اورحضرت علی رضی اللہ عنہما کوگالی دیتاہے۔اب اس شخص کے بارے میں کیاحکم ہے؟ کیااس سے یہ شخص کافرہوجائے گایانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں ایساشخص گمراہ اورفاسق ہے۔اس کوفوراًاس عمل سے توبہ کرناچاہئے البتہ اس سے وہ کافرنہیں

ہوگا۔

لمافی الشامیة (۴/۲۷): فی الخلاصة ان سب الختنین لیس بکفر والمراد بالختنین عثمان وعلی رضی اللہ عنهما.

وفیها ایضا (۴/۲۳۷): فی فتح القدیر ان الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین واموالهم ویکفرون الصحابة حکمهم عند جمهور الفقهاء واهل الحدیث حکم البغاة .... ولاتقبل شهادة من یظهر سب السلف لانه یکون ظاهر الفسق .... وقال الزیلعی أویظهر سب السلف یعنی الصالحین منهم وهم الصحابة والتابعون.

(۳۴۲) صحابہ رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں یا نہیں؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں یا نہیں؟ اگر معیارِ حق ہیں تو جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ لوگ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیارِ حق ہیں یعنی ان کے اقوال وافعال حق وباطل کی کسوٹی ہیں۔ ان حضرات نے جو کچھ فرمایا اور جو دینی کام کئے وہ ہمارے لئے مشعلِ راہ اور ذریعۂ نجات وفلاح ہے اور جو لوگ اس کا انکار کرتے ہیں وہ فاسق وفاجر ہیں اور اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں۔

لمافی قوله تعالی (التوبة: ۱۰۰): والسبقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان لا رضی اللہ عنهم ورضوا عنه الایة

(البقرة: ۵): اولئک علی هدی من ربهم ق واولئک هم المفلحون ○

(الحجرات: ۷): اولئک هم الراشدون ○

(البینة: ۸): رضی اللہ عنهم ورضوا عنه ط الایة

وفی المشکوة (صـ۳۰): عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیأتین علی امتی کمااتی علی بنی اسرائیل ...... وان بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین وسبعین ملة وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة کلهم فی النار الاملة واحدة قالوا من هی یارسول اللہ قال ماانا علیه واصحابی.

وفیهاایضا (صـ۳۲): عن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لاتؤمن علیه الفتنة اولئک اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کانوا افضل هذه الامة ابرها قلوبا ...... وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقهم وسیرهم فانهم کانوا علی الهدی المستقیم.

وفیھا ایضا (ص۵۵۴): عن عمر بن الخطاب قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول سألت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یامحمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضھااقوی من بعض ولکل نور فمن اخذبشئ مما ھم علیه من اختلافھم فھو عندی علی ھدی قال وقال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم.

وفیھا ایضا (ص۵۶۰): عن حذیفة قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر .

(۳۴۳) کیا حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پرخلافت کی بیعت کی تھی یانہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں حضرت سعد بن عبادة رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت نہیں کی تھی بلکہ اسی وقت شام چلے گئے تھے اور وہاں فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورخلافت میں انتقال فرماگئے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۵۱۸/۱): فاخذ عمر بیدہ فبایعه وبایعه الناس فقال قائل قتلتم سعد بن عبادة قال عمر قتله اللہ.

وعلی ھامشه : قوله قتلم سعد ای کدتم تقتلونه وقیل ھو کنایة عن الاعراض والخذلان .وقوله قتله اللہ اخبار عماقدر اللہ من اھماله وعدم صیرورته خلیفة او ادعاء علیه لتخلفه عن بیعة الصدیق وروی انه خرج بعد تخلفه الی الشام ومات بھا فی خلافة عمر .... فتح ومجمع البحار .

وفی البدایة والنھایة (۳۴/۷): وقد ذکرہ ابوعمر بن عبدالبر ماذکرہ غیر واحد من علماء التاریخ انه (سعد بن عبادة "ناقل ") تخلف عن بیعة الصدیق حتی خرج الی الشام فمات بقریة من حوران ...... قال وقیل فی اول خلافة عمر .

(۳۴۴) سیف اللہ کا لقب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سیوف اللہ سابقہ امتوں میں اور اس امت میں کتنے گزرے ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام نے یہ لقب دیا ہو؟

الجواب حامداًومصلیاً...... سابقہ امتوں کے بارے میں تو معلوم نہ ہوسکا البتہ اس امت میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے

سیف من سیوف اللہ فرمایا تھا۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/ ۵۳۱): عن انس ان النبیﷺ نعی زیداوجعفر وابن رواحة للناس قبل ان یاتیهم خبرهم فقال اخذ الراية زيد فاصيب ثم اخذها جعفر فاصيب ثم اخذ ابن رواحة فاصيب وعيناه تذرفان حتى اخذ سيف من سيوف الله حتى فتح الله عليهم.

وفی عمدة القاری تحت هذه الرواية (۱٦/ ۲۴۵): واراد بسيف خالد بن وليد ومن يومئذ سمى سيف الله وقد اخرج ابن حبان والحاكم من حديث عبدالله بن ابى اوفى قال قال رسول اللهﷺ لاتؤذوا خالدا فانه سيف من سيوف الله صبه الله تعالى على الكفار.

(۳۴۵) عشرہ مبشرہ میں شامل صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام

سوال...... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عشرہ مبشرہ میں کون کون سے صحابہ شامل ہیں۔ان کے نام تحریر کریں اوراگران کے بارے میں کوئی روایت ہوتو وہ بھی بحوالہ تحریر کریں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... عشرہ مبشرہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ (۵) حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (٦) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ (۷) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ (۸) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۹) حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہ۔

لمافی الجامع للترمذی (۲/ ۲۱۵): حدثنا صالح بن مسمار ....ان سعيد بن زيد حدثه فی نفر ان رسول اللهﷺ قال عشرة فى الجنة ابوبكر فى الجنة وعمر فى الجنة وعلى فى الجنة وعثمان فى الجنة والزبير وطلحة وعبدالرحمن وابوعبيدة وسعد بن ابى وقاص قال فعد هؤلاء التسعة وسكت عن العاشر فقال القوم ننشدك بالله ياابالاعور من العاشر قال نشدتمونى بالله ابوالاعور فى الجنة قال هوسعيد بن زيد بن عمرو بن نفيل.

وهكذا بتغير يسير فى ابن ماجة (صـ:۱۳)

(۳۴٦) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا

سوال...... کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کاتب وحی تھے اور جن روایات سے ان کا کاتب وحی ہونا ثابت ہے انہیں تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حدیث اور تاریخ کی متعدد روایات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا کاتب وحی ہونا ثابت ہوتا ہے نمونہ کے طور پر چند ایک درج ذیل ہیں:

لمافی الصحیح لمسلم (۳۰۳/۲): حدثنی ابن عباس قال کان المسلمون لاینظرون الی ابی سفین ولایقاعدونه فقال للنبی ﷺ یانبی الله ثلاث اعطینهن قال نعم قال عندی احسن العرب واجمله ام حبیبة بنت ابی سفین ازوجکها قال نعم قال ومعاویة تجعله کاتبابین یداک قال نعم ....

وفی تاریخ الخلفاء للسیوطی (صـ۱۹۴): معاویة بن ابی سفیان صخر بن حرب بن امیة .... اسلم هو وابوه یوم فتح مکة ...... وکان احد الکتاب لرسول الله ﷺ.

وفی البدایة والنهایة (۱۲۰/۸): وهو معاویة بن ابی سفیان صخر بن حرب ....خال المومنین وکاتب وحی رسول رب العالمین ...... قال معاویة :ولقد دخل علی رسول الله ﷺ مکة فی عمرة القضاء وانی لمصدق به ثم لمادخل عام الفتح اظهرت اسلامی فجئته فرحب بی، وکتبت بین یدیه.

(۳۴۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا باب خیبر کو اکیلے اکھاڑ دینا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل یہ جو مشہور ہے کہ غزوہ خیبر میں باب خیبر جس کو کئی آدمی نہیں کھیڑ سکتے تھے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اکیلے اکھاڑ پھینکا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو چند ایک حوالہ جات بھی تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مذکور واقعہ ثابت اور صحیح ہے۔ چند حوالہ جات درج ذیل ہیں:

فی تاریخ الطبری (۳۰۱/۲) عن ابی رافع مولی رسول الله ﷺ قال خرجنا مع علی ابن ابی طالب حین بعثه رسول الله ﷺ برایته فلمادنا من الحصن خرج الیه اهله فقاتلهم فضربه رجل من الیهود فطرح ترسه من یده فتناول علی رضی اللہ عنہ بابا کان عندالحصن فتترس به عن نفسه فلم یزل فی یده وهو یقاتل حتی فتح الله علیه ثم القاه من یده حین فرغ فلقد رایتنی فی نفر سبعة انا منهم نجهد علی ان نقلب ذلک الباب فمانقلبه.

وهکذا نقل عن ابی رافع فی سیر اعلام النبلاء (۲۱۸/۲)، وفی کتاب المغازی للواقدی (۶۵۵/۲)

(۳۴۸) ”صلوٰۃ وسلام“ اور ”ترضی“ کا استعمال

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صحابہ کے نام کے ساتھ ”علیہ السلام“ اور علماء ومشائخ کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ”صلوٰۃ وسلام“ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے لہٰذا انبیاء کے علاوہ کسی اور کے لئے استعمال کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ ہاں انبیاء کے ساتھ کسی کا نام آ گیا اور اصلاً صلوٰۃ وسلام انبیاء کے لئے کہا اور تابع ہونے کی وجہ سے وہ بھی شامل ہو گیا تو کوئی حرج نہیں۔

اور مستحب یہ ہے کہ صحابہ کے نام کے ساتھ ”رضی اللہ عنہ“ اور صحابہ کے مابعد والوں کے ساتھ ”رحمہ اللہ“ کہا جائے لیکن اگر اس کے خلاف کر دیا کہ صحابہ کے ساتھ رحمہ اللہ اور بعد والوں کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہہ دیا تو بھی جائز ہے البتہ افضل پہلی صورت ہے۔

لمافی الاذکار للنووی (صـ۱۰۸): اجمعوا علی الصلاۃ علی نبینا محمد ﷺ وکذلک من یعتد به علی جوازها واستحبابها علی سائر الانبیاء والملائکۃ استقلالا واما غیر الانبیاء فالجمهور علی انه لایصلی علیهم ابتداء .... فقال بعض اصحابنا :هو حرام وقال اکثرهم مکروه کراهۃ تنزیه .... والصحیح الذی علیه الاکثر انه مکروه کراهۃ تنزیه .... ویستحب الترضی والترحم علی الصحابۃ والتابعین فمن بعدهم من العلماء وسائر الانبیاء فیقال رضی الله عنه اورحمه الله ونحو ذلک.

وفی الدرالمختار (۷۵۳/۲) : ولایصلی علی غیر الانبیاء ولاغیر الملائکۃ الابطریق التبع .... ویستحب الترضی للصحابۃ ......والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخیار وکذا یجوز عکسه الترحم للصحابۃ والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح ذکره الکرمانی وقال الزیلعی الاولی ان یدعوا للصحابۃ بالترضی وللتابعین بالرحمۃ.

(۳۴۹) خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی نماز جنازہ کن کن حضرات نے پڑھائی تھی۔ بحوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً.........صورت مسئولہ میں حضرات خلفاء راشدین میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے پڑھائی۔

لمافی تاریخ الخلفاء للسیوطی (صـ...): اخرج ابن سعد عن سعید بن المسیب ان عمر صلی علی ابی بکر بین القبر والمنبر وکبر علیه اربعا.

وفیها ایضا (صـ۱۲۲): اصیب عمر یوم الاربعاء لاربع بقین من ذی الحجۃ ... وصلی علیه

صهيب في المسجد.

وفيها ايضا (صـ۱۲۲): وكان قتل عثمان رضي الله عنه في اوسط ايام التشريق من سنة خمس وثلاثين ....

قال قتادة صلى عليه الزبير ودفنه وكان اوصى بذلك اليه.

وفيهـا ايضـاً (صـ۱۷۵): فخرج علي من الباب ينادي :ايها الناس الصلاة الصلاة ....وغسله الحسن والحسين وعبدالله بن جعفر وصلى عليه الحسن.

(۳۵۰) حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کے لقب ''طیار'' کی وجہ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ کا لقب ''طیار'' ہے۔اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں حضرت جعفر صادق صحابی نہیں بلکہ تابعین میں سے ہیں اور ان کا لقب طیار نہیں ہے بلکہ جن صحابی کا لقب طیار ہے وہ حضرت جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں اور ان کے لقب کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ غزوہ موتہ میں شریک تھے۔ان کے دونوں بازو کٹ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بازوؤں کے بدلے انہیں دو پر عنایت فرمائیں ہیں جن سے وہ جنت میں اڑتے ہیں اس وجہ سے آپ کا لقب طیار پڑ گیا۔

لـمافي عمدة القاری (۱۷/۲۷۰): عن عامر قال كان ابن عمر اذاحيا ابن جعفر قال السلام عليك يـاابـن ذی الجناحين ....وانما لقب بذلك لانه لماقطعت يداه يوم موته جعل الله له جناحين يطير بهما في الجنة وعن النبي صلى الله عليه وسلم رأيت جعفر يطير في الجنة مع الملائكة ولقب بالطيار ايضا.

في تهذيب التهذيب (۲/۵۴۲): الصادق هو جعفربن محمد بن علي بن الحسين.

(۳۵۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر کیا تھی؟اس میں مختلف اقوال ذکر کئے جاتے ہیں۔ان سب میں راجح قول کون سا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں راجح قول کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح کے وقت عمر چھ سال اور رخصتی کے وقت نو سال تھی۔

لـمافي الصحيح للبخاری (۲/۷۷۵): حدثنا قبيصة ......عن عروة تزوج النبي صلى الله عليه وسلم عائشة وهي ابنة ست وبنى بها وهي ابنة تسع ومكثت عنده تسعا.

وفی الاصابة فی تمییز الصحابة (۸/۲۳۱): فقد ثبت فی الصحیح ان النبی ﷺ تزوجها وھی بنت ست وقیل سبع ویجمع بانھا کانت اکملت السادسة ودخلت فی السابعة ودخل بھا وھی بنت تسع وکان دخوله بھا فی شوال فی السنة الاولی .

(۳۵۲) کیا حضرت فاطمہ وحضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں کوئی اختلاف تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا یہ بات صحیح ہے کہ واقعہ فدک کے بعد حضرت فاطمہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما کے درمیان اختلاف پیدا ہوگیا تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اس کے بعد مرتے دم تک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات نہیں کی۔اس واقعہ کی حقیقت بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں واقعہ فدک کی وجہ سے کوئی اختلاف نہیں ہوا تھا بلکہ حقیقت واقعہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فدک کا مطالبہ کیا جس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ یہ حضور ﷺ کی میراث ہے اور انبیاء کی میراث تقسیم نہیں ہوتی اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا واپس چلی گئیں۔

اور روایت میں "فھجرت" کے الفاظ آئے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے یہ مطالبہ دوبارہ مرتے دم تک نہ کیا، نہ کہ آپ اس کی وجہ سے ناراض ہوگئیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ان کی ناراضگی کی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ ناراضگی کا پتہ اس وقت چلتا جب ان دونوں کی کہیں ملاقات ہوتی اور وہ پہلے آپس میں بات چیت کررہے ہوتے کہ اس کے بعد انہوں نے بات چیت ترک کردی ہو۔وہ کوئی آج کا دور نہیں تھا بلکہ خیر القرون کا دور تھا جس میں عورتیں بلاضرورت گھر سے باہر نہیں نکلا کرتی تھیں لہٰذا وہ ضرورت کی وجہ سے حضرت ابوبکر کے پاس آئیں اور دوبارہ ضرورت نہیں تھی اس لئے دوبارہ کبھی نہیں آئیں۔

اور پھر حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا عرصہ ہی کتنا زندہ رہیں صرف چھ ماہ اور بعض روایات میں چار اور دو ماہ کے الفاظ بھی آئے ہیں۔اگر چھ ماہ بھی ہو تو حضور ﷺ کے وصال کے کچھ عرصہ تک تو اس کا خیال ہی نہ آیا ہوگا کیونکہ آپ کا وصال صحابہ پر نہایت شاق گزرا۔اس کے بعد بھی چھ مہینے کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں ہے۔اور پھر ناراض تو اس وقت ہوا جاتا جب یہ فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حق ہوتا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو نہ دیتے اور خود استعمال کرتے حالانکہ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کررہے تھے اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی خرچ کررہے تھے پھر ناراض ہونے کی تو کوئی وجہ باقی نہیں رہتی۔

حاصل یہ کہ اس واقعہ کو اہل تشیع کی طرف سے خواہ مخواہ اچھالا گیا تا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کیا جاسکے حالانکہ اگر بالفرض حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ صحیح نہ تھا تو دوسرے صحابہ تو موجود تھے اور سب سے بڑھ کر خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد میں حضرت زید بن الحسین بن علی کا بیان ہے کہ "اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ میں ہوتا تو یہی فیصلہ کرتا جو فیصلہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا"۔

نیز اہل تشیع نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے اس واقعہ کو اچھالا حالانکہ جس طرح یہ لوگ بیان کرتے ہیں اگر تسلیم

کہ لیں تو روایت میں ''فھجرت'' کے الفاظ آئے ہیں جس کا مطلب ان کے بقول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا اور بات نہیں کی تو اس کا نتیجہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر طعن نکلتا ہے نہ کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اس لئے کہ ''ھجران'' حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی طرف سے پایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لمافی السنن الکبری للبیہقی (۶/ ۳۰۱): اخبرنا ابو عبداللہ .... عن الشعبی قال لمامرضت فاطمة رضی اللہ عنها اتاها ابوبکر رضی اللہ عنه فاستأذن علیها فقال علی ص یافاطمة هذا ابوبکر یستأذن علیک فقالت اتحب ان اذن له قال نعم فدخل علیها یترضاها وقال واللہ ماترکت الدار والمال والاهل والعشیرة الاابتغاء مرضاة اللہ ورسوله ومرضاتکم اهل البیت ثم ترضاه حتی رضیت.

وفیها ایضا (صـ۳۰۲): اخبرنا ابوعبداللہ الحافظ .... قال زید بن علی بن الحسین بن علی امااناً فلو کنت مکان ابی بکر رضی اللہ عنه لحکمت بمثل ماحکم به ابوبکر رضی اللہ عنه فی فدک.

وفی الاصابة (۸/ ۲۶۶): وقدثبت فی الصحیح عن عائشة ان فاطمة عاشت بعد النبی صلی اللہ علیه وسلم ستة اشهر وقال الواقدی وهو ثبت :وروی الحمیدی عن سفیان عن عمرو بن دینار انها بقیت بعده ثلاثة اشهر وقال غیره :بعده اربعة اشهر وقیل شهرین.

وفی عمدة القاری (۱۵/ ۲۰): قال المهلب انماکان هجرها انقباضا عن لقائه وترک مواصلته ولیس هذا من الهجران المحرم واماالمحرم من ذلک ان یلتقیا فلایسلم احدهما علی صاحبه ولم یرو واحد انهما التقیا وامتنعا من التسلیم ولوفعلا ذلک لم یکونا متهاجرین الاتکون النفوس مظهرة للعداوة والهجران وانما لازمت بیتها فعبرا الراوی عن ذلک بالهجران وقد ذکر فی کتاب الخمس تالیف ابی حفص بن شاهین عن الشعبی ان ابابکر قال لفاطمة یابنت رسول اللہ ماخیر عبش حیاة اعیشها وانت علی ساخطة فان کان عندک من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم فی عهد فانت الصادقة المصدقة المامونة علی ماقلت قال فما قام ابوبکر حتی رضیت ورضی.

وفی فیض الباری (۴/ ۹۴): واماعدم کلام فاطمة ایاه حتی ماتت فالمراد منه کلامها فی امر فدک وانه لم یتفق له ذلک فلو سلمنامو جدتها علیه فله العذر ایضا کماعلمت،علی انه لم یهاجرها فان هاجرته فقد هاجرته هی فلاطعن علی ابی بکر بحال

(۳۵۳) حضرت علی وفاطمہ رضی اللہ عنہما کی اولاد کی خصوصیت کی وجہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیاں تھیں ان میں حضرت فاطمہ رضی

اللہ عنہا کو ایک خصوصیت حاصل ہے اس خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیت کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں جن میں مشہور درج ذیل ہیں:

۱۔ بعض روایت سے ثابت ہے کہ آپ کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے زمین پر ہونے سے پہلے آسمانوں پر ہوئی۔

۲۔ آپ کو حضور ﷺ کی زبان مبارک سے جنتی عورتوں کی سردار ہونے کی خوشخبری سنائی گئی۔

۳۔ کائنات میں آپ کی وجہ سے حضور ﷺ کا خاندانی سلسلہ باقی ہے ورنہ باقی اولاد میں کسی کا خاندان آگے نہیں بڑھا۔

لمافی الاصابة (۲۶۳/۸): وانقطع نسل رسول الله ﷺ الامن فاطمة.

وفی الفتاوی الحدیثیة (صـ ۱۶۵): **الحکمة فی ذلک والله اعلم مااختصت به فاطمة رضوان الله علیها من المزایا الکثیرة علی اخواتها. منها ماورد ان الله زوجها لعلی کرم الله وجهه فی السماء قبل ان یتزوجها فی الارض ومنها تمییزها علیهن بانها سیدة نساء اهل الجنة ومنها تمییزها علیهن بتسمیتها بالزهراء .... فهذه المذکورات ونحوهما مما امتازت به من الفضائل لایبعد ان تکون هی الحکمة فی بقاء نسلها فی العالم.**

(۳۵۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں یا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کہتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اس لیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنت میں آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گی جبکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوں گی لیکن بکر کہتا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے افضل ہیں اس لیے کہ آپ ﷺ کا جز یعنی بیٹی ہیں اور جنت میں عورتوں کی سردار ہوں گی، دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض حضرات نے توقف کے قول کو اختیار کیا ہے البتہ بعض دوسرے حضرات نے ترجیح کی صورت کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کا جز ہیں اور آپ کے جز پر میں کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ لیکن اس سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مطلق فضیلت ثابت نہیں ہوتی ورنہ آپ علیہ السلام کی تمام بیٹیوں کی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور خلفائے اربعہ پر فضیلت لازم آئے گی حالانکہ یہ خلاف اجماع ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت جو اکثر علماء سے منقول ہے وہ بھی بعض جہات سے مثلاً علم کے اعتبار سے اور آپ علیہ السلام کی معیت کے اعتبار سے ہے۔

حاصل یہ کہ دونوں کے فضائل کی جہات مختلف ہیں لہٰذا دونوں کی افضلیت میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

لما فی المرقات (۱۱/۳۲): وقد اختلفوا فی التفضیل بین عائشة وخدیجة وفاطمة قال الاکمل روی عن ابی حنیفة ان عائشة بعد خدیجة افضل نساء العالمین .اقول فهذا یحتمل تساوی خدیجة وعائشة تکون الاولی من العرفاء السوابق والثانیة من الفضلاء اللواحق. وقال الحافظ بن حجر فاطمة افضل من خدیجة وعائشة بالاجماع ثم خدیجة ثم عائشة وقال السیوطی فی النقایة وشرحها ونعتقد ان افضل النساء مریم وفاطمة .روی الترمذی وصححه "حسبک من نساء العالمین مریم بنت عمران وخدیجة بنت خویلد وفاطمة بنت محمد ﷺ وآسیة امراة فرعون "(الی ان قال)ثم قال السیوطی وافضل امهات المومنین خدیجة وعائشة قال ﷺ "کمل من الرجال کثیر ولم یکمل من النساء الا مریم وآسیة وخدیجة وفضل عائشة علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام وفی لفظ الا ثلاث"......وفی التفضیل بینهما اقوال ثالثها الوقف.

وفی الدرا لمختار مع رد المحتار (۹۳/۳): شرف العلم فوق شرف النسب والمال (الی ان قال) ولذا قیل ان عائشة افضل من فاطمة رضی اللہ عنهاذکره القهستانی .

وفی الشامیة: ای تکون شرف العلم اقوی قیل ان عائشة افضل لکثرة علمها وظاهره انه لایقال ان فاطمة افضل من جهة النسب لان الکلام مسوق لبیان ان شرف العلم اقوی من شرف النسب لکن قد یقال باخراج فاطمة رضی اللہ عنها من ذلک لتحقق البضعیة فیها بلا واسطة ولذا قال الامام مالک انها بضعة منه ﷺ ولاافضل علی بضعه منه احداً. ولایلزم من هذا لاطلاق انها افضل والا لزم تفضیل سائر بناته ﷺ علی عائشة بل علی الخلفاء الاربعة وهو خلاف الاجماع کما بسطه ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیة وحینئذ فما نقل عن اکثر العلماء من تفضیل عائشة محمول علی بعض الجهات کا لعلم وکونها فی الجنة مع النبی ﷺ وفاطمة مع علی وقیل ان فاطمة افضل ویمکن ارجاعه الی الاول وقیل التوقف لتعارض الادلة .

﴿فصل فی الرؤیا﴾
(خواب سے متعلق احکام)

(۳۵۵) اللہ عزّوجلّ کی زیارت کی حقیقت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان وعظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے خواب میں خدا تعالیٰ کو دیکھا ہے اور کئی مرتبہ دیکھ چکا ہوں کیا اس شخص کا یہ دعویٰ صحیح ہے اور اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھا جا سکتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں اللہ عزوجل کو خواب میں دیکھنا یا دیکھنے کا دعویٰ کرنا صحیح ہے اور اسلاف سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ انہوں نے بارہا دفعہ اللہ تعالیٰ کی زیارت کی البتہ یہ زیارت آنکھوں سے نہیں ہوتی بلکہ قلبی طور پر ایک نوع کا مشاہدہ ہوتا ہے اس لیے کہ دنیا میں اس آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا جا سکتا۔

لمافی النبراس (ص ۲۶۰): اختلف الصحابة فی ان النبی ﷺ هل رأی ربه لیلة المعراج ام لا .... واماالرؤیة فی المنام فقد حکیت عن کثیر من السلف فعن الامام الاعظم انه رأی مائة مرة وقال محمد بن سیرین التابعی امام المعبرین من رأی الله فی منامه دخل الجنة .... ولاخفاء فی انها نوع مشاهدة بالقلب دون العین.

وفی البزازیة علی هامش الهندیة (۳۵۶/۶): رؤیته سبحانه وتعالی فی المنام جوزه رکن الاسلام وکثیر من المتصوفة واکثر مشایخ سمرقند ومحققة مشایخ بخارا.

(۳۵۶) نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں ایک عام آدمی ہوں، کسی مدرسے کا فارغ نہیں ہوں۔ البتہ مجھے عربی سے کافی شغف ہے جس کی وجہ سے میں کافی حد تک عربی پڑھ لیتا ہوں اور قرآن مجید کا کچھ نہ کچھ ترجمہ بھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ میرے ایک دوست کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی تھی جبکہ میں اس کی نفی کرتا ہوں۔ آپ صحیح بات سے مطلع فرمائیں کہ کیا آپ ﷺ کو زیارت نصیب ہوئی تھی یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اس مسئلہ میں صحابہ کرام کا بھی اختلاف رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی زیارت کی تھی

یا نہیں۔ حضرت ابن عباس اور بعض دوسرے حضرات کے نزدیک زیارت ہوئی تھی جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کے نزدیک زیارت نہیں ہوئی تھی اور زیادہ راجح یہ ہے کہ آپ ﷺ کو زیارت ہوئی تھی۔

لقوله تعالی (النجم:۱۸): ولقد رأی من آیات ربه الکبری ٥

وفی روح المعانی (۲۷/۵۳): والظاهر ان ابن عباس لم یقل بالرؤیة الاعن سماع وقد اخرج عنه احمد انه قال :قال رسول الله ﷺ رأیت ربی .... وجمع بعضهم بین قولی ابن عباس وعائشة بان قول عائشة محمول علی نفی رؤیته تعالی فی نوره الذی هونوره المنعوت بانه لایقوم له البصروقول ابن عباس محمول علی ثبوت رؤیته تعالی فی نوره الذی لایذهب بالابصار ....

ثم ان القائلین بالرؤیة اختلفوا فمنهم من قال انه علیه السلام رأی ربه سبحانه بعینه وروی ذلک عن ابن مردویة عن ابن عباس وهو مروی ایضا عن ابن مسعود وابی هریرة واحمد بن حنبل ومنهم من قال رآه عزوجل بقلبه وروی ذلک عن ابی ذر .... ومنهم من ذهب الی ان احد الرؤیتین کانت بالعین والاخری بالفواد وهی روایة عن ابن عباس.

وفی الجامع لاحکام القرآن للقرطبی (۵۶/۴): وعن ابن عباس انه رآه بعینه .... قال ابن عباس ان الخلة تکون لابراهیم والکلام لموسی والرؤیة لمحمد ﷺ وعلیهم اجمعین .... وحکی عبدالرزاق ان الحسن کان یحلف بالله لقد رأی محمد ربه .... عن احمد بن حنبل انه قال انا اقول بحدیث ابن عباس بعینه رآه رآه حتی انقطع نفسه یعنی نفس احمد.

وفی حاشیة النووی علی الصحیح لمسلم (۹۷/۱): قال الامام النووی بعد بحث نفیس .... فالحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول الله ﷺ رأی ربه بعینی راسه لیلة الاسراء لحدیث ابن عباس وغیره مماتقدم واثبات هذا لایاخذونه الابالسماع من رسول الله ﷺ هذا مما لاینبغی ان یشک فیه.

(۳۵۷) زیارت باری تعالی عورتوں کو بھی ہوگی

سوال... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب قیامت کے دن سب لوگ جنت میں چلے جائیں گے تو رب تعالی کی زیارت صرف مردوں کو ہوگی یا عورتوں کو بھی ہوگی؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... صورت مسئولہ میں یہ زیارت مردوں اور عورتوں دونوں کو ہوگی کیونکہ تمام نصوص مرد وعورت سب کے عام ہوتے ہیں سوائے ان خاص مقامات کے جہاں کسی ایک کے بارے میں صراحت یا خاص قرینہ پایا جائے۔

لمافی قوله تعالی (الاحزاب : ۳۵): ان المسلمين والمسلمٰت والمؤمنين والمؤمنٰت والقٰنتين والقٰنتٰت والصادقين والصادقٰت الاية

وفی روح المعانی (۲۲/۲۱) : اخرج احمد والنسائی وغيرهما عن ام سلمة رضی الله عنها قالت قلت للنبی ﷺ مالنا لانذكر فی القرآن كمايذكر الرجال؟فلم يرعی منه ﷺ ذات يوم نداء ہ علی المنبر وهو يقول ان المسلمين والمسلمات ......وانماارتكب ههناللدلالة علی ان مدار اعداد ماعدلهم جمعهم بين هذه النعوت الجميلة.

ولقوله تعالی (القيامة : ۲۲،۲۳): وجوه يومئذ ناضرة ۝ الی ربهاناظرة ۝

وفی المشكوة (صـ۱۵۰) عن ابی رزين العقيلی قال قلت يارسول الله اكلنا يری ربه مخليا به يوم القيامة قال بلی قلت ومآية ذلک قال ياابارزين أليس كلكم يری القمر ليلة البدر مخليا به قال بلی قال فانما هو خلق من خلق الله والله احل واعظم.

(۳۵۸) دنیامیں اللہ تعالیٰ کی زیارت

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک دوست کانظریہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت دنیامیں ممکن نہیں نہ تو خواب میں اور نہ ہی حالت بیداری میں بلکہ آپ کی زیارت صرف آخرت میں مومنین کونصیب ہوگی۔کیا یہ بات صحیح ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلياً......صورت مسئولہ میں اہل سنت والجماعت کے نزدیک دنیامیں اللہ تعالیٰ کی زیارت ممکن ہےاورخواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت بکثرت اسلاف امت سے ثابت ہے لہذا آپ کے دوست کانظریہ صحیح نہیں ہے۔

لمافی شرح العقائد (صـ۱۳۵): ورؤية الله تعالی بالبصر جائزة فی العقل بمعنی ان العقل اذا خلی ونفسه لم يحكم بامتناع رؤيته مالم يقم له برهان علی ذلک مع ان الاصل عدمه وهذا القدر ضروری فمن ادعی الامتناع فعليه البيان وقد استدل اهل الحق علی امكان الرؤية بوجهين عقلی وسمعی ....واماالرؤية فی المنام فقد حكيت عن كثير من السلف.

وفی شرح الفقه الاكبر (صـ۱۲۳): اجماع الائمة من اهل السنة والجماعة علی ان رؤيته تعالی بعين البصر جائزة فی الدنيا والآخرة عقلا ....واختلفوا فی جوازها فی الدنيا شرعا فاثبتها اكثرون ونفاها آخرون .... ومنها روية الله سبحانه وتعالی فی المنام ، فالاكثرون علی جوازها من غير كيفية وجهة وهيئة.

(۳۵۹) سرورکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کسی کافر کو ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ حالات میں دیکھیں تو اس کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں کافر کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوسکتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسندیدہ حالت میں دیکھنا دیکھنے والے کی ناپسندیدہ حالت پر دلالت کرتا ہے۔

لمافی الصحيح للبخاری (۱/۲۱): عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال تسموا باسمی ولاتكنوا بكنيتی ومن رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشيطان لايتمثل فی صورتی.

وفی عمدة القاری تحت هذه الرواية (۲/۱۰۰): ان رآه حسن الهيئة حسن الاقوال والافعال مقبلا علی الرائی كان خيراله وان رآه علی خلاف ذلک كان شراله ولايلحق النبی صلی الله عليه وسلم من ذلک شئ.

وفی فيض الباری (۱/۲۰۲): والحاصل ان رؤياه صلی الله عليه وسلم قد تكون كرامة من اللّٰہ تعالی وهو بشری المومن حقيقة وقد تكون علی طور تحديث النفس فهذا ايضا نوع اشارة وان كانت ضعيفة ولذا يشترک فيها الصالح والطالح.

وفی الحاوی للفتاوی (۲/۲۵۸): ورؤية الانبياء والملائكة وسماع كلامهم ممكن للمؤمن كرامة وللكافر عقوبة ....

(۳۶۰) بیداری میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفیاء سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم حالت بیداری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتے ہیں اس طرح متقدمین صوفیاء سے منقول ہے کیا ایسا ہوسکتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت ممکن ہے لہٰذا جن حضرات سے ایسا منقول ہے صحیح ہے۔

لمافی الحاوی للفتاوی (۲/۲۵۵): اخرج البخاری ومسلم وابوداؤد عن ابی هريرة ص قال قال رسول اللّٰہ صلی الله عليه وسلم من رآنی فی المنام فيرانی فی اليقظة ولايتمثل الشيطان بی ....قال العلماء اختلفوا فی معنی قوله فيرانی فی اليقظة فقيل معناه فيرانی فی القيامة وتعقب بانه لافائدة فی هذا التخصيص لان كل امته يرونه يوم القيامة من رآه منهم ومن لم يره وقيل المراد من امن به فی حياته ولم يره لكونه حينئذ غائبا عنه فيكون مبشرا له انه لابد ان يراه فی اليقظة قبل موته.وقال قوم هو

علی ظاهر ہ فمن راہ فی النوم فلابد ان یراہ فی الیقظۃ.

وفیہ ایضاً (صـ۲۵۸): ورؤیۃ الانبیاء والملائکۃ وسماع کلامھم ممکن للمومن کرامۃ وللکافر عقوبۃ .... قال ابن الحاج فی المدخل رویۃ النبی ﷺ فی الیقظۃ باب ضیق وقل من یقع لہ ذلک الامن کان علی صفۃ عزیز وجودھا فی ھذا الزمان بل عدمتْ غالبا مع انا لاننکر من یقع لہ ھذا من الاکابر الذین حفظھم اللہ فی ظواھرھم وبواطنھم.

وایضاً فیہ (صـ۲۵۹): قال الشیخ عبدالقادر الکیلانی رأیت رسول اللہ ﷺ قبل الظھر .... وذکر القصۃ.

وفی (صـ۲۶۰): وحکی عن بعض الاولیاء انہ حضر مجلس فقیہ فروی ذلک الفقیہ حدیثا فقال لہ الولی ھذا الحدیث باطل فقال الفقیہ: ومن این لک ھذا؟ فقال ھذا النبی ﷺ واقف علی رأسک ویقول انی لم اقل ھذا الحدیث وکشف للفقیہ فرآہ. واللہ اعلم بالصواب

(۳۶۱) بیداری میں زیارت سے کیا مراد ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک دیوبندی عالم نے تقریر کے دوران یہ کلمات کہے کہ ''بعض خوش نصیب بندے ایسے ہیں کہ انہیں دنیا میں بیداری میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوتی ہے'' کیا یہ ممکن ہے اور اس طرح کا جملہ کہنا صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس سے کیا مراد ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں حضور ﷺ کی بیداری کی حالت میں زیارت ممکن ہے اگرچہ ہمارے اس دور میں ایسے اللہ والے خال خال ہی ہیں لیکن یہ کوئی بعید اور ناممکن بات نہیں کہ قادر مطلق ذات کرامت کے طور پر کسی کو اس طرح زیارت نصیب فرمائیں اور واقعی یہ سعادت مندی اور خوش نصیبی کی بات ہے۔ اور زیارت سے مراد رؤیت بصری (ظاہری آنکھوں سے دیکھنا) ہی ہے۔

دلائل المسئلۃ مرت تحت السؤال السابق

(۳۶۲) خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ ''خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے'' یہ صرف مؤمنین کے لئے ہے یا کافر کا خواب بھی ایسا ہے۔ یا دونوں میں کوئی فرق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں صرف مؤمن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور کافر بھی خواب دیکھتے ہیں لیکن ان کا شریعت میں کوئی اعتبار نہیں۔

لمافی السنن للترمذی (۲/۵۳): عن عبادة بن صامت ان النبیا قال رؤیا المومن جزء من ستة واربعین جزء من النبوة.

(۳۶۳) خواب کی حقیقت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل کے اعتبار سے کوئی شخص کوئی خواب دیکھے تو اس کی حقیقت کیا ہوگی۔ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... مومن کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ کہا گیا ہے یعنی جس طرح نبوت سچی ہوتی ہے اسی طرح مومن کا خواب بھی سچا ہوتا ہے البتہ خواب کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں:

اول انسانی خیالات، انسان دن بھر جو سوچتا ہے وہی رات کو خواب میں دیکھتا ہے۔

دوم: شیطانی توہمات، کہ شیطان اس کے ذہن میں طرح طرح کے وسوسے ڈالتا ہے جنہیں وہ خواب کی شکل میں دیکھتا ہے۔ خواب کی یہ دونوں قسمیں حقیقت میں خواب نہیں بلکہ محض توہمات ہیں۔

سوم: اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہامات جو حقیقی خواب ہیں اور نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہیں۔

لمافی المشکوة (ص۳۹۴): عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقترب الزمان لم یکد یکذب رؤیاالمؤمن ورؤیا المؤمن جز من ستة واربعین جزء من النبوة وماکان من النبوة لایکذب قال محمد بن سیرین واناقول الرؤیا ثلاث حدیث النفس وتخویف الشیطان وبشری من اللہ.

(۳۶۴) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بدخوابی ہوتی تھی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو احتلام ہوتا تھا یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... انبیاء کو احتلام نہیں ہوتا۔

لمافی الصحیح لمسلم (۱/۱۴۰): عن علقمة والاسود ان رجلا نزل بعائشة فاصبح یغسل ثوبه فقالت عائشة انماکان یجزئک ان رأیته ان تغسل مکانه فان لم تره نضحت حوله لقد رأیتنی افرکه من ثوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرکا فیصلی فیه.

وفی شرح النووی تحت هذه الروایة: وتعلق المحتجون بهذا الحدیث بان قالوا الاحتلام مستحیل فی حق النبی صلی اللہ علیہ وسلم لانه من تلاعب الشیطان بالنائم فلایکون المنی الذی علی ثوبه صلی اللہ علیہ وسلم الامن الجماع ...... جواب بعضهم انه یمتنع استحالة الاحتلام منه صلی اللہ علیہ وسلم وکونها من تلاعب الشیطان بل

الاحتلام منه جائز ﷺ وليس هو من تلاعب الشيطان بل هو فيض زيادة المني يخرج في وقت.

وفي رد المحتار (۱/۳۱۳): وقد يؤيد ماصححه في الخانية بماصح عن عائشة رضي الله عنها كنت احک المني من ثوب رسول الله ﷺ وهو يصلي ولاخفا انه كان من جماع لان الانبياء لاتحتلم.

(۳۶۵) روضۂ اطہر کی زیارت واجب ہے یا سنت؟ حرمین شریفین میں افضل کونسا ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) مکہ مکرمہ افضل ہے یا مدینہ منورہ؟ (۲) مکہ کی طرح مدینہ بھی حرم محترم ہے یا نہیں؟ (۳) آپ ﷺ کے ساتھ لگی ہوئی مٹی افضل ہے یا عرش خداوندی؟ (۴) قبر شریف کی زیارت کرنا واجب ہے یا سنت؟ نیز عورتیں بھی زیارت کرسکتی ہیں یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں: (۱) مکہ مکرمہ افضل ہے (۲) مدینہ منورہ مکہ مکرمہ کی طرح حرم محترم نہیں (۳) آپ علیہ السلام کے جسد اطہر کے ساتھ لگی ہوئی مٹی عرش وکرسی سے افضل ہے (۴) روضہ اطہر کی زیارت مستحب ہے نیز عورتیں بھی زیارت کرسکتی ہیں۔

لمافي الدر المختار (۲/۶۲۶): لاحرم للمدينة عندنا ومكة افضل منها على الراجح الا ماضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسي وزيارة قبره مندوبة بل قيل واجبة لمن له سعة.

وفي الطحطاوي (۱/۵۶۱): اعلم انه ليس للمدينة حرم عندنا.

وفي ردالمحتار (۲/۶۲۶): (قوله الا) قال في اللباب: والخلاف فيما عداموضع القبر المقدس، فما ضم اعضاءه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع .... في شرح اللباب: وهل تستحب زيارة قبره ﷺ للنساء الصحيح نعم بلا كراهة بشروطها على ما صرح به بعض العلماء.

﴿کتاب مایتعلق بالتصوف والسلوک﴾

(تصوف اور سلوک کے بارے میں)

(۳۶۶) کیا عشق مجازی عشق حقیقی کا ذریعہ ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات فرماتے ہیں عشق حقیقی تک پہنچنے کا ذریعہ عشق مجازی ہے کیونکہ اس میں دل نرم ہوجاتا ہے اور جب دل نرم ہوجائے تو اس میں اللہ کا عشق جلد نفوذ کر جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اگر یہ صحیح نہیں تو ایسے کہنے والے کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسے اشخاص فاسق اور اللہ رب العزت پر جھوٹ باندھنے والے ہیں کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ گناہ نیکی کا ذریعہ بن جائے نیز عشق مجازی خواتین اور امرد لڑکوں کے چہروں کی طرف شہوت کے طور پر لطف اندوز ہونے کا ایک بہانہ ہے۔ جس کی شریعت میں قطعاً اجازت نہیں جبکہ عشق مجازی میں مبتلا شخص یقینی طور پر اس گناہ میں مبتلا ہوگا۔ تو کیونکر عشق مجازی جائز ہوسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے نام نہاد صوفیوں سے محفوظ رکھے۔

لمافی الهندية (۵/۳۳۰): والغلام اذا بلغ مبلغ الرجال ولم يكن صبيحا فحكمه حكم الرجال وان كان صبيحا فحكمه حكم النساء وهو عورة من قرنه الى قدمه لايحل النظر اليه عن شهوة.

وفی الشامية (۶/۳۶۵): قال فی الهندية والغلام اذا بلغ .... قال السلف :اللوطيون اصناف :صنف ينظرون وصنف يصافحون وصنف يعملون وفيه اشارة الى انه لوعلم منه الشهوة اوظن اوشک حرم النظر.

(۳۶۷) غائبانہ بیعت کی شرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شریعت میں غائبانہ بیعت کی کیا حیثیت ہے؟ جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں غائبانہ بیعت جائز ہے۔

لقوله تعالى (الفتح: ۱۰):ان الذين يبايعونک انمايبايعون اللهؕ يدالله فوق ايديهم ۚ الاية

وفی روح المعانی (۲۶/ ۱۰۷): وصح انہ ﷺ ضرب بیدہ الیمنی علی یدہ الاخری وقال ھذہ بیعة عثمان ولماسمع المشرکون بالبیعة خافوا وبعثوا عثمان.

وفی تفسیر ابن کثیر (۴/ ۱۶۸): عن انس بن مالک ؓ قال: لما أمر رسول اللہ ﷺ ببیعة الرضوان کان عثمان بن عفان ؓ رسول رسول اللہ ﷺ الی اھل مکة فبایع الناس فقال رسول اللہ ﷺ اللھم ان عثمان فی حاجة اللہ وحاجة رسولہ فضرب باحدی یدیہ علی الاخری.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۱۶/ ۲۷۶): وھی بیعة الرضوان تحت الشجرة التی اخبر اللہ تعالی انہ رضی عن المبایعین لرسول اللہ ﷺ تحتھا .... وضرب رسول اللہ ﷺ بیمینہ علی شمالہ لعثمان فھو کمن شھدھا.

(۳۶۸) قبر پر سورۃ الم نشرح سے فیض کا حصول

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض صوفی حضرات بزرگوں کی قبر پر بیٹھ کر سورۃ الم نشرح پڑھتے ہیں اور آنکھیں بند کردیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے ہمارا سینہ کھلتا ہے اور بزرگوں سے فیض حاصل ہوتا ہے اس بات کی کوئی اصل موجود ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... مذکورہ ہیئت کے ساتھ سورۃ الم نشرح پڑھ کر بزرگوں کی قبر سے فیض حاصل کرنے کی کوئی اصل مستند کتابوں میں تلاش بسیار کے باوجود ہمیں نہ مل سکی۔ البتہ فی نفسہٖ اولیاء اللہ کی قبور سے فیوضات کا حاصل ہونا ممکن ہے جیسا کہ بعض بزرگوں سے منقول بھی ہے چنانچہ اگر صاحب قبر کے بارے میں شرکیہ عقائد نہ ہوں (مثلاً تمام چیزوں کا جاننے والا اور مختارکل ہونا وغیرہ) اور کسی کے تجربہ سے ایسی ہیئت اختیار کرنے سے فیض حاصل بھی ہوتا ہو تو ان حضرات کیلئے یہ صورت اختیار کرنا جائز ہے، لیکن عام آدمیوں کیلئے اس سے اجتناب کرنا بہتر ہے تاکہ عقائد خراب نہ ہوں۔ لیکن اگر صاحبِ قبر کے بارے میں عالم الغیب اور مختارِکل ہونے یا مستقل بالذات ہونے کا عقیدہ یا اسی طرح دیگر شرکیہ عقائد ہوں تو اس طرح فیض حاصل کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔

لمافی روح المعانی (۱۰/ ۲۱۲): "بسم اللہ الرحمن الرحیم ○الم نشرح لک صدرک" الشرح فی الاصل الفسح والتوسعة وشاع استعمالہ فی الایضاح ومنہ شرح الکتاب اذا أوضحہ لما ان فسح الشیٔ وبسطہ مستلزم لاظھار باطنہ وما خفی منہ وکذا شاع فی سرور النفس حتی لو قیل انہ حقیقة عرفیة فیہ لم یبعد...... وکذا اذا تعلق بالصدر الذی ھو محل القلب وربما یؤذن ذلک بسعة القلب.

وفیہ ایضاً (۲/ ۱۲۴): یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وابتغوا الیہ الوسیلة الایة واستدل بعض الناس بھذہ الایة علی مشروعیة الاستغاثة بالصالحین وجعلھم وسیلة بین اللہ تعالیٰ وبین العباد والقسم علی اللہ

بهم بان يقال: اللهم انا نقسم عليك بفلان ان تعطينا كذا، ومنهم من يقول للغائب او الميت من عباد الله تعالىٰ الصالحين: يا فلان ادع الله تعالىٰ ليرزقنى كذا وكذا، ويزعمون ان ذلك من باب ابتغاء الوسيلة ويروون عن النبى ﷺ انه قال اذا اعيتكم الامور فعليكم باهل القبور أو فاستغيثوا باهل القبور وكل ذلك بعيد عن الحق بمراحل.

وفى الشامية(۱/۵۵): وفقد نقل العلماء ثناء الائمة الثلاثة على ابو حنيفة وتأدبهم معه ولا سيما الامام الشافعى رضى الله تعالىٰ عنه .... ومما روى من تأدبه معه انه قال: انى لاتبرك بابى حنيفة وأجى الى قبره، فاذا عرضت لى حاجة صليت ركعتين وسألت الله تعالىٰ عند قبره فتقضى سريعاً.

وفى امداد الفتاوىٰ(۵/۳۶۹): طریق اربعین یعنی چلہ میں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضیاء القلوب صفحہ ۵۵، میں تحریر فرماتے ہیں، استعانت استمداد از ارواح مشائخ طریقت بواسطہ مرشد کردہ الخ استعانت واستمداد کے الفاظ ذرا کھٹکتے ہیں، غیر اللہ سے استعانت واستمداد بطریق جائز کس طرح کرتے ہیں خالی الذہن ہونے کی تاویل وتوجیہ بالکل جی کو نہیں لگتی، ایسی بات ارشاد ہو جس سے قلب کو تشویش نہ رہے۔

الجواب: جو استعانت واستمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے، اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے، خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت اور جو استمداد بلا اعتقاد علم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل، پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ، ورنہ لغو ہے۔

یہ کل پانچ قسمیں ہیں، پس استمداد از ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کیلئے قسم ثالث ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے محض ان حضرات کے تصور اور تذکر سے قسم رابع ہے کیونکہ اچھے لوگوں کے خیال کرنے سے ان کو اتباع کی ہمت ہوتی ہے اور طریق مفید بھی ہے اور غیر صاحب کشف کیلئے قسم خامس ہے۔

(۳۶۹) سلاسل اربعہ کی حقیقت وشرعی حیثیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تصوف کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا تصوف میں قادری، سہروردی، نقشبندی، چشتی اور ابوالعالیہ وغیرہ سلسلے ثابت ہیں۔ اگر ثابت ہیں تو ان سب کی حقیقت کیا ہے اور شرعی حیثیت کیا ہے؟

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قوالی جو آج کل مروج ہے اسی طرح عرس اور میلے وغیرہ یہ سب سلسلہ چشتیہ میں داخل ہیں۔ آیا ان کا یہ کہنا درست ہے؟ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... تصوف کہا جاتا ہے تزکیہ نفس کو جو متعدد نصوص سے ثابت ہے اور تصوف کے سارے سلسلے ثابت ہیں البتہ مشہور

صرف چار ہیں ان کی حقیقت یہ ہے کہ مختلف طبائع کے لحاظ سے رذائل کو دور کرنے کے مختلف طریقے اور شرعی لحاظ سے روحانی علاج کے مختلف طریقے ہیں جو مختلف مشائخ کی طرف منسوب ہیں۔ ان سب طرق وسلاسل کا مقصود ایک ہے۔

نیز آج کل مروجہ قوالی اور عرس وغیرہ کسی بھی سلسلے میں داخل نہیں بلکہ یہ ناجائز امور ہیں جن کی نسبت ان سلاسل میں سے کسی کی طرف کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالی(آل عمران: ۱۶۴): لقد من الله علی المومنین اذ بعث فیهم رسولا من انفسهم یتلوا علیهم آیاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة ج الآیة

(الممتحنة : ۱۲) :یآیها النبی اذا جاءک المومنٰت یبایعنک علی ان لایشرکن بالله شیئا ولایسرقن ولایزنین ولایقتلن اولادهن الایة.

(التوبة : ۱۱۹): یآیها الذین آمنوا اتقوالله وکونوامع الصادقین o

وفی احکام القرآن للتهانوی (۵/۵۵): اعلم ان الله تعالی اجری سنة ان یضبط الامورالخفیة المضمرة فی النفوس بافعال واقوال ظاهرة ینصبها مقامه کماان التصدیق بالله ورسوله والیوم الآخر خفی فاقیم الاقرار مقامه .... فکذلک التوبة والعزیمة علی ترک المعاصی والتمسک بحبل التقوی خفی فاقیمت البیعة مقامه.

وفیها ایضاً (۵/۵۸): ولابأس ان یلقنه فیقول : اخترت الطریقة النقشبندیة اوالقادریة اوالجشتیة ....اوالشیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی اوالشیخ محی الدین السنجری.

(۳۷۰) تصوف میں مختلف مدارج کی تقسیم

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ صوفیاء کرام جو مختلف مدارج بیان کرتے ہیں کہ یہ پاس انفاس ہے، نظر برقدم، ہوش دردم، وقوف زمانی، وقوف عددی، وقوف قلبی، مراقبات کے مختلف مدارج ان سب کی حقیقت کیا ہے؟ قرآن وحدیث یا خیرالقرون سے اس کی کوئی دلیل یا نظیر پیش کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں مراقبات ومدارج کے مطلق وجود پر بے شمار نصوص دلالت کرتے ہیں البتہ اس اطلاق سے ہٹ کر مختلف اعتبار سے تقسیم اوران کے نام صوفیاء کرام اپنے مزاج کے مطابق تجویز کرتے ہیں۔

لمافی فیض الباری (۱/۱۵۰): واعلم ان لفظ احسان شامل لجمیع انواع البر من الاذکار والاشتغال وغیرها والاذکار یقال لاوراد مسنونة وماذکره المشائخ من الضربات والکیفیات یقال لها الاشتغال.

وفی فتاوی الحدیثیة (ص۲۴۰): وورد فی احادیث مایبین فی فضل التفکر والمراد به فمن ذلک حدیث ابی الشیخ فی العظمة ففکر ساعة خیر منعبادة ستین سنة وحدیثه ایضا ففکروا فی کل شئ ولاتفکروا فی ذات الله الخ.........تفکروا فی الخلق الخ تفکروا فی آلاء الله الخ.....وقد بین الله تعالی انه لایصلح للتفکر فی خلق السموات والارض الااولوالالباب والعقول.

(۳۷۱) بیعت پرایک شبہ کا جواب

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر علماء ومشائخ بیعت کی اہمیت پر زور دیتے ہیں اسی طرح ہمارے اسلاف کی کتابیں بیعت کی اہمیت اور متعلقہ امور سے بھری ہوئی ہیں جن میں اس بات کو اہمیت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے کہ تزکیہ نفس کے لئے کسی کو شیخ بنایا جائے۔حالانکہ صاحب خلاصۃ نے ج۴/ص۳۷۸ پر لکھا ہے کہ "ومن اتخذ شیخا للهدایة فهو ضال لان الهادی هو الله تعالی "(اور جو شخص ہدایت حاصل کرنے کے لئے کسی شیخ کا دامن تھامے وہ گمراہ ہے کیونکہ ہدایت دینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے)۔اب دونوں اقوال میں تطبیق کس طرح ہوگی؟ کافی وشافی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......علماء ومشائخ میں مروجہ بیعت خود نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ جس طرح آپ نے صحابہ سے جہاد وغیرہ پر بیعت لی اسی طرح گناہوں کے ترک کرنے اور تزکیہ کے دوسرے امور پر بھی صحابہ کی بیعت ثابت ہے۔

صاحب خلاصۃ کے مندرجہ بالاقول کا مطلب یہ ہے کہ "جو شخص ہدایت کو بالذات شیخ کی طرف منسوب کرے وہ گمراہ ہے"۔ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ صاحب خلاصۃ نے اس جملے کے بعد بطور استشہاد یہ آیت مبارکہ بھی پیش کی ہے کہ انک لاتهدی من احببت الایة ۔جس میں نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ کا کام صرف اللہ تعالیٰ کے احکامات کو پہنچانا ہے ہدایت دینا نہیں ہے بلکہ ہدایت دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔اسی طرح شیخ تزکیہ اور باطنی علوم کے لئے واسطہ ہے۔ ہدایت وہ نہیں دے سکتا۔یہی وجہ ہے کہ کچھ آگے صاحب خلاصۃ نے خود مجاہدے کو ہدایت کا مقدمہ قرار دیا ہے گویا ظاہری سبب اور واسطہ یہ ہے۔

حاصل یہ کہ صاحب خلاصۃ کی عبارت سے علماء ومشائخ کی مروجہ بیعت پر اعتراض وارد نہیں ہوتا بلکہ صاحب خلاصہ نے صرف ایک غلطی پر تنبیہ کی ہے۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۷۸/۴): قال ﷺ ومن اتخذ شیخا للهدایة فهو ضال لان الهادی هو الله تعالی لقوله تعالی انک لا تهدی من احببت ولکن الله یهدی من یشاء الایة والاتخاذ للارشاد ممنوع لعدم ورود الشرع واماعلم المکاشفة فلایحصل بالتعلیم والتعلم وانما یحصل بالمجاهدة التی جعلهاالله مقدمة للهدایة.

(۳۷۲) قطب اورغوث کا وجود

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جومشہور ہے کہ دنیا میں قطب ہوتا ہے یا غوث ہوتا ہے، کیا شریعت مطہرہ میں اس کا ثبوت موجود ہے یا نہیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں قطب اورغوث کے وجود پر کئی احادیث دال ہیں اگر چہ ان پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے لیکن کثرت طرق کی وجہ سے یہ قابل اعتبار ہیں اوراس کے ساتھ ساتھ امت نے ان روایات کو قبول کیا ہے جوان کے ثبوت کی مستقل اورقوی دلیل ہے۔

لمافی مسند احمد بن حنبل (۱/۱۸۰): حدثنا عبدالله ......حدثنی شریح یعنی ابن عبید قال : ذکر اهل الشام عند علی بن ابی طالب ﷺ وهو بالعراق فقالوا :العنهم یاامیرالمؤمنین قال لانی سمعت رسول اللهﷺ یقول الابدال یکونون بالشام،وهم اربعون رجلا کلمامات رجلا ابدل الله مکانه رجلا،لیسقی بهم الغیث،وینتصر بهم علی الاعداء،ویصرف عن اهل الشام بهم العذاب.

وفیها ایضا (۶/۴۴۰): حدثنا عبدالله ...... عن عبادة بن صامت عن النبیﷺ انه قال الابدال فی هذه الامة ثلاثون مثل ابراهیم خلیل الرحمن عزوجل کلما مات رجل ابدل الله تبارک وتعالی مکانه رجلا.

وفی فتاوی الحدیثیة (ص۳۲۲): وسئل مانفع الله به :ماعدة رجال الغیب ومالدلیل علی وجودهم فاجاب بقوله :رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفتهم اکثرالناس لهم،رأسهم قطب الغوث الفرد الجامع جعله الله دائرا فی الآفاق الاربعة ارکان الدنیا کدوران الفلک فی افق السماء ....والابدال وهم سبعة علی الاصح وقیل ثلاثون ....وسیأتی حدیث انهم اربعون وحدیث انهم ثلاثون وکل منهم یعکر علی قوله الاصح انهم سبعة.

(۳۷۳) ابدال کا وجوداوران کا تصرف

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ابدال کا اس کائنات میں کہیں وجود ہے اوروہ اللہ تعالی کی عطاء سے اس کائنات میں تصرف کرتے ہیں؟ نیز کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ کسی وقت سارے ابدال اس دنیا سے ختم ہوجائیں؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......کائنات میں ابدال کا وجود پایا جاتا ہے اورکوئی وقت ایسا نہیں گزرتا جب کائنات ان کے وجود سے خالی ہو یہ

حضرات کائنات میں تصرف نہیں کرتے بلکہ ان کا وجود کائنات کے لئے رحمت ہے۔

لمافي مسنداحمد بن حنبل (۱/۱۸۰): حدثنا عبدالله..........قال ذكر اهل الشام عند علي بن ابي طالب رضي الله عنه وهو بالعراق فقالوا: العنهم ياامير المؤمنين،قال لا اني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الابدال يكونون بالشام،وهم اربعون رجلا كلمامات رجل ابدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب.

(۳۷۴) بیت اللہ میں نماز پڑھنے کا دعوی کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ مسجد کے نمازی کہتے ہیں کہ عمرو مسجد میں نماز پڑھنے نہیں آتا تو عمرو نے جواب دیا کہ ان کو پتہ نہیں کہ عمرو بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے۔ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ شخص اس جملے کی وجہ سے فاسق یا کافر ہو گیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس شخص کے کہنے سے مراد یہ ہے کہ بطور کرامت وہ بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے تو اس کا کہنا صحیح ہے،اس جملے سے وہ شخص فاسق یا کافر نہیں ہوا۔

لمافي النبراس (ص۲۷۴): فيظهر الكرامة على طريق نقض العادة للولي من قطع المسافة البعيدة في المدة القليلة كاتيان صاحب سليمان بعرش بلقيس قبل ارتداد الطرف مع بعد المسافة ....

...... وقال الشيخ ابوعبدالله اليافعي امام مكة ان الشيخ ركن الدين اباالفتح القرشي الملتاني والشيخ نصيرالدين سراج الدهلوي يصليان في المسجد الحرام وامثاله في تواريخ المشائخ اكثر من ان يحصى.

وفي ردالمحتار (۴/۲۶۰): والانصاف ماذكره الامام النسفي حين سئل عمايحكى ان الكعبة تزور واحد من الاولياء هل يجوز القول به فقال :نقض العادة على سبيل الكرامة لاهل الولاية جائز عند اهل السنة.قلت :النسفي هذا هو الامام نجم الدين عمر مفتي الانس والجن رأس الاولياء في عصره.

(۳۷۵) ذکر قلبی کا ثبوت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ذکر قلبی جو صوفیاء کے ہاں رائج ہے شرعاً ثابت ہے؟ بایں طور کہ ایک شخص زبان کو حرکت دیئے بغیر صرف دل ہی دل میں اللہ اللہ کرتا ہے۔مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......ذکرقلبی شرعاً ثابت ہے۔

لمافی احکام القرآن للتھانوی (۱/۱۹): ذکر القلب الذی ھو الفکر فی دلائل اللہ تعالی وحججہ،وآیاتہ،وبیناتہ وکلما ازددت فیھافکر ازددت طمانیۃ وسکونا.وھذا ھوافضل الذکر لان سائر الاذکار انمایصح ویثبت حکمھا بثبوتہ.

وفی المرقات (۵/۶۴): عن انس قال قال رسول اللہ ﷺ اذا مررتم بریاض الجنۃ فارتعوا قالوا وماریاض الجنۃ قال حلق الذکر.

قال العلامۃ الملاعلی القاری تحت ھذہ الروایۃ: قال النووی رحمہ اللہ واعلم انہ کمایستحب الذکر یستحب الجلوس فی حلق اھلہ وقد یکون بالقلب وقد یکون باللسان وافضل منھما ماکان بالقلب واللسان جمیعا فان اقتصر علی احدھما فالقلب افضل.

(۳۷۶) رجال الغیب کی حقیقت اوران کی تعداد

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے بڑے بھائی اکثر رجال الغیب کا تذکرہ کرتے ہیں آپ ان کی حقیقت اورتعداد کے بارے میں بتلادیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......رجال الغیب سے ایسے حضرات مراد ہیں جواللہ تعالی کے خاص مقربین میں شامل ہیں اوران کے حالات پراللہ تعالی عام لوگوں کومطلع نہیں فرماتے لہٰذاان کی تعدادمعلوم نہیں ہوسکتی۔

لما فی الفتاوی الحدیثیۃ (صـ۳۲۲): وسئل نفع اللہ بہ :ماعدۃ رجال الغیب ومالدلیل علی وجودھم؟ فاجاب بقولہ :رجال الغیب سموا بذلک لعدم معرفۃ اکثر الناس لھم ، رأسھم قطب الغوث الفرد الجامع جعلہ اللہ دائرا فی الآفاق الاربعۃ ارکان الدنیا کدوران الفلک فی افق السماء،وقد ستر اللہ احوالہ عن الخاصۃ والعامۃ.

﴿کتاب التوسل و التبرک﴾

(وسیلہ اور تبرکات سے متعلق سوالات)

(۳۷۷) وسیلہ کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ وسیلہ کا شرعا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......شرعاً وسیلہ جائز ہے۔ (تفصیل صفحہ نمبر ۲۷۹ پر ملاحظہ ہو)

لقوله تعالى (المائدة : ۳۵): يآايها الذين آمنوا اتقوالله وابتغوا اليه الوسيلة وجاهدوا فى سبيله لعلكم تفلحون ○

وفى احكام القرآن للقرطبى (۱۵۹/۲): الوسيلة هى القربة ....فالاصل الطلب والوسيلة القربة التى ينبغى ان يطلب بها.

وفى روح المعانى (۱۲۸/۶): قال العلامة الآلوسى بعد بحث طويل ....وبعد هذا كله لانرى بأسا فى التوسل الى الله تعالى بجاه النبى ﷺ عندالله تعالى حياوميتا ....ان التوسل بجاه غير النبى ﷺ لابأس به ايضا.

وفى الصحيح للبخارى (۱۳۷/۱): حدثنا الحسن بن محمد ....عن انس بن مالک ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ كان اذا قحطوا استقىٰ بالعباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فقال اللهم اناكنا نتوسل اليک بنبيناﷺ فتسقينا وانا نتوسل اليک بعم نبينا فاسقنا قال فيسقون.

(۳۷۸) توسل بالانبیاء والاولیاء

سوال......کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ توسل بالانبیاء والاولیاء جائز ہے یا نہیں؟ نیز توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......توسل بالاحیاء ہو یا بالاموات، ذوات سے ہو یا اعمال سے، اپنے اعمال سے ہو یا غیر کے اعمال سے اسکی حقیقت اوران سب صورتوں کا مرجع توسل برحمۃ اللہ ہے بایں طور کہ ''فلاں مقبول بندہ پر جو رحمت ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں'' یا ''فلاں

نیک عمل اپنا یا غیر کا جو محض آپ کی رحمت اور توفیق سے ہے اس کے توسل سے دعا کرتا ہوں"۔ اور چونکہ توسل برحمۃ اللہ کے جواز بلکہ ارجیٰ للقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے لہٰذا یہ سب صورتیں جائز ہیں۔ نیز اسی اعتبار سے توسل بالاحیاء والاموات اور توسل بالذوات والاعمال میں کوئی فرق نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۱/۳۲۰): "وكانوا امن قبل يستفتحون على الذين كفروا" نزلت في بني قريظة والنضير كانوا يستفتحون على الاوس والخزرج برسول الله ﷺ قبل مبعثه. قاله ابن عباس رضي الله عنهما و قتادة والمعنى يطلبون من الله تعالى أن ينصرهم به على المشركين، كما روى السدى انهم كانوا اذا اشتد الحرب بينهم وبين المشركين اخرجوا التوراة ووضعوا بين ايديهم على موضع ذكر النبي ﷺ وقالوا اللهم انا نسألك بحق نبيك الذى وعدتنا ان تبعثه في آخر الزمان ان تنصرنا اليوم على عدونا فينصرون.

وفي الصحيح لمسلم (۲/۳۵۳): عن عبدالله بن عمر عن رسول الله ﷺ انه قال بينما ثلثة نفر يتمشون اخذهم المطر فاوؤا الى غار في جبل فانحطت على فم غارهم صخرة من الجبل فانطبقت عليهم فقال بعضهم لبعض انظروا اعمالا عملتموها صالحة لله فادعوا الله تعالى بها لعله يفرجها عنكم فقال احدهم اللهم انه كان لى والدان شيخان كبيران وامرأتي ولى صبية صغار ارعى عليهم فاذا ارحت عليهم حلبت فبدأت بوالدى فسقيتهما قبل بني واني نابي ذات يوم الشجر فلم آت حتى امسيت فوجدتهما قد ناما فحلبت كما كنت احلب فجئت بالحلاب فقمت عند رؤسهما اكره ان اوقظهما من نومهما واكره ان اسقى الصبية قبلهما والصبية يتضاغون عند قدمي فلم يزل ذلك دابى ودأبهم حتى طلع الفجر فان كنت تعلم انى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة ففرج لهم. وقال الآخر اللهم انه كانت لى ابنة عم احببتها كاشد مايحب الرجال النساء وطلبت اليها نفسها فأبت حتى آتيها بمائة دينار فبغيت حتى جمعت مائة دينار فجئتها بها فلما وقعت بين رجليها قالت يا عبدالله اتق الله ولاتفتح الخاتم الابحقها فقمت عنها فان كنت تعلم انى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا منها فرجة ففرج لهم. وقال الأخر اللهم انى كنت استاجرت اجيرا بفرق ارز فلما قضى عمله قال اعطني حقى فعرضت عليه فرقه فرغب عنه فلم ازل ازرعه حتى جمعت منه بقرا ورعائها فجاءني فقال اتق الله ولا تظلمنى حقى قلت اذهب الى تلك البقر ورعائها فخذها فقال اتق الله ولاتستهزئ بي فقلت انى لا استهزء بك خذذلك البقر ورعائها فاخذه فذهب به فان كنت تعلم انى فعلت ذلك ابتغاء وجهك فافرج لنا مابقى ففرج الله مابقى.

(۳۷۹) آپ علیہ السلام یا دوسرے بزرگوں کے وسیلے سے دعا مانگنا

سوال......کیا فرماتے ہیں مفتیان دین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ آپ علیہ السلام کو اپنی دعا میں وسیلہ بنانا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مردوں کو وسیلہ بنانا صحیح ہے یا نہیں۔ ہمارے ہاں کچھ لوگ مطلقا وسیلے کا انکار کرتے ہیں۔ آپ جلد از جلد تسلی بخش جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......انبیاء وصلحاء کے وسیلہ سے دعا کرنا جائز ہے، چاہے وہ زندہ ہوں یا اس جہاں سے انتقال کر جائیں بشرطیکہ براہ راست ان سے دعا نہ مانگی جائے بلکہ ان کے وسیلے سے اللہ تعالی سے دعا مانگی جائے اور یہ عقیدہ بھی نہ ہو کہ وسیلہ کے علاوہ اللہ تعالی دعا قبول نہیں فرماتے یا وسیلہ کی صورت میں اللہ تعالی پر قبولیت لازمی ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ وسیلہ کی صورت میں قبولیت کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے۔

قال الله تعالی (المائدة : ۳۵): یآایها الذین آمنوا اتقوالله وابتغوا الیه الوسیلة الآیة

قال العلامة الآلوسی بعدبحث نفیس وتحقیق انیق:......وبعد هذا کله انا لا اری بأسا فی التوسل الی الله تعالی بجاه النبی ﷺ عند الله حیا ومیتا..........ان التوسل بجاه غیر النبی ﷺ لا بأس به ایضا ان کان المتوسل بجاهه مما علم ان له جاها عندالله تعالی کالمقطوع بصلاحه وولایته ....ان الناس قد اکثروا من دعاء غیر الله تعالی من الاولیاء والاحیاء منهم والاموات وغیرهم مثل یا سیدی فلان اغثنی ولیس ذلک من التوسل المباح فی شئی.

وفی احکام القرآن للقرطبی (۲/ ۱۵۹): یآ ایها الذین آمنوا اتقوالله وابتغوا الیه الوسیلة الآیة ......فالاصل الطلب والوسیلة القربة التی ینبغی ان یطلب بها.

وفی سنن ابن ماجه (صـ۹۹): عن عثمان بن حنیف ان رجلا ضریر البصر اتی النبی ﷺ فقال ادع الله ان یعافینی فقال ان شئت اخرت لک و هو خیر ....ویدعوا بهذا الدعاء اللهم اسألک واتوجه الیک بمحمد نبی الرحمة یا محمد انی قد توجهت بک الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی اللهم فشفعه فی قال ابو اسحق هذا حدیث صحیح.

(۳۸۰) خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا

......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ خانہ کعبہ کے غلاف یا دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعا جائز ہے

الجواب حامداً ومصلیاً..... کعبہ یا خانہ کعبہ کے غلاف اور دیگر تبرکات کا بوسہ لینا شرعاً جائز ہے۔

لمافی الدرالمختار مع ردالمحتار (۵۲۴/۲): وقبل العتبة تعظيما للكعبة ووضع صدره ووجهه على الملتزم وتثبت بالاستار ساعة كالمستشفع بها.

وفي الشامية: (وقبل العتبة) اى ثم قبل العتبة المرتفعة عن الارض (وتثبت)اى تعلق كمايتعلق عبد ذليل بطرف ثوب لمولى جليل.

(۳۸۱) کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درخت کاٹنے سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے؟

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر جس درخت کے نیچے بیٹھ کر بیعت لی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس درخت کو کٹوا دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی ہوتی ہے۔ کیا تبرک بآثار الصالحین ناجائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں ہوتی اس لئے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیعت رضوان والا درخت نہیں بلکہ دوسرا درخت کٹوایا تھا۔ کیونکہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ جب صحابہ کرام دوسرے سال حج کے لئے جا رہے تھے تو وہ اس درخت کو متعین نہ کر سکے کہ کون سا ہے۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بھول گئے تھے کہ وہ درخت کون سا ہے کیونکہ تفسیر طبری کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مکہ جا رہے تھے تو انہوں نے اس درخت کے متعلق سوال کیا۔ بعض نے کہا کہ "یہاں ہے"، اور بعض نے کہا کہ "یہاں ہے"۔ اگر متعین ہوتا تو سوال کی ضرورت نہ تھی لہٰذا بیعت رضوان والا نہیں بلکہ کوئی اور درخت کٹوایا تھا۔

اور اگر مان لیا جائے کہ وہی درخت کٹوایا تھا تو اس کی وجہ تبرک بآثار الصالحین کی نفی نہیں تھی بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں نے وہاں نماز پڑھنی شروع کر دی تھی، اب اس بات کا اندیشہ تھا کہ لوگ اس کو سجدہ گاہ نہ بنالیں اور اسے مؤثر حقیقی سمجھنے لگیں، اس فتنے سے بچانے کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کٹوا دیا۔

لمافی تفسير الطبری (۱۱۲/۲۶): ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ مر بذلک المكان بعد ان ذهبت الشجرة فقال اين كانت فجعل بعضهم يقول هنا وبعضهم يقول هنا.

وفي تفسير روح البيان (جزء ۲۶، المجلد ۹/صـ ۳۴): يقول الفقير يمكن التوفيق بين الروايتين بانهم لماعميت عليهم ذهبوا يصلون تحت شجرة على ظن انها هي شجرة البيعة فامر عمر رضی اللہ عنہ بقطعها.

وفي الصحيح للبخاری (۵۹۹/۲): فقال سعيد حدثني ابى انه كان فيمن بايع رسول الله ﷺ تحت الشجرة قال فلما خرجنا من العام المقبل نسيناها فلم نقدر عليها فقال سعيد ان اصحاب محمد ﷺ لم يعلموها وعلمتموها فانتم اعلم.

وفی عمدة القاری (۱۴/۲۲۳): قال النووی سبب خفائها ان لایفتتن الناس بها لماجری تحتها من الخیر ونزول الرضوان والسکینة وغیر ذلک فلو بقیت ظاهرة معلومة لخیف تعظیم الاعراب والجهال ایاها وعبادتهم ایاها وکان خفاء ها رحمة من الله تعالی.

(۳۸۲) بحق فلاں وغیرہ کے الفاظ کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ دعا کرتے وقت ''بحق جبرائیل یا بحق فلاں (مقصد نیک و صالح)'' کہنا کیسا ہے؟ جبکہ میں نے سنا ہے کہ فقہاء احناف کی کتابوں میں اس طرح کے الفاظ پر کراہت ذکر کی گئی ہے اور بعض اسلاف مثلاً مجدد الف ثانیؒ وغیرہ سے بحق بنی فاطمة کے الفاظ منقول ہیں۔ آپ حضرات دونوں باتوں میں تطبیق بیان فرمائیں نیز بعض حضرات کہتے ہیں اگر عوام کرے گی تو فساد عقیدے کا خطرہ ہے آپ یہ بھی بتائیں اس میں فساد عقیدے کا خطرہ کس طرح ہے؟ براہ مہربانی مدلل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور دیگر اللہ کے نیک بندوں کے طفیل اور وسیلے سے دعا مانگنا جائز ہے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اے اللہ! اپنے ان نیک اور مقبول بندوں کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما، یا میری فلاں مراد پوری فرمادے، مگر یہ عقیدہ نہ رکھا جائے کہ توسل کے بغیر دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو سنتے ہی نہیں اور نہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ انبیاء واولیاء کے وسیلے سے دعا کی جائے تو اس کا ماننا اللہ تعالیٰ کے ذمہ لازم ہوجاتا ہے۔ نہیں! بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان اللہ کے نیک بندوں کے طفیل سے جو دعا کی جائے گی اس کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے۔

رہی یہ بات کہ ہماری فقہ حنفی کی کتابوں میں جو مسئلہ لکھا ہے کہ: ویکره أن یقول فی دعائه بحق فلان، أو بحق انبیائک ورسلک لأنه لاحق للمخلوق علی الخالق. (ترجمہ: اور مکروہ ہے کہ اپنی دعا میں یوں کہے کہ یا اللہ! بحق فلاں یا بحق اپنے نبیوں اور رسولوں کے مجھے فلاں چیز عطا فرما، کیونکہ مخلوق کا کوئی حق خالق کے ذمہ نہیں)۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جو دعا ان حضرات کے وسیلے سے کی جائے گی اس کا پورا کرنا اللہ تعالیٰ پر لازم اور واجب ہوجائے گا تو یہ توسل جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کسی مخلوق کا کوئی حق واجب نہیں، البتہ بحق فلاں سے مراد اس کریم ذات کی طرف سے جس کو جو کچھ عطا کیا جاتا ہے وہ محض فضل واحسان ہے تو یہ بات جائز ہے یا بحق فلاں سے مراد حقیت انبیاء کے طفیل دعا قبول فرما تو یہ بھی جائز ہے، البتہ چونکہ عوام ان دونوں باتوں کے درمیان فرق نہیں سمجھتے اس لئے ان جیسے الفاظ سے وسیلے کرنے کو مکروہ کہا ہے اور چونکہ عوام ''بحق فلاں'' سے عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ ''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر واجب ہے'' اور یہ ہی فساد عقیدہ ہے جبکہ اکابرین ان باتوں میں صحیح اور غلط کا فرق سمجھتے ہیں اس لئے ان سے اس طرح کا توسل کرنا منقول ہے۔

لمافی القرآن الکریم (سورة المائدة: ۳۵): یایها الذین اٰمنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا

فی سبیله لعلکم تفلحون.

وفی صحیح البخاری(۱/۱۳۷):عن أنس بن مالک، أن عمر بن الخطابؓ کان إذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبدالمطلبؓ فقال اللهم إنا کنا نتوسل إلیک بنبینا ﷺ فتسقینا وإنا نتوسل إلیک بعم نبینا فأسقنا قال فیسقون.

وفی کنز العمال (۱۷۹/۳): ابغونی فی ضعفائکم فإنما ترزقون و تنصرون بضعفائکم.

وفی المهند علی المفند(ص۲۹-۳۰): عندنا وعند مشایخنا یجوز التوسل فی الدعوات بالأنبیاء والصالحین من الأولیاء والشهداء والصدیقین فی حیوتهم وبعد وفاتهم بأن یقول فی دعائه اللهم إنی اتوسل إلیک بفلان أن تجیب دعوتی وتقضی حاجتی إلی غیر ذلک کما صرح به شیخنا ومولانا الشاه محمد اسحاق الدهلوی ثم المهاجر المکی ثم بینه فی فتاواه شیخنا ومولانا رشید احمد الجنجوهی رحمة الله علیهما وفی هذا الزمان شائعة مستفیضة بأیدی الناس.

وفی الدرالمختارمع حاشیته(۳۹۷/۶): وکره قوله (بحق رسلک وأنبیائک وأولیائک) أوبحق البیت لأنه لاحق للخلق علی الخالق تعالیٰ ولو قال لآخر بحق الله أو بالله أن تفعل کذا لا یلزمه ذلک وإن کان الأولی فعله درر.

(قوله: لأنه لاحق للخلق علی الخالق) قد یقال إنه لاحق لهم وجوباً علی الله تعالیٰ، لکن الله سبحانه وتعالیٰ جعل لهم حقا من فضله أو یراد بالحق الحرمة والعظمة، فیکون من باب الوسیلة...... وفی الیعقوبیة: یحتمل أن یکون الحق مصدر الاصفة مشبهة فالمعنی بحقیة رسلک فلا منع فلیتأمّل اهـ أی المعنی بکونهم حقا لا بکونهم مستحقین.

أقول: لکن هذه کلها احتمالات مخالفة لظاهر المتبادر من هذا اللفظ.

(۳۸۳) موئے مبارک سے برکت کا حصول

سوال......کیا فرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل ہمارے بعض مکاتب فکر والے کسی خاص موقع پر یہ کرتے ہیں کہ کسی برتن میں بال رکھ کر اس میں پانی ملاتے رہتے ہیں اور لوگ اس تاثر سے پیتے رہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کا بال مبارک ہے اور اس سے شفاء ہوگی۔ کیا لوگوں کا اس طرح اسے موئے مبارک سمجھ کر پانی پینا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر اس موئے مبارک کی ایسی سند موجود ہے جس کی بنا پر یہ یقین یاظن غالب ہوجائے کہ واقعی یہ آپ کا موئے مبارک ہے تو پھر اس طرح پینا باعث خیر وبرکت اور ظاہر وباطنی امراض سے شفا کا سبب ہے لیکن اگر اس کی کوئی سند

نہیں ہے یا ہے لیکن قابل اعتماد نہیں ہے جیسا کہ آج کل یہی حال ہے تو پھر یہ تمام امور لاحاصل ہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲/۸۷۵): عن عثمان بن عبدالله بن موهب قال ارسلنی اهلی الی ام سلمة بقدح من ماء وقبض اسرائیل .... فیه شعر من شعر النبی ﷺ وکان اذا اصاب الانسان عین اوشئ بعث الیها مخضبة فاطلعت فی الجلجل فرأیت شعرات حمرا.

(۳۸۴) ''بحق فلاں'' یا ''بحرمة فلاں'' کے الفاظ کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ''بحق فلاں'' یا ''بحرمة فلاں'' کے الفاظ کے ساتھ دعا کرنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں اوراگر اس کی دلیل ہو تو وہ بھی بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ''بحق فلاں'' یا ''بحرمة فلاں'' کے الفاظ وسیلہ کی ہی ایک صورت ہیں لہٰذا ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنا جائز ہے بشرطیکہ فساد عقیدہ کا خطرہ نہ ہو لیکن اگر فساد عقیدہ کا خطرہ ہو تو پھر ان الفاظ کے ساتھ دعا نا جائز ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء سے ان الفاظ کے ساتھ دعا کرنے پر کراہت منقول ہے۔

لمافی قوله تعالی (المائدة : ۳۵): یآایها الذین آمنوا اتقوا الله وابتغوا الیه الوسیلة وجاهدوا فی سبیله لعلکم تفلحونo

وفی سنن ابن ماجة (ص۵۶): عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول الله ﷺ من خرج من بیته الی الصلوة فقال اللهم انی اسألک بحق السائلین علیک واسألک بحق ممشای هذا .... الی آخر الحدیث.

وعلی هامشه: بحق السائلین اعلم انه لاحق لاحد فی الحقیقة علی الله تعالی ولایجب علیه شئ عند اهل السنة وانما هو رأی المعتزلة الاان له معنیین احدهما اللزوم والثانی الالتزام فالاول کماقلنا والثانی تفضل منه واحسان حیث التزم لنا باعمالنا مالسنا اهلا لذلک فهوالجواد والمنعم یفضل علی عباده بمایشاء.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶/۳۹۷): وکره قوله بحق رسلک وانبیائک واولیائک او بحق البیت لانه لاحق للخلق علی الخالق تعالی.

وفی الشامیة: وفی التاتارخانیة وجاء فی الآثار مادل علی الجواز.

(۳۸۵) تبرکات سے برکت کا حصول

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے یا نہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بزرگان دین کے تبرکات سے برکت حاصل کرنا شرعاً ثابت ہے۔

لما في الصحيح للبخاري (۱/ ۳۱) : قال ابو موسى دعا النبي ﷺ بقدح فيه ماء فغسل يديه ووجهه فيه ومج فيه ثم قال لهما اشربا منه وافرغا على وجوهكما ونحوركما.

وفيها ايضاً (۱/ ۳۸): قال عروة عن المسور ومروان خرج رسول الله ﷺ زمن الحديبية فذكر الحديث .... وماتنخم النبي ﷺ نخامة الا وقعت في كف رجل منهم فدلك بها وجهه وجلده.

وفي سنن ابي داؤد (۲/ ۸۵): عن اسامة بن زيد قال خرج رسول الله ﷺ يعود عبدالله .... فلما مات اتاه ابنه فقال يانبي الله ان عبدالله ابن ابيّ قدمات فاعطني قميصك اكفنه فيه فنزع رسول الله قميصه فاعطاه اياه.

وفي المشكوة (صـ ۲۳۲): عن انس ان النبي ﷺ اتى منىٰ فاتى الجمرة ....ثم دعا بالحلاق وناول الحالق شقة الايمن فحلقه ثم دعاابا طلحة الانصاري فاعطاه اياه ثم ناول الشق الايسر فقال احلق فحلقه فاعطاه اباطلحة فقال اقسمه بين الناس.

(۳۸۶) نعلین مبارک سے تبرک کا حصول

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے زمانے میں نعلین مبارک کا جو نقش حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اوران نعلین سے تبرک کے حصول کا اعتقاد رکھنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ہمارے زمانے میں مروج نقش تو نعلین مبارک ہی کا ہے اور روایات وغیرہ سے نعلین مبارک کا نقش ایسا ہی معلوم ہوتا ہے البتہ اس نقش سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ آثار صالحین سے جو تبرک ثابت ہے وہ اس طور پر ہے کہ انہوں نے اس شئ کو استعمال کیا ہو یا کم سے کم چھوا ہو چنانچہ صحابہ نے حضور ﷺ کی ایسی اشیاء کو تبرک کے حصول کے لئے باقی رکھا جبکہ ہمارے ہاں رائج نقش صرف ان نعلین کی صورت ہے جس سے تبرک کا حصول صحیح نہیں ہے۔

لمافي الشمائل للترمذي (صـ ۶): عن ابن عباس قال كان لنعل رسول الله ﷺ قبالان مثنى شراكهما. حدثنا احمد بن منيع ....ثنا عيسى بن طهمان قال اخرج الينا انس بن مالك نعلين حرداوين لهماقبالان قال فحدثني ....عن انس انهما كانتا نعلي رسول الله ﷺ.

(۳۸۷) وسیلے کے جواز وعدم جواز کی تفصیل

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لوگوں کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ اپنی قبور میں زندہ ہیں

اوران سے وسیلہ جائز ہے کیا یہ بات صحیح ہے؟ وسیلہ کے جواز وعدم جواز کی مکمل تفصیل تحریر کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اللہ تعالی اولیاء کرام کو اس درجے کی حیات اخروی عطا کرتے ہیں جس سے وہ اللہ تعالی کی نعمتوں کا ادراک کرسکیں۔ اگر کوئی شخص قبر پر جا کر حاضر ہوتا ہے اور سلام کرتا ہے تو اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

اب توسل یا وسیلہ کی چند صورتیں بنتی ہیں جن میں سے کچھ ناجائز اور کچھ جائز ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ جس کے وسیلے سے دعا کی جائے اسے مختار، نافع اور ضار (نقصان پہنچانے والا) سمجھا جائے۔

۲۔ جس کے وسیلے سے دعا کی جائے اس کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ اگر چہ یہ مختار کل نہیں لیکن اللہ تعالی نے اختیارات اسے بھی تفویض کئے ہیں یا اختیارات میں یہ بھی شریک ہے۔ یہ دونوں صورتیں صریح شرک میں داخل اور ناجائز ہیں۔

۳۔ توسل بمعنی دعا۔ اگر اس معنی میں توسل زندوں سے ہو تو جائز ہے بایں طور کہ کسی شخص سے کہا جائے کہ آپ میرے لئے دعا کریں اور اگر اس طرح کا توسل مُردوں سے ہو تو جائز نہیں۔ یہی مطلب ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کا کہ ''اے اللہ ہم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بناتے تھے پس آپ ہمیں سیراب کرتے تھے اب آپ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں''۔

۴۔ توسل بالاعمال۔ اپنے یا کسی دوسرے شخص کے نیک عمل کو واسطہ بنایا جائے کہ اے اللہ اس عمل کے وسیلے سے دعا قبول کریں۔

۵۔ توسل بالذوات۔ اگر توسل کی ذکر کردہ صورتوں میں سے کوئی صورت نہ ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ اے اللہ یہ آپ کا برگزیدہ بندہ ہے اس کے ساتھ جو آپ کو محبت ہے اس محبت کے وسیلے سے میری دعا قبول فرمالیں اور یہ محبت اللہ تعالی کی رحمت ہے اور اسکی رحمت کے واسطے سے ارجی للقبول ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لہٰذا وسیلہ کی یہ صورت نہ صرف جائز بلکہ بہتر ہے۔

دلائل المسئلة مرت سابقا فی رقم السؤال: ۳۷۷، ۳۷۸

کتاب الاسماء و الالقاب

(ناموں اورالقابات کے بارے میں)

(۳۸۸) کسی شخص کی تعظیم کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اپنے استاذ کیلئے یا کسی اور کیلئے لفظ اقدس استعمال کرنا کیسا ہے؟ مثلاً حضرت اقدس وغیرہ حالانکہ اقدس اللہ رب العزت کی صفت اور یہ اسم تفضیل کا صیغہ بھی ہے۔لہٰذا انسانوں کیلئے اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... ایسے اسماء جو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہیں، ان کے ساتھ کسی کا نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز نہیں ہے۔ جیسے رحمٰن، قدّوس وغیرہ۔ البتہ وہ اسماء جو مشترکہ ہوں، یعنی جن کا استعمال اللہ تعالیٰ اور بندوں دونوں کے لئے ہوتا ہو، ان کے ساتھ نام رکھنا اور کسی کو لقب دینا وغیرہ جائز ہے۔ لہٰذا اقدس، اعلیٰ حضرت وغیرہ کا لقب اپنے استاد یا بزرگ کے لئے استعمال کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان سے جو مراد بندوں کے بارے میں لی جاتی ہے وہ مراد اللہ تعالیٰ کے بارے میں نہیں ہوتی۔

لمافی القرآن الکریم(سورة التوبة:۱۲۸): لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمؤمنین رء وف رحیم.

وفی الهندیة(۳۶۲/۵): التسمیة بإسم یوجدفی کتاب الله تعالیٰ کالعلی والکبیر والرشید والبدیع جائزة لأنه من الاسماء المشترکة ویراد فی حق العباد غیر مایراد فی حق الله تعالیٰ، والتسمیة باسم لم یذکره الله تعالیٰ فی عباده ولا ذکره رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا استعمله المسلمون، تکلّموا فیه والأولیٰ أن لا یفعل.

وفی الدرالمختار(۴۱۷/۶): وجاز التسمیة بعلی ورشید من الأسماء المشترکة ویراد فی حقنا غیر ما یراد فی حق الله تعالیٰ لکن التسمیة بغیر ذلک فی زماننا اولیٰ لأن العوام یصغرونها عند النداء.

(۳۸۹) عبدمحمد نام رکھنا/آپ ﷺ کے نام پر کسی سے کوئی چیز لینا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کا نام عبدمحمد ہے۔ کیا اس طرح کا نام رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ نیز محمد ﷺ کے نام پر مانگنا یا مانگنے والے کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً...... کسی کا نام عبدمحمد رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ غیر اللہ کی عبودیت کے اعتقاد کا خدشہ ہے۔ اور محمد ﷺ کے نام پر کسی کا مانگنا اور مانگنے والے کو دینا جائز ہے۔

لما فی الھندیة (۴/۴۰۸): اذا قال السائل بحق الله او بحق محمد ﷺ ان تعطینی کذا لا یجب علیه فی الحکم والاحسن فی المروءة انه یعطیه.

وفی ردالمحتار (۶/۴۱۸): ویؤخذ من قوله ولاعبد فلان منع التسمیة بعبد النبی ونقل المناوی عن الامیری انه قیل بالجواز بقصد التشریف بالنسبة والاکثر علی المنع خشیة اعتقاد حقیقة العبودیة کما لا یجوز عبدالدار.

(۳۹۰) بچوں کے نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم رکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل عام طور پر لوگ اپنے بچوں کے نام عبدالرحمٰن اور عبدالرحیم رکھتے ہیں بعدازاں پکارنے والے صرف ''رحمٰن'' یا ''رحیم'' کہہ کر پکارتے ہیں۔ آیا اس زمانے میں اس طرح کے نام رکھنا جائز ہے جبکہ یہ معلوم ہے کہ بعد میں اس طرح پکارا جائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً...... صورت مسئولہ میں آج کل اپنے بچوں کے نام اس طرح رکھنا مذکورہ خدشے کے پیش نظر خلاف اولیٰ ہے۔

لمافی الھندیة (۵/۳۶۲): احب الاسماء الی الله تعالی عبدالله وعبدالرحمن لکن التسمیة بغیر ھذه الاسماء فی ھذا الزمان اولی لان العوام یصغرون ھذه الاسماء للنداء.

وفی الدرالمختار (۶/۴۱۷): احب الاسماء الی الله تعالی عبدالله وعبدالرحمن .... لکن التسمیة بغیر ذلک فی زماننا اولی لان العوام یصغرونها عندالنداء.

(۳۹۱) اللہ تعالیٰ کیلئے لفظ ''خدا'' استعمال کرنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اکثر لوگ جب گفتگو کررہے ہوتے ہیں تو لفظ اللہ کی جگہ خدا کا استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح استعمال کرنے میں کوئی نقص لازمی نہیں آتا؟

الجواب حامداًومصلیاً...... ہر وہ نام جس کا استعمال قرآن وسنت میں اللہ رب العزت پر کیا گیا ہو اسی طرح وہ نام جو قرآن وسنت میں تو نہیں لیکن وہ اللہ رب العزت کی ذات کیلئے استعمال کیا جاتا ہو تو اس کا اطلاق اللہ رب العزت پر کرنا جائز ہے چاہے اس لفظ کا تعلق عربی زبان سے ہو یا دیگر زبانوں سے ہو جبکہ اس لفظ کے مفہوم میں کسی قسم کا نقص نہ ہو لہٰذا صورت مسئولہ میں اللہ رب العزت کیلئے خدائی کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ لفظ خدا اور خدائی فارسی لفظ ہے جس کا معنی عربی زبان میں ایسی ذات سے کیا جاتا ہے جو کہ موجود ہو اور اپنے

وجود میں کسی کی محتاج نہ ہواور یہ معنی بہت عمدہ ہے اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہیں۔

لمافی روح المعانی (۹/ ۱۲۱ الی ۱۲۳): ومال الیه القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خدا وتکری من غیر نکیر فکان اجماعا ورد بان الاجماع کاف فی الاذن الشرعی اذا ثبت .... والمختار عندی عدم توقف اطلاق الاسماء المشتقة الراجعة الی نوع من الصفات النفية والفعلية وکذا الصفات السلبية علیه تعالی علی التوقیف الخاص بل یصح الاطلاق بدونه لکن بعد التحری التام وبذل الوسع فیماهو نص فی التعظیم والتحفظ الی الغایة عمایوهم ادنی نقص معاذالله تعالی فی حقه سبحانه لانا مأذونون بتعظیم الله تعالی بالاقوال والافعال ولم یحدلنا حد فیه فمتی کان فی الاطلاق تعظیم له عزوجل کان ماذونا به والتکلیف منوط بالوسع.

وفی شرح العقائد (صـ۹): واذا ورد بالشرع باطلاق اسم بلغة فهو اذن باطلاق مایرادفه من تلک اللغة اومن لغة اخری.

وفی النبراس (صـ۱۷۳): قال بعض المحققین لانزاع فی جواز اطلاق اسمائه الاعلام الموضوعة فی اللغات کخدائی بالفارسیة وتنکری بالترکیة.

(۳۹۲) لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے لئے بولنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لفظ خدا اللہ تعالیٰ کے ذاتی وصفاتی نام میں سے نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... لفظ ''خدا'' اگرچہ اللہ تعالیٰ کے ذاتی یا صفاتی ناموں میں شامل نہیں لیکن اس لفظ کے اطلاق کی صحت پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا اس کا اطلاق صحیح ہے۔

لمافی روح المعانی (۹/ ۱۲۱): ان اسماء الله تعالی توقیفیة یراعی فیها الکتاب والسنة والاجماع فکل اسم ورد فی هذه الاصول جاز اطلاقه علیه جل شانه ومالم یرد فیهالایجوز اطلاقه وان صح معناه .... ومال الیه القاضی ابوبکر لشیوع اطلاق نحو خداوتکری من غیر نکیر فکان اجماعا.

وفی النبراس (صـ۱۷۳): واذاورد فی الشرع باطلاق اسم بلغة کلفظ الله فهواذن باطلاق مایرادفه من تلک اللغة اومن لغة اخری کاسم خدابالفارسیة.

وعلی هامشه: کاسم خدا.........ان المسلمین اجمعوا علی جواز اطلاقها.

(۳۹۳) ''حضرت مولانا'' یا ''حضرت اقدس'' کا لفظ استعمال کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی استاد یا بڑے عالم کے لئے نام کے ساتھ حضرت مولانا یا حضرت اقدس کا لفظ استعمال کرنا جائز ہے؟ اسی طرح ان کے نام کے ساتھ یہ القاب لکھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......کسی عالم، بزرگ یا استاد کے لئے حضرت مولانا یا حضرت اقدس کے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے چاہے بولنے کے اعتبار سے ہو یا لکھنے کے اعتبار سے۔

لمافی روح المعانی (۱۵۵/۲۶) : وقد صرحوا ابان التلقیب بالقاب الحسنة مما لاخلاف فی جوازه وقد لقب ابوبکر ص بالعتیق لقوله علیه الصلوة والسلام له :انت عتیق الله من النار .... ومازالت الالقاب الحسنة فی الامم کلها من العرب والعجم تجری فی مخاطباتهم ومکاتباتهم من غیر نکیر، ولافرق بین اللقب والکنیة.

وهکذا بتغییر یسیر فی احکام القرآن للقرطبی (۳۲۹/۱٦)

وفی الهندیة (۳۷۸/۵): ولوقال لاستاذه مولانا لابأس وقد قال علی ص لابنه الحسن ص قم بین یدی مولاک عنی استاذه.

﴿فصل فی الفرق الاسلامیة والباطلة والاشخاص المتعلقین بھا﴾
(صحیح اور گمراہ فرقوں اوران سے متعلق شخصیات کے بارے میں)

(۳۹۴) ذکری فرقہ کے عقائد

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بلوچستان میں کچھ لوگ آباد ہیں جو اپنے آپ کو ذکری کہتے ہیں اور ملا نور محمد انکی کو پیغمبر مانتے ہیں۔ کیا یہ لوگ مسلمان ہیں یا نہیں؟ ان کے عقائد بالتفصیل ذکر فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ذکری فرقہ کے عقائد کے بیان سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس فرقہ پر تاریخی اعتبار سے نظر ڈالی جائے۔

آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ذکری مذہب ایک ایسا مذہب ہے جس کا کوئی ضابطہ حیات نہیں بلکہ وقتی طور پر اس کے پیشوا جن کو ملائی کہا جاتا ہے جو حکم دے دیں وہی دین سمجھا جاتا ہے۔ ان کے مذہب پر کوئی اصولی کتاب منظر عام پر موجود نہیں، جو کسی نے لکھی ہے وہ قلمی نسخوں میں ایک دو نسخے ہیں جو کسی کو دکھانے سے گریز کیا جاتا ہے البتہ جو تفصیل معلوم ہوسکی وہ درج ذیل ہے:

ذکری مذہب حقیقت میں فرقہ مہدویہ کی ایک شاخ ہے، مہدوی فرقہ میراں سید محمد جونپوری کی طرف منسوب ہے۔ مختلف جگہوں میں اس کے مختلف نام ہیں، کہیں مہدوی کہیں دائرے والے، کہیں مصدق، کہیں ذکری، کہیں داعی اور کہیں طائی کے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ (مہدوی تحریک ص:۵)

میراں سید محمد جونپوری جمادی الاولی بروز پیر ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ عیسوی جونپور (دوآبہ) ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ والد کا مشہور نام عبداللہ ہے اور والدہ کا مشہور نام آمنہ خاتون عرف آغا ملک ہے۔

سید محمد جونپوری کے والد کا نام عبداللہ نہ تھا اور نہ ہی والدہ کا نام آمنہ البتہ جب مہدی ہونے کا دعوی کرنے کا ارادہ کیا اپنے والدین کے نام حدیث کی پیشن گوئی کے مطابق کرنے کے لئے ان کے نام تبدیل کردئے اور جب وہی نام مشہور ہوگئے تو پھر مہدی ہونے کا دعوی کردیا۔

(اس بات کی کھلی شہادت کے لئے دیکھئے............دائرہ معارف اسلامیہ اردو ج۷/ص۵۲۱......نزھۃ الخواطر ج۴/ص۳۲۴)

بہرحال جمادی الاولی ۸۸۷ھ میں جونپور کو چھوڑ کر مختلف علاقوں میں گشت کرتے رہے یہاں تک کہ ۹۰۰ھ میں احمد نگر پہنچے اور ۹۰۱ھ میں حج کو چلے گئے نو ماہ مکہ معظمہ میں قیام کیا آخر کار رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان کھڑے ہوکر مہدی ہونے کا دعوی کیا۔ (تحریک مہدویت مختصراص:۴۴)

اس کے بعد واپس ہندوستان آئے سب سے پہلے احمد آباد (گجرات) میں داخل ہوئے۔ ۹۰۵ھ میں موجودہ پاکستان کے علاقہ ٹھٹھہ میں چھ ماہ قیام کیا پھر ٹھٹھہ سے بلوچستان کے غیر آباد اور دشوار راستوں سے ہوتے ہوئے اپنی کثیر جماعت کے ساتھ قندھار پہنچے قندھار سے فراہ آئے اور فراہ ہی میں ۱۹ ذیقعدہ ۹۱۰ھ میں بروز دوشنبہ انتقال کر گئے۔ (مہدوی تحریک مختصراص ۴۶)

یہاں تک کہ یہ بات ثابت ہوگئی کہ سید محمد نے مہدی ہونے کا دعوی کیا ان کے متبعین اس بات کے قائل ہیں کہ سید محمد مہدی آخر الزمان ہیں۔ نیز یہ لوگ ان کو رسول بھی مانتے ہیں چنانچہ ان کا کلمہ ملاحظہ ہو "لاالہ الااللہ نور پاک محمد مهدی مراد اللہ"۔ (ملاحظہ ہو بلوچستان گزیٹر/مکران ص:۱۱۶)

یا اپنا کلمہ یوں بھی پڑھتے ہیں "لااله الاالله نور پاک محمد مهدی رسول الله"۔ (ملت بیضا ص:۱۰)

ان کا کلمہ وہ بھی ہے جسے یہ لوگ پنجگانہ تسبیحات میں پڑھتے ہیں" لاالـه الاالله الملک الحق المبین نور محمد مهدی رسول الله صادق الوعد الامین"۔

۲۔ یہ لوگ نماز کے منکر ہیں اور نماز کے بجائے پانچ وقت ذکر کرتے ہیں دیکھئے۔

(عمدۃ الوسائل مولانا محمد موسیٰ ص:۲۰/مکران تاریخ کے آئینے میں ص:۱۰)

۳۔ رمضان کے منکر ہیں۔ چنانچہ ان کے ایک مصنف لکھتے ہیں: وہ رمضان کے بجائے دوسرے دنوں میں تین ماہ آٹھ دن روزوں کے قائل ہیں۔ (دیکھئے: میں ذکری ہوں ج ۱/ص:۷، ۳۷، ۳۸، ۳۹)

۴۔ حج بیت اللہ کے منکر ہیں اور خانہ کعبہ کے قبلہ ہونے کے قائل نہیں۔ حج بیت اللہ کے بجائے کوہ مراد میں حج کرتے ہیں جو تربت (ضلع مکران) سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔ (ماخوذ از مہدوی تحریک ص:۱۷)

اس کے علاوہ غسل بعد جماع واحتلام کے قائل نہیں ہیں۔ (عمدۃ ص:۳۲)

میت کے لئے نماز جنازہ کے قائل نہیں ہیں صرف دعا کرتے ہیں جو ذکر خانہ میں ہوتی ہے۔ (میں ذکری ہوں ج ۱/ص:۴۵)

ان کے علاوہ بھی کئی خرافات ہیں جن کا تحریر میں لانا مناسب نہیں ہے۔ (تلخیص از احسن الفتاوی ج ۱/۱۹۰ تا ۱۹۵)

(۳۹۵) آغا خانیوں کی طرف سے دی جانے والی سہولیات کا حاصل کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرا گھر ریمبوٹالی گاؤں ضلع چترال میں واقع ہے۔ آغا خان فاؤنڈیشن کی طرف سے پانی کی پائپ لائن بچھائی گئی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فیملی سے پانچ سو روپے لینے کے بعد اسے استعمال کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ چونکہ گاؤں والوں کو سردی کے موسم میں اس پانی کی شدید ضرورت پڑتی ہے اس لئے لوگ اس پائپ لائن سے کنکشن حاصل کررہے ہیں۔ وہاں کے بعض علماء اس کے استعمال کرنے کو حرام کہتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنے کفریانہ عقائد لوگوں میں رائج کرنے کے لئے یہ ساری کوششیں کرتے ہیں۔

اب آیا یہ پانی استعمال کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ان کی دعوت وکردار سے لوگوں کو متنبہ کردیا جائے اور ضرورت کی وجہ سے اس پانی کو استعمال کرلیا جائے تو جائز ہوگا یا نہیں؟ دلائل شرعیہ کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... کفار کا مسلمانوں کے ساتھ تعاون یا امداد اگر محض انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ہو کسی مذموم مقصد کا اس میں دخل نہ ہو تو اس قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ ہاں اگر کفار امداد وغیرہ کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کا ارادہ رکھتے ہوں اور اسلام کی قوت کو مغلوب کرنے کا ناپاک منصوبہ بنائے بیٹھے ہوں تو اس صورت میں کفار سے کسی قسم کا تعاون اور امداد حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

چنانچہ.......... صورت مسئولہ میں پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا اس شرط پر جائز ہے کہ مسلمان اپنے عقیدے پر مضبوط ہوں اور اہل باطل کے ہر قسم کے مذموم عزائم سے باخبر اور محفوظ ہوں اور اگر ایسا نہ ہو تو پائپ لائن سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالی (آل عمران:۲۸): لایتخذ المؤمنین الکافرین اولیاء من دون المؤمنین ج الایة

وفی روح المعانی (۳/۱۲۰): قال العلامة الآلوسی بعد بحث طویل تحت هذه الایة ....وذکر بعضهم جواز الاستعانة بشرط الحاجة والوثوق امابدونها فلاتجوز ....بعض المحققین ذکر ان الاستعانة المنهی عنها انماهی استعانة الذلیل بالعزیز واماإذا کانت من باب الاستعانة العزیز بالذلیل فقد اذن لنابها.

وفی الهندیة (۵/۳۴۸): لاباس بان یکون بین المسلم والذمی معاملة اذا کان ممالابدمنه.

(۳۹۶) آغا خانیوں سے میل جول رکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آغا خانی مسلمان ہیں یا نہیں؟ اگر مسلمان نہیں ہیں تو ان سے میل جول رکھنا کیسا ہے؟ مکمل تفصیل سے ان کے عقائد وغیرہ بیان فرمائیں۔

الجواب حامداومصلیا...... آغا خانی اسماعیلی فرقہ شیعت میں غالی فرقہ ہے اور ان کے عقائد کی روشنی میں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ان کا دعوی اسلام معتبر ہے۔ ذیل میں اس زندیق فرقہ کے عقائد انہی کی کتابوں سے نقل کئے جاتے ہیں۔

۱۔ آغا خانی فرقہ کا کلمہ " اشهد ان لااله الاالله محمد رسول الله واشهد ان امیر المؤمنین علی ولی الله "ہے۔ (اسماعیلی تعلیمات)

۲۔ آغا خانی فرقہ اللہ تعالی کے بجائے امام کی عبادت کرتا ہے۔ (گینان برہم پرکاش ص:۲۹۷)

۳۔ یہ لوگ حضور ﷺ کو حضرت علی کی بیوی بتاتے ہیں۔ (گینان مومن چیتامنی ص:۱۴۴)

۴۔ ان کا سلام یا علی مدد اور سلام کا جواب بھی یا علی مدد ہے۔ (شکشہن مالا۔ درسی کتاب)

۵۔ ساتویں امام محمد بن اسماعیل نے شریعت محمدیہ کے ظاہر کو باطل کر کے باطنی شریعت جاری کی۔

(ہمارا اسماعیلی مذہب اور اس کا نظام ص:۹۲۔۲۶۰)

۶۔ اللہ تعالیٰ امام حاضر کے روپ میں تشریف فرما ہیں۔ (شکشہن مالا ص:۲)

۷۔ امام حاضر عالم الغیب والشہادۃ ہیں۔ (مارگ درشیکا ص:۸۱ حصہ اول)

۸۔ ان کے ہاں انبیاء کرام معصوم نہیں۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب ص:۷۰)

۹۔ موجودہ کتاب قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب نہیں، حضرت عثمان کی کتاب ہے۔ (کلام امام مبین ص:۶۴ حصہ اول)

۱۰۔ قرآن مقدس عرب آبادی کے لئے ہے اور دوسروں کے لئے گنان ہے۔ (کلام امام مبین ص:۸۱ حصہ اول)

۱۱۔ حضرت علی پوری کائنات کے خالق مطلق ہیں۔ (گینان موسن چیتامنی ص:۱۱۳)

۱۲۔ امام حاضر کا فرمان اللہ کے کلام کے برابر ہے۔ (کلام الٰہی اور فرمان امام ص:۶۲)

۱۳۔ امام حاضر میں اللہ تعالیٰ کا نور حلول کیا ہوا ہے۔ آغا خانی اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ (شکشہن مالا ص:۴)

۱۴۔ یہ لوگ نماز، روزہ، حج اور زکوۃ کی ضرورت سے انکار کرتے ہیں۔ (ہمارا اسماعیلی مذہب ص:۱۳۶)

۱۵۔ نماز کی جگہ تین وقت عبادت خانہ میں دعا کرنے کو عبادت سمجھتے ہیں۔ (خزینہ جواہر ص:۱۶)

۱۶۔ ھو الحی القیوم کی عملی تصویر امام حاضر ہیں۔ (کلام امام مبین ص:۵ حصہ اول)

ان عقائد کی وجہ سے اس فرقہ کو کسی بھی طرح مسلمان تسلیم نہیں کیا جا سکتا بلکہ تمام متقدمین اور متاخرین علماء کرام نے ان عقائد کے سبب سے آغا خانی فرقہ کو کافر اور زندیق قرار دیا ہے ان لوگوں کے ساتھ مناکحت جائز نہیں نہ ان کا ذبیحہ حلال ہے ان کی نماز جنازہ میں شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ اور نہ ہی ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنا چاہئے۔ الغرض ان کے ساتھ مسلمانوں جیسے معاملات اور میل جول رکھنا درست نہیں۔

لمافی احکام القرآن للجصاص (۱/۵۴): وقولهم فی ترک قبول توبة الزندیق یوجب ان لایستتاب الاسماعیلیة وسائر الملحدین الذی قدعلم منهم اعتقاد الکفر کسائر الزنادقة وان یقتلوا مع اظهارهم التوبة.

وفی الهندیة (۲/۲۶۴): ویجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا وبتناسخ الارواح وبانتقال روح الاله الی الائمة وبقولهم فی خروج امام باطن.

وفی ردالمحتار (۴/۲۴۴): یعلم مماهنا حکم الدروز والتیامنة فانهم فی البلاء الشامیة یظهرون الاسلام والصوم والصلاة مع انهم یعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوهیة تظهر فی شخص بعد شخص ویجحدون الحشر والصوم والصلاة والحج .... وذکر فیها انهم

ینتحلون عقائد النصیریة والاسماعیلیة الذی یلقبون بالقرامطة والباطنیة الذین ذکرهم صاحب المواقف. ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لایحل اقرارهم فی دیارالاسلام بجزیة ولاغبرها ولاتحل مناکحتهم ولاذبائحهم.

(۳۹۷) ’’تمام اختیارات اللہ کے پاس ہیں‘‘ کیا یہ جبریہ کا عقیدہ ہے؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تبلیغی جماعت والے جو اپنے بیانات میں یہ کہتے ہیں کہ ’’تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا‘‘۔ کیا یہ فرقہ جبریہ کا عقیدہ نہیں ہے؟ ان دونوں کے عقائد میں کیا فرق ہے؟ دلائل سے وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جبریہ کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان مجبور محض ہے وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا اور تبلیغی جماعت کا عقیدہ وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ باقی رہا یہ کہنا کہ تمام اختیارات صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں انسان اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کا سارا نظام اللہ تعالیٰ اکیلے چلارہے ہیں۔ اس میں کوئی اور شریک نہیں، اور یہ وہ بات نہیں جو جبریہ کا عقیدہ ہے۔

لمافی شرح الفقه الاکبر (ص۔۲۲۰): زعمت الجبریة ان لافعل للعبد کسبا ولاخلقا وان حرکاته بمنزلة حرکات الجمادات لاقدرة علیها لامؤثرة ولاکاسبة فی مقام الاعتبار ولا قصد ولاارادة ولااختیار.

وفی ردالمحتار (۲۹۸/۲): الجبریة الخالصة یقولون ان العبدبمنزلة الجمادات وان اللہ تعالیٰ لایعلم الشئ قبل وقوعه.

(۳۹۸) عقیدہ بداٗ کی حقیقت

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روافض کے ہاں جو عقیدہ بداٗ ہے۔ اس کی تشریح کریں اور اہل سنت کے ہاں ایسے عقیدے والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں روافض کے ہاں عقیدہ بداٗ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک کام کرنے کے بعد اس فیصلے کو تبدیل کردیتے ہیں گویا پہلا کام (العیاذ باللہ) بھول کر ہوتا ہے۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو شخص اس عقیدے کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

لمافی قوله تعالیٰ (قٓ: ۲۹): مایبدل القول لدی ومآانا بظلام للعبید ○

فی روح المعانی (۲۶/۱۸۶): مایبدل القول لدی ....وفی لدی علی ما قال الامام وجهان: الاول ان یکون متعلقابالقول ای مایبدل القول الذی عندی.الثانی ان یکون متعلقابالفعل قبل ای لایقع التبدیل عندی.

وفی النبراس (صـ۲۴۵): والارادة صفة ازلیة قائمة بذاته ....والدلیل ماذکرنا الآیات الناطقه باثبات صفة الارادة والمشیة کقوله تعالی یفعل الله مایشاء ویحکم مایرید.

وفی الهندیة (۲/۲۵۸): یکفر اذا وصف الله تعالی بمالایلیق به اوسخر باسم من اسمائه .... اونسبه الی الجهل اوالعجز اوالنقص.

وفی شرح اصول الکافی (صـ۳۸۷): البدأفی العلم وهو ان یظهر له خلاف ماارادو حکم والبدأ فی الامر وهو ان یأمر بشئ ویأمر بعده بخلاف ذلک ......وبعد بحث طویل ....عن ابی عبدالله قال فی هذه الایة یمحوالله مایشاء ویثبت قال فقال هل یمحا الاماکان ثابتا وهل یثبت الامالم یکن الشرح ارادعلیه السلامالاستدلال علی وقوع البدأ بنص قرآنی ....عن ابی عبدالله قال مابعث الله نبیا حتی یأخذ علیه ثلث خصال الاقرار بالعبودیة وخلع الانداد وان الله یفعل من یشاء ویؤخر من یشاء.

الشرح ....الثالث ان یعتقدوا ان الههم فاعل مختار یصح علیه ان یتجدد ارادته وله ان یرید شیئا ویرید ضده ویفعل من یشاء ویفعل خلافه.

وفی الملل والنحل (۱/۱۷۱): فمن مذهب المختار انه یجوز البداء علی الله تعالی والبدأله معان: البدء فی العلم وهوانه یظهر له خلاف ماعلم ولااظن عاقلا یعتقد هذا الاعتقاد.والبدأ فی الارادة وهو ان یظهر له صواب علی خلاف ماارادو حکم والبدأ فی الامر وهو ان یأمر بشئ ثم یأمر بشئ اخر بعده بخلاف ذلک.

(۳۹۹) بوہری اورآغاخانی شریعت کی نظر میں

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل ایک فرقہ جواپنے آپ کو بوہری کے نام سے موسوم کرتا ہے لیکن بعض معاملات میں مسلمانوں سے بالکل الگ ہیں ،اسی طرح آغاخانی۔شریعت میں ان کا کیاحکم ہے؟ان کے ساتھ معاملات اورلین دین،میل جول صحیح ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......بوہری فرقہ اورآغاخانی دونوں دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔اسلام اور

مسلمانوں کے دشمن ہیں لہٰذا ان کے ساتھ کسی طرح کا معاملہ، لین دین اور میل جول جائز نہیں ہے۔ ان کے ساتھ نکاح کرنا اور ان کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔

لمافی الملل والنحل (۱/۲۲۷): قال ابوالفتح محمد بن عبدالکریم فی بیان عقائد الاسماعیلیة. قالوا :وبعد اسماعیل محمد بن اسماعیل السابع التام، وانماتم دور السبعة به ثم ابتدائی منه بالائمة المستورین الذین کانوا یسیرون فی البلاد سراویظهرون الدعاة جهرا .... قالوا: ولن تخلوا الارض قط من امام حی قائم، اماظاهر مکشوف وامابا طن مستور فاذا کان الامام ظاهرا جاز ان یکون حجته مستورا ...... وبعد صفحة یقول ......فقالوا فی الباری تعالی انالانقول هو موجود ولاالاموجود ولاعالم ولاجاهل ولاقادر ولاعاجز.

وفی ردالمحتار (۴/۲۴۴): یعلم مماهنا حکم الدوز والتیامنه فانهم فی البلاد الشامیة یظهرون الاسلام والصوم والصلاة مع انهم یعتقدون تناسخ الارواح وحل الخمر والزنا وان الالوهیة تظهر فی شخص بعد شخص ....وذکر فیها انهم ینتحلون عقائد النصرانیة والاسماعیلیة الذی یلقبون بالقرامطة والباطنة الذین ذکرهم صاحب المواقف ونقل عن علماء المذاهب الاربعة انه لایحل اقرارهم فی دیار الاسلام بجزیة ولاغیرها ولاتحل مناکحتهم ولاذبائحهم.

وفی اللجنة الدائمة (۲/۲۷۲ الی ۲۷۷): س: کبیر علماء بوهرة یصر علی انه یجب علی اتباعه ان یقدموا له سجدة کلما یزورونه.

ج: السجود نوع من انواع العبادة التی امرالله بهالنفسه خاصة وقربة من القرب التی یجب ان یتوجه العبد بها الی الله وحده ....فکلا الفریقین التابع والمتبوع کافر بالله خارج بذلک عن ملة الاسلام والعیاذ بالله ....

س: کبیر علماء بوهرة یدعی انه المالک الکلی للروح والایمان. العقائد الدینیة نیابة عن اتباعه.

ج : اذا کان کبیر علماء بوهرة یدعی ماذکر فدعواه باطلة سواء اراد بدایدعیه من ملک الروح والایمان، ان الارواح والقلوب بیده یصرفها کیف یشاء فیهدیها الایمان اویضلها عن سواء السبیل......

س: ویدعی انه المالک الکلی لجمیع املاک الوقف وانه غیر محاسب علی جمیع الصدقات وهوالله علی الارض.

ج: .... واماالثالثه :وهی دعوی انه الله فی الارض، فکفر صراح ومن ادعی ذلک فهو طاغوت

یدعوا الی تالیه نفسه وعبادته وبطلان ذلک معلوم من الاسلام بالضرورة.
وفی آخر البحث :اذا کان واقع من کبیر علماء بوهرة واتباعه وماوصفت فی اسئلتک فهم کفرة لایؤمنون باصول الاسلام ولایهتدون بهدی کتاب الله وسنة رسوله ﷺ ولایستبعد منهم ان یضطهدوا الصادقین فی ایمانهم بالله وکتابه وبرسوله ﷺ وسنته، کما اضطهد الکفار فی کل امة رسل الله الذین ارسلهم سبحانه الیهم لهدایتهم.

(۴۰۰) حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے متعلق پاکستانی خاتون ڈاکٹر رفعت حسن کا خودساختہ نظریہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ میں پاکستانی خواتین کی کانفرنس کے موقع پر پاکستانی اسکالر خاتون ڈاکٹر رفعت حسن نے کہا کہ ’’قرآن پاک میں کہیں ذکر نہیں کہ حوا ؑ کو حضرت آدم ؑ کی پسلی سے پیدا کیا گیا، لفظ آدم عبرانی زبان کا لفظ ہے جو عربی میں مستعار لیا گیا اس لفظ کا مادہ آدمہ ہے اور اس کے لفظی معنی زمین کے ہیں آدم ہرگز کسی مذکر انسان کا نام نہیں، قرآن مجید میں تیس مرتبہ تخلیق انسان کا ذکر آیا ہے مگر اس میں کہیں اس بات کی نشاندہی نہیں کہ مرد کو عورت سے پہلے تخلیق کیا گیا۔
جناب مفتی صاحب! ڈاکٹر رفعت حسن نے اپنے مقالے میں جو کچھ کہا ہے وہ بہت اہم ہے، انہوں نے قرآن پاک میں موجود بعض مقامات خصوصاً تخلیق آدم پر اختلافی نکات اٹھائے ہیں بلکہ تخلیق آدم ؑ کے حوالے سے ایک بالکل نیا نظریہ پیش کیا ہے جو اب تک قرآن پاک، حدیث رسول اور دوسری الہامی کتب سے بالکل مختلف ہے لہٰذا میں چاہوں گا کہ ضیاء شاہد نے امریکہ سے ڈاکٹر رفعت حسن کے مذکورہ مقالے کا جو حصہ رپورٹ کیا ہے اس پر صاحبان علم آگے آئیں اور صحیح بات مسلمانوں کے سامنے واضح کریں، کیونکہ ڈاکٹر رفعت حسن کو تو پاکستان میں ایک انسٹیٹیوٹ کی سربراہی کیلئے بلایا جارہا ہے اگر وہ قرآنی تعلیمات کی سچ مچ نفی کررہی ہیں تو ان کا جواب دینا چاہیے۔
الجواب حامداً ومصلیاً...... سب سے پہلے یہ ذہن میں رہے کہ کلام مقدس اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کیلئے نازل فرمائی، یہ کتاب رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو سکھلائی اور صحابہ کے واسطے سے ویسے ہی ہم تک پہنچی جیسی آسمان سے نازل ہوئی تھی، اس میں کسی طرح کی کمی وبیشی نہ ہوسکی اور نہ آئندہ ہوگی۔ انشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کی حفاظت کا تکوینی طور پر ایسا انتظام کررکھا ہے کہ ابھی تک کسی کو اس کے بارے میں تحریف کا شبہ بھی پیدا نہیں ہوا، لیکن اس کو سمجھنے کیلئے ضابطہ یہ بنایا کہ جیسا رسول اللہ ﷺ نے عمل کیا یا اس کی تشریح فرمائی وہی معتبر ہوگی اس کے علاوہ کوئی تشریح معتبر نہ ہوگی، کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس پر عمل کیلئے نمونہ نہ ہوتی تو انبیاء کو بھیجنے کا کوئی مقصد نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر تھے کہ فرشتوں کے ذریعے کتاب مخلوق تک پہنچادی جاتی اور کہا جاتا کہ اس کے مطابق عمل کرو حالانکہ ایسا نہ ہوا، چنانچہ آپ انبیاء کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ کبھی ایسا نہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی ہو اور کوئی رسول نہ مبعوث فرمایا ہو البتہ یہ ضرور ملے گا کہ انبیاء کو تو مبعوث فرمایا لیکن انہیں کتاب نہ دی بلکہ یہ حکم دیا کہ پہلے انبیاء کی کتاب کی لوگوں میں تبلیغ کریں، معلوم ہوا کہ انبیاء کے بھیجنے سے مقصود نمونہ دکھلانا ہے کہ میرے احکامات پر عمل ایسے ہوتا

چاہیے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود کلام مقدس میں یہی ارشادفرمایا ہے

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ الایۃ (الاحزاب: ۲۱)

(ترجمہ: تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی سیرت بہترین نمونہ ہے)

حاصل یہ ہوا کہ انبیاء کو کلام مقدس کی تفسیر، تشریح اور نمونے کے طور پر بھیجا جاتا ہے لہذا جہاں جہاں انبیاء اس کی تشریح کرتے ہیں عمل کے اعتبار سے اس تشریح کو وہی درجہ حاصل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے کلام کو حاصل ہے، اور درحقیقت یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل کردہ ہوتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَایَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰیo اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیo الایۃ (النجم: ۳،۴)

(ترجمہ: اور وہ اپنی نفسانی خواہش سے بات نہیں کرتے، وہ نہیں ہے مگر جو وحی کی جاتی ہے)

جب یہ طے ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والا ایک ایک حرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس کتاب کی تفسیر کا حق اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے یہ بھی کہلوایا کہ لوگوں کو بتلادو کہ اس کلام کے متعلق ہر وہ بات قابل قبول ہوگی جو میری (اللہ تعالیٰ) یا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہو اس کے علاوہ اگر کوئی اپنی طرف سے اس میں کوئی ملاوٹ کرے گا کہ اس کی تفسیر اپنی طرف سے اندازے سے کرے تو فرمایا اگر اس کی تفسیر اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر ہے چنانچہ فرمایا

من قال فی القران برأیہ فاصاب فقد اخطاء (کنز العمال، ۲/۱۶)

(یعنی جس نے قران کی تفسیر اپنی رائے سے کی اور وہ اتفاق سے صحیح بھی ہوگئی تو بھی وہ غلطی پر ہے)

من قال فی القران بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من النار (ایضاً)

(یعنی جس نے قران کی تفسیر بغیر علم کے کی اس نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا)

اب اس کے بعد قران مجید کی وہی تفسیر مراد ہوگی جو رسول اللہ ﷺ ارشاد فرمائیں ورنہ وہ معتبر نہ ہوگی یا آپ کے شاگرد آپ سے کسی روایت کو بیان کریں۔

حاصل یہ کہ کلام مقدس کی تعلیمات اور حضور ﷺ کے ارشادات دونوں ہی ہمارے لئے نہ صرف قابل عمل بلکہ واجب العمل ہیں۔

اب اس کے بعد جائزہ لیتے ہیں ڈاکٹر صاحبہ کے علمی نکات جوانہوں نے نہ معلوم کہاں سے مستعار لئے ہیں۔

کیا؟ اول: حضرت آدم کسی مذکر انسان کا نام نہیں؟

دوم: حضرت حوا کو حضرت آدم کی دائیں پسلی سے پیدا کیا گیا؟

سوم: مرد کو عورت سے پہلے نہیں پیدا کیا گیا؟

سب سے پہلی بات کہ اگر آدم کسی مذکر انسان کا نام نہیں تھا تو

وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً الایۃ (البقرۃ: ۳۰)

فرشتوں سے یہ خطاب مٹی کو خلیفہ بنانے کیلئے تھا؟

پھر فرشتوں کا جواب

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ الاية (البقرة: ۳۰)

کیا مٹی بھی فساد اور خونریزی کرتی ہے؟ کہ فرشتے کہہ رہے ہیں کہ اے اللہ یہ تو فساد اور خونریزی کرے گا۔

دوسری بات کلام مقدس کی عبارت یوں بنتی ہے

اَتَجْعَلُ فِي الْاَرْضِ مَنْ يُّفْسِدُ فِي الْاَرْضِ الاية

(یعنی کیا آپ زمین میں اسے پیدا کرتے ہیں جو زمین میں فساد پھیلائے گا) اگر ڈاکٹر صاحبہ کا کہنا مان لیا جائے تو گویا زمین میں فساد پھیلا رہی ہے اور خونریزی کر رہی ہے؟

اسی طرح دوسری جگہ اس بات کو زیادہ صراحت سے بیان کیا گیا فرمایا

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۝ (الحجر: ۲۸،۲۹)

(ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ بلاشبہ میں بشر کو بجتی ہوئی مٹی سے پیدا کرنے والا ہوں جو سیاہ رنگ کے سڑے ہوئے گارے سے ہوگی سو جب میں اسے پوری طرح بنادوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا۔)

یہاں پر تو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف بیان فرمادیا کہ بشر یعنی انسان کو پیدا کیا گیا اس کے جسم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے بنایا، پھر اس میں روح پھونکی، اس کے بعد فرشتوں نے اسے سجدہ کیا۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ یہ سارے کام مٹی کے ساتھ ہوئے؟ ہاں مٹی کے ساتھ ہوئے لیکن اس انسان کے بننے کے بعد۔

اس طرح آگے اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ

وعلم ادم الاسماء کلها ثم عرضهم على الملئكة الاية (البقرة: ۳۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو کچھ چیزوں کے نام سکھلائے اور پھر فرشتوں پر پیش کیا تو کیا یہ نام مٹی کو سکھلائے گئے؟ اور مٹی کو فرشتوں کے سامنے پیش کیا گیا؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کے مسجود ملائکہ کو بیان فرمایا

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ الاية (البقرة: ۳۴)

کیا یہ سجدہ مٹی کو کروایا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے جب ابلیس سے سجدہ نہ کرنے کی وجہ دریافت کی تو شیطان نے جواب دیا

قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ الاية (الاعراف: ۱۲)

یعنی میں اس سے بہتر ہوں کیونکہ آپ نے مجھے تو آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے تو کیا اللہ تعالی نے مٹی سے مٹی کو پیدا کیا تھا؟ جس کو سجدہ کروایا۔

اس کے بعد اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا ارشاد فرمایا:

وَقُلْنَا يٰادَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ الاية (البقرة:۳۵)

تو کیا مٹی سے جنت میں رہنے کو کہا جا رہا ہے؟

جنت میں حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش کا سرزد ہونا اور پھر توبہ کا قبول ہونا اس کے بعد زمین پر اترنے کا امر، کیا یہ ساری باتیں اس بات پر دلالت کیلئے کافی نہیں ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام مذکر انسان تھے؟

اس کے علاوہ روایات میں اس کی صراحت موجود ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام انسان تھے اور آپ ہی سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

لما فی تفسیر ابن کثیر (۲۵۲/۲):هو الذی خلقکم من نفس واحدة الاية...... ينبه تعالى على انه خلق جميع الناس من آدم عليه السلام وانه خلق منه زوجته حواء ثم انتشر الناس منهما كما قال تعالى ياايهاالناس انا خلقنكم من ذكر وانثىٰ الاية

تمام محدثین ومفسرین اور ائمہ لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ہی پہلے انسان تھے جن سے نسل انسانی کی ابتداء ہوئی۔

اور اگر صرف لغوی معنی کو مدار بنا کر فیصلہ کیا جائے کہ آدم اُدمہ (نہ کہ آدمہ سے) سے مشتق ہے جس کے معنی زمین کے آتے ہیں، لہذا وہ کوئی انسان نہ تھے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کہا جائے کہ رفعت بلندی کے، معنی میں مستعمل ہوتا ہے لہذا یہ کسی کا نام نہیں ہوسکتا لہذا رفعت نام کی کوئی عورت نہیں ہے۔ حالانکہ یہ کوئی دلیل نہیں۔

چونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا اس وجہ سے اسی مناسبت سے نام بھی رکھا گیا۔

وفی البداية والنهاية (۶۸/۱):حكى السدى ......انهم قالوا اخرج ابليس من الجنة واسكن آدم الجنة فكان يمشى فيها وحشى ليس له فيها زوج يسكن اليها فنام نومة فاستيقظ وعند رأسه امرأة قاعدة خلقها الله

من ضلعه فسألها من انت قالت امرأة قال ولما خلقت قالت لتسكن الى فقالت له الملائكة ينظرون مابلغ من علمه مااسمها يا ادم قال حواء ......

اس طرح کے صریح نصوص کی موجودگی میں اس طرح کے نظریات کا پرچار کسی شبہے یا غلط فہمی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کے پس پردہ وجوہات کچھ اور ہیں، ان وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم مسلمان ہونے اور اسلام کے مدعی ہونے کے باوجود اپنے مذہب کے متعلق معلومات کیلئے یا مذہب میں پی ایچ ڈی کیلئے غیر مسلموں کی یونیورسٹیوں کو ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ یہ ایسی گری ہوئی

حرکت ہے کہ شاید اس سے بڑھ کر کوئی گھٹیا حرکت ہو سکے ۔کیا آپ نے کبھی سنا ہے کہ کوئی یہودی یا عیسائی اپنے مذہب کو سیکھنے کیلئے ہمارے ہاں آیا ہو، ہو سکتا ہے کہ آپ احساس کمتری کی وجہ سے اپنے آپ کو اس قابل نہ سمجھیں کہ وہ کیونکر آپ کے پاس آئیں، چلیں ہمارے ہاں نہ سہی کسی اور غیر قوم کے پاس گیا، آپ نے زندگی بھر میں ایک دفعہ بھی ایسے نہ سنا ہوگا، لیکن آپ کو کتنے مسلمان ایسے ملیں گے جو اس بات کو بڑے فخر سے بیان کریں گے کہ ان کے پاس فلاں غیر مسلم ملک کی یونیورسٹی کی اسلامیات میں پی ایچ ڈی کی سند ہے، ان کفار کی اسلام دشمنی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں سب کے سامنے ہے پھر کیا خیال ہے کہ وہ ہمارے مذہب سے متعلق کسی کو صحیح تعلیم دیں گے، وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ نت نئے نظریات کو رواج دے کر وہ ہمارے درمیان اپنے مذہب کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کریں ہم نے ان کی حوصلہ افزائی کیلئے یہ کیا کہ جو کام وہ بڑی مشقت سے اپنے افراد ہمارے درمیان داخل کر کے کرنا چاہتے تھے ہم ان کی مدد کیلئے خود ان کے پاس پہنچ گئے، اور زبان حال سے یہ کہنے لگے کہ آپ اتنی زیادہ مشقت برداشت نہ کریں بلکہ ہم خود اس کام کے لئے حاضر ہیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو افراد وہاں کے سند یافتہ رہے انہوں نے ہمیشہ جدت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے نئے نظریات کا ہی پرچار کیا کچھ تو وہ اپنے آقاؤں سے لائے اور کچھ اپنے آقاؤں سے وفاداری کا ثبوت دیتے ہوئے یہاں ان پر منکشف ہوئے اور لوگوں کو یہی باور کراتے رہے کہ موجودہ دور کے علماء تو وہی چودہ سو سالہ پرانی باتیں کر رہے ہیں جب کہ ہم آپ کو ایک جدید اسلام سے متعارف کروانا چاہتے ہیں چنانچہ جدت کی روشنی میں انہیں کبھی یہ خیال نہ آیا کہ دین کے معاملے میں اتنی جدت پسندی کی اسلام میں گنجائش ہے بھی یا نہیں؟ لیکن انہیں اس سے غرض بھی کیا ہو سکتی ہے کیونکہ ان کا مقصود اسلام کو ترقی دینا تھوڑا ہی ہے، انہیں تو صرف اپنی من پسند زندگی چاہیے جس پر اسلام کا لیبل لگا ہو اور جتنا نقصان اس طرح کے افراد سے اسلام کا ہوا ہے شاید ہی کہ کفار نے اتنا نقصان پہنچایا ہو؟

دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ جب ہم نے غیر مسلم اقوام کو مہذب اور اپنے کو تیسرے درجے کی مخلوق فرض کر لیا تو پھر ہم ہر کام میں ان کی نقل کرنے لگے اب جن کاموں میں شریعت کی طرف سے اجازت نہ تھی ہم نے انہیں توڑ موڑ کر غیر مسلموں کے طریقوں کے قریب کرنے کی کوشش کی، جس کی وجہ سے ہم نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے، چنانچہ انہی کوششوں میں ایک کوشش یہ بھی ہے کہ غیر مسلموں نے مذہب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اس عقدہ کو کھولنا چاہا کہ انسان کی ابتدا کیسے ہوئی، وہ اس نظریے پر پہنچے کہ ابتدا میں انسان کی صورت ایسی نہ تھی جیسا کہ ابھی ہے بلکہ یا تو بندر سے ترقی کر کے موجودہ شکل تک ترقی ہوئی یا انسان کی پیدائش یک خلوی جاندار کے طور پر ہوئی اور ترقی ہوتے ہوتے موجودہ شکل وجود میں آئی۔ اب انہی کے قریب ہونے کیلئے ڈاکٹر صاحبہ کا یہ ارشاد ملاحظہ فرمالیں جس میں صریح طور پر اپنے آپ کو مہذب ثابت کرتے ہوئے وہ ان کی مکمل طور پر حمایت نہ کر سکیں لیکن ان کے قریب ہونے کی کوشش ضرور کی ہے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش میں صریح نصوص کا انکار کر دیا، باقی کام آئندہ مرحلے کے لئے چھوڑ دیا گیا۔ لہذا آپ اس طرح کی باتوں پر کان نہ دھریں ایسے حضرات جو صریح نصوص کا انکار کرتے ہوئے اپنے نظریات کا پرچار کرنا چاہتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

لما فی قوله تعالى: يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً. الآية (النساء: ١)

وفی التفسیر لابن کثیر (۱/۳۹۲): تحت هذه الاية يايها الناس اتقوا ربكم الذى خلقكم من نفس واحدة وخلق منها زوجها......"وخلق منها زوجها" وهى حوآء عليها السلام خلقت من ضلعه الايسر ......

وفی التفسير الكبير (۵/۱۶۲): اجمع المسلمون على ان المراد بالنفس الواحدة ههنا هو آدم عليه السلام

وفی روح المعانی (۲/۱۸۰): الذى خلقكم من نفس واحدة ......والمراد من النفس الواحدة آدم عليه السلام، والذى عليه الجماعة من الفقهاء والمحدثين ومن وافقهم انه ليس سوى آدم واحد وهو ابو البشر ...... وخلق منها زوجها ......المراد من الزوج حوآء وهى قد خلقت من ضلع آدم عليه السلام الايسر.

وفی كنز العمال (۱۶/۳۷۶): خلقت المرأة من ضلع ان جئت ان تقيمها تكسرها وان تتركها تعش معها على عوجها.

وفی لسان العرب (۱/۹۸): قيل هو من ادمة الارض وهو لونها قال وبه سمى آدم ابوالبشر على نبيناوعليه الصلوة والسلام.

(۴۰۱) کیا شیعہ کافر ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ شیعہ حضرات کے جتنے فرقے ہیں ان سب کو کافر کہنا صحیح ہے یانہیں؟ اس میں کون سا فرقہ صحیح ہے اور کون سا غلط؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں شیعہ اگر ایسا ہو کہ شیخین کو گالی دے یا ان پر لعنت کرے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے، صحابہ کرام کو گالیاں دینے کو مباح اور ثواب سمجھے یا صحابہ کے کفر کا اعتقاد رکھے، موجودہ قرآن کو تحریف شدہ سمجھتا ہو تو وہ بالاجماع کافر ہے۔ اور اگر وہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے یا صحابہ میں سے کسی ایک فرد کو برا بھلا کہے تو وہ فاسق اور مبتدع ہے کافر نہیں۔

لمافی شرح الفقه الاكبر (ص۱۶۷): ومن جحد القرآن اى كله اوسورة منه اوآية،قلت وكذا كلمة أو قرأة متواترة أو زعم انها ليست من كلام الله تعالى كفر يعنى اذا كان كونه من القرآن مجمعاعليه.

وفی الهندية (۲/۲۶۴): الرافضى اذا كان يسب الشيخين ويلعنهما والعياذبالله فهو كافر .... ولو قذف عائشة رضى الله عنها بالزنى كفر .... من انكر امامة ابى بكر الصديق ص فهو كافر.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۴/۲۳۶): من سب الشيخين او طعن فيهما كفر.

وفی الشامیة : لاشک فی تکفیر من قذف السیدة عائشة رضی اللہ عنھا اوانکر صحبة الصدیق اواعتقد الالوھیة فی علی ……… اونحو ذلک من الکفرالصریح المخالف للقرآن.

وفی تکملة رد المحتار (۷/۱۶۲): وامامن سب احدا من الصحابة فھو فاسق ومبتدع بالاجماع الا اذا اعتقد انہ مباح اویترتب علیہ ثواب کماعلیہ بعض الشیعة،او اعتقد کفر الصحابة فانہ کافر بالاجماع.

(۴۰۲) سلفی حضرات کون ہیں اوران سے لین دین کا حکم

سوال……کیافرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آجکل جوسلفی حضرات ہیں یہ کون سے حضرات ہیں؟اور ان کے عقائد کیا ہیں؟اوران سے لین دین کرنا جائز ہے یانہیں؟اوران حضرات کا پس منظر مکمل طور پر بیان فرمائیں۔جزاکم اللہ خیرا

الجواب حامداًومصلیاً……صورت مسئولہ کے اندرآپ نے جن سلفی حضرات کے متعلق پوچھا یہ درحقیقت غیر مقلدین حضرات ہی ہیں۔ جن کا پس منظر کچھ اس طرح ہے:

آج سے ڈیڑھ صدی قبل برصغیر میں غیر مقلدین کا کوئی وجود نہ تھا یہ فرقہ اس وقت پیدا ہوا جب ہندوستان کے بعض علماء نے علامہ شوکانیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا اس وقت انہوں نے اپنا نام ''موحدین'' رکھا اور ایک مدت تک یہی نام ان میں رائج رہا۔ پھر ان لوگوں نے نامعلوم اسباب کی بناء پر مذکورہ نام ختم کر کے ایک دوسرا نام ''محمدیین'' اختیار کیا۔اور ہندوستان کے اسلامی حلقوں میں اسی نام سے ان کی پہچان ہونے لگی۔لیکن کچھ عرصہ بعد انہوں نے یہ نام بھی ختم کردیا۔انہیں ڈر تھا کہ کہیں اس نام کی وجہ سے کوئی ان کو شیخ عبدالوہاب نجدیؒ کی طرف منسوب نہ کردے۔ان کی طرف نسبت کو یہ لوگ پسند نہیں کرتے تھے چنانچہ پھر ''غیر مقلدین'' کا لقب اختیار کیا کافی عرصے تک یہ لوگ اپنے آپ کو غیر مقلدین کہتے رہے اور اس بات پر فخر کرتے رہے کہ ائمہ کرامؒ میں یہ لوگ کسی کی تقلید نہیں کرتے لیکن کچھ عرصے بعد معلوم نہیں کیوں اس نام سے اُکتا گئے اور انہوں نے اپنے لئے ایک نیا لقب ''اہل حدیث'' منتخب کیا۔انگریزوں کے کرم اور ان کی عنایتوں کے طفیل دفاتر سرکار انگلشیہ میں اس فرقے نے اپنا یہی نام درج کرایا۔اس طرح یہ فرقہ مختلف ناموں اور مختلف القاب کا لبادہ اوڑھتا رہا۔اس فرقہ کے اسلاف میں سلفی نام کا کوئی بھی عالم نہیں گزرا۔آخر میں یہ لوگ اہل حدیث نام اختیار کرکے اسی پر جمے رہے۔

جب ان کے اسلاف کا دور ختم ہوا اور ان کی نئی نسل پروان چڑھی عالمی حالات بدل گئے خلیجی ممالک خصوصاً سعودی عرب میں اقتصادی ترقی کا ظہور ہوا تو غیر مقلدین کے موجودہ فرقہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اہل حدیث کا نام ترک کردیا اور ان میں سے ہر ایک بڑی تیزی کے ساتھ ''سلفی'' اور اثری بنتا گیا۔کیونکہ سعودی عرب کے عام باشندے علامہ ابن تیمیہؒ،علامہ ابن قیمؒ اور شیخ عبدالوہاب نجدیؒ کو پسند کرتے ہیں۔اور سلفیت کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتے ہیں۔غیر مقلدوں کے مدارس،علمی اداروں اور دعوتی مراکز کے نام اہل

حدیث سے ''سلفی'' میں تبدیل ہو گئے اس طرح انہوں نے عربوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر لی۔ اب ان کا ہر چھوٹا بڑا اپنے نام کے ساتھ ''سلفی'' لکھتا ہے۔ (کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، صفحہ ۱۱۲)

اس سرزمین پاک و ہند میں تقریباً بارہ صدیوں سے اسلام آیا ہوا ہے۔ یہاں اسلام لانے والے اسلام پھیلانے والے اور اسلام کو قبول کرنے والے سب کے سب ''حنفی اہل السنّت والجماعت'' تھے یہاں تک کہ تمام مفسرین، محدثین، فقہاء کرام، اولیاء کرام اور سلاطین عظام ''اہل سنت والجماعت حنفی'' تھے لیکن جب انگریز کے منحوس قدم یہاں آئے تو وہ یورپ سے ذہنی آوارگی مادر پدر آزادی اور دینی بے راہ روی کی سوغات ساتھ لایا اور مذہبی آزادی اور مذہبی تحقیق کے خوشنما اور دلفریب عنوانات سے اس ملک میں خودسر اور متعصب فرقے کو جنم دیا۔ اس فرقے کا پہلا قدم سلف سے بدگمانی اور انتہاء سلف پر بدزبانی ہے۔ یعنی آپ یہ سمجھ لیں کہ اس فرقہ کا ہر شخص ''اعجاب کل ذی رأی برأیه'' پر نازاں ہونے کے ساتھ ساتھ ''لعن آخر هذه الامة اولها'' کا مصداق ہے۔ اس فرقہ کا ہر شخص اپنے آپ کو ائمہ اربعہؒ اور صحابہ کرامؓ سے بھی برتر جانتا ہے۔ مشہور مؤرخ شاہ جہاں پوریؒ اپنی کتاب (ارشاد الی سبیل الرشاد) میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کے مبارک دور سے لے کر ۱۸۰۰ء تک کوئی دنگا فساد نہ ہوا، ۱۸۸۸ء میں انگریز نے آزادی مذہب کے نام پر مسلمانوں کے تقلیدی اتحاد کو غیر مقلدیت سے توڑا۔ اس لئے کہ مقلدین ہی تھے کہ جنہوں نے ان کے علاقے فتح کیے اور ان کو زیر کیا ۱۸۸۸ء سے لے کر آج تک اس کے دس فرقے بن گئے۔

(۱)۔ جماعت غرباء اہلحدیث، (۲)۔ امیر شریعت صوبہ بہار، (۳)۔ کانفرنس اہلحدیث، (۴)۔ فرقہ ثانیہ ۱۹۳۸ء،
(۵)۔ فرقہ حنفیہ عطائیہ ۳۰۔۱۹۲۹ء، (۶)۔ فرقہ شریفیہ ۱۳۴۹ھ، (۷)۔ فرقہ غزنویہ ۱۳۵۳ھ، (۸)۔ جمعیت اہلحدیث ۱۳۷۰ھ،
(۹)۔ انتخاب مولوی محی الدین ۱۳۷۸ھ اور اب یہی دسواں فرقہ ہے ان میں بعض نے بعض پر کفر کا فتویٰ بھی لگا دیا ہے۔

۱۳۱۹ھ میں جب یہ فرقہ پیدا ہوا تو چونکہ یہ تقلید کو شرک و بدعت کہتا تھا اس لئے ان کو غیر مقلد کہا جانے لگا تا کہ پتہ چلے کہ یہ ایک منفی فرقہ ہے جو تعمیر کے بجائے تخریب کیلئے تیار کیا جا رہا ہے پھر یہ لوگ ائمہ اربعہ کی پیروی سے منحرف ہو گئے تھے اس لئے لوگ انہیں لامذہب کہنے لگے۔

ان کی تصانیف:...... غیر مقلدین کا سب سے پہلا ترجمہ قرآن ڈپٹی نذیر احمد نے لکھا۔ مشکوٰۃ، بلوغ المرام کا سب سے پہلا حاشیہ مولوی عبدالوہاب شاگرد نذیر حسین نے لکھا۔ ردتقلید پر سب سے پہلی کتاب معیارِ حق سید نذیر حسین نے لکھی۔ تاریخ اہلحدیث سب سے پہلے مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے لکھی۔ ان کا کوئی ترجمہ، تفسیر قرآن، ترجمہ وتشریحات انگریز کے دور سے پہلے کی نہیں۔

نسب نامہ:...... آپ کسی منکرین حدیث یا قادیانی سے پوچھ لیں کہ آپ کب اس مذہب میں آئے ہیں وہ اولاً یہی بتلائے گا میں ہی بنا ہوں، یا باپ اور بہت بوڑھا تو دادا تک بتلائے گا اس کے اوپر وہ نہیں بتا سکتا یہی حال سلفی غیر مقلدین کا ہے۔ غزنوی خاندان میں سب سے پہلے سلفی عبداللہ غزنوی تھا، لکھنوی خاندان میں مولوی محمد صاحب سے پہلے کوئی سلفی نہ تھا، اور بھوپال میں نواب صدیق حسن سے پہلے کوئی سلفی غیر مقلد نہ تھا۔

مساجد:...... پنجاب میں ان کی پہلی مسجد چینیانوالی مسجد بنی، جس کا پہلا خطیب عبداللہ چکڑالوی تھا جورات دن فقہ اور احناف کے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا آخر فقہ کی مخالفت کا وبال یہ پڑا کہ منکرین حدیث کا بانی بن گیا اسی مسجد میں دوسرا خطیب مرزا غلام احمد قادیانی بنا یہ ان کی مساجد کا فیض ہے۔

مدرسہ:...... دہلی کا مشہور مدرسہ جہاں شاہ اسحٰق ؒ کا درس ہوتا تھا اور عرب وعجم میں یہ مدرسہ مشہور تھا۔ جب شاہ صاحبؒ کو انگریز برطانیہ نے ہجرت پر مجبور کردیا۔ تو اس مدرسہ کی شہرت کا فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں نذیر حسین کو شاہ اسحاق ؒ کا نائب مقرر کر کے بٹھادیا، یہی ان کا پہلا مدرسہ بنا۔ (تجلیات صفدر، جلد۵)

۱۹۱۱ء کی مردم شماری جو کہ سرکاری سطح پر کی گئی کے اعداد وشمار یہ ہیں۔ اثنا عشری ایک کروڑ ۲۷ لاکھ، زیدی ۳۰ لاکھ، حنبلی ۳۰ لاکھ، مالکی ایک کروڑ، شافعی دس کروڑ، حنفی ۳۷ کروڑ سے زائد تھے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ ۱۹۱۱ء میں اہل سنت والجماعت مقلدین کی تعداد ۴۸ کروڑ ۳۰ لاکھ سے زائد تھی جبکہ غیر مقلدین اس وقت تک کوئی قابل ذکر فرقہ نہ تھا اس لئے انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں ۱۹۱۱ء کی مردم شماری میں نہ ان کا نام شمار ہے اور نہ کوئی فرد۔ (از انسائیکلو پیڈیا آف اسلام)

سلفیت یعنی غیر مقلدین کے عقائد:...... ان حضرات کے تمام عقائد کا احاطہ کرنا یہاں پر ناگزیر ہے البتہ چند مشہور عقائد جو اہل سنت والجماعت کے عقائد کے بالکل منافی ہیں۔ درج ذیل ہیں:

(۱)...... ''تقلید شرک ہے بدعت گمراہی اور اندھا پن ہے۔ یعنی ائمہ اربعہؒ میں سے کسی کی تقلید کرنا شرک ہے۔ اپنے کو مؤحدین اور مقلدین ائمہ اربعہ کو شرک وبدعت کہنا''۔

(۲)...... ان کی کتاب فتاویٰ ثنائیہ (۱/ ۸۶) میں مصنفؒ لکھتے ہیں کہ ''ہمارا یہ مذہب نہیں کہ تمام امور شرعی میں کسی ایک امام کی تقلید کریں۔ ہم ایسی تقلید کو قرآن حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں۔

(۳)...... ''نمازِ تراویح کی رکعتیں آٹھ ہیں، بیس رکعت نماز تراویح بدعت ہے'' ان کی کتاب (فتاویٰ ثنائیہ، ۱/ ۵۴۵) میں تحریر ہے ''پس اس امر پر اتفاق ثابت ہے کہ نماز تراویح کی رکعات بفعل نبویؐ اور بحکم خلیفہ راشد آٹھ رکعت مع وتر گیارہ ہیں اگر کوئی اس سے زیادہ پڑھے تو وہ نفل ہوں گے۔''

(۴)...... ''ایک مجلس میں دی گئیں تین طلاقیں، تین نہیں بلکہ ایک طلاق شمار ہے''۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو تین طلاقیں دے تو وہ بیک وقت منعقد نہیں ہوتیں بلکہ ایک طلاق شمار ہوگی ان کی کتاب (فتاویٰ ثنائیہ، ۲/ ۲۲۷) میں مذکور ہے: ''خلاصہ کلام یہ ہے کہ طلاق ثلاثہ فوری چونکہ کتاب وسنت کے خلاف ہے اور اس میں بڑی خرابیاں ہیں اس لئے ایسی طلاق خواہ مجلس میں ہو یا مجالس میں ایک ہی طلاق رجعی ہوگی''۔

(۵)...... ''جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے'' ان کی کتاب (فتاویٰ نذیریہ، ۱/ ۵۷۴) میں ایک سوال کہ ''جمعہ کے روز اذان ثالث جائز ہے یا نہیں'' کے جواب میں فرمایا ''جائز ہے''۔

(۶)......''اجماع کوئی چیز نہیں ہے''یعنی انکا عقیدہ یہ ہے کہ اجماع اور قیاس شرعی حجت شرعیہ نہیں ہیں یعنی یہ حضرات اجماع امت میں اجماع صحابہ ؓ کو بھی نہیں مانتے جیسے کہ بیس رکعت تراویح،طلاق ثلاثہ وغیرہ ان کی کتاب (عرف الجاوی،ص۳) میں ذکر ہے''دین اسلام کے ادلہ صرف دو ہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع کوئی چیز نہیں ہے،ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اجماع کی اس ہیبت کو دلوں سے نکال دیں جو دلوں میں بیٹھی ہے۔حق بات یہ ہے کہ اجماع ممنوع ہے۔''

(۷)......''خلفاء راشدین کو گالیاں دینے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔''(نزول الابرار من فقہ النبی مختار،۲/ ۳۱۸)

(۸)......''صحیح ہے کہ شراب ناپاک نہیں۔''(نزول الابرار من فقہ النبی مختار،۱/ ۱۹)

(۹)......''قرآن پاک پر غلاف ہو تو سر کے نیچے یا پیٹھ کے پیچھے رکھ لینا مکروہ نہیں ہے۔''(ایضاً،۱/ ۲۰)

(۱۰)......''اگر نمازی کی زبان سے''ہاں''یا''البتہ''یا''نہیں''نکل گیا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی۔''(ایضاً،۱/ ۱۰۹)

(۱۱)......ائمہ اربعہ جو باجماع امت العلماء ورثۃ الانبیاء کے مصداق ہیں کو یہودیوں کے احبار،رہبان اور مشرکین کے آباؤ اجداد قرار دے کر اور مقلدین کو مشرک اور یہودی قرار دیتے ہیں۔(تجلیات صفدر،جلد۵)

(۱۲)......فقہ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر فرمایا یہ حضرات اس کو خبیث قرار دیتے ہیں۔(تجلیات صفدر،جلد۵)

(۱۳)......روافض کی طرح صحیح حدیث اصحابی کالنجوم کو موضوع قرار دیتے ہیں جبکہ اس حدیث کو حضرت قاری ثناء اللہ پانی پتی ؒ نے اپنی کتاب''سیف المسلول''کے اندر اس حدیث مبارکہ کو احسن قرار دیتے ہیں۔(تجلیات صفدر،جلد۵)

حضرات سلفیہ(غیر مقلدین)کے بارے میں اہل سنت والجماعت کا مؤقف

ان حضرات میں جو لوگ ائمہ اربعہ کی تقلید کو شرک سمجھتے ہیں اور مقلدین کو مشرک اور ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرتے ہیں یہ حضرات فاسق شمار ہوں گے۔

جو ایسے نہیں ہیں صرف تارک تقلید ہیں صرف ظاہری حدیث کی اتباع کو افضل سمجھتے ہیں اس میں اتباع ہوا سے کام نہیں لیتے وہ فاسق شمار نہیں ہیں۔

نماز پہلے لوگوں کے پیچھے مکروہ ہے بوجہ فاسق ہونے کے اور دوسروں کے پیچھے پڑھ سکتے ہیں۔

البتہ ان سے لین دین کرنا درست ہے۔

﴿فصل فی التعویذات﴾

(تعویذات کے بیان میں)

(۴۰۳) درود کے ذریعے دم کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان دین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ درود شریف کے ذریعے سے کسی چیز پر دم کر سکتے ہیں یا نہیں جیسا کہ سورۃ فاتحہ کے ساتھ دم کیا جاتا ہے؟ نیز یہ شرک میں داخل ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... درود کے ساتھ دم کرنا کسی حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ دوسری ادعیہ ماثورہ کے ذریعے سے دم کیا جائے۔ اور اگر درود سے ہی دم کیا جائے تو بھی جائز ہے لیکن اگر عقیدہ یہ ہو کہ درود کے ذریعے دم سے آپ علیہ السلام حاضر ہوں گے یا شفاء آپ سے ملے گی تو یہ عقیدہ غلط اور شرک ہے۔

لمافی المشکوة (۳۸۸/۲): وعن جابر قال نهى رسول الله ﷺ عن الرقاء فجاء آل عمرو ابن حزم فقالوا يارسول الله انه كانت عندنا رقية ترقى بها من العقرب وانت نهيت عن الرقى فعرضوها عليه فقال مارى بها باسا من استطاع منكم ان ينفع اخاه فلينفعه.

وعن عوف بن مالك الاشجعي قال كنا نرقى في الجاهلية فقلنا يارسول الله ﷺ كيف ترى في ذلك فقال اعرضوا على رقاكم لاباس بالرقى مالم يكن فيه شرك.

(۴۰۴) دعا یا تعویذ سے جرائم ثابت کرنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی دعا یا تعویذ کے ذریعے چوروں، ڈاکوؤں یا دوسرے جرائم کو ثابت کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ان طریقوں سے ثابت کرے تو اس پر یقین کرنا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں دعا یا تعویذ یا کسی اور طریقے سے چوروں، ڈاکوؤں یا دوسرے جرائم کو ثابت کرنا صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح اس کے ثبوت پر یقین کرنا بھی جائز نہیں بلکہ ان کی تصدیق کفر تک پہنچانے والی ہے کیونکہ کسی بھی شخص کو یقینی خبر نہیں ہوتی۔

لمافی المرقات (۱۷/۹): عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ من اتىٰ كاهنا فصدقه بمايقول ...... فقد برئ مما انزل على محمد.

(فقد برئ ممانزل على محمد) اى كفر وهومحمول على الاستحلال اوعلى التهديد والوعيد.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۴۹): ان تصدیق الکاهن بمایخبر عن الغیب کفر.

وفی ردالمحتار (۲۴۲/۴): ان الکاهن من یدعی معرفة الغیب باسباب وهی مختلفة فلذا انقسم الی انواع متعددة کالعراف والرمال والمنجم .... والذی یدعی انه له صاحبا من الجن یخبره عما سیکون والکل مذموم شرعا محکوم علیهم وعلی مصدقهم بالکفر .... وفی التاتارخانیة یکفر بقوله انا اعلم المسروقات.

(۴۰۵) تعویذ لٹکانے کی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض حضرات گلے میں تعویذات وغیرہ لٹکاتے ہیں اور اس پر شفاء کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اگر یہ لوگ ان تعویذات کو مؤثر بالذات سمجھیں اور انہی پر شفاء کے حصول کا عقیدہ ہو تو ایسے اشخاص مشرک ہیں انہیں فوراً اس فعل بد سے اجتناب کرنا چاہئے اور توبہ کرنا چاہئے۔ ہاں اگر محض اسباب کے درجے میں یہ کام کیا جائے اور شفاء کے حصول کا عقیدہ صرف اللہ تعالیٰ سے رکھا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

لمافی سنن ابی داؤد (۱۸۶/۲): عن عبداللہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان الرقی والتمائم والتولة شرک الی آخر الحدیث.

وعلی هامشه: التمائم جمع تمیمة ارید به الخرزات التی تعلقها النساء فی اعناق الاولاد علی ظن انها تؤثر وتدفع العین. (قوله شرک) ای من افعال المشرکین اذا اعتقد ان له تاثیرا حقیقة.

وفی المرقات (۳۵۸/۸): عن زینب امرأة عبداللہ بن مسعود ان عبداللہ رأی فی عنقی خیطا فقال ماهذا فقلت خیط رقی لی فیه قالت فاخذه فقطعه ثم قال انتم آل عبداللہ لاغنیاء عن الشرک سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ان الرقی والتمائم والتولة شرک.

وفی المرقات تحته: هی خزرات کانت للعرب تعلق علی الصبی لدفع العین بزعمهم وهوباطل .... واطلق الشرک علیهما اما لان المتعارف منها فی عهده ماکان معهودا فی الجاهلیة وکان مشتملا علی مایتضمن الشرک.

وفی ردالمحتار (۳۶۳/۶): التمائم جمع تمیمة وهی خزرات کانت العرب تعلقها علی اولادهم یتقون بها العین فی زعمهم فابطلها الاسلام والحدیث الاخر من علق تمیمة فلا أتم اللہ له لانهم یعتقدون انهم تمام الدواء والشفاء بل جعلوها شرکاء لانهم ارادوا بها دفع المقادیر المکتوبة علیهم

وطلبوا دفع الاذی من غیر اللہ تعالی الذی ھو دافعه اھ.

(۴۰۶) مجرم کی تعیین کسی عامل کے خاص عمل سے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ چور، جادوگر یا مجرم کو معلوم یا متعین کرنے کے لئے عاملین سے رجوع کرتے ہیں۔ عامل کے مخصوص علم کے بعد اس عمل کے اثرات جس پر ظاہر ہو جائیں اسے ہی مجرم، چور یا جادوگر گردانتے ہیں۔ کیا اس طرح کا عمل کرنا صحیح ہے اور اس ذریعے سے تعیین کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... چور، جادوگر یا مجرم کی تعیین کے لئے عاملین کے خاص اعمال اور پھر ان کے اثرات کے باوجود شرعاً مجرم کی تعیین کے لئے غیر معتبر ہیں۔ لہٰذا جس پر عمل کا اثر ظاہر ہوا سے مجرم نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس طرح کے غیبی امور معلوم کرنے کے لئے کسی کے پاس جانا گناہ کبیرہ ہے اور اگر اس کی تصدیق بھی کر دی تو کفر ہے لہٰذا اس طرح کے غیر شرعی امور سے اجتناب کرنا چاہئے۔

لمافی المشکوة (صـ۳۹۳): عن حفصة قالت قال رسول اللہ ﷺ من اتی عرافا فسأله عن شئ لم یقبل له صلاة اربعین لیلة .... وعن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ من اتی کاھنا فصدقه بمایقول .... فقد برئ بماانزل علی محمد.

وفی التاتارخانیة (۵/ ۴۷۷): سئل الفضلی عن معنی قوله علیه السلام من اتی کاھنا وصدقه فیما یقول فقد کفر بماانزل علی محمد ﷺ فقال الکاھن الساحر فقیل له :ھذا الرجل اوالمرأة التی تقول اناأعلم المسروقات ھل یدخل تحت ھذا الخبر قال :نعم قیل له فان قال ھذا الرجل انااخبر عن اخبارالجن ایای قال ان قال ھکذا فھو ساحر کاھن ومن صدقه فقد کفر.

فصل فی اغلاط العوام

(عوام الناس کے توہمات اور اغلاط کے بیان میں)

(۴۰۷) قرآن سے فال نکالنا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری والدہ صاحبہ جو کام کرتی ہیں کہتی ہیں کہ پہلے قرآن پاک سے فال نکالو پھر کام کرو۔ کیا شریعت کی رو سے قرآن مجید سے فال نکالنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... قرآن مجید سے فال نکالنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اس لئے فال نکالنا صحیح نہیں ہے۔ قرآن مجید کا مقصد حلال وحرام میں تمیز اور ضابطہ حیات کی طرف راہنمائی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اگر قرآن سے فال نکالا اور بعد میں وہ بات غلط ثابت ہوئی تو اس غلط بات کی نسبت قرآن مجید کی طرف کی جائے گی جو موجب کفر ہے۔

لمافی قوله تعالی (الاسراء: ۹) : ان هذا القرآن یهدی للتی هی اقوم ویبشر المؤمنین الذین یعملون الصالحات ان لهم اجرا کبیرا ○

(الاعراف: ۱۵۷) ویحل لهم الطیبٰت ویحرم علیهم الخبائث الایة

وفی المشکوة (ص۳۹۲): عن ابن عباس قال کان رسول اللهﷺ یتفاول ولا یتطیر وکان یحب الاسم الحسن.

(۴۰۸) فال کی شرعی حیثیت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ فٹ پاتھ پر بیٹھے ہوتے ہیں جن کے پاس ایک طوطا اور چند لفافے ہوتے ہیں۔ کیا ان سے فال نکلوانا صحیح ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ فال نکالنا صحیح ہے کیونکہ روایات سے یہ ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... صورت مسئولہ میں مروجہ فال کا طریقہ ناجائز ہے جو کسی بھی صورت میں جائز نہیں اور روایات میں جس فال کا ذکر ہے اس سے مراد کوئی اچھا کلمہ یا اچھی تعبیر ہے یعنی آپ نے کوئی کام شروع کیا یا شروع کرنے کا ارادہ کیا اس کے بعد آپ نے کوئی اچھا کلمہ سن لیا اور نیک فالی کے طور پر آپ نے اس سے اچھی تعبیر لے لی تو یہ صحیح ہے۔

لمافی المشکوة (ص۳۹۳): عن ابی هریرة قال قال رسول اللهﷺ من اتی کاهنا فصدقه بمایقول .... فقد برئ ممانزل علی محمد.

وفیھا ایضا (صـ ۲۹۲): عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یتفاؤل ولا یتطیر وکان یحب الاسم الحسن ....عن انس ان النبی ﷺ کان یعجبہ اذاخرج لحاجۃ ان یسمع یاراشد یانجیح.

(۴۰۹) مسجد کے محراب کی مٹی زخم کے لئے استعمال کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے علاقے میں یہ رواج ہے کہ جب چہرے یا سر پر ایک خاص قسم کا زخم ہوتا ہے تو مسجد کے محراب کی مٹی استعمال کرتے ہیں کیا اس طرح علاج کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو بھی اس کو پاک ومقدس مٹی سمجھ کر استعمال کیا جائے تو کیا حکم ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......علاج کے لئے مٹی استعمال کرنا جائز ہے البتہ یہ عقیدہ رکھنا کہ شفا مٹی میں ہے یا کسی خاص مٹی میں ہے یہ درست نہیں۔

لما فی الصحیح للبخاری (۲/۸۵۵): حدثنا علی بن عبداللہ ....عن عائشۃ ان النبی ﷺ کان یقول للمریض بسم اللہ تربۃ ارضنا وریقۃ بعضنا یشفی سقیمنا.

(۴۱۰) آٹے کی گولیوں پر سورۃ مزمل پڑھ کر سمندر میں پھینکنے کی رسم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید کا کہنا ہے کہ آٹے کی گولیوں پر سورہ مزمل پڑھنا اور انہیں جاری پانی جیسے سمندر وغیرہ میں پھینکنا جائز ہے، جبکہ بکر کا کہنا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اب ان دونوں میں جو بات صحیح ہو اس کی وضاحت فرمادیں، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الجواب حامداًومصلیاً......یہ عمل صفر کے مہینے میں کیا جاتا ہے، اور اس مہینے کے متعلق لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اس مہینے میں مصائب وبلائیں اور بیماریاں کثرت سے نازل ہوتی ہیں، اور ان سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ سورہ مزمل آٹے کی گولیوں پر پڑھ کر سمندر وغیرہ میں ڈالی جائیں تاکہ مچھلیاں ان کو کھائیں اور ہم ان مصائب سے محفوظ رہیں۔ لہٰذا سب سے پہلے یہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ کیا واقعی یہ مہینہ منحوس ہے کہ اس میں مصائب کثرت سے نازل ہوتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ماہ صفر کے متعلق نحوست اور مصائب کے نزول کا عقیدہ لوگوں کا من گھڑت اور جاہلانہ عقیدہ ہے، جس کی شریعت اور دین اسلام میں کوئی اصل نہیں ہے، احادیث مبارکہ میں اس قسم کے عقائد سے منع کیا گیا ہے، لہٰذا ماہ صفر بلکہ کسی چیز کے بارے میں بھی نحوست کا عقیدہ رکھنا جائز نہیں کیونکہ غم وخوشی، صحت وبیماری وغیرہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی ومنشاء اور بندوں کی آزمائش کے طور پر آتے ہیں اس میں نہ تو کسی چیز کی نحوست کا دخل ہے اور نہ کسی اور چیز کا، بلکہ فاعل حقیقی صرف اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہے۔ اس بات کو سمجھ لینے کے بعد یہ سمجھئے کہ اگر مذکورہ عمل بھی ماہ صفر کی نحوست کی بناء پر کیا جاتا ہو تو جائز نہیں کیونکہ ماہ صفر کے بارے میں نحوست کا عقیدہ رکھنا ہی جائز نہیں تو یہ بناء فاسد علی الفاسد کی قبیل سے ہوجائے گا۔ اور اگر صرف

مقصود مچھلیوں ہی کو کھلانا ہے تو سورہ مزمل کی تخصیص کی کیا وجہ ہے؟ آپ ویسے ہی سمندر میں ڈال دیں البتہ ماہ صفر میں ڈالنے میں پھر بھی پرہیز بہتر ہے تاکہ ان لوگوں سے مشابہت بھی نہ ہو جو مذکورہ عقیدے کی وجہ سے یہ عمل کرتے ہیں۔

لما فی القران الکریم: یٰاَیُّهَاالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً. الایة (البقرة:۲۰۸)

وفی الصحیح للبخاری(۲/۸۵۹):عن ابی هریرة قال قال النبی ﷺ قال لاعدویٰ ولا صفر ولاهامة.

وفی الصحیح لمسلم (۲/۲۳۰):عن ابی هریرة حین قال رسول الله ﷺ لا عدویٰ ولاصفر ولاهامة فقال اعرابی یا رسول الله فما بال الابل تکون فی الرمل کانها الظباء فیجیئ البعیر الاجرب فیدخل فیها فیجربها کلها قال فمن اعدی الاول.

وفی مرقات المفاتیح (۹/صـ۴):(ولا صفر) قال شارح کانت العرب یزعمون انه حیة فی البطن واللدغ الذی یجده الانسان عند جوعة من عضه قال ابوداؤد فی سننه قال بقیة سألت محمد بن راشد عنه قال کانوا یتشائمون بدخول صـ ر فقال النبی ﷺ لاصفر ......قال القاضی و یحتمل ان یکون نفیا لما یتوهم ان شهر صفر تکثر فیه الدواهی والفتن.

(۴۱۱) دوعیدوں کے درمیان شادی کو منحوس سمجھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں بعض لوگوں میں یہ بات رائج ہے کہ دوعیدوں کے درمیان شادی نہیں کرنی چاہئے کیونکہ اس میں برکت نہیں ہوتی اور یہ منحوس ہوتی ہے لہٰذا جلد طلاق کی نوبت آجاتی ہے۔آیا یہ بات درست ہے شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......ان لوگوں کا مذکورہ خیال درست نہیں ہے کیونکہ اس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں ملتا بلکہ اس کے خلاف خود رسول اللہ ﷺ کا عمل موجود ہے کہ آپ نے خود شوال کے مہینے میں شادی کی۔

لمافی الصحیح لمسلم (۱/۴۵۶): عن عائشة رضی الله عنها قالت تزوجنی رسول اللهﷺ فی شوال وبنی بی فی شوال فای نساء رسول اللهﷺ کان احظی عنده منی قال وکانت عائشة تستحب ان تدخل نساء ها فی شوال.

قال النووی تحت هذه الروایة : فیه استحباب التزوج والتزویج والدخول فی شوال وقدنص اصحابنا علی استحبابه بهذالحدیث وقصدت عائشة بهذا الکلام رد ماکانت الجاهلیة علیه وما یتخیله بعض العوام الیوم من کراهة التزوج والتزویج والدخول فی شوال وهذا باطل لااصل له وهو من آثار الجاهلیة کانوا یتطیرون بذلک لمافی اسم شوال من الاشالة والرفع.

(۴۱۲) رات کو آئینہ دیکھنا یا جھاڑو دینا

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پندنامہ میں جو رات کو آئینہ دیکھنے یا جھاڑو دینے سے ممانعت آئی ہے اس کی اصل کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... شرع میں ان دونوں چیزوں کی کوئی اصل نہیں ہے محض عوام میں مشہور ہیں اور جن بزرگوں کے کلام میں ہے محض طب وحکمت کے طور پر ہے ورنہ یوں کہا جائے گا کہ بعض بزرگوں پر حسن ظن کا غلبہ تھا لہٰذا ارادی طور پر کوئی جرح کئے بغیر نقل کر دیا پس ایسے حضرات معذور ہیں اور ان کا قول قابل عمل نہیں۔

ھکذا صرح فی امدادالفتاوی (۴/۳۷۰)

(۴۱۳) کتے کی پیدائش کے متعلق غلط فہمی

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو مٹی باقی بچی تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے کتے کو پیدا کیا اسی وجہ سے یہ انسان کے ساتھ سب سے زیادہ وفاداری کا ثبوت دیتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً ...... یہ بات کہیں سے ثابت نہیں کہ آدم علیہ السلام کی بچی ہوئی مٹی سے کتے کو پیدا کیا گیا البتہ یہ ثابت ہے کہ آدم علیہ السلام کے جسم اطہر سے بچی ہوئی مٹی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا گیا۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۹/۳۶۰): قال کلوا من عمتکم یعنی النخلة خلقت من فضلة طینة آدم علیہ السلام.

وفی معالم التنزیل للبغوی (۳/۳۳): الحکمة فی تشبیھھا بالنخلة من بین سائر الاشجار .... لانھا خلقت من فضل طینة آدم علیہ السلام ولذلک قال النبی ﷺ اکرموا عمتکم قیل من عمتنا قال النخلة.

وفی عمدة القاری (۲/۱۵): قال الکرمانی ان النخلة خلقت من بقیة طینة آدم علیہ السلام فھی کالعمة للاناس.

(۴۱۴) کیا ہدہد سید ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہدہد جو ایک پرندہ ہے بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ سید ہے

اس لئے اس کا کھانا جائز نہیں کیا یہ بات صحیح ہے کہ ہد ہد سید ہے اور اس کا کھانا جائز نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ہد ہد حلال ہے اور اس کا کھانا جائز ہے۔ اسے سید کہنا من گھڑت بات ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

لمافی خلاصة الفتاوی (۳۰۴/۴): وفی فتاوی الولوالجی اکل الهدهد لابأس به لانه ليس بذی مخلب من الطيور.

وفی الهندية (۴۹۰/۵): اکل الخطاف والصلصل والهدهد لابأس به لانهاليست من الطيور التی هی ذوات مخلب کذا فی الظهيرية.

(۴۱۵) بچہ اگر مختون پیدا ہو تو یہ بزرگی کی علامت ہے؟

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں میں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جو کہ مختون تھا۔ ہمارے علاقے میں اس مسئلے پر بہت اختلاف پیدا ہوا، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ بزرگی کی علامت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ بچہ ناقص پیدا ہوا ہے۔ اب آپ فیصلہ فرمائیں کہ مختون پیدا ہونا کیسا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بچے کا مختون پیدا ہونا قدرت کا ایک کرشمہ ہے۔ بہت سے انبیاء مختون پیدا ہوئے اور نیک فالی کے طور پر بزرگی مراد لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

لمافی الدرالمختار (۷۵۱/۲): وقد جمع السيوطی من ولد مختونا من الانبياء عليهم الصلوة والسلام فقال ......

وفی الرسل مختون لعمرک خلقة　　ثمان وتسع طيبون اکارم

وهم زکريا شيث ادريس يوسف　　..........

(۴۱۶) جاہل اور جعلی پیر کے ہاتھ پاؤں چومنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل دیہاتوں میں عام رواج ہے کہ مرد اور عورتیں جاہل اور جعلی پیروں کے ہاتھ اور پاؤں چومتے ہیں۔ ان کے اس فعل کی شرعاً کیا حیثیت ہے؟ نیز کسی باشرع عالم یا بزرگ کے ہاتھ اور پاؤں چومنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ چومنا برکت کے لئے یا علم کی وجہ سے جائز ہے اس کے علاوہ دیگر اشخاص کے ہاتھ اس طرح چومنا ناجائز اور حرام ہے۔ خاص طور پر عورت کا اجنبی مردوں کے ہاتھ چومنا قطعاً ناجائز ہے۔ چاہے وہ شخص عالم ہو یا کوئی اور ہو کسی صورت میں جائز نہیں۔

لمافی الصحیح للبخاری (۲/۱۰۷۱): عن عائشة رضی الله عنها ....مامست ید رسول الله ﷺ ید امرأة الاامرأة یملکها.

وفی الهندیة (۵/۳۶۹): تقبیل ید العالم والسلطان العادل جائز ولارخصة فی تقبیل ید غیرهما هو المختار کذا فی الغیاثیة.

وفیها ایضا (۵/۳۲۹): ولایحل له ان یمس وجهها ولاکفها وان کان یأمن الشهوة.

وفی الدرالمختار (۲/۳۸۳): ولابأس بتقبیل یدالعالم والمتورع علی سبیل التبرک والسلطان العادل ....ولارخصة فیه ای فی تقبیل الید لغیرهما.

(۴۱۷) بغیر عقیقہ کے مرے ہوئے بچے کی شفاعت

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ پنجاب کے بعض دیہاتوں میں مشہور ہے کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد جس بچہ کا عقیقہ نہ کرایا جائے اور وہ بچہ قبل البلوغ مرجائے تو وہ بچہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔ کیاان لوگوں کا یہ کہنا صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......احادیث سے یہ بات صراحتاً تو نہیں ملتی البتہ ابوداؤد باب العقیقہ کی ایک روایت کل غلام رهینة بعقیقة میں محدثین کے مختلف اقوال ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی طرف یہ منسوب ہے کہ جس بچے کا عقیقہ نہ کرایا جائے اور وہ بچپن ہی میں مرجائے تو وہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا۔

لمافی نیل الاوطار (۳/۲۰۹): (کل غلام رهینة بعقیقة) قال الخطابی: اختلف الناس فی معنی هذا، فذهب احمد لابن حنبل إلی ان معناه انه اذا مات وهو طفل ولم یعق عنه لم یشفع لأبویه. وقیل: انه مرهون بالعقیقة بمعنی انه لا یسمی ولا یحلق شعره الا بعد ذبحها وبه صرح صاحب المشارق والنهایة. انتهی

وفی مرقاة المفاتیح (۸/۷۸): وفی شرح السنة قد تکلم الناس فیه، واجودها ما قاله احمد بن حنبل معناه انه اذا مات طفلا ولم یعق عنه لم یشفع فی والدیه وروی عن قتادة انه یحرم شفاعتهم.

(۴۱۸) جھوٹے میں مزید پانی ملانے سے بیماری پیدا ہوتی ہے؟

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک تبلیغی امیر صاحب بیان فرمارہے تھے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ''مومن کے جھوٹے میں شفاہے''۔ امیر صاحب نے مزید کہا کہ یہ تو صحیح ہے کہ شفا ہے لیکن اگر اس میں مزید پانی ملایا جائے تو وہ شفاختم ہوجاتی ہےاور وہ بیماری بن جاتی ہے۔ کیا واقعی شرعاً ایسا ہی ہے کہ مزید پانی ملانے سے وہ شفا بیماری بن جاتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کے جھوٹے میں شفاء ہے۔ البتہ اس سے آگے والی بات کہ مزید پانی ملانے سے بیماری بن جاتی ہے اس کا کہیں ثبوت موجود نہیں۔ لہٰذا اس بات کا اعتبار نہ کیا جائے اور مزید یہ کہ بغیر معلومات کے کوئی بات دین یا حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا انتہائی جرأت کی بات ہے جس سے ازحد اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافی المقاصد الحسنة (ص ۲۴۱): ریق المؤمن شفاء، معناه صحیح ففی الصحیحین .... واما ماعلی الالسنة من ان سور المؤمن شفاء ففی الافراد للدارقطنی من حدیث نوح بن ابی مریم عن ابن جریج عن عطاء عن ابن عباس رفعه من التواضع ان یشرب الرجل من سؤر اخیه.

(۴۱۹) قرآن شریف کے نیچے سے گزرنا شفاء کے حصول کیلئے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض لوگ اپنے دروازوں پر قرآن شریف کو لٹکا لیتے ہیں اوراس کے نیچے سے گزرتے ہیں تا کہ ان کو امراض سے صحت نصیب ہو جائے، کیا اس طرح سے کرنا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین اور سلف صالحین سے ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... تتبع وتلاش کے باوجود کسی کتاب میں ایسی کوئی صراحت نہیں ملی کہ یہ بات یعنی قرآن کو دروازے پر لٹکانا اور لوگوں کا اس کے نیچے سے صحت امراض کیلئے گزرنا ثابت ہو اور نہ ہی شریعت میں اس کا کوئی ثبوت ہے۔

لمافی المشکوة (ص۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد.

.... وعن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد وشر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة.

وفی مرقات المفاتیح تحته (۱/۲۱۵): وفی روایة لمسلم من عمل عملا ای اتی بشئی من الطاعات او بشئی من الاعمال الدنیویة والاخرویة سواء کان محدثا او سابقا علی الامر لیس علیه امرنا ای کان من صفته انه لیس علیه اذننا بل اتی به علی حسب هواه فهو رد ای مردود غیر مقبول.

(۴۲۰) زلزلے کا سبب

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ زلزلہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ زمین کو بیل نے اپنے سینگ پر اٹھا رکھا ہے، جب ایک سینگ تھک جاتا ہے تو وہ زمین کو دوسرے سینگ پر کر لیتا ہے جس سے زلزلہ پیدا ہوتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......شریعت مطہرہ میں بیل کا زمین کو سینگوں پر اٹھانے کا ذکر کہیں نہیں ملتا بلکہ زلزلہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جس کا ظہور کبھی کبھار ہوتا ہے اور بعض دفعہ جب کسی قوم میں گناہوں کی کثرت ہو جائے تو اس کی وجہ سے بھی زلزلے آتے ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ کا امر یا گناہوں کی کثرت یہ باطنی اسباب میں سے ہیں اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے اس کی کئی دوسری وجوہات بھی ہو سکتی ہیں۔ دونوں میں کوئی تعارض یا منافات نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۱۷/ ۱۱۱): تحت آیة ان زلزلة الساعة شئ عظیم ....**قال العلامة الآلوسی فی بحث سبب الزلزلة** ....**تحدث هذه الحركة بتحريك ملك بناء على ماروى ان فی الارض عرقا تنتهی الی جبل قاف وهی بید ملک هناک فاذا اراداللہ عزوجل امر امره ان يحرک عرقا فاذا حركه زلزلت الارض** ....**ولا يخفى انه اذا صح حديث فی بيان سبب الزلزلة لاينبغی العدول عنه والافلابأس بالقول برأى الفلاسفة وهو لاينافی القول بالفاعل المختار كماظن بعضهم.**

وفی المشكوة (صـ ۴۷۰): عن ابی هريرة قال قال رسول اللہ ﷺ **اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما والزكوة مغرما وتعلم لغير الدين واطاع الرجل امرأته** ....**فارتقبوا عند ذلک ريحا حمراء وزلزلة وخسفا.**

(۴۲۱) دلہن کی رخصتی کے وقت اذان دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب لڑکی کی شادی ہوتی تو اسے ڈولی میں بٹھاتے وقت اذان دی جاتی ہے۔ کیا ایسا کرنا ثابت ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......دلہن کو ڈولی میں اس لئے نہیں بٹھایا جاتا کہ اس طرح بٹھانا ثابت ہے بلکہ صرف آسانی مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے جب ڈولی میں بٹھانا ثابت نہیں تو اذان دینا بطریق اولیٰ ثابت نہیں ہوگا۔ لہٰذا رخصتی کے وقت اذان دینا بدعت کے زمرے میں داخل اور قابل اجتناب ہے۔

لمافی المشكوة المصابيح (صـ ۲۷): عن عائشة رضی اللہ عنها قالت قال رسول اللہ ﷺ من احدث فی امرنا هذا ماليس منه فهو رد.

(۴۲۲) صدقہ کے وقت بکرے کو مریض کے گرد گھمانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں یہ رائج ہے کہ صدقہ کے لئے مرغی اور بکرا

وغیرہ کسی غریب کو دینے سے پہلے مریض یا گھر یا گاڑی وغیرہ جس کا صدقہ کرنا ہوتا ہے اس کے گرد گھماتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا شریعت میں ثابت ہے اور صدقہ کرنے کے لئے اس طرح گھمانا ضروری یا کم سے کم مستحسن ہے؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... روایات کثیرہ میں صدقات وغیرہ کی بڑی فضیلت آئی ہے لیکن کہیں کوئی خاص مقدار یا پھر صدقہ کرنے سے پہلے کسی خاص طریقے کا بیان نہیں ہے لہٰذا جس قدر استطاعت ہو صدقہ کرنا چاہئے۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اسے پہلے مریض وغیرہ کے گرد چکر لگوانا اس کی کوئی اصل شریعت میں نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا اہتمام والتزام جائز نہیں۔

لمافی المشکوۃ (ص۱۶۸): عن انس قال قال رسول الله ﷺ ان الصدقة لتطفئ غضب الرب وتدفع میتة السوء.

وفیها ایضاً (ص۱۶۷): عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ یانساء المسلمات لاتحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة.

﴿كتاب التاريخ و السير﴾

(تاریخ اور سیر کے بیان میں)

(۴۲۳) قوم عاد کی قد وقامت اور شداد کی جنت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر قوم عاد کی قد وقامت کے بارے میں عجیب وغریب باتیں سننے میں آتی ہیں۔کیا ان کی کوئی اصل موجود ہے؟ نیز اسی طرح شداد کا قصہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔کیا اس کا کہیں سے ثبوت ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قوم عاد کی قد وقامت کے بارے میں مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں جن میں زیادہ مشہور قول بارہ (۱۲) گز کا ہے۔اور شداد کے قصے کی بھی اصل موجود ہے چنانچہ تفاسیر میں شداد کے متعلق واقعہ موجود ہے۔

لمافی احکام القرآن للقرطبی (۲۰/۴۵): قال ابن عباس فی روایة عطاء کان الرجل منهم طوله خمسمائة ذراع والقصیر منهم ثلثمائة ذراع بذراع نفسه وروی عن ابن عباس ایضا ان طول الرجل منهم کان سبعین ذراعا [ابن العربی] وهو باطل لان فی الصحیح ان الله خلق آدم طوله ستون ذراعا فی الهواء فلم یزل الخلق ینقص الی الآن وزعم قتادة ان طول الرجل منهم اثناعشر ذراعا.

وفیها ایضا (۲۰/۴۷): وروی انه کان لعاد ابنان شداد وشدید فملکا وقهرا ثم مات شدید وخلص الامر لشداد ....وذکر القصة...............

وفی تفسیر المظهری (۱۰/۲۵۵): قال مقاتل کان طولهم اثنی عشر ذراعا یعنی من ذراع النبی ﷺ.

وفی زادالمسیر (۸/۲۵۹): ان عادا المنسوب الیهم عاد الاولی کان له ولدان شدید وشداد فلما مات عاد ثم مات شدید وبقی شداد ملک الارض ودانت له المملوک ......وذکر القصة ......

(۴۲۴) غزوہ موتہ کب اور کس وجہ سے ہوا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ غزوہ موتہ کس تاریخ اور کس کی امارت میں ہوا۔اس میں مسلمانوں کی تعداد کتنی تھی اور مسلمانوں کو آخر میں فتح ہوئی یا شکست؟ تفصیل سے بیان فرمائیں اور پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ میرے پاس

دو کتابچے ہیں ان کا آپس میں کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ جو صحیح بات ہے تحریر فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......شرحبیل بن عمرو غسانی جو قیصر کے امراء میں سے تھا اس نے نبی کریم ﷺ کے قاصد کو قتل کروادیا۔ جس کی وجہ سے سنہ ۸ ہجری ماہ جمادی الاولیٰ میں آپ علیہ السلام نے حضرت زید بن حارثہ ؓ کی امارت میں تین ہزار کا لشکر روانہ فرمایا اس میں خود حضرت زید ؓ ان کے علاوہ حضرت جعفر ؓ ابن رواحہ ؓ اور بعض دوسرے صحابہ ؓ شہید ہوگئے تھے لیکن آخر کار فتح مسلمانوں کو ہوئی۔

لما فی کتاب المغازی للواقدی (۷۵۵/۲): حدثنا الواقدی ......قال بعث رسول اللہ ﷺ الحارث بن عمیر الازدی ثم احد بنی لهب الی ملک بصری بکتاب فلما نزل موتة عرض له شرحبیل بن عمرو الغسانی فقال این ترید ؟ قال الشام. قال :لعلک من رسل محمد قال نعم،انارسول رسول الله فأمر به فاوثق رباطا،ثم قدمه فضرب عنقه صبرا ......فبلغ رسول الله ﷺ الخبر فاشتد علیه وندب الناس واخبرهم بمقتل الحارث ومن قتله فاسرع الناس وخرجوا فعسکروا بالجرف ......فقال رسول الله ﷺ زید بن حارثة امیر الناس.

وفی البداية والنهاية (۲۴۱/۴): وهی سرية زید بن حارثة فی نحو من ثلاثة الاف الی ارض البلقاء من ارض الشام ......عن عروة بن زبیر قال بعث رسول الله ﷺ بعثه الی موتة فی جمادی الاولی من سنة ثمان واستعمل علیهم زید بن حارثة.

(وهکذانقل فی تاریخ الطبری ج ۲/ص ۳۱۹)

(۴۲۵) فتح کے موقع پر قتل کئے گئے بعض اشخاص کے نام اور ان کے جرائم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر باقی سب کو معاف کردیا گیا لیکن چند اشخاص ایسے بھی تھے جنہیں معاف نہیں کیا گیا وہ کون کون تھے اور انہوں نے کیا جرم کیا تھا ؟ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں جو اشخاص فتح مکہ کے دن بھی مجرم ٹھہرے ان میں ایک عبداللہ بن خطل تھا، یہ پہلے مسلمان ہوگیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اسے عامل بنا کر صدقات کی وصولی کے لئے بھیجا اس کے ہمراہ ایک غلام بھی بھیجا تھا، راستہ میں ابن خطل نے کسی موقع پر غلام سے کھانا تیار کرنے کو کہا لیکن غلام سوگیا ابن خطل نے غصہ میں آکر اس غلام کو قتل کردیا اور خود صدقہ کے اونٹ لے کر مکہ گیا اور مرتد ہوگیا، بعد میں یہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا، اس کی دو باندیاں تھیں ناچ گانے کی مجلس سجا کر ان سے رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھوایا کرتا تھا تو اس نے تین جرم کیے تھے اول ناحق خون بہایا تھا دوم مرتد ہوگیا تھا سوم رسول اللہ

ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب تھا، فتح مکہ کے دن یہ کعبہ کے پردوں میں لپٹ گیا تھا آپ ﷺ کو اطلاع کی گئی آپ ﷺ نے فرمایا اس کو وہیں قتل کردو، چنانچہ حضرت ابو برزۃ اسلمیؓ اور حضرت سعید بن حریثؓ نے جا کر اس کو قتل کر دیا۔

۲۔مقیس بن ضبابۃ بھی پہلے مسلمان ہوگیا، پھر مرتد ہوکر مکہ مکرمہ آ گیا تھا۔نمیلہ بن عبداللہ نے اس کا کام تمام کیا۔

۳۔حویرث بن نقید یہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخانہ اشعار کہا کرتا تھا۔

۴۔حارث بن طلاطل یہ بھی آپ ﷺ کی ہجو میں اشعار کہا کرتا تھا۔

۵۔قریبہ یہ ابن خطل کی باندی تھی، رسول اللہ ﷺ کے خلاف اشعار پڑھا کرتی تھی۔

۶۔مباح الدم قرار دیے جانے والوں میں سے ھبیرہ بن وہب بھی تھا، یہ فتح مکہ کے وقت نجران کی طرف بھاگ نکلا اور وہیں کفر کی حالت میں مرا۔

۷۔سارہ نامی ایک خاتون بھی تھی، بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ عورت بھی قتل کی گئی جبکہ دوسرے بعض حضرات کا رجحان یہ ہے کہ یہ عورت مسلمان ہوگئی تھی، اور حضرت عمرؓ کے زمانے تک زندہ رہی۔یہی وہ عورت تھی جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط لیکر مکہ جارہی تھی۔

لما فی الصحیح للبخاری (۲/۱۴۲): حدثنا یحیٰ بن قزعة ......عن انس بن مالک ان النبی ﷺ دخل مکة یوم الفتح وعلی رأسه مغفر فلما نزعه جاء رجل فقال ابن خطل متعلق باستار الکعبة فقال اقتله قال مالک ولم یکن النبی ﷺ فیما نری والله اعلم یومئذ محروماً.

وعلی هامشه :قوله ابن خطل ..... اسمه عبدالله وکان اسلم ثم ارتد وقتل قتیلا بغیر حق وکانت له قینتان تغنیان بهجاء رسول الله ﷺ فضربت عنقه صبرا بین زمزم ومقام ......ومنهم مقیس بن ضبابة کان اسلم ثم ارتد قتله رجل من الانصار ومنهم الحویرث ابن نقید کان یؤذی النبی ﷺ وینشد الهجاء قتله علی بن ابی طالب رضی الله عنه.

وفی المصنف لابن ابی شیبة (۷/ ۴۰۵): حدثنا احمد بن مفضل قال حدثنا اسباط بن نصر قال زعم السدی عن مصعب بن سعد عن ابیه قال لما کان یوم الفتح مکة امن رسول الله ﷺ الناس الا اربعة نفر وامرأتین وقال اقتلوهم وان وجدتموهم متعلقین باستار الکعبة عکرمة بن ابی جهل وعبد الله ابن خطل ومقیس بن ضبابة وعبدالله بن سعد بن ابی سرح فاما عبدالله ابن خطل فأدرک وهو متعلق باستار الکعبة فاستبق الیه سعید بن حریث وعمار فسبق سعید عمارا وکان اشب الرجلین فقتله واما مقیس بن ضبابة فادرکه الناس فی السوق فقتلوه.

وفی فتح الباری (۸/صـ۹): قال وقد کان رسول الله ﷺ امر امراءا ان لایقتلوا الا من قاتلهم غیر انه اهدر دم نفر سماهم وقد جمعت اسماهم من متفرقات الاخبار وهم عبد العزی بن خطل وعبد الله

بن سعد بن ابی سرح ......والحویرث بن نقیذ ......ومقیس بن صبابة ......وقینتان کانتا لابن خطل کانتا تغنیان بهجو النبی ﷺ وسارة مولاة بنی المطلب وهی التی وجد معها کتاب حاطب ...... واما الحویرث فکان شدید الاذی لرسول الله ﷺ بمکة فقتله علی یوم الفتح واما مقیس بن صبابة فکان اسلم ثم عدا علی رجل من الانصار فقتله وکان الانصاری قتل أخاه هشام خطأ فجاء مقیس فاخذا لدیة ثم قتل الانصاری ثم ارتد فقتله نمیلة بن عبدالله یوم الفتح ...... واما القینتان فاسمهما فرتنی وقرینه فاستؤمن لاحدهما فاسلمت وقتلت الاخری واما سارة فاسلمت وعاشت الی خلافة عمر رضی الله عنه وقال الحمدی بل قتلت وذکر ابو معشر فیمن اهدر دمه الحرث بن طلاطل الخزاعی قتله علی وذکر غیر ابن اسحاق ان فرتنی هی التی اسلمت وان قرینة قتلت وذکر الحاکم ایضا ممن اهدر دمه کعب بن زهیر وقصته مشهورة وقد جاء بعد ذلک واسلم ومدح ......وارنب مولاة ابن خطل ایضا قتلت .... اختلف فی اسمها او باعتبار الکنیة واللقب......

وفی البدایة والنهایة (۲۹٦/۲):......ویقال اسمه عبد العزی بن خطل ویحتمل انه کان کذلک ثم لما اسلم یسمی عبدالله ولما اسلم بعثه رسول الله ﷺ مصدقا وبعث معه رجلا من الانصار وکان معه مولی له فغضب علیه غضبه فقتله ثم ارتد مشرکا......وکان له قینتان فرتنی وصاحبتها فکانتا تغنیان بهجاء رسول الله ﷺ ......فقتل وهو متعلق باستار الکعبة اشترک فی قتله ابو برزة الاسلمی وسعید بن حریث المخزومی وقتلت احدی قینة واستؤمن للاخری قال والحویرث بن نقیذ بن وهب بن عبدقصی وکان ممن یؤذی رسول الله.

ﷺ بمکة ...... فلما اهدر دمه قتله علی بن ابی طالب رضی الله عنه...... مقیس بن صبابة لانه قتل قاتل اخیه خطأبعد ما أخذ الدیة ثم ارتد مشرکا قتله رجل من قومه یقال له نمیلة بن عبدالله ...... وسارة مولاة لبنی عبدالمطلب ولعکرمة بن ابی جهل لانها کانت تؤذی رسول الله ﷺ بمکة وقد تقدم عن بعضهم انهاالتی تحملت الکتاب من حاطب بن ابی بلتعة وکانها عفی عنهااو هربت ثم اهدر دمها.

(۴۲٦) کیا معرکۂ کربلا جہاد تھا؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا کی لڑائی جہاد تھا یا سیاسی جنگ؟ بعض حضرات سے میں نے سنا ہے کہ کربلا کے تمام واقعات بنائی ہوئی کہانیاں ہیں اصل میں کوئی واقعہ نہیں ہوا، آپ وضاحت

فرمادیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیا تاریخی کتب میں یہ واقعہ موجود ہے اور وہ روایات کس درجہ کی ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً.....صورت مسئولہ میں پہلی شق کا جواب یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی کربلا میں لڑائی جہاد ہی تھا اس لئے کہ جس وقت حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کی فوج سے خروج کیا اس وقت تک یزید کی حکومت قائم نہیں ہوئی تھی کیونکہ اول: یزید کے ہاتھ پر اس وقت بیعت نہیں ہوئی تھی۔

دوم: یزید کو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ولی عہد بنایا تھا اور بذریعہ استخلاف (ولی عہد) انعقاد خلافت کیلئے چند شرائط ہیں جن میں ایک یہ ہے کہ اگر ولی عہد خلیفہ کا بیٹا یا والد ہے تو صرف استخلاف سے خلیفہ نہیں بنے گا بلکہ اہل حل وعقد اور اہل اختیار کی موافقت بھی ضروری ہے، اور دوسری شرط یہ ہے کہ ولی عہد میں خلافت کی تمام شرائط پائی جاتی ہوں۔ اور کسی شخص میں شرائط خلافت کے پائے جانے اور نہ پائے جانے میں دو افراد کی رائے مختلف ہوسکتی ہے، چنانچہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یزید میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں لہٰذا اس کا ولی عہد بننا درست تھا، جبکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مطابق یزید میں خلافت کی تمام شرائط نہیں پائی جارہی تھیں لہٰذا اس کا ولی عہد بننا درست نہ تھا، چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی رائے کے مطابق امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے استخلاف کے باوجود یزید خلیفہ نہ تھا اور ابھی اہل حل وعقد نے یزید کی خلافت کو قبول بھی نہ کیا تھا اور یزید زبردستی خلافت قائم کرنا چاہتا تھا، لہٰذا آپ کے علم وفضل اور دینی رتبے کی بناء پر آپ کی ذمہ داری تھی کہ ایک ایسا شخص جو آپ کی رائے کے مطابق اس عہدے کا اہل نہ تھا اسے اس عہدے پر فائز ہونے سے باز رکھیں۔ چنانچہ آپ اس ذمہ داری کو نبھانے کیلئے نکلے اور شروع میں کچھ لوگوں نے آپ کو حمایت کا یقین بھی دلایا جو اس بات کی علامت تھی کہ لوگ یزید کی بیعت کیلئے تیار نہیں اس حمایت کے جتانے میں کوفہ والے پیش پیش تھے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کوفہ پہنچنے سے پہلے ہی حالات میں اس قدر تیزی سے تبدیلی آئی کہ حالات کی نوعیت بالکل بدل گئی کہ اہل کوفہ نے آپ کے سفیر مسلم بن عقیل سے غداری کرتے ہوئے یزید کی طرف سے متعین کردہ حاکم عبید اللہ بن زیاد سے اتحاد کرلیا اور مسلم بن عقیل کو شہید کردیا گیا، اسی طرح حجاز مقدس میں لوگوں سے زبردستی بیعت لے لی گئی۔ جب آپ کو یہ معلوم ہوا تو آپ خلافت سے دست بردار ہوگئے اور واپس مدینہ منورہ آنا چاہا لیکن دشمن کی فوج نے آپ کی مختصر جماعت جس میں خاندان کے افراد شامل تھے کے گرد گھیرا ڈال لیا اور مدینہ منورہ واپس نہ جانے دیا۔ عبید اللہ بن زیاد کی طرف سے متعین کردہ فوجی افسر عمرو بن سعد کے سامنے آپ نے تین تجویزیں رکھیں کہ اول مجھے مدینہ واپس جانے دیا جائے دوم مجھے ترکوں کی سرحد پر جانے دو تاکہ میں اپنی باقی زندگی جہاد میں گزاردوں، سوم، مجھے یزید سے ملنے دو میں اس سے فیصلہ کرلوں گا۔

عمرو بن سعد نے یہ تجویزیں ابن زیاد کو لکھ بھیجیں اور ابن زیاد کو مشورہ دیا کہ ان میں سے کسی ایک تجویز کو قبول کرکے انہیں چھوڑ دیا جائے مگر شمر کے کہنے پر ابن زیاد نے ان تجویزوں کو رد کردیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اہل وعیال سمیت قید کرنے کا حکم لکھ بھیجا۔ اس وقت آپ کے لئے دو ہی راستے تھے کہ خود کو اہل وعیال سمیت گرفتار کرواکر ذلت قبول کرلیں یا پھر مردانہ طریقے سے مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہوجائیں، شریعت کسی کو مجبور نہیں کرتی کہ اپنا نفس اور اہل وعیال ظالموں کے ہاتھوں میں دے دے اور ذلت قبول کرلے، جیسا کہ روایت

مبارکہ میں ہے۔

عن سعید بن زید قال قال رسو ل الله ﷺ من قتل دون ماله فهو شهید ومن قتل دون اهله فهو شهید ومن قتل دون دینه فهو شهید (مسند الامام احمد، ۱/۱۱۳)

حضرت سعید بن زید روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل وعیال کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتے ہوئے قتل ہوا وہ بھی شہید ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں فرمایا۔

عن ابن عباس عن النبی ﷺ من قتل دون مظلمته فهو شهید (مسند الامام احمد، ۱/۱۰۵)

(ترجمہ) حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جسے ظلماً قتل کیا جائے وہ شہید ہے۔

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوا کہ ابتداءً حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نکلنا اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے تھا اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے لڑنا جہاد ہے جیسا کہ روایت مبارکہ میں ہے "من قاتل لتکون کلمة الله هی العلیاء فهو فی سبیل الله" (جو شخص اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر قتال کرے وہ اللہ کے راستے میں ہے) اور کربلا میں لڑائی کی نوبت اپنے اہل وعیال کی آبرو کی حفاظت اور ان کو ذلت سے بچانے کیلئے آئی اور یہ بھی جہاد ہے جیسا ابھی ذکر کردہ روایات سے معلوم ہوا، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تمام اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ آپ کی لڑائی جہاد تھا جس میں آپ شہید ہوئے۔

۲۔ دوسری شق کا جواب یہ ہے کہ معتبر کتب تاریخ میں کربلاء کا واقعہ تفصیلاً ثقہ راویوں سے منقول ہے، چنانچہ ابن کثیرؒ نے واقعہ کربلا کی روایات کیلئے یہ عنوان قائم کیا ہے (وهذه صفة مقتلة مأخوذة من كلام ائمة هذاالشان لا كما یزعمه اهل التشیع من الکذب) (ترجمہ: یہ اس خونریزی اور قتل کا بیان ہے جو اس فن (تاریخ) کے آئمہ کے کلام سے مأخوذ اور منقول ہے اس کے بارے میں شیعہ کے جھوٹ اور بے اصل ہونے کا زعم اور نظریہ درست نہیں) جس میں کربلا کی روایات کو جمع کیا ہے، اسی طرح سیر اعلام النبلاء میں مختلف مقامات پر لکھا ہے کہ واقعہ کربلا کے راوی ثقہ ہیں لہٰذا اس واقعہ کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حقیقتاً ایسا کوئی واقعہ نہیں یہ صرف کہانی کی حد تک ہی محدود ہے یہ ان کی جہالت کی علامت ہے، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اہل تشیع کی طرف سے جس طرح اضافات وتحریفات کے ساتھ یہ واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس کا ثبوت مشکل ہے۔

لما فی تکملةفتح الملهم (۳/۲۹۰): استخلاف الخلیفة نافذ علی الأمة بعد موته ولو لم یوافقه علیه اهل الحل والعقد (صـ۲۹۱) اذا لم یکن ولی العهد ولدا او والدا للامام اما اذا کان ولدا او والدافقیه خلاف قال القلقشندی فی "مأثر الانافة فی معالم الخلافة ۱: ۵۱" وقد اختلف العلماء فی

جواز انفراده بالعهد لولده اولوالده علی ثلاثة مذاهب: احدها انه لیس له الانفراد بذلک لواحد منهما بل لابد ان یوافقه اهل الحل والعقد علی صلاحیة المعهود الیه لذلک لان ذلک منه بمثابة التزکیة لیجری مجری الشهادة وتقلیده علی الامة مجری الحکم وهو لایجوز ان یحکم لوالدولا ولد ......

والذی یظهر لهذاالعبدالضعیف عفا الله عنه ان القول الاول اولیٰ نظرا الی ماظهر من المفاسد من استخلاف الابناء فی تاریخ المسلمین. والله سبحانه وتعالی اعلم

وفی الفقه الاسلامی (۸/۶۵۲۱): واما ضرورة توافر شروط الامام الشرعی فی ولی العهد فهو امر بدیهی مفروغ منه ککونه امینا ورعا ثقة مخلصا لله ناصحا للمسلمین قال الماوردی واذا عهد الامام بالخلافة الی من یصح العهد الیه علی الشروط المعتبرة کان العهد موقوفا علی المولی وتعتبر شروط الامامة فی المولی من وقت العهد الیه فان کان صغیرا او فاسقا وقت العهد لم تصح خلافته حتی یستأنف اهل الاختیار ببیعته.

ان شئت تفصیل الواقعة فانظر البدایة والنهایة المجلدالرابع الجزء الثامن الصفحة ۱۷۴ الی ۲۰۰

۲. سیر اعلام النبلاء المجلد الرابع الصفحة ۴۱۱ الی ۴۳۱

۳. الامامة والسیاسة لابن قتیبة المجلد الثانی الصفحة ۴ الی ۶

(۴۲۷) حضرت حسینؓ کا یزید کے خلاف نکلنا شریعت کی نظر میں نیز یزید پلید کہنے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے جب یزید کی بیعت کا انکار کیا اس وقت وہ مسلمانوں کا خلیفہ تھا اور خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرنا بظاہر بغاوت معلوم ہوتا ہے، اگر یہ بات صحیح نہیں تو صحیح بات تحریر فرمادیں تاکہ تسلی ہوجائے۔ نیز یزید پلید کہنا کیسا ہے؟ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں تفصیل یہ ہے کہ اسلام میں انتخاب خلیفہ کیلئے کچھ اصول وضوابط اور شرائط ہیں، جس میں پہلی قسم استخلاف ہے یعنی خلیفہ وقت چند باصلاح لوگوں سے مشورہ کرکے کسی کے بارے میں وصیت کردے کہ میرے بعد یہ آدمی خلیفہ ہوگا، جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مختلف کبار صحابہ سے مشورہ کرکے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو منتخب فرمایا تو بذریعہ استخلاف دوسرے خلیفہ کے لئے ضروری ہے کہ اس میں خلافت کی تمام شرائط پائی جارہی ہوں، اب یہی معاملہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا کہ آپ نے یزید کو اپنا خلیفہ بنایا، اب کسی شخص کے بارے میں دواشخاص کی رائے مختلف ہوسکتی ہے کہ اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی ہیں یا نہیں چنانچہ یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط پائی جارہی تھیں جبکہ

حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ کے ہاں اس میں خلافت کی شرائط نہیں پائی جارہی تھیں لہذا فقدان شرائط کی بناء پر یزید کو خلیفہ بنانا حضرت حسین شہید رضی اللہ عنہ کے مطابق صحیح نہ تھا، اب شریعت کا اصول یہ ہے کہ ''من رأی منکم منکراً فلیغیره بیده وان لم یستطع فبلسانه وان لم یستطع فبقلبه'' (تم میں جو شخص کسی برائی کو دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے تبدیل کرے اگر اسکی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل میں اس کو برا سمجھے) لہذا جس شخص کو آپ اس ذمہ داری کا نااہل سمجھتے تھے اسے کیسے قبول کر لیتے لہذا آپ نے اس کے اقدام کو روکنے کا ارادہ کیا جس کے لئے کوفہ والوں نے مکمل حمایت کا یقین بھی دلایا اور اس وقت یزید خلیفہ نہیں بنا تھا لہذا آپ کا یہ اقدام ایک قائم حکومت کے خلاف نہ تھا لیکن بعد میں یزید نے زبردستی لوگوں سے بیعت لے لی اور کوفہ والوں نے اپنا رخ پھیر لیا تو آپ نے ارادہ کیا کہ واپس حجاز آجائیں جب کہ یزید کی فوج آڑے آگئی چنانچہ آپ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی آبرو کی خاطر بادل ناخواستہ جنگ کے لئے تیار ہوگئے اور اسی معرکے میں جام شہادت نوش فرمالیا۔

نیز یزید کو پلید کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس بحث کی حقیقت تک پہنچنا اور اس کی عقدہ کشائی اگر محال نہیں تو مشکل ضرور ہے کیونکہ اس معاملے میں اس قدر اختلاف ہے کہ اس کی تطبیق وتنقیح انتہائی پیچیدہ ہے، اس موضوع پر مصنفین تاریخ اور متقدمین نے یزید کے مناقب اور اس پر الزامات کو اس قدر رشد ومد سے ذکر کیا ہے جو ناقابل تسلیم ہیں، اب سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ یزید سے متعلق حسن ظن کے درجے میں مطاعن سے سکوت اختیار کیا جائے گا یہی صورت سب سے زیادہ بہتر ہے اور خاص طور پر جب کہ ہمارے ایمانیات یا عملیات کے اعتبار سے کوئی چیز اس پر موقوف بھی نہیں اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں کتب تاریخ میں جو شکوک وشبہات موجود ہیں اس میں صحیح توجیہ کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے برے میں حسن ظن رکھا جائے۔ یہی صراط مستقیم اور راہ اعتدال ہے اور اہل سنت والجماعت کا یہی متفقہ فیصلہ اور شعار ہے۔

لما فی قوله تعالی :یاایهاالذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ولاتجسسوا ولایغتب بعضکم بعضاً الایة (الحجرات:۲۶)

وفی الصحیح للبخاری ج ا ص ۱۸۷ :عن عائشة رضی الله عنها قالت قال النبی ﷺ لاتسبوا الاموات فانهم قدأفضوا الی ماقدموا ......

وفیه ایضاً (۸۸۶/۲): عن ابن ابی نعم قال کنت شاهدا لابن عمرو سأله رجل عن دم البعوض فقال ممن انت قال من اهل العراق قال انظروا الی هذا یسألنی عن دم البعوض وقد قتلوا ابن النبی ﷺ وسمعت رسول الله ﷺ یقول هما ریحانا ی من الدنیا.

وفی النبراس (صـ ۵۴۰): وههنا بحث من الاشکالات القویة وهو ان الحسین بن علی رضی الله عنهما خرج علی یزید رضی الله عنه مع ان معاویةنصبه وبایعه الصحابة واجیب بان وجوب الطاعة هذا الشقی علی بضعة النبی ﷺ غیر معقول ولایخفی ان هذا الجواب لیس علی قانون الشرع لما

سمعت من انعقاد الامامة ببيعة رجل واحد من اهل الحل والعقد ثم وجوب طاعة الامير ولو فاسقاً جائراً وعندى فى الجواب وجوه احدها ماحكى انه لم يخرج للخلافته بل ليستوطن الكوفة لكن الروايات الصحيحة بخلافه ثانيها ان اجتهاده حكم بان خلافته غير صحيحة لان الحسن بن على رضى الله عنهما سلم الخلافة الى معاوية بشرط ان لايجعلها فى اولاده ويكون الامر بعد شورى فى المسلمين ان قلت فلم خالفه معاوية؟ قلت ادى نظره الى ان الشرط انقضى بموت الحسن رضى الله عنه ان قلت سلمنا ان التسليم غير صحيح لكن قد بايعه الناس حتى الصحابة به قلت روى بيعتهم وقعت جبرا......الى قوله......قلت حكم المجتهد لايلزم مجتهدا آخر.

وفى البداية والنهاية (۱۶۴/۴): فبعث الوليد من ساعته نصف ليل الى الحسين بن على وعبدالله بن زبير فاخبرهما بوفاة معاوية ودعاهما الى البيعة ليزيدين معاوية فقالا الى ان نصبح وننظر مايصنع الناس ووثب الحسين فخرج وخرج معه ابن زبير وقالا هو يزيد الذى نعرف والله ماحدث له عزم ولامروءة.

وفيها ايضاً (۲۳۳/۴): وقد كان يزيد فيه خصال محمودة من الكرم والحلم والفصاحة والشعر والشجاعة وحسن الراى فى الملك وكان ذاجمال حسن المعاشرة وكان فيه ايضاً اقبال على الشهوات وترك بعض الصلوات فى بعض الاوقات واما تتها فى غالب الاوقات.

وفى الصفحة ۲۳۴ :وقال الحافظ ابو يعلى حدثنا الحكم بن موسى حدثنا يحى بن حمزة عن هشام بن الغاز عن مكحول عن ابى عبيدة ان رسول الله ﷺ قال لايزال امر امتى قائما بالقسط حتى يثلمه رجل من بنى امية يقال له يزيد.

وفى تاريخ الخلفاء (ص۲۰۹): وقال نوفل بن ابى الفرات كنت عند عمر بن عبدالعزيز فذكر رجل يزيد فقال "قال امير المؤمنين يزيد بن معاوية "فقال تقول امير المؤمنين وأمر به فضرب عشرين سوطا.

(۴۲۸) حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر مبارک کہاں ہے؟ تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداًومصلیاً......حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کے بارے میں اختلاف ہے زیادہ مشہور تین قول ہیں:

ایک قول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں ابوقبیس پہاڑ کے غار میں مدفون ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ منیٰ کے قریب مدفون ہیں، پھر طوفان نوح میں حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو تابوت میں ڈال کر کشتی میں سوار کرلیا اور بیت المقدس یا واپس جبل ابی قبیس کے غار میں دفن کیا۔ اس میں بھی دونوں قول ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ آپ کا سر مبارک مسجد ابراہیم کی جانب اور پائنتی بیت المقدس کی جانب ہے۔

لمافی تاریخ الطبری (۱/۱۰۸): عن ابن اسحاق انه قال لماکتب آدم ....فقبرته الملائكة وشيث واخوته فی مشارق الفردوس عند قرية هی اول قرية كانت فی الارض ......وبعد صفحة ......وقد اختلف فی موضع قبر آدم عليه السلام فقال ابن اسحاق ماقدمضی ذكره واماغيره فانه قال دفن بمكة فی غار ابی قبيس وهو غار يقال له ِ الكنز ....عن ابن عباس قال لماخرج نوح من السفينة دفن آدم عليه السلام ببيت المقدس ....وذكر ان حواء عاشت بعده سنة .....ثم ماتت رحمهاالله فدفنت مع زوجها فی الغار ....حتی كان الطوفان فاستخرجهمانوح وجعلهما فی تابوت ثم حملهما معه فی السفينة فلما غاضت الارض الماء ردهماالی مكانهما الذی كانا فيه قبل الطوفان.

وهكذا ذكر فی البداية والنهاية (۱/۹۲): لكن لم يذكر ابن كثيرؒ قول ابن اسحاق وذكر قولاآخر وقال: ''وروی عن ابن عساكر عن بعضهم انه قال رأسه عند مسجد ابراهيم ورجلاه عند صخرة بيت المقدس''.

وفی المنتظم (۱/۱۱۹): قال ابن اسحاق قبر عند منیٰ اول قرية كانت فی الارض وذكر بقية الاقوال كمامر آنفا.

(۴۲۹) بہن بھائی کے نکاح کی حرمت کی تاریخ

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے دور میں بہن بھائی کا آپس میں نکاح ہوا کرتا تھا۔ سوال یہ ہے کہ بعد میں اس طرح کا نکاح کب حرام ہوا؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس بات کی کہیں صراحت نہیں ملی کہ بہن بھائی کا نکاح کب حرام ہوا تھا البتہ قرین قیاس یہ ہے کہ بہن بھائی کے نکاح کا جواز صرف حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں تھا کیونکہ اس وقت نسل انسانی کی بقا کا مسئلہ تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی اولاد پر یہ نکاح حرام ہوگیا تھا کیونکہ اس وقت ضرورت باقی نہ رہی تھی۔

لمافی تفسير كبير (۵/۲۷): اعلم ان حرمة الامهات والبنات كانت ثابتة من زمن آدم عليه السلام

الی هذا الزمان ولم یثبت حل نکاحهن فی شئ من الادیان الالهیة ....امانکاح الاخوات فقد قیل ان ذلک کان مباحا فی زمن آدم علیه السلام وانماحکم الله باباحة ذلک علی سبیل الضرورة.

(وهکذا فی تفسیر روح البیان ج۲/ص ۱۸۶) والله اعلم بالصواب

(۴۳۰) کیا یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے رحمت نامی بیٹی تھی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے کوئی بیٹی پیدا ہوئی تھی جس کا نام رحمت ہو؟ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ آپ کی ایک بیٹی تھی جس کا نام رحمت تھا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت یوسف علیہ السلام کی زلیخا سے صلبی اولاد میں کوئی بیٹی رحمت نہیں تھی البتہ آپ کے بیٹے افراثیم کی بیٹی تھی گویا حضرت یوسف علیہ السلام کی پوتی رحمت نامی تھی۔

لمافی روح المعانی (۴۵/۱۳): واخرج ابن جریر عن ابن اسحاق قال :ذکروا ان قطفیر هلک فی تلک اللیالی وان الملک زوج یوسف امرأته راعیل فقال لها حین ادخلت علیه: ألیس هذا خیرا مماکنت تریدین ؟............فیزعمون انه وجدها عزراء فاصابها فولدت له رجلین افراثیم ومیشا.

وفی البدایة والنهایة (۲۰۶/۱): فی قصة ایوب علیه السلام ....وامرأته قیل لیابنت یعقوب وقیل رحمة بنت افراثیم.

(۴۳۱) تاریخ اسلامی کی ابتداء

سوال......کیافرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اسلامی تاریخ کی ابتداء کب سے ہوئی اور یہ ابتداء کس نے کی تھی؟ اس کا سبب کیا پیش آیا تھا؟ نیز اسلامی تاریخ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے یا دن سے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورخلافت میں اسلامی تاریخ کی ابتدا کی جس کا سبب یہ ہوا کہ آپ کے پاس ایک دستاویز لائی گئی جس پر شعبان لکھا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ معلوم نہیں کہ اس شعبان کی ہے یا گزشتہ شعبان کی، پھر مشاورت سے ہجرت کے وقت سے اسلامی تاریخ کو شمار کرنا شروع کیا گیا۔

اسلامی تاریخ میں نئے دن کی ابتداء رات سے ہوتی ہے۔

لمافی کنز العمال (۳۰۹/۱۰): عن ابن المسیب قال اوّل من کتب التاریخ عمر سنتین ونصف من خلافته فکتب لست عشرة من الهجرة بمشورة علی بن ابی طالب .... عن ابن المسیب قال قال عمر متی نکتب التاریخ مجمع المهاجرین فقال له علی من یوم هاجر النبی ﷺ وترک ارض

الشرک ففعله عمر.

وفی تنقیح الحامدیة (۲/۳۷۰): سبب وضع التاریخ اول الاسلام ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اتی بصک مکتوب الی شعبان فقال هو شعبان الماضی اوشعبان القابل ثم امر بوضع التا، یخ واتفقت الصحابة رضی اللہ عنہم علی ابتداء التاریخ من هجرة النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی المدینة وجعلوا اول السنة المحرم ویعتبر التاریخ باللیالی لان اللیل عند العرب سابق علی النهار.

(۴۳۲) کیا شہادت عثمانؓ میں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے شامل تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب باغیوں نے شہید کیا اسمیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے بھی شریک تھے کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... یہ بات درست ہے کہ شہادت عثمان رضی اللہ عنہ میں باغیوں کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے محمد بن ابو بکر شریک تھے۔

لمافی المعجم الکبیر (۱/۸۲): حدثنا سلیمان بن الحسن .... ثم جاء محمد بن ابی بکر فی ثلاثة عشر رجلا حتی انتهوا الی عثمان رضی اللہ عنہ فاخذ بلحیته فقال بها وقال بها حتی سمعت وقع اضراسه.

وفی تاریخ الطبری (۳/۴۲۳): عن شعیب عن سیف عن المجالد عن الشعبی عن المغیرہ بن شعبة قال......... ودخل محمد بن ابی بکر علی عثمان فاخذ بلحیته فقال ارسل لحیتی فلم یکن ابوک لیتناولها فأرسلها ودخلوا علیه .... وقتل عثمان رضی اللہ عنہ قبل غروب الشمس.

(۴۳۳) کیا مرضِ وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں جب آپ نے قلم وکاغذ منگوایا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کیوں منع کیا تھا؟ ہمارے ہاں ایک صاحب کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے، اسی وجہ سے فاروق اعظم نے روک دیا کیونکہ آپ پہلے ہی حجۃ الوداع کے موقع پر اس کا اعلان کر چکے تھے، کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح نہ ہو تو اس کا مدلل جواب قرآن وسنت کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی کی وصیت کرنا چاہتے تھے، جبکہ فاروق اعظم نے روک دیا سراسر جھوٹ اور صحابہ کی گستاخی ہے، جس کی جرأت وہی شخص کرسکتا ہے جسے ایمان کی دولت میسر نہ آئی ہو ورنہ ایک مومن اور مسلمان

ایسی جسارت کیسے کرسکتا ہے جب کہ اسے معلوم ہو کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جن کا اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے انتخاب کیا اور خود رسول اللہ ﷺ نے ان پر اعتماد کیا، جن کا انتخاب اللہ تعالی کی طرف سے ہو اور ان پر آپ ﷺ کا اعتماد ہو پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ عظیم افراد اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں خاص طور پر جب کہ ان کے پیارے محبوب ﷺ اس دنیا سے تشریف لے جانے والے ہیں، آپ ہی بتائیں اگر آپ کو کسی سے محبت ہو اور اس کا دنیا سے جانے کا وقت آجائے اس آخری وقت میں آپ اس کے پاس بیٹھے ہوں اور وہ آپ سے کوئی بات کہنا چاہے تو کیا آپ اس کی بات کو رد کردیں گے؟ ایسا کبھی نہیں ہوسکتا آپ ضرور اس کی بات کو قبول کریں گے، تو پھر کیا خیال ہے ان حضرات کے بارے میں جن کی محبت کی سچائی کی گواہی صرف اپنے نہیں بلکہ غیر مسلم بھی دیتے ہیں کہ ایسے عاشق تو ہم نے دیکھے ہی نہیں، تو پھر کیا خیال ہے ان عاشقوں کے بارے میں کہ انہوں نے آپ ﷺ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے وقت آپ کی بات کو قبول کرنے سے انکار کردیا ہوگا؟ نہیں ہرگز نہیں، ایسا نہیں ہوسکتا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ آپ سے کسی نے غلط بیانی کی ہو آپ سے جھوٹ بول کر صراط مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کی ہو یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اگر اس پر قرآن وسنت کے دلائل نہ دیے جائیں تو عقل سلیم اس کا ایسا فیصلہ کرتی ہے کہ اس کے بعد دلائل کی ضرورت ہی نہیں رہتی، لیکن بحر حال آپ کی تسلی کیلئے کچھ دلائل بھی ذکر کیے جاتے ہیں۔

اول: یہ کہنا اس لئے باطل ہے کہ اگر آپ ﷺ کو وصیت ہی کرنی ہوتی تو زبانی کردیتے، اس لئے کہ آپ کی زندگی بھر کا معمول دیکھ لیجئے کہ آپ نے سوائے چند خاص مواقع کے تمام احکامات زبانی صحابہ تک پہنچائے، اور صرف اس وقت لکھوائے جب کسی نے لکھوانے کی درخواست کی یا پھر کہیں بھیجنے کی ضرورت پیش آئی، اس کے علاوہ میں صرف زبانی بتلانے پر اکتفاء کیا تو یہاں بھی اسی معمول کے مطابق آپ زبانی بتلا دیتے خاص طور پر لکھوانے کی ضرورت کیا تھی، خاص طور پر جب کہ آپ نے دوسری وصیتیں زبانی ہی ارشاد فرمائیں جیسا آپ نے فرمایا:

واوصاهم بثلاث قال اخرجوا المشركين من جزيرة العرب واجيز الوفد بنحو ما كنت اجيزهم سكت عن الثالثة او قال فنسيتها. (الصحيح للبخاری، ۲/۶۳۸)

دوم: یہ بات اس لئے بھی غلط ہے کہ اگر واقعی آپ کو وصیت کرنی ہوتی تو کیا آپ فاروق اعظم کے کہنے سے رک جاتے؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ اللہ تعالی خود کلام مقدس میں فرماتے ہیں

يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ الاية (المائدة:۶۷)

اے رسول جو کچھ بھی آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا پہنچا دیجئے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ تعالی کی رسالت ادا نہ کی۔

(تشریح): کیا یہ دعوی کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے جن چیزوں کو امت تک پہنچانا تھا گویا نہیں پہنچایا (العیاذ باللہ) حالانکہ اللہ تعالی نے حجۃ الوداع کے موقع پر خود اپنے نبی ﷺ کی تبلیغ کی خود گواہی دی چنانچہ فرمایا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً الاية (المائدة: ۳)

(ترجمہ) آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کردیا، اور تم پر اپنا انعام بھرپور کردیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔

سوم: اگر یہ معاملہ ایسا تھا کہ لکھوانا ہی ضروری تھا تو یہ واقعہ جمعرات کے دن کا ہے اس کے بعد آپ ﷺ تقریباً چار دن تک حیات رہے اور آخری دن کچھ افاقہ بھی ہوا، ان چار دنوں میں ہی آپ لکھوا لیتے چنانچہ روایات ملاحظہ ہوں۔

لما في الصحيح للبخاري (۶۳۸/۲): عن سعيد بن جبير قال قال ابن عباس يوم الخميس وما يوم الخميس اشتد برسول الله وجعه فقال ائتوني اكتب لكم كتابا ......

حضرت سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جمعرات کے دن کونسی جمعرات (جی ہاں) جس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف میں اضافہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ لاؤ کاغذ قلم تاکہ میں تمہارے کچھ لکھ ڈالوں۔

وفيها ايضاً (۶۴۰/۲): سعيد بن جبير قال حدثني ......قال حدثني انس بن مالك ان المسلمين بيناهم في صلوة الفجر من يوم الاثنين وابوبكر يصلي لهم لم يفجأهم الارسول الله ﷺ وكشف ستر حجرة عائشة فنظر اليهم وهم في صفوف الصلوة ثم تبسم فنكص ابوبكر على عقبيه ليصل الصف وظن ان رسول الله يريدان يخرج الى الصلوة.

انس بن مالک فرماتے ہیں کہ بروز پیر حضرت ابوبکر صدیق نے رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ دریں اثناء اچانک نبی علیہ السلام ظاہر ہوئے آپؐ نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارکہ کے پردہ کو ہٹا کر صحابہ کرامؓ کی طرف نظر کرم فرمایا جبکہ صحابہ کرام صف باندھے کھڑے تھے۔ پھر آپ نے تبسم فرمایا، پس حضرت ابوبکر صدیقؓ الٹے پیر پیچھے ہٹے تاکہ صف میں مل جائیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ نبی علیہ السلام نماز پڑھانے کیلئے باہر تشریف لائیں ہیں۔

جب آپ نے چاروں دنوں میں نہیں لکھوایا تو معلوم ہوا کہ یہ مسئلہ نہ تھا۔

چہارم: اگر فرض کرلیں کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے منع کردیا تھا تو دوسرے حضرات تو موجود تھے وہ تو کاغذ اور قلم لا کر دے سکتے تھے کیا بات ہے کہ کوئی بھی نہیں لایا حالانکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اس وقت صحابہ آپ کے پاس موجود تھے۔ کما في الصحيح للبخاري ج۲ص۶۳۸:

عن ابن عباس قال لما حضر رسول الله ﷺ وفي البيت رجال فقال النبي ﷺ هلموا كتابا لاتضلوا بعده قال بعضهم ان رسول الله ﷺ قد غلبه الوجع وعندكم القرآن حسبنا كتاب الله فاختلف اهل البيت فاختصموا فمنهم من يقول قربوا يكتب لكم كتابا لاتضلوا بعده ومنهم من

یقول غیر ذلک ......

پنجم: اس روایت سے معلوم ہوا کہ منع کرنے والے صرف فاروق اعظمؓ ہی نہ تھے بلکہ دوسرے حضرات کے ساتھ خود اہل بیت بھی شامل تھے۔ اگر فرض کر ہی لیا جائے کہ فاروق اعظمؓ خلافت کی وصیت سے روکنا چاہتے تھے تو کیا اہل بیت بھی اس سے روکنا چاہتے تھے؟ ان کے منع کرنے کو آپ کس پر محمول کریں گے ؟

ششم: یہ بات اس لئے بھی غلط ہے، اگر یہ واقعتاً ایسا ہی ہو جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، تو تمام صحابہ نے دوسرے حضرات کی خلافت پر کیسے اجماع کیا حالانکہ روایت میں ہے کہ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہیں ہوگی، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود اہل بیت سے بھی کسی سے یہ منقول نہیں کہ انہوں نے کسی کی خلافت پر اعتراض کیا ہو خاص طور پر حضرت علیؓ نے ان مواقع پر خود بھی بیعت کی اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو حضرت علی کبھی ان حضرات کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے، حالانکہ حضرت علیؓ کی بیعت کے بعد یہ خلافت مجمع علیہ ہوگئی، جیسا کہ عقائد کی کتب میں اس کی صراحت موجود ہے۔

والمنازعة علی خلافة ابی بکر فاجمعوا علی ذلک وبایعه علی علی رؤس الاشهاد

(شرح العقائد صـ ۱۵۰)

(ترجمہ) حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اولاً اختلاف رہا، پھر تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا (آپ کی خلافت پر) اجماع ہوگیا اور حضرت علیؓ نے بھی صحابہ کرامؓ کے روبرو آپؓ (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔

چنانچہ اس اجماع کے بارے میں اصول کی کتابوں میں یہاں تک صراحت موجود ہے کہ اس صحابہ کے اجماع کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے، چنانچہ اصول فقہ کی مشہور کتاب ''نورالانوار'' کی عبارت ملاحظہ ہو۔

ثم هو علی مراتب :ای الاجماع فی نفسه مع قطع النظر عن نقله له مراتب فی القوة والضعف والیقین والظن فالاقوی اجماع الصحابة نصا مثل ان یقولوا جمیعا اجمعنا علی هذا فانه مثل الآیة والخبر المتواترحتی یکفر جاحده ومنه الاجماع علی خلافة ابی بکرؓ. (صـ ۲۲۲)

(ترجمہ) اجماع کے قوت وضعف، یقین وظن کے اعتبار سے کئی مراتب ہیں، ان میں سے سب سے قوی وہ اجماع ہے جو صحابہ کرامؓ سے نصاً ثابت ہو (مثلاً صحابہ کرامؓ کا یہ فرمایا **اجمعنا علی هذا** یعنی فلاں بات پر ہمارا اتفاق ہے) تو یہ حکم کے اعتبار سے آیت قرآنیہ اور خبر متواتر کے مثل ہے یہاں تک کہ اس کے منکر کو کافر قرار دیا جائے گا اسی میں سے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر تمام صحابہ کرامؓ کا اجماع ہونا ہے (چنانچہ اس کا منکر بھی کافر ہوگا)۔

ہفتم: حضرت علیؓ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر راضی ہونا، بیعت کرنا اور پھر اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مقرر کردہ شوریٰ میں شامل ہونے کے باوجود اپنے بارے میں خلافت کا فیصلہ نہ کرنا اس بات کی علامت نہیں ہے کہ خود حضرت علیؓ اس معاملے میں ان حضرات کو اپنے سے مقدم سمجھتے تھے، جس کی صراحت بارہا خود حضرت علیؓ سے موجود ہے۔

مثال کے طور پر ایک موقع ملاحظہ ہو۔

محمد بن حنفیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ

ای الناس خیر بعدالنبی ﷺ قال ابوبکر قلت ثم من قال عمر وخشیت ان یقول عثمان قلت ثم انت قال ماانا الا رجل من المسلمین. (مشکوۃ المصابیح صـ۵۵۵)

(ترجمہ) نبی علیہ السلام کے بعد کونسا انسان بہتر ہے تو فرمایا ابوبکرؓ! میں نے کہا پھر کون ہے فرمایا عمرؓ! یہاں تک کہ مجھے خوف ہوا کہ اب عثمانؓ کا نام لیں گے، تو میں نے کہا کہ پھر آپ ہیں! (عمر کے بعد) فرمایا کہ نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔

ایسی ہی صراحت خود رسول اللہ ﷺ سے بھی منقول ہے۔

عن عمر بن العاص ان النبی ﷺ بعثہ علی جیش ذات السلاسل قال فاتیتہ فقلت ای الناس احب الیک قال عائشۃ قلت من الرجال قال ابوھا قلت ثم من قال عمر فعد رجالاً فسکت مخافۃ ان یجعلنی فی آخرھم. (المشکوۃ، صـ۵۵۵)

(ترجمہ) حضرت عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے انہیں غزوہ سلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا تو میں آپؐ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ آپ کا محبوب ترین انسان کون ہے فرمایا: عائشہ! میں نے کہا کہ مردوں میں سے، تو فرمایا ان کے والد، میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر! پھر دوسرے آدمیوں کو شمار کرنے لگے یہاں تک میں اس خوف سے خاموش ہوگیا کہ میرا نام سب سے آخر میں نہ آجائے۔

ہشتم: حضور ﷺ کے مرض وفات میں ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ چلو رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں اور معلوم کرتے ہیں کہ آپ کے بعد یہ خلافت کا معاملہ کس کے سپرد ہوگا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انکار کردیا۔ اگر آپ اپنے آپ کو اس کا مستحق سمجھتے تو ضرور جا کر معلوم کرتے تا کہ دوسروں کو بھی معلوم ہوجائے، حالانکہ آپ نے انکار کردیا کیا یہ اس بات کی علامت کیلئے کافی نہیں کہ آپ اپنے آپ کو اس امانت کا اولین مستحق نہیں سمجھتے تھے، جیسا کہ ''بخاری شریف'' ج۲ص۶۳۹ میں ہے:

ان عبداللہ بن عباس اخبرہ ان علی ابن ابی طالب خرج من عند رسول اللہ ﷺ فی وجعہ الذی توفی فیہ ...... وانی لاری رسول اللہ ﷺ سوف یتوفی من وجعہ ھذا انی لاعرف وجوہ بنی عبدالمطلب عندالموت اذھب بنا الی رسول اللہ ﷺ فلنسألہ فیمن ھذاالامر ان کان فینا علمنا ذلک وان کان فی غیرنا علمناہ فاوصی بنا فقال علی انا واللہ لئن سئلناھا رسول اللہ ﷺ فمنعنا ھا الناس لایعطینا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسئلھارسول اللہ ﷺ.

یہاں تک تو یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ مرض الوفات میں خلافت علیؓ کی وصیت نہیں کرنا چاہتے تھے، البتہ دوسرا جز کہ آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر خلافت علیؓ کا اعلان فرمایا تھا؟ کیا یہ سچ ہے تو یہاں بھی وہی جھوٹ کی کہانی کارفرما ہے جس کی حقیقت ابھی معلوم ہوجائے گی انشاء اللہ۔

اب اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر ایک جگہ صحابہ کے مجمع میں فرمایا ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' چنانچہ یہ روایت مبارکہ ''مشکوۃ المصابیح'' (۵۶۵/۲) پر موجود ہے:

عن البراء بن عازب وزید بن ارقم ان رسول اللہ ﷺ لما نزل بغدیر خم اخذ بید علی فقال الستم تعلمون انی اولی بالمؤمنین من انفسھم قالوا بلی قال الستم تعلمون انی اولی بکل مؤمن من نفسہ قالوا بلی فقال اللھم من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ فلقیہ عمر بعد ذلک فقال لہ ھنیئا یاابن ابی طالب اصبحت وامسیت مولی کل مؤمن ومؤمنۃ.

اس سے شیعہ حضرات نے یہ استدلال کیا کہ اس روایت سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حالانکہ اس کا ترجمہ یہ ہے ''جس کا میں مولی ہوں علی اس کے مولی ہیں''۔ اب مولی کسے کہتے ہیں؟ تو مولی مختلف معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ جس کے مشہور معنی محبوب کے آتے ہیں یعنی جس کو مجھ سے محبت ہو اسے علی بھی محبوب ہوں گے۔ اس کے علاوہ سید، مالک، انعام والا، مددگار، محبت کرنے والا، اتباع کرنے والا، چچازاد بھائی، پڑوسی وغیرہ کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ ان معانی میں سے کوئی بھی ایسا معنی نہیں جس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خلیفہ اول ہونا ثابت ہوتا ہو۔ لہذا اس روایت سے کسی طور پر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت علی خلیفہ اول ہوں گے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ کی پسندیدگی کی وجہ سے خلافت کی تائید ہورہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ اشارۃ تائید ثابت کرسکتے ہیں لیکن ان روایات پر پھر عمل کیوں نہ کیا جائے جن میں اشارۃ نہیں بلکہ صراحت موجود ہے،

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر. (مشکوۃ المصابیح ص۵۶۰)

یعنی میں نہیں جانتا کہ میں تمہارے درمیان کتنا عرصہ رہوں میرے بعد ابوبکر وعمر کی اتباع کرنا۔

کیا اشارے سے اگر خلافت ثابت ہوسکتی ہے جہاں زمانے کی بھی کوئی قید نہیں تو جہاں آپ نے خود اپنے بعد قابل اتباع ہونے کی صراحت کی ہے اس کا اعتبار کیوں نہ کیا جائے گا۔ بلکہ بعض روایات میں صراحۃ موجود ہے۔

وعن ابی بکرۃ ان رجلا قال لرسول اللہ ﷺ رأیت کأن میزانا نزل من السماء فوزنت انت وابوبکر فرجحت انت ووزن ابوبکر وعمر فرجح ابوبکر ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان فاستاء لھا رسول اللہ ﷺ یعنی فساءہ ذلک فقال خلافۃ نبوۃ ثم یوتی اللہ الملک من

یشاء. (مشکوۃ المصابیح ص۵۶۰)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ گویا آسمان سے ترازو اتارا گیا، آپ علیہ السلام اور حضرت ابوبکر کا وزن کیا گیا تو آپ علیہ السلام کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پھر حضرت ابوبکر وعمر کا وزن کیا گیا تو حضرت ابوبکر کا پلڑا بھاری ہوگیا۔ پھر عمر وعثمان کا وزن کیا گیا تو حضرت عمر کا پلڑا بھاری ہوگیا پھر اس کے بعد میزان اٹھالیا گیا۔ آپ نے اس پر ناگواری کا اظہار فرمایا اور فرمایا کہ یہ نبوت کی خلافت ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گے بادشاہت عطا فرمائیں گے۔

اس طرح کی روایت ایک دو نہیں کئی ایک ایسی روایات ملتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ خود بھی اپنے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہی خلیفہ بنانا چاہتے تھے، اطمینان کیلئے چند ایک روایات ملاحظہ ہوں

عن عائشة قالت قال لی رسول اللہ ﷺ فی مرضه ادعی لی ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا ولا یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر

(مشکوۃ المصابیح ص۵۵۵)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ کو جو آپ کے والد ہیں بلاؤ اور اپنے بھائی کو بھی تاکہ میں ان کے لئے تحریر لکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی (خلافت) کا آرزومند یہ آرزو نہ کرے کہ میں ہی اس (خلافت) کا زیادہ مستحق ہوں حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مسلمان کو (مسند خلافت) کیلئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اور کوئی منظور نہیں۔

عن جبیر بن مطعم قال اتت النبی ﷺ امرأة فکلمته فی شیٔ فامرها ان ترجع الیه قالت یا رسول اللہ ﷺ ارأیت ان جئت ولم اجدک ......ترید الموت قال فان لم تجدینی فاتی ابابکر.

(مشکوۃ، ص۵۵۵)

یعنی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کوئی بات کی آپ نے اسے دوبارہ آنے کا فرمایا تو وہ کہنے لگی اگر میں دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو آپ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آجانا۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ خود نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ شریعت کی نظر میں اتنی اہمیت والی عبادت کی امامت وہی کرسکتا ہے جو اس جماعت کے اعتبار سے سب سے افضل ہو اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں آپ سے افضل کون ہوسکتا ہے لیکن جب آپ کی بیماری اس شدت کو پہنچی کہ آپ مسجد میں تشریف نہ لاسکے تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھادیں یہ آپ کی افضلیت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لاینبغی لقوم فیهم ابوبکر ان یؤمهم غیرہ" (مشکوۃ المصابیح صـ۵۵۵)

(ترجمہ) کسی قوم کیلئے یہ زیبا نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی موجودگی میں کوئی اور اُن کی امامت کرے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرت علیؓ سے کسی نے خلافت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے اسے یہی جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی حیات مبارکہ میں مسلمانوں کا امام بنا دیا تھا تو دوسرے امور کے بطریق اولی آپ ہی مستحق تھے، اور اس کے علاوہ بھی صحابہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں آپ کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی افضل شمار کرتے تھے، جس کی سب سے واضح دلیل یہ روایت مبارکہ ہے

......قال کنا نقول ورسول اللہ ﷺ حیی افضل اُمة النبی ﷺ بعدہ ابوبکر ثم عمر ثم عثمان.

(مشکوۃ المصابیح صـ۵۵۵)

اس روایت میں صرف احتمال تھا اور ان روایات میں صراحت، تو صراحت کو چھوڑ کر احتمالی صورت کو لے لینا ضد اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

اور اگر تسلیم کرلیں کہ اس سے خلافت ثابت ہو رہی ہے تو کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خود اس معنی کو نہیں سمجھا تھا اگر نہیں سمجھا تو آج کیسے سمجھ میں آگیا اور اگر سمجھ لیا تھا پھر خاموش کیسے رہے جبکہ دوسروں کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت ہوتی رہی اور آپ خود بھی اس بیعت میں شریک ہوئے۔ یہاں پر یہ کہنا بالکل لغو ہے کہ آپ کو شاید یہ روایت نہ پہنچی ہو کیونکہ اولاً حضور ﷺ نے آپ کے سامنے یہ ارشاد فرمایا اور دوسری بات حضور ﷺ کی اس نسبت کے بیان کرنے پر دوسرے صحابہ نے آپ کو مبارک باد دی۔ تو کیا سارے صحابہ اس روایت کے سننے کے بعد خاموش رہے اور کسی نے دوسروں کی بیعت کے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کو خلافت کے لئے نامزد کیا تھا۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی خاموش رہے۔ اس کے جواب میں شیعہ حضرات کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تقیہ کرلیا تھا یہ بات صحیح نہیں کہ آپ نے تقیہ کر رکھا تھا اور اگر تسلیم بھی کرلیں کہ یہاں خونریزی کے خوف سے تقیہ کرلیا تھا تو بعض دوسرے مواقع پر تقیہ کیوں اختیار نہیں کیا مثلاً جنگ صفین اور جمل کے موقع پر اگر تقیہ سے کام لیا جاتا تو اتنی زیادہ خونریزی نہ ہوتی صحابہ کرام کی جنگی معرکوں میں سب سے زیادہ شہادتیں انہی روح فرسا سانحات میں ہوئیں۔ صرف جنگ جمل میں شہید ہونے والے صحابہ کی تعداد تقریباً تیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ الخلفاء الراشدون من تاریخ اسلام لذهبی (۱/۱۸۵) وقال المطلب بن زیاد عن السدی: شهد مع علی یوم الجمل مائة وثلاثون بدریا و سبعمائة من اصحاب النبی ﷺ وقتل بینهما ثلاثون الفا لم تکن مقتلة اعظم منها جبکہ جنگ صفین میں اس سے دوگنی (ستر ہزار) شہادتیں ہوئیں۔ الخلفاء الراشدون من تاریخ اسلام لذهبی (۱/۲۱۱) عن ابن سیرین قال: قتل یوم صفین سبعون الفا. حالانکہ یہاں پر ایسا نہیں کیا گیا جبکہ خلافت کے موقع پر اگر اختلاف ہو بھی جاتا تو اتنی خونریزی نہ ہوتی جتنی ان جنگوں میں ہوئی

ہے۔ یہاں کیوں تقیہ نہیں کیا گیا؟

اگر ساری باتوں سے قطع نظر بھی کرلیں تو بھی شیعہ حضرات کا یہ استدلال بالکل بے کار معلوم ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک امامت وخلافت کے ثبوت کے لئے تواتر شرط ہے حالانکہ حجۃ الوداع کے موقع ''مولی والی'' روایت آحاد میں سے ہے اوراس کی صحت بھی مختلف فیہ ہے۔اس پرزوراستدلال کے موقع پرانہوں نے اپنے اس اصول کو کیوں نظرانداز کردیا ہے؟

حاصل یہ ہے کہ محض عناداورہٹ دھرمی کی وجہ سے جب اپنے مطلب کی روایات نہیں ملیں توانہیں روایات کوتوڑ مروڑ کرکے عوام کو بے وقوف بنانے کے لئے پیش کردیا گیااور پھراس ایک تحریف کو بچانے کے لئے بیسیوں جھوٹ بولنے پڑے۔اللہ تعالی انہیں ہدایت نصیب فرمائے۔

جب حجۃ الوداع کے موقع پرآپ کے خلافت علیؓ کے اعلان کی حقیقت بھی واضح ہوگئی توآخری بات کہ آخروہ کیا وجہ تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے کاغذاورقلم لانے سے منع کیا تھا؟ جواب سے پہلے ضروری ہے کہ اس واقعہ کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو نبی کریم ﷺ سے حددرجہ محبت تھی جس کااندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ جب تک آپ کودیکھ نہ لیتے اس وقت تک ان کوسکون وچین نہیں آتا تھا۔اب کافی عرصہ اسی طرح گزرگیا یہاں تک کہ ان کی یہ محبت انہیں مکہ سے مدینہ لے گئی اورصحابہ نے آپ کے لئے اپنا گھربار اورآل واولاد تک کوچھوڑدیا،نہ صرف چھوڑدیا بلکہ اگروہ مسلمان نہ ہوئی اوربعد کے غزوات میں مقابلے پراترآئی توانہوں نے اپنی اولاد یا قرابت کسی چیز کی پرواہ نہ کی،لہٰذااگروہ سامنے آگئے توانہیں ماردینے میں بھی انہیں کوئی تردد نہ ہوا،اتنی شدید محبت میں کافی عرصہ گزرنے کے بعد جب آپ ﷺ کا آخری وقت قریب آگیا اورمرض کی شدت میں اضافہ ہوگیا توایک طرف آپ کی تکلیف صحابہ سے دیکھی نہ جاتی تھی،اوردوسری طرف انہیں آپ کے فراق کاغم کھائے جارہا تھا،اب ایسے وقت میں وہ کیسے یہ برداشت کرسکتے تھے کہ ان کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کوادنی سی تکلیف بھی پہنچے بلکہ وہ توعام حالات میں بھی اپنی موت اوررسول اللہ ﷺ کی تکلیف میں اختیار دیا جاتا تووہ موت کوگلے لگانے کوخوشی سے قبول کرلیتے کہ کہیں رسول اللہ ﷺ کو کانٹا چبھنے جتنی مقدار کی بھی تکلیف نہ ہو،تواسی جذبے کے تحت انہوں نے یہ بات کہی کہ رسول اللہ ﷺ ان کے لئے وصیت لکھوانا چاہتے تھے جوبعد میں ان کی راہنمائی کا ذریعہ بنے،جس کا واضح ثبوت ابتدا میں ذکرکردہ ''بخاری شریف'' کی وہ روایت ہے جس میں آپ ﷺ کا یہ ارشادگرامی موجود ہے ''ھلموا اکتب لکم کتاباً لاتضلوا بعد ''اب ان کومعلوم تھا کہ اتنی سخت تکلیف کے باوجوداپنی امت کےغم کی وجہ سے آپ لکھوانا چاہتے ہیں اس سے آپ کوتکلیف ہوگی لہٰذا کچھ صحابہ اوراہل بیت نے کہا کہ ہمارے پاس اللہ تعالی کی کتاب قرآن مجید موجود ہے اس سے راہنمائی لی جاسکتی ہے آپ نے باقی تمام احکامات بھی امت تک پہنچادیے جس کا اعلان رب تعالی کی طرف سے حجۃ الوداع کے موقع پران الفاظ سے کردیا تھا

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً (المائدۃ:۳)

(ترجمہ): کہ آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کوکامل کردیااورتم پراپنا بھرپورانعام کردیااورتمہارے لیے اسلام کے

دین ہونے پر راضی ہوگیا۔

لہٰذا اب آپ کو اس حالت میں تکلیف دینے کی ضرورت نہیں اس تکلیف کے پیش نظر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کاغذ وقلم نہ لایا جائے اور یہ بات کہنے والے صرف فاروق اعظم ہی نہ تھے بلکہ دوسرے صحابہ اور خود بعض اہل بیت بھی شامل تھے لہٰذا اس واقعہ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرکے اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے بے ہودہ خیالات کا اظہار قطعاً صحیح نہیں ہے، خاص طور پر جب کہ صحابہ ہمارے ایمان کا حصہ ہیں اور رسول اللہ ﷺ اور ہمارے درمیان دین کے پہنچانے کا پہلا واسطہ ہیں، اگر پہلا واسطہ ہی محفوظ نہ رہا تو دین کہاں سے محفوظ رہے گا لہٰذا اس معاملے میں انتہائی زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

لما فی المرقات (۱۱/۲۵۸): تحت رواية البراء وزيد بن ارقم ...... تمسكت الشيعة انه من النص المصرح بخلافة علی رضی الله عنه حيث قالوا معنى المولى الاولى بالأمامة والالما احتاج الى جمعهم كذلک وهذه من اقوى شبههم ودفعها علماء اهل السنة بان المولى بمعنى المحبوب وهو كرم الله وجهه سيدنا وحبيبنا وله معان اخر تقدمت ومنه الناصر وامثاله فخرج عن كونه نصافضلاعن ان يكون صريحا ولو سلم أنه بمعنى الأولى بالامامة فالمراد به المال والا لزم ان يكون هو الامام مع وجوده عليه السلام فتعين ان يكون المقصود منه حين يوجد عقدالبيعة له فلاينافيه تقديم الائمة الثلاثة عليه لانعقاداجماع من يعتد به حتى من علی ثم سكوته عن الاحتجاج به الى ايام خلافته قاض على أن من له ادنى مسكة بانه علم منه انه لانص فيه على خلافته عقب وفاته عليه السلام مع ان عليا كرم الله وجهه صرح نفسه بانه ﷺ لم ينص عليه ولاعلى غيره ثم هذاالحديث مع كونه آحادا مختلف فی صحته فكيف ساغ للشيعة ان يخالفوا مااتفقوا عليه من اشتراط التواتر فی احاديث الامامة هذا الاتناقض صريح وتعارض قبيح.

وفی المرقات (۱۱/۲۴۷): عن زيد بن ارقم ذكره تقدم ان النبی ﷺ قال من كنت مولاه فعلی مولاه قيل معناه من كنت اتولاه فعلی ايتولاه .... وفی النهاية المولى يقع على جماعة كثيرة كالرب والمالک والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والجار وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه واكثرها قدجاءت فی الاحاديث فيضاف كل واحد الى مايقتضيه الحديث الوارد فيه وقوله من كنت مولاه يحمل على اكثر هذه الاسماء المذكورة قال الشافعی يعنی بذلک ولاء الاسلام كقوله تعالى ذلک بان الله مولى الذين آمنوا .... وقول عمر لعلی اصبحت مولى كل مؤمن ای والی كل مؤمن وقيل سبب ذلک ان اسامة قال لعلی لست مولای انما مولای رسول الله ﷺ فقال ﷺ من كنت مولاه فعلی مولاه .... قال الطيبی

لایستقیم ان تحمل الولایة علی الامامة التی هی التصرف فی امور المؤمنین لان المتصرف المستقل فی حیاته ﷺ هو هو لاغیرہ فیجب ان یحمل علی المحبة وولاء الاسلام ونحوهما.

(۴۳۴) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خود خلافت کی ذمہ داری سونپی تھی

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض دفعہ سننے میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلافت کے حقدار تھے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نہ تھے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی قبضہ کرلیا تھا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبردستی خلافت پر قبضہ کرلیا تھا خودساختہ کہانی ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں، اور اصل واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کیلئے حضرت حسن نے خود خلافت کی ذمہ داری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی تھی اور اس پر کئی ایک نصوص شرعیہ دلالت کرتی ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی درج ذیل روایت اس بیان میں بالکل صریح ہے۔

عن الحسن البصری انه سمع ابابکرة یقول سمعت رسول الله ﷺ علی المنبر والحسن الی جنبه ینظر الی الناس مرةو الیه مرة ویقول :ابنی هذا سید ولعل الله ان یصلح به بین فئتین من المسلمین. (۱/ ۵۳۰)

(ترجمہ) حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوبکرہؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے سنا رسول اللہ سے جب وہ منبر پر بیٹھے تھے اور حسن ان کے پہلو میں تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گوشہ چشم مبارک سے ایک بار لوگوں کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک بار حضرت حسنؓ کی طرف اور فرما رہے تھے میرا یہ بیٹا سردار ہے شاید کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائیں گے۔

وفی النبراس (صـ۵۰۳): ومعاویة هو ابو عبدالرحمن ابن ابی سفیان بن حرب بن امیة بن عبد شمس بن عبدمناف اسلم یوم فتح مکة وقال بعضهم اسلم قبله ولکن کتم اسلامه خوفا من أبیه وکان أخته ام حبیبة زوج النبی ﷺ وکان صاحب روایة فی الحدیث ومجتهد فی الفقه حلیما جوادا شدید المعرفة بقوانین السلطنة ولاه عمر بن الخطاب رضی الله عنه الشام وأقره عثمان ثم استقل بالملک بعد تسلیم الحسن بن علی رضی الله عنهما الخلافة الیه .

وفی شرح العقیدة الطحاویة (۲/ ۷۳۲): واول ملوک المسلمین معاویة وهو خیر ملوک المسلمین لکنه انما صار اماما حقاً لما فوض الیه الحسن بن علی رضی الله عنهما الخلافة فان

الحسن بايعه اهل العراق بعد موت ابيه ثم بعد ستة اشهر فوض الامر الى معاوية وظهر صدق قول النبی ﷺ ان ابنی هذا سيد وسيصلح الله به فئتين عظيمتين من المسلمين.

(۴۳۵) امام اعظم کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امام اعظم ابوحنیفہ کی نماز جنازہ کس نے پڑھائی اور غسل وتکفین کس نے کی؟ جواب تاریخی حوالہ جات کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب حامداًومصلياً...... امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمه الله رحمةً واسعةً کی نماز جنازہ حسن بن عمارہ النخعی رحمہ اللہ نے پڑھائی اور غسل وتکفین کا انتظام بھی انھوں نے کیا۔

لما فی البداية والنهاية (۵/۱۱۱): كان مولده فی سنة ثمانين فتم له من العمر سبعون سنة وصلى عليه ببغداد ست مرات لكثرة الزحام وقبره هناك رحمه الله.

وفی شرح مسندالامام ابی حنيفة (ص۴): وتوفی ببغداد ودفن بمقبرة الطيزارية وتقدم فی الصلاة عليه الحسن بن عمارة النخعی الكوفی.

وفی الجواهر المضية (۲/۵۴۸): ومنهم الحسن بن ابی عمارة وهو الذی غسل الامام.

(۴۳۶) بارہ ربیع الاوّل کا تعین ہجرت سے پہلے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کا یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے اور یہ ہجرت سے کافی پہلے کا واقعہ ہے جبکہ ہجری تاریخ کی ابتدا ہجرت کے بعد سے ہوئی ہے تو اتنا عرصہ پہلے کے واقعہ کو بارہ ربیع الاول کیسے شمار کیا جاتا ہے؟

الجواب حامداًومصلياً...... ہجری تاریخ کی ابتداء ہجرت کے کافی بعد ہوئی لیکن ہجری تاریخ سے مراد صرف سال یعنی سن ہے اسکی ابتداء ہجرت کے بعد ہوئی اور مہینوں کا شمار یعنی بارہ مہینے کائنات کی تخلیق کے وقت سے چلے آرہے ہیں لہٰذا ہجرت سے پہلے بھی وہی مہینے تھے جن میں ربیع الاول بھی شامل تھا جو ہجرت کے بعد تھے۔

لما فی روح المعانی (۱۰/۸۹): ان عدة الشهور عندالله اثناعشر شهرا (وهی الشهور القمرية المعلومة اذعليها يدور فلک الاحكام الشرعية) فی كتب الله يوم خلق السموٰت والارض (ای فی ابتداء ايجاد هذا العالم).

وفی احكام القران للقرطبی (۸/۱۳۲): قوله تعالى يوم خلق السموات والارض انما قال يوم خلق السموات والارض ليبين ان قضاءه وقدره كان قبل ذلک وانه سبحانه وضع هذه الشهور وسماها

باسمائها علی مارتبها علیه یوم خلق السموات والارض وانزل ذلک علی انبیائه فی کتبه المنزلة.

(۴۳۷) کیاامام نسائی شیعہ تھے؟

سوال...... کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ چند دن قبل ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ آپ کی صحاح ستہ میں شامل کتاب نسائی شریف کے مؤلف امام نسائی شیعہ تھے۔کیایہ بات صحیح ہے؟اگرصحیح نہیں تو یہ بات انکی طرف کیسے منسوب کی گئی؟

الجواب حامداًومصلیاً...... امام نسائی کاتعلق اہل تشیع سے نہیں بلکہ وہ اہل سنت کے اجلہ محدثین میں سے ہیں۔انکی طرف تشیع کی نسبت صرف ایک واقعہ کی بناپرکی جاتی ہےاوروہ یہ کہ آپ آخری عمر میں دمشق گئے جہاں خارجیوں کی کثرت تھی تو آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل ومناقب پرایک کتاب لکھی جسکی وجہ سے بعض نے ان پرتشیع کاالزام لگایالیکن یہ بات صحیح نہیں کیونکہ فضائل علیؓ پرکتاب لکھنے سے مقصوداہل دمشق کی اصلاح تھی۔یہی وجہ ہے کہ آپ نے خوداس کی وجہ یہ بیان کی کہ مجھےامید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کےذریعے سے ان لوگوں کوہدایت نصیب فرمائیں گے۔اورمزیدیہ کہ کچھ عرصہ بعدآپ نےفضائل صحابہ پربھی ایک کتاب لکھی لہٰذاآپ پرتشیع کاالزام کسی بھی اعتبار سےصحیح نہیں ہے۔

لمافی سیر اعلام النبلاء (۱۱/۱۹۷): قال الوزیر ابن حنزابة : سمعت محمد بن موسی المامونی صاحب النسائی قال: سمعت قوما ینکرون علی ابی عبدالرحمن النسائی کتاب: الخصائص لعلی رضی اللہ عنہ وترکه تصنیف فضائل الشیخین فذکرت ذلک فقال دخلت دمشق والمنحرف بها عن علی کثیر فصنفت کتاب الخصائص رجوت ان یهدیهم اللہ تعالی ثم انه صنف بعدذلک فضائل الصحابة.

وفی المقدمةعلی سنن النسائی ص "ز": قال محمد بن اسحاق الاصبهانی سمعت مشائخنابمصر یقولون ان عبدالرحمن فارق مصر فی آخر عصره وخرج الی دمشق فسئل عن معاویة وما روی من فضائله ففضل علیه علیا فمازالوا یدفعون فی خضنه حتی اخرجوه من المسجد.

﴿کتاب الاجتہاد و التقلید﴾

(اجتہاد اور تقلید سے متعلق سوالات)

(۴۳۸) ائمہ کے اختلاف کی رعایت اور مقلد کا عمل

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ میں اگر کسی فرعی مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف ہوا تو عمل کے اعتبار سے رعایت کرنا فرض ہے یا واجب یا سنت؟ نیز اگر امام کے متبعین میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو کیا مقلد کیلئے جائز ہے کہ جس کے مذہب پر چاہے عمل کرے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... ائمہ اربعہ کے متبعین میں سے ہر ایک کیلئے اپنے امام کی اتباع کرنا واجب ہے البتہ اگر مذہب کے مشائخ یا متأخرین نے کسی مسئلہ میں امام کے قول کو چھوڑ کر دوسرے امام کے قول کو اختیار کیا ہو تو وہاں مشائخ متأخرین کے قول پر عمل ہوگا۔ اور اگر امام کے متبعین میں اختلاف ہو تو احناف کے نزدیک عبادات میں امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ)، قضاء و شہادت میں امام ابو یوسفؒ اور میراث وغیرہ میں امام محمدؒ کے قول کو لیا جائے گا۔ اس کے بعد حسن بن زیادؒ اور امام زفرؒ کے قول پر عمل کیا جائے گا۔

لمافی حجة الله البالغة(۱/۱۵۴):ان هذه المذاهب الاربعةالمدونة المحررة قد اجتمعت الامة او من يعتدبه منها على جواز تقليد ها الى يومنا وفي ذلك من المصالح مالا يخفى لاسيما في هذه الايام.

وفي الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۷۵): وان الحكم الملفق باطل بالاجماع وان الرجوع عن التقليدبعد العمل باطل اتفاقا.

وفي الشامية : (الحكم الملفق) المراد بالحكم الحكم الوضعي كالصحة مثاله متوضئ سال من بدنه دم ولمس امرأته ثم صلى فان صحة هذه الصلاة ملفقة من مذهب الشافعي والحنفي والتلفيق باطل وصحته منتفية.

وفيها ايضاً (۱/۷۱): قد جعل العلماء الفتوى على قول الامام الاعظم في العبادات وهوالواقع بالاستقرار مالم يكن عنه رواية كقول المخالف .... الفتوى على قول محمد في جميع مسائل ذوي الارحام .... الفتوى على قول ابي يوسف فيما يتعلق بالقضاء.

وفي عقودرسم المفتي (صـ۳۷): ان كثيرا من الاحكام التي نص عليها المجتهد صاحب المذهب بناء على ما كان في عرفه وزمانه قد تغيرت بتغير الازمان بسبب فساد اهل الزمان اوعموم الضرورة.

(۴۳۹) کیا قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ائمہ اربعہ نے جو قیاس سے مسائل کا استنباط کیا ہے کیا یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......قیاس ادلہ اربعہ میں شامل ہے اوراس کے ثبوت پر روایات کثیرہ اور تعامل صحابہ دال ہے لہٰذا یہ کہنا کہ قیاس ائمہ اربعہ نے ایجاد کیا صحیح نہیں ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱۰۹۲/۲): حدثناعبدالله بن یزید ....عن عمرو بن العاص انه سمع رسول الله ﷺ يقول اذاحكم الحاكم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا حكم فاجتهد ثم اخطأ فله اجر.

(وهكذا فی الصحيح للمسلم ج۲/ص۷٦)

وفی المشكوة (صـ۳۲۴): عن معاذ بن جبل ان رسول اللهﷺ لمابعثه الى اليمن قال كيف تقضى اذا عرض لک قضاء قال اقضى بكتاب الله قال فان لم تجد فی كتاب الله قال فبسنة رسول اللهﷺ قال فان لم تجد فی سنة رسول اللهﷺ قال اجتهد برأى ولاالو قال فضرب رسول الله ﷺ على صدره وقال الحمدلله الذى وفق رسول رسول الله لمايرضى به رسول الله.

وفی المرقات (۲۳۹/۷) تحت هذه الرواية: قال الخطابی لم يردبه الرأى الذى يسنح له من قبل نفسه أويخطر بباله على غير اصل من كتاب اوسنة بل اراد رد القضية الى معنى الكتاب والسنة من طريق القياس وفی هذا اثبات للحكم بالقياس.

(۴۴۰) تقلید کی شرعی حیثیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں کچھ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ تقلید کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ کسی امام کی اتباع کرنے سے بہتر ہے کہ براہ راست حضور اقدس ﷺ کی اتباع کی جائے۔ بظاہران کی بات صحیح بھی معلوم ہوتی ہے۔ اب آپ سے گزارش ہے کہ درج ذیل سوالات کے جوابات عنایت فرمائیں تا کہ میرا خلجان دور ہوجائے:

(۱) آیا تقلید کی شرعاً کوئی حیثیت ہے یا نہیں؟

(۲) نحن رجال وهم رجال کا سہارا لے کرعدم تقلید کواختیار کرنا کیسا ہے؟

(۳) علماء اور عوام کے لئے تقلید کا ایک درجہ ہے یا تقلید صرف عوام پر لازم ہے؟

(۴) وہ لوگ جو تقلید کرنے والوں کو مشرک کہتے ہیں ان کی یہ بات کس حد تک صحیح ہے؟ تفصیل سے جوابات عنایت فرما کر رہنمائی

فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً.....تقلید کی شرعی حیثیت بیان کرنے سے پہلے نفس تقلید کا مطلب بیان کیا جاتا ہے:

اصل اطاعت صرف اللہ تعالیٰ کی کی جاتی ہے اور نبی کریم ﷺ کی اطاعت اس لئے ہے کہ وہ رب تعالیٰ کے احکامات کے ترجمان ہیں۔اب اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے علاوہ کسی اور کو بھی بالذات قابل اطاعت سمجھے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ قرآن وسنت کے احکامات دوقسم کے ہیں۔پہلی قسم ان احکامات کی ہے جن کو ہر عربی دان سمجھ سکتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿ولا یغتب بعضکم بعضا الآیۃ﴾. اسی طرح قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے بہت سے وعدے،وعیدیں اور اصولی باتیں سب کے سامنے ظاہر ہیں۔اس طرح کے احکامات میں کسی کی تقلید نہیں کی جاتی۔

دوسری قسم میں وہ احکامات ہیں جن میں ابہام پایا جاتا ہے کہ ہر کس وناکس ان کے مفہوم تک نہیں پہنچ سکتا۔مثلا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلثۃ قروء الایۃ.''قروء''ایک مشترک لفظ ہے جوطہراورحیض دونوں معنی میں مستعمل ہے، یہاں کون سے معنی مراد ہیں؟......... کسی ایک معنی کی تعیین کی صورت میں کتنے ہی احکامات اور فروعات تبدیل ہوجائیں گے۔اب یہ تعیین مجتہد کے علاوہ کوئی دوسرا شخص نہیں کرسکتا۔اس طرح کی کئی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔اسی طرح احادیث رسول اللہ ﷺ کے اتنے بڑے مجموعہ میں بعض احادیث ظاہری طور پر متعارض بھی ہیں۔ان میں ترجیح یا تطبیق کی صورت کیا ہوگی؟.......... یہ کام بھی ہر ایک کے بس کا نہیں ہے۔

اس طرح کے مواقع پر دوصورتیں ہیں:ایک صورت یہ ہے کہ ہم خود ہی یہ فیصلہ کرلیں کہ کون سی چیز ہم نے لینی ہے اور کون سی ناقابل اعتبار ہے۔اوردوسری صورت یہ ہے کہ تعیین وتشریح میں اپنے اسلاف کی اتباع کریں جوفہم،ذکاوت،تفقہ فی الدین اور حافظہ غرض ہر چیز میں ہم سے فائق تھے۔پہلی صورت انتہائی خطرناک اور دوسری صورت محتاط ہے۔

مذکورہ تفصیل سے ثابت ہوا کہ''قرآن وحدیث کی تشریح میں اپنے اسلاف میں سے کسی ایک پر اعتماد کرکے اس کے قول کو لینا''اسی کو''تقلید'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہی حقیقت تقلید ہے۔ پھر تقلید کی دوصورتیں ہیں:

(۱) تقلید مطلق:اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مسئلہ میں ایک عالم کی بات مانی جائے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے عالم کی بات اور تشریح لی جائے۔

(۲) تقلید شخصی:اُس تقلید کو کہا جاتا ہے جو کسی خاص عالم وفقیہ کی تشریح کے مطابق ہو۔

فی نفسہ دونوں صورتوں پر عمل کرنا جائز ہے۔لیکن فقہاء کرام نے جو اپنے زمانے کے نبض شناس ہوتے ہیں بدلتے ہوئے حالات پر نظر کرتے ہوئے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا۔چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

قال اللہ تعالیٰ (النساء:۵۹): یآیھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم ؕ الایۃ

اس آیت کے تحت امام ابوبکر جصاص احکام القرآن ج ۲/ص ۲۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں:

اختلف فی تاویل اولی الامر فروی عن جابر بن عبداللہ وابن عباس روایة والحسن وعطاء ومجاهد انهم اولوا الفقه والعلم.

چند سطور کے بعد فرماتے ہیں:

فان تنازعتم فی شئ فردوه الی اللہ والرسول فامر اولی الامر برد المتنازع فیه الی کتاب اللہ وسنة نبیه ﷺ اذ کانت العامة ومن لیس من اهل العلم لیست هذه منزلتهم لانهم لایعرفون کیفیة الرد الی کتاب اللہ والسنة ووجوه دلائلهما علی احکام الحوادث فثبت انه خطاب للعلماء ....

وقوله تعالی (النساء: ۸۳): واذا جاء هم امر من الامن اوالخوف اذاعوابه ط ولو ردوه الی الرسول والی اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم ط الایة

وقوله تعالی (النحل: ۴۳): فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ٥

علامہ آلوسی اس آیت کے ضمن میں روح المعانی ج ۵/ص ۱۴۸ میں رقمطراز ہیں:

ویؤید ذلک مانقل عن الجلال المحلی انه یلزم غیر المجتهد عامیا کان اوغیره التقلید للمجتهد لقوله تعالی فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون.

تقلید شخصی کے ثبوت پر چند احادیث

(۱) عن عکرمة ان اهل المدینة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال له تنفر قالوا لانأخذ بقولک وندع قول زید قال اذا قدمتم المدینة فاسئلوا فقدموا المدینة فسألوا فکان فی من سألوا ام سلیم .... (صحیح البخاری: ج ۱/ص ۲۳۷)

(۲) .... فأتینا اباموسیٰ فأخبرناه بقول ابن مسعود فقال لاتسئلونی مادام هذا الحبر فیکم.

(ایضاً: ج ۲/ص ۹۹۷)

تقلید شخصی کے وجوب پر فقہاء کرام کے فتاویٰ

علامہ ابن تیمیہ فتاوی کبریٰ ج ۲/ص ۲۳۷ میں فرماتے ہیں:

وقد نص الامام احمد انه لیس لأحد أن یعتقد الشئ واجبا اوحراما ثم یعتقده غیر واجب اومحرم بمجرد هواه مثل ان یکون طالبا لشفعة الجوار فیعتقدها انهاحق له ثم اذا طلبت منه شفعة الجوار

اعتقد انها لیست ثابتة .... فمثل هذا ممن یکون فی اعتقاده حل الشئ و حرمته و وجوبه وسکوته بسبب هواه هو مذموم مجروح خارج عن العدالة وقد نص احمد وغیره علی ان هذا لایجوز.

ایک دوسری جگہ پر ایک مسئلہ کے ضمن میں ج ۲/ص ۲۸۵ میں فرماتے ہیں:

وهذا القول یخالف اجماع المسلمین فانهم مُتفقون علی ان من اعتقد حل الشئ کان علیه ان یعتقد ذلک سواء وافق غرضه او خالفه ومن اعتقد تحریمه کان علیه ان یعتقد ذلک فی الحالین وهؤلاء .... یکونون فی وقت یقلدون من یفسده وفی وقت یقلدون من یصححه بحسب الغرض والهواء ومثل هذا لایجوز باتفاق الائمة.

تقلید شخصی کے وجوب کی علت بیان کرتے ہوئے شرح المہذب ج ۱/ص ۸۸ میں فرماتے ہیں:

ووجهه انه لوجاز اتباع ای مذهب شاء لافضیٰ الی ان یلتقط رخص المذاهب متبعاهواه، ویتخیر بین التحلیل والتحریم والوجوب والجواز وذلک یؤدی الی انحلال ربقة التکلیف بخلاف العصر الاول فانه لم تکن المذاهب الوافیة باحکام الحوادث مهذبة وعرفت، فعلی هذا یلزمه ان یجتهد فی اختیار مذهب یقلده علی التعیین.

ایک اشکال اور اس کا جواب

عام طور پر غیر مقلدین کی طرف سے یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ اگر تسلیم کرلیا جائے کہ تقلید شخصی واجب ہے تو بھی صرف چار ائمہ کی تقلید کیوں کی جاتی ہے؟ حالانکہ ان جیسے دوسرے ائمہ جو زہد وتقوی، اور علمی وفقہی بصیرت کے اعتبار سے ان کے درجے کے تھے ان کی بھی تقلید جائز ہونی چاہئے۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ ان چار ائمہ کی تقلید کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ان حضرات کو ایسے اسباب مہیا فرمائے کہ ان کے مذاہب مکمل طور پر مدون ہوگئے۔ جبکہ دوسرے ائمہ کے مذاہب اس طور پر مدون نہ ہو سکے۔ اس بناء پر صرف ان ہی چار کی تقلید کی جاتی ہے۔ چنانچہ علامہ آلوسی اسی علت کو بیان کرتے ہوئے روح المعانی ج ۱۴/ص ۱۴۸ میں فرماتے ہیں:

مقتضی کلامهم انه لافرق بین تقلید احد ائمة المذاهب الاربع وتقلید غیره من المجتهدین. نعم ذکر العلامة ابن الحجر وغیره انه یشترط فی تقلید الغیر ان یکون مذهبه مدونا محفوظ الشروط والمعتبرات.

اسی طرح علامہ نووی اسی علت پر بحث کرتے ہوئے شرح المہذب ج ۱/ص ۸۸ میں فرماتے ہیں:

ولیس لہ التذھب بمذھب احد من ائمۃ الصحابۃ ﷺ وغیرھم من الاولین وان کانو اعلم وأعلا درجۃ ممن بعدھم لانھم لم یتفرغوا لتدوین العلم وضبط اصولہ وفروعہ فلیس لاحد منھم مذھب مھذب ومحرر مقرر وانماقام بذلک من جاء بعدھم من الائمۃ الناحلین لمذاھب الصحابۃ والتابعین القائمین بتمھید احکام الوقائع قبل وقوعھا ، الناھضین بایضاح اصولھا وفروعھا کمالک وابی حنیفۃ وغیرھما.

اور حضرت شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغۃ ج ۱/ص ۱۵۴ میں فرماتے ہیں:

ان ھذہ المذاھب الاربعۃ المدونۃ قد اجتمعت الامۃ اومن یعتد بہ منھا علی جواز تقلیدھا الی یومنا ھذا وفی ذلک من المصالح مالایخفی لاسیما فی ھذہ الایام ....

دوسرے جزء کا جواب

وہ غیر مقلدین حضرات جو نحن رجال وھم رجال کا سہارا لے کر عدم تقلید کا پرچار کرتے ہیں ان کو یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ کون سی خوبی میں ان کے برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا علم وفہم میں ان کا مقابلہ کرتے ہیں؟ یا ذکاوت وحافظہ یا دین ودیانت میں ان سے برابری کا دعویٰ کرتے ہیں؟ یا یہ لوگ تقویٰ وپرہیزگاری میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں؟ حالانکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آج کل ہم سب مقلدین وغیر مقلدین ہر اعتبار سے اس قدر تہی دست ہیں کہ ہمیں قرون اولیٰ کے علماء سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ مزید برآں قرون اولیٰ کے علماء تو اس ماحول اور زمانے کے بھی قریب ہیں جس مبارک زمانے اور ماحول میں قرآن کریم نازل ہوا۔ ان کو قرآن کریم کے انداز گفتگو اور مزاج دین کی ہو بہو پہچان حاصل تھی۔ غیر مقلدین حضرات کے اس اعتراض کے جواب میں صرف حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ (جو جلیل القدر فقہاء صحابہ میں سے ہیں) کا یہ قول کافی ہے:

عن ابن مسعود قال من کان مستنا فلیستن بمن قد مات فان الحی لاتؤمن علیہ الفتنۃ اولئک اصحاب محمد ﷺ کانوا افضل ھذہ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا اختارھم اللہ لصحبۃ نبیہ ولاقامۃ دینہ فاعرفوا لھم فضلھم واتبعوھم علی اثرھم وتمسکوا بما استطعتم من اخلاقھم وسیرھم فانھم کانوا علی الھدی المستقیم. (مشکوۃ المصابیح : ص ۳۲)

ترجمہ: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ جو شخص کسی کے طریقے کو اختیار کرنا چاہتا ہے تو وہ ایسے شخص کے طریقے کو اختیار کرے جس کا انتقال ہو گیا ہو۔ زندہ شخص فتنہ سے مامون نہیں ہوتا۔ یہ نبی ﷺ کے صحابہ ہیں جو اس امت کے بہترین لوگ ہیں جن کے دل پارسا، علم گہرا اور بہت کم تکلف کو اختیار کرنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی کی صحبت اور دین کو قائم رکھنے کے لئے چن لیا ہے پس تم ان کی فضیلت کو پہچانو اور ان کی اتباع کرو اور ان کے اخلاق وسیرت میں

سے جس قدر اپنا سکو اسے اپنالو کیونکہ یہ لوگ مکمل ہدایت پر تھے۔

تیسرے جزء کا جواب

جو عالم درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہو اس نے خواہ کتنی ہی کتابیں پڑھ لی ہوں وہ عامی ہے۔ اس کو بہر حال عامی کی طرح کسی ایک امام کے قول کی طرف رجوع کرنا پڑے گا اور آج کل کے عام علماء اسی طبقہ میں داخل ہیں۔ ہاں جو عالم تبحر علمی کے سبب درجہ اجتہاد پر فائز ہو تو اس کی اور عامی کی تقلید میں فرق ہوگا۔

چنانچہ حضرت مولانا حبیب احمدؒ اجتہاد کی تحقیق کے بعد ان حضرات سے متعلق جو درجہ اجتہاد پر فائز نہ ہونے کے باوجود اجتہاد کرتے ہیں ان جیسے لوگوں پر تقلید کے وجوب کا قول ذکر کرنے کے بعد ان کے اجتہاد کی مذمت کرتے ہوئے اعلاء السنن (۲۳۲/۲۰) میں فرماتے ہیں:

وهؤلاء يجب عليهم تقليد المجتهد فان اجتهدوا ضلوا واضلوا وهؤلاء هم اهل الرأى الذين ذمهم الصحابة والتابعون ....

''یہی لوگ ہیں جن پر مجتہد کی تقلید واجب ہے پس اگر یہ خود اجتہاد کرنے لگیں تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ پس یہی لوگ اہل رائے ہیں جن کی صحابہ وتابعین نے مذمت کی ہے''۔

اسی طرح علامہ شامیؒ (متوفی ۱۲۵۲ھ) اپنے دور کے مفتیان کرام کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''اس زمانے میں مفتی مجتہد کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے اور سب کے سب مقلد محض ہی ہیں''۔ جب ان کے زمانے کا یہ حال تھا تو ہمارے زمانے میں مفتی مجتہد اور بھی عدیم الوجود ہوگا۔

ولما انقطع المفتى المجتهد فى زماننا ولم يبق الا المقلد المحض وجب علينا اتباع التفصيل.

(شرح عقود رسم المفتى : ص ۲۱)

چوتھے جزء کا جواب

وہ غیر مقلدین حضرات میں جو مقلدین کو مشرک قرار دیتے ہیں یہ ایک غلط فہمی پر مبنی ہے اور اگر غلط فہمی نہ ہو تو ہٹ دھرمی پر مبنی ہے۔ غلط فہمی یہ ہے کہ مقلدین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی بات کو رد کر کے اپنے امام کی بات مانتے ہیں اور ہر حکم میں اس کی پیروی کرتے ہیں گویا کہ وہ ان کا خدا ہے اور اسی پر وہ آیت بطور دلیل پیش کرتے ہیں جس میں مشرکین مکہ کی ہٹ دھرمی اور اندھی تقلید کا ذکر ہے:

واذا قيل لهم اتبعوا ما انزل الله قالوا بل نتبع ما الفينا عليه آبائنا ط اولو كان آباؤهم لايعقلون شيئا ولايهتدون ○ (البقرة : ۱۷۰)

لیکن یہ بات تفصیلاً گزر چکی ہے کہ مقلدین حضرات کا یہ عقیدہ ہرگز نہیں بلکہ وہ ان ائمہ حضرات کو قرآن وسنت کا شارح قرار دے کر ان کی تشریح کے مطابق قرآن وسنت پر عمل کرتے ہیں نہ کہ کفار کی طرح اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی بات کو چھوڑ کر ان ائمہ کی بات کو قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ بات صرف غلط فہمی کا نتیجہ ہے اور اگر غلط فہمی نہیں تو ہٹ دھرمی ہے کہ سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اس طرح کی الزام تراشیاں کی جاتی ہیں، اس صورت میں یہ لوگ واقعی ''ضلوا فاضلوا'' کے مصداق قرار پائیں گے۔

تقلید کو شرک کہنا تو دور کی بات ہے بلکہ خود حضرت یوسف علیہ السلام اس طرح کی تقلید پر اپنے عمل کو ذکر کر کے شرک کی نفی کرتے ہیں جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ صرف تقلید شرک نہیں ہو سکتی چنانچہ رب تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے قول کو یوں ذکر فرماتے ہیں:

(یوسف: ۳۸) واتبعت ملة آباء ی ابراھیم واسحق ویعقوب ط ماکان لنا ان نشرک باللہ من شیٔ ط الآیة

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ اسی کی تشریح کرتے ہوئے فتاویٰ کبریٰ ج ۲/ص ۲۳۹ میں رقمطراز ہیں:

لماکان من الاحکام مالایعرفه کثیر من الناس رجع الناس فی ذلک الی من یعلمهم ذلک لانه اعلم بماقال الرسول واعلم بمراده فائمة المسلمین الذین اتبعوهم وسائل وطرق وادلة بین الناس وبین الرسول یبلغونهم ماقاله ویفهمونهم مراده بحسب اجتهادهم واستطاعتهم وقد یخص اللہ هذا العالم من العلم والفهم مالیس عند الآخر.

(۴۴۱) تقلید واجب ہے یا نہیں؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ تقلید کی شرعی حیثیت کیا ہے، یہ واجب ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ہر ایسا شخص جو مجتہد نہ ہو اس پر کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے خاص طور پر ہمارے زمانے جبکہ علم کا فقدان پایا جاتا ہے۔ نیز ویسے تو چاروں ائمہ برحق ہیں البتہ ان میں کسی ایک کی تقلید کرنا ضروری ہے تاکہ اسمیں بجائے شریعت پر عمل کرنے کے اپنی خواہشات کا غلبہ نہ ہو جائے جبکہ ہمارے زمانے میں ویسے بھی ہمتیں کمزور پڑ چکی ہیں اور اسلام کا درد دلوں سے مٹ چکا ہے اور ہر شخص کا مزاج ایسا بن چکا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسکی خواہش اسلام کے روپ میں پوری ہو جائے ایسے حالات میں کسی متعین امام کی تقلید اور بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

دلائل المسئلة مرت تحت السؤال السابق

(۴۴۲) ائمہ اربعہ پر سب وشتم کرنے والے کا حکم

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو مذاہب اربعہ کے ائمہ کو سب وشتم کرتا ہو اور یہ کہتا ہو کہ

انہوں نے اسلام کی حقیقت بدل ڈالی، اور ایسی چیزوں کا اضافہ کیا جن کی اللہ اور رسول نے اجازت نہیں دی اور اسلام کی ظاہری صورت کو تبدیل کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر یہ شخص ائمہ اربعہ کو بغیر کسی وجہ کے سب وشتم کرتا ہو تو اس طور پر کہ انھوں نے اسلام کی ظاہری صورت کو مٹا کر نفسانی خواہشات کی اتباع کر لی ہے تو ایسا شخص فاسق ہے اس کی شہادت فسق کی بنا پر نا قابل قبول ہے۔ امام وقت کو چاہیے کہ اس کو تعزیرا سزا دے۔

لمافی البحر الرائق (۵/۴۹): مراهق شتم عالما فعليه التعزير.

وفي الهندية (۲/۲۷۰): من ابغض عالما من غير سبب ظاهر خيف عليه الكفر.

وفي ردالمحتار (۴/۲۳۷): وترد شهادة من يظهر سب السلف وتقبل شهادة اهل الاهواء...... وقال الزيلعي اويظهر سب السلف يعني الصالحين منهم وهم الصحابة والتابعون لان هذه الاشياء تدل على قصور عقله.

(۴۴۳) مذہب کی تبدیلی پر تعزیر

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں اگر کوئی شخص ایک مذہب (ائمہ اربعہ) سے دوسرے مذہب کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اس طرح مذہب کی تبدیلی پر اس پر تعزیر آئے گی یا نہیں؟ کیونکہ میں نے ایک عالم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ اگر اسلامی حکومت قائم ہو تو ایسے شخص پر تعزیر آئے گی۔ تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں ایسا شخص جو صاحب علم ہو، مذہب کے تمام اصول وفروع سے واقف ہو اور کسی دلیل کی بنا پر جو پہلے مخفی تھی اب اس پر واضح ہوئی اور وہ پہلے مذہب کو نہ تو حقیر جانتا ہو اور نہ اسکی توہین کرے تو ایسے شخص پر تعزیر نہیں آئے گی بلکہ یہ اجر کا مستحق ہے۔

اور اگر کوئی شخص بغیر کسی دلیل شرعی کے جبکہ وہ مذہب سے ناواقف ہے کسی فاسد غرض، مال دولت یا کسی مسئلہ میں صرف سہولت کیوجہ سے ایک مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذہب کو اختیار کرتا ہے تو ایسا شخص قابل ملامت اور تعزیر کا مستحق ہوگا کیونکہ ایسا کرنا اس کیلئے جائز نہیں۔

لمافي الدر المختار مع رد المحتار (۴/۸۰): ارتحل الى مذهب الشافعي يعزر سراجيه.

وفي الشامية: اى اذا كان ارتحاله لا لغرض محمود شرعا.......... ولو ان رجلا يرى من مذهبه باجتهاد وضع له كان محمودا ماجورا. اما انتقال غيره من غير دليل بل لما يرغب من غرض الدنيا وشهوتها فهو المذموم الاثم المستوجب للتاديب والتعزير لارتكابه المنكر في الدين واستخفافه

بدینه ومذهبه اهـ.

(۴۴۴) ابوحنیفہ کی وجہ تسمیہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں امام اعظم کی کنیت ابوحنیفہ کیسے مشہور ہوئی۔ اسکی وجہ ذکر کریں؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... امام اعظم نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کو ''ابوحنیفہ'' کہنے کی راجح وجہ یہ ہے کہ حنیف کے معنی آتے ہیں ''اسلامی احکامات پر مکمل طور سے عمل پیرا'' یعنی جو ہر طرف سے کٹ کر صرف دین اسلام کی طرف مائل ہو۔ چونکہ آپؒ نے اپنی زندگی کے سارے مشاغل کو ختم کر کے صرف دین کے مسائل کا استنباط اور نشر واشاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالیا تھا لہٰذا آپ ''ابوحنیفہ'' کی کنیت سے مشہور ہوئے۔

لمافی الخیرات الحسان (ص۴۵): ان کنیته ابو حنیفه مؤنث حنیف، وهو الناسک او المسلم لان الحنف المیل والمسلم مائل الی الدین المحق. قیل سبب تکنیه بذلک ملازمته للدواة حنیفة بلغة العراق وقیل کانت له بنت تسمی بذلک ورد بانه لا یعلم له ولد ذکر ولاانثی غیر حماد.

فصل فی علامات الساعة

(قیامت کے احوال اور علامتوں کے بارے میں)

(۴۴۵) علامات قیامت کا بیان

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ نے قیامت کی بہت سی نشانیاں بتائیں ان میں سے کتنی ظاہر ہوچکی ہیں اور کتنی باقی ہیں ان کی ترتیب کیا ہوگی؟ نیز میں نے سنا ہے کہ اصحاب کہف زندہ ہیں اور وہ عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں آئیں گے اور ان کی مدد کریں گے اگر یہ بات صحیح ہے تو ان اصحاب کہف کا شمار حضور ﷺ کی امت میں سے ہوگا یا نہیں؟ تفصیل مطلوب ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جو علامات قیامت سے پہلے ظاہر ہونگی ان کا ظہور تقریباً ہو چکا ہے جیسے مال غنیمت کو اپنا مال سمجھنا، امانت کو غنیمت سمجھنا، زکوۃ کی ادائیگی کو تاوان سمجھنا، بیوی کو ماں پر ترجیح دینا، دوست کو باپ پر ترجیح دینا، مساجد میں شور برپا کرنا، بر سر عام شراب پیا جانا اور سلف صالحین کو گالیاں دینا وغیرہ وغیرہ۔

دوسری قسم ان علامات کی ہے جن پر قیامت کا آنا موقوف ہے جن کے بعد قیامت واقع ہوگی۔ وہ دس علامات ہیں جن میں سب سے پہلے امام مہدی کا ظہور ہوگا۔ بیت اللہ کے سامنے رکن اور مقام کے درمیان لوگ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں گے اور بیت المقدس کیطرف ہجرت کریں گے پھر ان کی خلافت میں دجال نکلے گا جس کا رنگ سرخ، بھاری جسم پست قد، الجھے ہوئے بال، ایک آنکھ سپاٹ دوسری عیب دار اور پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا جسے ہر شخص پڑھ سکے گا پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا پھر ترقی کر کے خدائی کا دعویٰ کرے گا گدھے پر سوار ہوگا۔ ستر ہزار یہودی اسکی فوج میں شامل ہونگے آندھی کیطرح چلے گا۔ حرمین شریفین اور بیت المقدس کے علاوہ ساری دنیا میں گھومے گا، مدینہ کی طرف جائے گا مگر فرشتے اسے مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ وہاں سے بیت المقدس کا رخ کرے گا تو اہل اسلام اس کے مقابلے کیلئے نکلیں گے۔ دجال کی فوج مسلمانوں کا محاصرہ کرے گی اور مسلمان وہاں محصور ہو جائیں گے۔ عین اس وقت جب فجر کی اقامت ہو چکی ہوگی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جامع مسجد دمشق کے مشرقی مینار کے پاس نازل ہوں گے۔ امام مہدی مصلے سے پیچھے ہٹ جائیں گے اور انہیں نماز پڑھانے کی درخواست کریں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مہدی کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام دروازہ کھولیں گے آپ کے ہاتھ میں چھوٹا سا نیزہ ہوگا۔ دجال آپ کو دیکھتے ہی اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں پگھلتا ہے چنانچہ وہ بھاگنا شروع کرے گا لیکن آپ اسے باب لد کے مقام پر قتل کر دینگے۔ پھر اسی زمانے میں یاجوج ماجوج کا خروج ہوگا وہ زمین کی ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے اتریں گے۔ ان کا پہلا دستہ جب بحیرہ طبریہ پر گزرے گا

تو اس کا سارا پانی ختم کردے گا جب بعد والے آئیں گے تو کہیں گے کہ یہاں کبھی پانی ہوا کرتا تھا۔

اس کے بعد جبل خمر کی طرف چلیں گے جو بیت المقدس کا ایک پہاڑ ہے وہاں پہنچ کر کہیں گے کہ زمین والوں کو تو ہم قتل کر چکے اب آسمان والوں کو قتل کریں گے چنانچہ وہ اپنے تیر آسمان کیطرف پھینکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے تیر کو خون میں رنگ کر واپس کریں گے۔ اس دوران مسلمان کوہ طور میں محصور ہونگے اور سخت تنگی میں مبتلا ہونگے پھر اللہ تعالیٰ یا جوج ماجوج کو کیڑوں کے ذریعے ہلاک کریں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد چالیس سال تک دنیا میں رہیں گے ان کا دور مثالی امن کا دور ہوگا لیکن ان کے بعد پھر زمین میں فتنہ وفساد برپا ہوجائے گا۔ اس کے بعد جبل صفا سے دابۃ الارض نکلے گا جو زمین میں گھومے گا۔

اسی دوران تین خسفات (زمین میں دھنسنا) ہونگے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا جزیرہ عرب میں، اس کے بعد ایک دھواں نمودار ہوگا جو ہر طرف پھیل جائے گا پھر سورج مغرب سے طلوع ہوجائے گا جس کے ساتھ ہی توبہ کا دروازہ بند ہوجائے گا۔ یہ آخری علامت ہوگی اس کے بعد قیامت واقع ہوجائے گی، ایک آگ نکلے گی جو تمام لوگوں کو میدان حشر میں جمع کردے گی۔

نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد اصحاب کہف بھی نکل آئیں گے اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری ہوں گے۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ ﷺ کے امتی ہیں تو ان کے حواری بطریق اولیٰ آپ ہی کی امت میں ہوں گے۔

لمافی حاشية الصاوی (۳/۱۰): واعلم انه اختلف فی اصحاب الكهف لعل ماتوا ودفنوا اوهم نيام واجسامهم محفوظة والصحيح انهم نيام ويستيقظون عند نزول عيسیٰ ويحجون معه ويموتون قبل يوم القيمة حين تأتی الريح اللينة.

وفی المشكوة (صـ۴۷۲): عن حذيفه بن اسيد الغفاری قال اطلع النبیﷺ علينا ونحن نتذاكر فقال ماتذكرون قالوا نذكر الساعة قال انها لن تقوم حتیٰ تروا قبلها عشر آيات فذكر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عيسى ابن مريم ويا جوج وماجوج وثلثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزيرة العرب واخر ذلک نار تخرج من اليمن تطرد الناس الی محشرهم وفی رواية نار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الی المحشر.

وفيها ايضاً (صـ۴۷۰): عن ابی هريره قال قال رسول اللهﷺ اذا اتخذ الفئ دولا والامانة مغنما والزكاة مغرما وتعلم لغير الدين واطاع الرجل امرأته وعق امه وادنی صديقه واقصی اباه وظهرت الاصوات فی المساجد وسادالقبيلة فاسقهم وكان زعيم القوم ارذلهم واكرم الرجل مخافة شره وظهرت القينات والمعازف وشربت الخمور ولعن اخر هذه الامة اولها فارتقبوا عند ذلک ريحا حمراء وزلزلة وخسفاً ومسخاً وقذفاً وآيات تتابع كنظام قطع سلكه فتتابع.

وفيها ايضاً (صـ۴۷۳): عن النواس بن سمعان قال ذكر رسول اللهﷺ الدجال .... قلنا يا رسول

الله وما اسراعه فی الارض قال کا لغیث استد برته الریح فیاتی علی القوم فید عوهم فیو منون به فیا مر السماء فتمطر والارض فتنبت فتروح علیهم سارحتهم اطول ما کانت ذری واسبغه ضروعا وامده خواصر .... فبینما هو کذلک اذبعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق بین مهزودتین واضعا کفیه علی اجنحة ملکین اذا طأطأراسه قطر واذارفعه تحدّر منه مثل جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد من ریح نفسه ینتهی حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله ثم یاتی عیسی قوم قد عصمهم الله منه فیمسح عن وجوههم ویحدثهم بدرجاتهم فی الجنة فبینما هو کذلک اذا وحی الله الی عیسیٰ انی قد اخرجت عباداً لی لایدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور ویبعث الله یاجوج وماجوج وهم من حدب ینسلون فیمراوائلهم علی بحیرة طبریة فیشربون ما فیها ویمر آخرهم فیقول لقد کان بهذه مرة ماء ثم یسیرون حتی ینتهوا الی جبل الخمر وهو جبل بیت المقدس فیقولون لقد قتلنا من فی الارض هلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابهم الی السماء فیردالله علیهم نشابهم مخضوبة دما ویحصر نبی الله واصحابه حتی یکون رأس الثور لاحدهم خیرا من مائة دینار لاحدکم الیوم فیرغب نبی الله عیسی واصحابه فیرسل الله علیهم النغف فی رقابهم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدة ثم یهبط نبی الله عیسیٰ واصحابه الی الارض .... فیومئذ تأکل العصابة من الرمانة .... فبیناهم کذالک اذ بعث الله ریحا طیبة فتأخذهم تحت اباطهم فتقبض روح کل مؤمن وکل مسلم ویبقی شرار الناس یتهارجون فیها تهارج الحمر فعلیهم تقوم الساعة.

(۴۴۶) قیامت کی علامات

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے ہر عام وخاص شخص کی زبان پر یہ الفاظ ہیں کہ قیامت بہت قریب ہے۔اس کی وضاحت فرمائیں کہ کیا یہ بات صحیح ہے؟اور کیا قیامت کی نشانیاں پوری ہوگئی ہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً..... قیامت کی علامات تین تقسیم پر ہیں: اول بالکل ابتدائی علامات جیسے انبیاء کے سلسلے کو ختم کرتے ہوئے ختم الرسل ﷺ کا اس دنیا میں تشریف لانا قیامت کے قریب آجانے کی علامت ہے۔

دوئم: وہ علامات جو درمیانے درجے کی ہیں جیسے جہالت کا غلبہ،علم کا اٹھ جانا،قتل کا زیادہ ہونا،امانت کو غنیمت سمجھنا،عہدے کو غیر اہل کے سپرد کرنا،اورزکاۃ کو تاوان سمجھنا وغیرہ۔

سوئم: وہ علامات جو بالکل قرب قیامت کے وقت ظاہر ہوں گی جیسے خروج دجال ویاجوج ماجوج،نزول عیسیٰ علیہ السلام

اورسورج کا مغرب سے طلوع ہونا وغیرہ۔

اب ان علامات میں سے پہلی دوقسموں کی علامات کافی حدتک ظاہر ہوچکی ہیں۔صرف تیسری قسم کی علامات کاظہور باقی ہے۔ اس اعتبار سے یہ کہنا کہ قیامت بالکل قریب ہے صحیح ہے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۴۶۹): عن انس قال سمعت رسول الله ﷺ یقول ان من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویکثر الجهل ویکثر الزنا ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء حتی یکون لخمسین امرأة القیم الواحد.

عن ابی هریرة ؓ قال بینماالنبی ﷺ یحدث اذجاء اعرابی فقال متی الساعة قال اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة قال کیف اضاعتها قال اذا وسد الامر الی غیر اهله فانتظر الساعة.

وفیها ایضاً (صـ۴۷۲): عن حذیفة بن اسیدالغفاری قال اطلع النبی ﷺ علینا ونحن نتذاکر فقال ماتذاکرون قالوا نذکر الساعة قال انها لن تقوم حتی ترو قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسی ابن مریم ویاجوج وماجوج.

(۴۴۷) مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پرمشہور ہے کہ آخردور میں رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائیں گے۔کیاقرآن یاسنت میں اس کاذکرموجود ہے؟اورکیایہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......یہ بات روایات سے ثابت ہے کہ آخردور میں امام مہدی کاظہور ہوگا بلکہ ان کی علامات ونشانیاں اورنام تک کا ذکرروایات میں موجود ہے۔

لمافی المشکوۃ (صـ۴۷۰): عن ابی سعیدالخدری قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطا وعدلا.

عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ اذا رأیتم الرایات السود قد جاء ت من قبل خراسان فاتوها فان فیها خلیفة الله المهدی.

عن ابی اسحاق قال قال علی ؓ ونظر الی ابنه الحسن قال ان ابنی هذا سید کما سماه رسول الله ﷺ وسیخرج من صلبه رجل یسمی باسم نبیکم یشبهه فی الخلق ولایشبهه فی الخلق ثم ذکر قصة یملأ الارض عدلا.

فصل فی احوال مابعدالموت

(مرنے کے بعد کے احوال کے بیان میں)

(۴۴۸) عذاب قبر جسد مع الروح پر ہے یا صرف روح پر؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے ایک عزیز ملازمت کے سلسلے میں ملک سے باہر رہے۔ اب ریٹائرمنٹ کے بعد واپس لوٹے ہیں تو بعض باتوں میں ان کا ہمارے ساتھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک مسئلہ یہ ہے کہ "عذاب قبر صرف روح کو ہوتا ہے" جسد مع الروح پر نہیں مانتے۔ کیا وہ اس عقیدے کے باوجود اہل سنت میں داخل ہیں یا نہیں؟ نیز کبھی کبھی امام صاحب کی غیر موجودگی میں امامت بھی کرتے ہیں کیا ایسے شخص کو امام بنانا صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ عذاب قبر جسد مع الروح کو ہوتا ہے، ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں اور یہ عقیدہ کہ عذاب صرف روح کو ہوتا ہے معتزلہ کا عقیدہ ہے۔ لہٰذا یہ شخص اہل سنت والجماعۃ سے خارج ہے، بدعتی اور گمراہ ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا بھی صحیح نہیں ہے۔

لمافی مرقاۃ المفاتیح (۱/۳۰۳): فان اللہ تعالی یعلق روحه الذی فارقه بجزئه الاصلی الباقی من اول عمره الی آخره المستمر علی حاله حالتی النمو والذبول الذی تتعلق به الروح اولا فیحیا ویحیا بحیاته سائر اجزاء البدن.

وفی "الروح "لابن القیم (صـ۵۴): ان مذهب سلف الامة وائمتها ان المیت یکون فی نعیم اوعذاب وان ذلک یحصل لروحه وبدنه.

وفی شرح الفقه الاکبر (صـ۱۰۰): واعادة الروح الی العبد فی قبره حق.

وفی شرحه یقول الملا علی القاری: (الی العبد) ای الی جسده بجمیع اجزائه او ببعضها مجتمعة او متفرقة ...... وفی المسئلة خلاف المعتزلة وبعض الرافضة.

(۴۴۹) قبرستان میں سلام کے جواب کی کیفیت

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ انسان کے انتقال کے بعد اسکی روح جنت یا جہنم میں پہنچ جاتی ہے تو پھر قبرستان میں سلام کا جواب کس سے ملتا ہے؟ آج کل یہ مسئلہ ہماری مسجد میں زیر بحث ہے اور ہر آدمی اپنی سوچ کے مطابق اس پر رائے

زنی کرتا ہے۔ برائے مہربانی آپ صحیح جواب سے مطلع فرمائیں جو شریعت کے مطابق ہو۔

الجواب حامداً ومصلیاً......میت کی روح کا تعلق اس کے جسم سے پایا جاتا ہے اگر چہ کسی درجے میں ہو لہٰذا مردہ سلام کا جواب دیتا ہے اگر چہ ہم اس کو سن نہیں سکتے۔

لمافی مرقات المفاتیح (۱۱۶/۴): وعنها قالت کیف اقول یارسول اللہ تعنی فی زیارة القبور قال قولی السلام علی اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین ویرحم المستقدمین منا والمتاخرین وانا ان شاء اللہ بکم لاحقون .عن ابی هریرة قال قال ابو رزین یارسول اللہ ﷺ ان طریقی علی الموتی فهل من کلام اتکلم به اذا مررت علیهم قال قل السلام علیکم.......... قال ابورزین یسمعون قال یسمعون ولکن لایستطیعون ان یجیبوا قال یا ابارزین الاترضی ان یرد علیک بعددهم من الملائکة اهـ (وقوله لا یستطیعون ان یجیبوا) ای جوابا یسمعه الحی والا فهم یردون حیث لانسمع ....
عن ابن عباس رضی اللہ عنهما قال قال رسول اللہ ﷺ مامن احد یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام .

وفی الروح لابن القیم (ص۷): قال ابن عبد البر ثبت عن النبی ﷺ انه قال مامن مسلم یمر علی قبر اخیه کان یعرفه فی الدنیا فیسلم علیه الا رد اللہ علیه روحه حتی یرد علیه السلام فهذا نص انه یعرفه بعینه ویرد علیه السلام .

(۴۵۰) کیا ارواح جمعہ کی شب اہل وعیال میں آتی ہیں

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ارواح مؤمنین جمعہ کی شب اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں؟ ہمارے یہاں مشہور ہے کہ جمعہ کی شب ارواح اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......روحوں کا جمعہ کی شب اہل وعیال میں آنا نصوص سے ثابت نہیں ہے بلکہ ارواح اپنے مستقر میں رہتی ہیں اور وہاں سے دنیا میں نہیں آسکتیں۔

لمافی روح البیان (۱۱۵/۸): عن سعید بن جبیر ان ارواح الاحیاء وارواح الاموات تلتقی فی المنام فیتعارف منها ماشاء اللہ ان یتعارف فیمسک التی قضی علیها الموت ویرسل الاخری الی اجسادها الی انقضاء مدة حیاتها.

وفی الروح (ص۲۳): عن السدی فی قوله تعالی والتی لم تمت فی منامها قال:یتوفاها فی منامها فیلتقی روح الحی وروح المیت فیتذاکران ویتعارفان قال فترجع روح الحی الی جسده فی الدنیا

الی بقیة اجلها وترید روح المیت ان ترجع الی جسده فتحبس.

(۴۵۱) سابقہ مرحومین کی روحوں کا نئے مرحوم کی روح کے ساتھ ملاقات

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مرحومین کے بعد جانے والی روحیں مرحومین سے ملکر دنیا کے حالات پوچھتی ہیں؟ اسی طرح ان سے اپنے بیوی، بچے، اپنا چھوڑا ہوا مال ومتاع ان سب کے بارے میں پوچھتی ہیں؟

۲۔ ایک دفعہ حساب کے بعد ہمیشہ کیلئے جنت یا دوزخ میں رہنا ہوتا ہے یا ایصال ثواب کی وجہ سے جنت منتقل ہو جاتی ہے؟

۳۔ مرحومین کیلئے اللہ تعالی کے رحم وکرم کے اور کیا کیا اسباب ہیں؟ نیز ایصال ثواب جو ہم مردوں کیلئے کرتے ہیں کیا اس کا ہمیں کوئی ثواب ملتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مرحومین کی روحیں دوسری بعد میں آنے والی روحوں سے ملکر دنیا کے حالات پوچھتی ہیں۔

۲۔ حساب کتاب کے بعد جو کافر یا مشرک جہنم میں جائیں گے وہ تو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے، اسی طرح جو مسلمان جنت میں جائیں گے وہ بھی ہمیشہ جنت میں رہیں گے البتہ جو مسلمان اپنی بداعمالیوں کی بناء پر جہنم میں ڈالیں جائیں گے وہ بعد میں جنت میں داخل کیے جائیں گے، چاہے بداعمالیوں کی سزا بھگتنے کے بعد ہو یا کسی کے ایصال ثواب کی بناء پر اللہ تعالی اپنا فضل وکرم فرمادیں۔

۳۔ مرحومین کیلئے اللہ تعالی کے رحم وکرم کے اسباب فرائض وواجبات کے علاوہ بدنی ومالی عبادات کا ایصال ثواب (جیسے نفلی روزہ صدقہ قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ) ہے اسی طرح اولاد صالح جو اس کیلئے دعا کرے یا مرحوم نے اس کے علاوہ کوئی ایسا نیک کام کیا جو بعد میں بھی جاری رہے کہ جب تک اس پر عمل رہے گا مرحوم کے درجات میں اضافے کا سبب بنا رہے گا۔

ایصال ثواب کرنے والے کو اس عمل کا جو اس نے کیا ہے پورا پورا ثواب ملے گا بلکہ وہ جس قدر زیادہ افراد کو ایصال ثواب کرے گا اس اکیلے کو اتنا ثواب ملے گا جتنا کہ ان سب کو ملا۔

لمافی قوله تعالی: ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جهنم خالدین فیها اؤلئک هم شر البریة ان الذین امنوا وعملوا الصالحات اؤلئک هم خیر البریة جزآء هم عند ربه تجری من تحتها الانهر خالدین فیها ابدا ...... الایة

وفی کنز العمال (۱۵/ ۶۸۴): ان نفس المؤمن اذا قبضت تلقاها من اهل الرحمة من عباد الله کما یلقون البشیر من اهل الدنیا فیقولون انظروا صاحبکم لیستریح فانه قد کان فی کرب شدید ثم یسألون ما ذا فعل فلان؟ ومافعلت فلانة؟ هل تزوجت؟ فاذاسألوه عن الرجل قد مات قبله فیقول أیهات ......

وفیه ایضا (۱۵/ ۹۵۲): اربعة تجری علیهم اجورهم بعد الموت من مات مرابطا فی سبیل الله ومن علم علما أجری علیه علمه ما عمل به ومن تصدق بصدقة فآجرها یجری له ماوجدت ورجل ترک

ولدا صالحاًفهو يدعوله.

وفيه ايضاً (۱۵/۹۵۳):اربع من عمل الاحياء ......مثل اجر من عمل به من غير ان ينقص من اجر من عمل به شئ.

وفي رد المحتار (۲/۲۴۳): صرح علمائنا في باب الحج عن الغير بان للانسان ان يجعل ثواب عمله لغيره صلاة او صوماً او صدقة او غيرها كذا في الهداية بل في زكاة التاتارخانية عن المحيط الافضل لمن يتصدق نفلا ان ينوي لجميع المؤمنين والمؤمنات لانها تصل اليهم ولاينقص من اجره شئ هو مذهب اهل السنة والجماعة.

(۴۵۲) ارواح کے اہل وعیال میں آنے کا عقیدہ رکھنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا ارواح مؤمنین ہر جمعہ کی شب اپنے اہل وعیال میں آتی ہیں؟ اس طرح کا عقیدہ رکھنا کیسا ہے؟ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......ارواح مؤمنین کا جمعہ کی شب اہل وعیال میں آنا کہیں سے ثابت نہیں لہٰذا اس طرح کا عقیدہ رکھنا درست نہیں بلکہ فقہاء نے ایسے شخص کے بارے میں کفر کی صراحت کی ہے جس کا یہ عقیدہ ہو کہ ارواح مؤمنین حاضر ہوتی ہیں اور زندوں کی مصروفیات سے باخبر ہیں لہٰذا اس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔

لمافي البحر الرائق (۵/۱۲۴): من قال ان ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر .

وفي البزازية على هامش الهندية (۶/۳۲۶): قال علماء نا من قال ارواح المشائخ حاضرة تعلم يكفر .

(۴۵۳) مرحومین کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جس طرح ہمیں مرحومین کے جدا ہوجانے کا افسوس ہوتا ہے کیا انہیں بھی ایسے ہی افسوس ہوتا ہے؟ ہم افسوس کے بعد ان کے لئے ایصال ثواب کرتے ہیں، کیا وہ بھی ہمارے صبر کیلئے کچھ کرتے ہیں؟ مرحومین کے نہ ہونے پر ہم ان کی خدمت سے محروم ہوکر تکلیف اٹھاتے ہیں کیا مرحومین کو اس کا غم وافسوس ہوتا ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......مرحومین کی روحوں کو زندہ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے افسوس ہوتا ہے، یعنی اگر زندہ رشتہ داروں کے اعمال اچھے ہوں تو وہ خوشی سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں اور اگر زندوں کے اعمال اچھے نہ ہوں تو اس پر غمزدہ ہوتے ہیں، اور مردوں کے اعمال کا سلسلہ چونکہ منقطع ہوجاتا ہے لہٰذا ایصال ثواب کے بدلے مرحومین کی طرف سے کچھ نہیں ملتا البتہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایصال ثواب کرنے والوں کو اجر ملتا ہے۔

لما فی کنز العمال (۱۵/ ۲۸۴): ان نفس المؤمن اذا قبضت تلقاها من اهل الرحمة من عباداللہ کمایلقون البشیر ......وان اعمالکم تعرض علی اقاربکم وعشائرکم من اهل الآخرة فان کان خیرا فرحوا واستبشروا وقالوا اللهم هذا فضلک ورحمتک فاتم نعمتک وامته علیها ویعرض علیهم عمل المسیٔ فیقولون اللهم الهمه عملا صالحا وترضی به عنه وتقربه الیک.

وفیها ایضاً (۱۵/ ۹۵۳): اربعة من عمل الاحیاء ......مثل اجر من عمل به غیر ان ینقص من اجر من عمل به شیٔ.

(۴۵۴) قرآن مجید پڑھنے سے عذاب میں تخفیف

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگرقرآن پاک پڑھ کراس کا ثواب مردے کوبخشا جائے تواس کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یانہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......قرآن مجید پڑھ کرمردے کوثواب بخشا جائے تواگراس مردے کوعذاب ہورہاہوتواس کےعذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔

لمافی الطحطاوی علی مراقی الفلاح (ص۵۱۳): ویستحب للزائر قرأة سورة یٰس لماورد عن انس رضی اللہ عنہ انه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من دخل المقابر فقرأ سورة یٰس یعنی واهدی ثوابها للاموات خفف اللہ عنهم یومئذ العذاب.

وهکذا نقل فی ردالمحتار (۲/ ۲۴۳)

(۴۵۵) زندہ اورمردہ دونوں کے لئے ایصال ثواب

سوال......کیافرماتے ہیں علماءکرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیازندوں کوایصال ثواب کیاجاسکتا ہے یاصرف مُردوں کو ایصال ثواب کیاجائے گا؟

الجواب حامداًومصلیاً......مُردوں کی طرح زندوں کوبھی ایصال ثواب کیاجاسکتاہے۔

لمافی الهندیة (۱/ ۲۵۷): الاصل فی هذا الباب ان الانسان له ان یجعل ثواب عمله لغیره صلاة کان اوصوما اوصدقة اوغیرها کالحج وقرأة القرآن والاذکار.

وفیها ایضا (۲/ ۲۴۳): وفی البحر من صام اوصلی اوتصدق وجعل ثوابه لغیره من الاموات والاحیاء جاز .ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذافی البدائع،ثم قال :وبهذا علم انه لافرق بین ان یکون المجعول له میتااوحیا.

﴿فصل فی کیفیۃ الحشر واحوالہ﴾

(میدان حشر اوراس کے احوال کے بارے میں)

(۴۵۶) دائمی عذاب عادت کی وجہ سے ہلکا ہوگا؟

سوال..... کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ ایک آدمی کہتا ہے ایک نہ ایک دن کافر بھی جہنم سے نکال دیے جائیں گے اور خالدین فیھا ابدا کی آیات کے بارے میں کہتا ہے کہ اس سے مراد مکث طویل (طویل مدت تک رہنا) ہے اور کہتا ہے کہ جب دوا مسلسل استعمال کی جاتی ہے تو عادت بن جاتی ہے، اسی طرح عذاب بھی عادت بن جائے گا لہٰذا جہنم میں رکھنے کا فائدہ؟ ایسے قول والے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً..... کلام مقدس اوراحادیث مبارکہ میں بالکل صراحۃً یہ مضمون کئی جگہوں پر موجود ہے کہ مؤمنین جنت اور کفار جہنم میں ہمیشہ کے لئے رہیں گے اور انہیں اس سے نہیں نکالا جائے گا۔ اب رہا یہ معاملہ کہ جب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے تو عذاب کے عادی ہوجائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عذاب کی عادت اس وقت ہوتی جب عذاب ہمیشہ اسی جلد پر ہوتا جبکہ جب عذاب کی وجہ سے ان کی کھالیں جل جائیں گی تو فوراً دوسری کھال چڑھ جائے گی تاکہ عذاب کا تازہ بہ تازہ مزہ چکھیں۔ اور مذکورہ آدمی اگرچہ تاویل کررہا ہے لیکن اس تاویل میں وہ حق کے راستے سے ہٹ گیا ہے لہٰذا اس کو توبہ لازم ہے۔

قال اللہ تبارک وتعالی (الجاثیۃ: ۳۵): فالیوم لایخرجون منھا ولاھم یستعتبون ٥

(الزخرف: ۷۴، ۷۵): ان المجرمین فی عذاب جھنم خٰلدون ٥ لایفتر عنھم وھم فیہ مبلسون ٥

(البقرۃ: ۱۶۷): کذٰلک یریھم اللہ اعمالھم حسرات علیھم ط وماھم بخارجین من النار ٥

(الاعراف: ۴۰): ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنھا لاتفتح لھم ابواب السماء ولایدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط ط الایۃ

(النساء: ۵۶): ان الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیھم نارا ط کلما نضجت جلودھم بدلناھم جلودا غیرھا لیذوقوا العذاب ط الایۃ

وفی الصحیح لمسلم (۲/۳۸۲): عن ابی سعیدنالخدری قال قال رسول اللہ ﷺ یجاء بالموت یوم القیمۃ کانہ کبش املح..........ثم یقال یا اھل الجنۃ خلود فلا موت ویا اھل النار خلود فلاموت.

(۴۵۷) روز قیامت جانوروں سے بھی حساب لیا جائے گا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا قیامت کے دن جانوروں کو زندہ کیا جائے گا؟ نیز جو واقعہ مشہور ہے کہ قیامت کے دن بے سینگ جانور کو سینگ دے کر بدلہ دلوایا جائے گا اس کی حقیقت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......انسانوں کی طرح جانوروں کو بھی زندہ کیا جائے گا اور بے سینگ جانور کو سینگ دیکر بدلہ دلوایا جائے گا۔ لیکن ان کا یہ حساب انسانوں کے حساب کی طرح بطور تکلیف (بطور مکلف ہونے کے) نہیں ہوگا۔ بہر حال جانوروں کے حساب کے بجائے اپنے حساب کی فکر ہونی چاہئے اور مابعد الموت کی خوب تیاری کرنی چاہئے۔

لما في الجامع للترمذي (۲/۶۷): عن ابی هريرة ان رسول الله ﷺ قال لتؤدن الحقوق الى اهلها يوم القيامة حتى يقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء.

(۴۵۸) دوسرے شخص کو دیا ہوا گردہ معذب ہوگا یا نہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک آدمی کو گردے کی اشد ضرورت تھی۔ چنانچہ ایک صحت مند شخص نے اسے خون اور گردہ دیا، چند دنوں کے بعد اس مریض کا انتقال ہوگیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ اس شخص کو عذاب ہو تو دوسرے شخص کا دیا ہوا جو گردہ اور خون ہے اسے بھی عذاب ہوگا یا نہیں؟ از راہ کرم تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر عذاب سے مراد برزخی عذاب ہے تو روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ برزخ میں عذاب اسی ''جسم عنصری'' کو ہوتا ہے۔ اس طور پر کہ بدن انسانی کے ساتھ روح کا تعلق اس قدر پایا جاتا ہے کہ بدن انسانی تنعیم کی لذت اور تعذیب کے الم کو محسوس کر سکے۔

اب یہاں مذکورہ اعتراض اس لئے مندفع ہے کہ اس بات کا قوی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خون اور گردے کو عذاب سے محفوظ رکھیں اور اس طرح محفوظ رکھنا کوئی امر محال نہیں ہے کیونکہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کسی درندے نے انسان کو لقمہ بنالیا، اب العیاذ باللہ اسے برزخ میں عذاب ہو تو اس عذاب کے اثرات درندے پر نہیں ہوتے حالانکہ معذَّب اس کے پیٹ میں موجود ہوتا ہے لہٰذا یہاں بھی ایسا ہو سکتا ہے کہ خون وگردہ باوجود اس کے کہ معذب کے بدن میں ہوں لیکن انہیں عذاب نہ ہو۔

اور اگر مراد یہ ہے کہ قیامت میں اس کو عذاب ہوگا یا نہیں؟ تو قیامت میں بھی یہی اجسام ہوں گے جو دنیا میں ہیں بایں طور کہ وہ ذات عالم الغیب ہر انسان کے اجزاء اصلیہ کو جمع کرے گی اگر چہ وہ اجزاء ہماری ظاہری اور سطحی نظر سے معلوم نہ ہو سکتے ہوں۔ اب اس طرح کے اجتماع (جمع کرنے) سے مذکورہ سوال ختم ہو جاتا ہے کیونکہ جب ہر ایک کے اجزاء اصلیہ کو جمع کیا جائے گا تو یہ خون وگردہ اپنے مالک کے اجزاء میں شامل ہوں گے نہ کہ جسے عاریۃً دیئے گئے لہٰذا اس صورت میں تعذیب اور غیر تعذیب کی بحث ختم ہی

ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ اجزاء اصلیہ سے کیا مراد ہے؟ تو ان اجزاء کی تعیین میں مختلف تعبیریں اختیار کی گئیں ہیں۔ البتہ سب سے راجح تعبیر یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسان فربہ ہو یا کمزور ہر دو صورت میں اس پر انسان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تو ہر دو صورت میں اس پر انسانیت کا اطلاق اس بات پر دال ہے کہ اس میں وہ اجزاء موجود ہیں جنہیں انسان کہا جاتا ہے بس یہی انسان کے اجزاء اصلیہ ہیں۔ اگر چہ یہ اجزاء کی حقیقی تعریف نہیں لیکن مراد یہی اجزاء ہیں۔

اس پر زیادہ سے زیادہ یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اجزاء کی یہ تعبیر بعض روایات کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ بعض روایات میں ہے کہ قیامت میں متکبرین کو اس حالت میں اٹھایا جائے گا کہ وہ چیونٹیوں کی طرح ہوں گے۔ اس صورت میں اجزاء اصلیہ ہی سرے سے معدوم ہیں، اسی طرح اہل جنت کی صفات میں یہ ہے کہ ان کا قد حضرت آدم علیہ السلام کے قد کی طرح ہوگا۔ اور اہل جہنم کی صفات میں یہ بیان کیا گیا کہ ان کا جسم اس قدر بڑا ہوگا کہ ان کی داڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی (العیاذ باللہ) وغیرہ وغیرہ حالانکہ یہ جسم کے اجزاء اصلیہ سے کہیں بڑے ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ دوبارہ پیدا کیا جائے گا بظاہر صحیح معلوم نہیں ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات اپنی جگہ مسلم ہے کہ انسان کو اس کے اجزاء اصلیہ کے ساتھ پیدا کیا جائے گا البتہ متکبرین کو چیونٹیوں کی مثل پیدا کرنا ان کی تحقیر کے لئے ہوگا اور اہل جنت کے جسم میں زیادتی سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ بعض اجزاء پر بلا عمل رب تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے۔ یہ تو رب تعالیٰ کے مظاہر رحمت میں سے ایک مظہر ہے نہ کہ کسی طرح کے اعتراض کا موقع۔

البتہ اگر اعتراض ہو سکتا ہے تو وہ یہ ہے کہ جہنم میں اجزاء اصلیہ سے زائد جسم کو عذاب ہوگا تو اس سوال کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں جن میں سے دو جواب زیادہ راجح معلوم ہوتے ہیں:

اول: اصل جسم انسانی کی ترکیب تو اجزاء اصلیہ سے ہی ہوگی البتہ تعذیب کی بناء پر جسم پھول کر اس قدر بڑا ہو جائے گا (العیاذ باللہ)۔

دوم: اصل عذاب تو اجزاء اصلیہ کو ہی ہوگا البتہ یہ زائد جسم صرف جہنمی کی صورت کو مزید قبیح کرنے اور روح اور جسم کو مزید تکلیف پہنچانے کے لئے ہوگا۔

لمافی المشکوة (ص۲۵): عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ اذا اقبر المیت اتاه ملکان اسودان ازرقان یقال لاحدهما المنکر والآخر النکیر فیقولان ماکنت تقول فی هذا الرجل .... وان کان منافقا قال سمعت الناس یقولون قولا فقلت مثله لاادری فیقولون قد کنا نعلم انک تقول ذلک فیقال للارض التئمی علیه فتلتئم علیه فتختلف اضلاعه فلایزال فیها معذبا حتی یبعثه الله من مضجعه ذلک.

وفیها ایضاً (ص۴۸۸): عن ابی هریرة روایة وذکر الحدیث وفی آخره قال ولیس من الانسان شئ

لایبلی الاعظما واحدا وهو عجب الذنب ومنه یرکب الخلق یوم القیامة متفق علیه وفی روایة لمسلم کل بنی آدم یأکله التراب الاعجب الذنب منه خلق وفیه یرکب.

وفی المرقات (۱/ ۳۰۳): (اذا أقبر المیت) ای دفن وهو قید غالبی والا فالسوال یشمل الاموات جمیعها حتی ان من مات واکلته السباع فان الله تبارک وتعالی یعلق روحه الذی فارقه بجزئه الاصلی الباقی من اول عمره الی آخره المستمر علی حاله حالتی النمو والذبول الذی تتعلق به الروح اولا فیحیاویحیا بحیاته سائر اجزاء البدن.

وفیها ایضاً (۱۰/ ۲۴۲): تحت الروایة الثانیة ......(یوم القیامة) ای کماخلق اولا فی الایجاد کذلک خلق ثانیا فی الاعادة اوابقی حتی یرکب علیه الخلق ثانیا قال کمابدأنا اول خلق نعیده وقال سبحانه کمابدأکم تعودون.

وفی شرح العقائد (صـ۱۴۷): یجوز ان یخلق الله تعالی فی جمیع الاعضاء اوفی بعضها نوعا من الحیوة قدر ما یدرک الم العذاب اولذة التنعیم وهذا لایستلزم اعادة الروح الی بدنه ولا ان یترک اویری اثر العذاب علیه حتی ان الغریق فی الماء والماکول فی بطون الحیوانات والمصلوب فی الهواء یعذب وان لم نطلع علیه ومن تأمل فی عجائب ملکه وملکوته ....لم یستبعد مثال ذلک فضلا عن الاستحالة.

وفی النبراس (صـ۳۲۳ الی ۳۲۹): والبعث هو ان یبعث الله الموتی من القبور بان یجمع اجزاء هم الاصلیة ویعیدالارواح الیها .... وانکر الفلاسفة ......فان قیل هذا قول بالتناسخ لان البدن الثانی لیس هو الاول لماورد فی الحدیث من اهل الجنة جرد مرد وان الجهنمی ضرسه مثل احد .... قلنا انما یلزم التناسخ لولم یکن البدن الثانی مخلوقا من الاجزاء الاصلیة للبدن الاول واما اذا کان مخلوقا من اجزائه لم یکن فرق بین البدن الافی الهیئة والترکیب ولیس هذا تناسخا ....وفی هذا المقام ابحاث مهمة الاول ذکر المتکلمون ان البعث هو جمیع اجزاء الاصلیة وفی الحدیث یحشر المتکبرون امثال الذریة یوم القیامة رواه الترمذی والذر النخلة الصغیرة وهی اقل من الاجزاء الاصلیة وفی الحدیث اهل الجنة علی صورة آدم ستین ذراعا کمافی صحیح البخاری وقد صح عظم جسد الکافر عظیما فاحشا حتی جاء فی الحدیث یعظم اهل النار فی النار حتی ان مابین شحمة اذن احدهم الی عاتقه مسیرة سبعمائة عام کما فی المشکوة وهذا اکثر من اجزاء الاصلیة اضعافا مضاعفة امامن المتکبرین فانهم یبعثون ببعض اجزاء هم تحقیرا لهم واماعن اهل الجنة فانه

ضم الیھم اجزاء جدیدة ولااشکال فی تنعیمھا بلاعمل فان فضل الله سبحانه وسیع واماعن اھل النار فقد استشکلوا ضم الاجزاء الجدیدة لانه یلزم تعذیبھا بلاذنب ولھم فی التخلص عنه وجوہ:احدھا ان عظمھم انماھو بانتفاخ الاجزاء الاصلیة. ثانیھا ان العذاب لیس للجسد بل للروح المتعلق به فلا یلزم تعذیب غیر العاصی واقول ھذافی غایة الجودة لکنه یخالف ماعلیه المشائخ من ان لکل من الروح والجسد حظا من العذاب .... ثالثھا انه لایقبح من اللهسبحانه شئ وفیه نظر لانا ندعی ان تعذیب غیر العاصی محال بل نقول منفی سمعا...... رابعھا ان الاجزاء الزائدة محفوظة عن العذاب انمازیدت تقبیحا للصورة وایلاما للروح والاجزاء الاصلیة.

وفی "الروح" لابن القیم (صـ۵۴):ان مذھب سلف الامة وائمتھا ان المیت یکون فی نعیم اوعذاب وان ذلک یحصل لروحه وبدنه وان الروح تبقی بعدمفارقة البدن منعمة اومعذبة وانھا تتصل بالبدن احیانا ویحصل له معھا النعیم والعذاب ثم اذا کان یوم القیامة الکبری اعیدت الارواح الی الاجساد وقاموا من قبورھم لرب العلمین ومعادن الابدان متفق علیه بین المسلمین والیھود والنصاری.

(۴۵۹) معادجسمانی کی حقیقت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ معاد جسمانی کی حقیقت کیا ہے؟مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً...... بعث بعدالموت میں اللہ تعالیٰ انسان کواپنی اصلی صورت اورجسم کے ساتھ اٹھائیں گے جس طرح پہلے انسانوں کو پیدا کیا۔

لمافی قوله تعالی (الروم : ۲۷): وھوالذی یبدأ الخلق ثم یعیدہ وھو اھون علیه ط الایة

(الانبیاء:۱۰۴):یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب ط کمابدأنااول خلق نعیدہ ط وعداعلینا ط انا کنا فاعلین o

(یٰسٓ: ۷۹):قل یحییھا الذی انشأھا اول مرة ط وھو بکل خلق علیم o

(القیمة :۳،۴):ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه o بلیٰ قادرین علی ان نسوی بنانه o

وفی الصحیح للبخاری (۲/۹۶۵): عن ابن عباس قال خطب رسول اللهﷺ فقال یآایھاالناس انکم محشورون الی اللهحفاة عراة غرلاثم قال کمابدأنا اول خلق نعیدہ وعداعلینا اناکنافاعلین.

وفی شرح العقائد (صـ۱۷۵): والبعث وھو ان یبعث الله تعالی الموتی من القبور بان یجمع اجزاء ھم الاصلیة ویعید الارواح الیھاحق.

(۴۶۰) چھوٹے بچوں کی حشر میں کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قیامت کے دن جب لوگوں کا حشر ہوگا تو کیا چھوٹے بچے اسی حالت میں اٹھائے جائیں گے جس میں ان کا انتقال ہوا تھا یا کوئی اورصورت ہوگی؟ بعض بچے پیدا ہوتے ہی انتقال کر جاتے ہیں، اس وقت ان میں بات کرنے کی بھی استعداد نہیں ہوتی، پھر ان کا معاملہ کیسا ہوگا؟

الجواب حامداًومصلیاً......اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہیں کہ بچوں کو زبان عطا کردیں کیونکہ صرف زبان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ بول سکے بلکہ وہ تو محض ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس میں گویائی پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن ہاتھ اور پاؤں بھی بولیں گے تو پھر کیا بعید ہے کہ اللہ تعالیٰ چھوٹے بچوں کو گویائی عنایت فرمادیں۔

لقوله تعالیٰ (یٰسٓ: ۶۵): اليوم نختم على افواههم وتكلمنا ايديهم وتشهد ارجلهم بما كانوا يكسبون○

(البقرة: ۲۰): ان الله على كل شئ قدير○

وفي المشكوة (صـ۲۲): عن عائشة رضي الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ ذراري المؤمنين قال من آبائهم فقلت يارسول الله بلاعمل قال الله اعلم بما كانوا عاملين قلت فذراري المشركين قال من آبائهم قلت بلاعمل قال الله اعلم بما كانوا عاملين.

(۴۶۱) مشرکین کے بچے جنت میں جائیں گے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشرکین کی اولاد جب بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو ان کا کیا حکم ہے؟ کیا وہ جنت میں جائیں گے یا جہنم میں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......مشرکین کی اولاد جو کہ بالغ ہونے سے پہلے مرجائے تو ان کے بارے میں حضرات متکلمین اور فقہاء کرامؒ کے مختلف قسم کے اقوال ملتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱)۔ پہلا قول یہ ہے کہ جنت میں جائیں گے۔

(۲)۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ جہنم میں جائیں گے۔

(۳)۔ تیسرا قول یہ ہے کہ وہ اعراف میں ہوں گے اور اعراف اس مقام کا نام ہے جو کہ جنت اور جہنم کے درمیان ہے۔

(۴)۔ چوتھا قول یہ ہے اور یہ قول امام ابوحنیفہؒ سے بھی مروی ہے کہ ان کے بارے میں سکوت کیا جائے، اور جو بات دلیل شرعی سے ثابت نہ ہو اس کے بارے میں توقف ہی کرنا زیادہ بہتر ہے، اور یہی قول زیادہ راجح ہے۔

لما في القرآن الكريم (سورة الروم: ۳۰): فطرت الله التي فطر الناس عليها ط لا تبديل لخلق الله ط

ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون.

وفی صحیح البخاری(۹۷۶/۲): حدثنا یحی بن بکیر...... انه سمع اباهریرة یقول سئل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم عن ذراری المشرکین فقال اللہ اعلم بما کانوا عاملین.

وفی الصحیح لمسلمؒ(۳۳۶/۲): حدثنا زهیر بن حرب...... عن ابی هریرة قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مامن مولود الا یلد علی الفطرة فابواه یهود انه وینصرانه ویشرکانه فقال رجل یا رسول اللہ ارایت لو مات قبل ذالک قال اللہ اعلم بما کانوا عاملین.

وفی مرقاة المفاتیح (۱۶۶/۱): وقد اختلفوا فی ذالک فقیل انهم من اهل النار تبعا للابوین وقیل من اهل الجنة نظرا الی اصل الفطرة وقیل انهم خدام اهل الجنة وقیل انهم یکونون بین الجنة والنار لا منعمین ولا معذبین وقیل من علم اللہ منه انه یؤمن ویموت علیه ان عاش ادخل الجنة ومن علم منه انه یعجز ویکفر ادخله النار وقیل بالتوقف فی امرهم وعدم القطع بشیٔ وهو الاولیٰ لعدم التوقیف من جهة الرسول صلی اللہ علیه وسلم فلم یقطع علیه الصلاة والسلام بکونهم من اهل الجنة ولا من اهل النار بل امرهم بالاعتقاد الذی علیه اکثر اهل السنة من التوقف فی امرهم......

وفی الشامیة (۱۹۲/۲):(قوله وتوقف الامام الخ) ای فی انهم یسألون وفی انهم فی الجنة أو النار قال ابن الهمام فی المسایره۔ وقد اختلف فی سؤال اطفال المشرکین وفی دخولهم الجنة أو النار، فتردد فیهم ابوحنیفة وغیره وقد وردت فیهم اخبار متعارضة فالسبیل تفویض امرهم الی اللہ تعالیٰ، وقال محمد بن الحسن: اعلم ان اللہ لا یعذب احد بلا ذنب اهـ وقال تلمیذه ابن ابی شریف فی شرحه وقد نقل الامر بالامساک عن الکلام فی حکمهم فی الآخرة مطلقا عن القاسم ابن محمد وعروة بن الزبیر من رؤس التابعین وغیرهما وقد ضعف ابو البرکات النسفی روایة التوقف عن ابی حنیفة وقال الروایة الصحیحة عنه انهم فی المشیئة لظاهر الحدیث الصحیح((اللہ اعلم بما کانوا عاملین)) وقد حکی فیهم الامام النووی ثلاثة مذاهب الاکثر انهم فی النار، الثانی: التوقف، الثالث:الذی صححه انهم فی الجنة لحدیث ((کل مولود یولد علی الفطرة)) ویمیل الیه مامر عن محمد بن الحسن وفیهم اقوال اخر ضعیفة اهـ.

(۴۶۲) موت کے بعد جنت میں داخل ہونا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس شخص کے بارے میں جو کہتا ہو کہ جنت اوراس میں داخل ہونا اوراس کی نعمتیں وہ فقط

نفس کی خوشی اور مسرت کا نام ہے، جس شخص کا عقیدہ درست ہو اور اس کا دل خواہشاتِ نفسانیت سے پاک ہو وہ جنت میں ہے اگر چہ وہ دنیا میں ہو، جنت کے داخل ہونے کیلئے موت ضروری نہیں بلکہ یہ نعمت جسم سے روح پرواز کرنے سے پہلے دنیا میں بھی حاصل ہو سکتی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... اگر اس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن وحدیث میں جو جنت مذکور ہے وہ صرف نفس کی خوشی اور مسرت کا نام ہے ایسا عقیدہ رکھنے والا شخص کافر ہے کیونکہ وہ قرآنی آیات اور جنت کے متعلق بے شمار وارد ہونے والی احادیث کا منکر ہے۔ نیز دخول جنت کیلئے موت ضروری ہے کیونکہ ساکنانِ جنت کے بارے میں وارد ہے کہ وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جبکہ دنیا دار البقا نہیں بلکہ دار الفنا ہے۔ نیز جنت میں موت اور بیماری کا نام ونشان تک نہیں پس اگر یہ خوشحال اور مسرور شخص جنت میں ہے تو اسے موت کا پیالہ کیوں پینا پڑتا ہے۔

لمافی قوله تعالی (البینة:۷،۹):ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت لا اولئک هم خیر البریة ○ جزاء هم عند ربهم جنت عدن تجری من تحتها الانهر خالدین فیها ابدا ط الایة

قال الامام القرطبی (۲۰/۱۴۶):(خالدین فیها ابدا) ای لایظعنون ولایموتون.

وفی الصحیح للبخاری (۲/۹۶۹): عن ابن عمر عن النبی ﷺ قال یدخل اهل الجنة الجنة واهل النار النار ثم یقوم مؤذن بینهم یااهل النار لاموت ویااهل الجنة لاموت خلود.

وفی المشکوة (صـ۴۹۵): عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ قال الله تعالی اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولااذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر ....وعنه قال قال رسول الله ﷺ موضع سوط فی الجنة خیر من الدنیا ومافیها.

وفیها ایضاً (صـ۴۹۶): وعن ابی سعید وابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال ینادی مناد ان لکم ان تصحوا فلا تسقموا ابداوان لکم ان تحیوا فلا تموتوا ابداوان لکم ان تشبوا فلا تهرموا ابداوان لکم ان تنعموا فلا تبأسوا ابدا.

وفی الهندیة (۲/۲۶۴): من انکر القیمة اوالجنة او النار .... یکفر.

﴿فصل فی المتفرقات﴾

(متفرق مسائل کا بیان)

(۴۶۳) کھجور کے درخت کی پیدائش

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جس مٹی کے خمیر سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی سے کھجور کے درخت کو پیدا کیا، کیا یہ بات صحیح ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آدم علیہ السلام کے بنانے سے بچی ہوئی مٹی سے اللہ تعالیٰ نے کھجور کے درخت کو پیدا کیا صحیح ہے۔

لما فی احکام القرآن للقرطبی (۳۶۰/۹): وقال کلوا من عمتکم یعنی النخلة خلقت من فضلة طینة آدم علیه السلام.

وفی معالم التنزیل للبغوی (۳۳/۳): الحکمة فی تشبیهها بالنخلة من بین سائر الاشجار .... ولانها خلقت من فضل طینة آدم علیه السلام ولذلک قال النبی ﷺ اکرموا عمتکم قیل ومن عمتنا قال النخلة.

وفی عمدة القاری (۱۵/۲): قال الکرمانی قیل ان النخلة خلقت من بقیة طینة آدم علیه السلام فهی کالعمة للاناسی.

(۴۶۴) ملاقات کے وقت ہاتھوں کا بوسہ لینا اور جھکنا

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ملاقات کے وقت ہاتھ چومنا اور جھکنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر آجکل عام رواج کے اعتبار سے جو ہاتھوں کا بوسہ لیا جاتا اور بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت تھوڑا بہت نیچے جھکا جاتا ہے اس کا کیا حکم ہوگا؟ کیا مطلقاً ناجائز ہے؟ براہ کرم مفصل انداز میں جواب دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بزرگوں اور علماء سے ملاقات کے وقت ان کے ہاتھوں کو بوسہ دینا جائز ہے۔ نیز ملاقات کے وقت مطلقاً سر اور پیٹھ کو جھکانا تعظیماً درست نہیں البتہ تھوڑا معمولی جھکاؤ جو اپنی راحت اور آسانی کے طور پر ہوتا ہے وہ درست ہے۔

لمافی البخاری (۹۲۶/۲): باب المصافحة قال ابن مسعود علمنی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم

التشهد و كفى بين كفيه وقال كعب بن مالك دخلت المسجد فاذا برسول الله صلى الله عليه وسلم فقام الى طلحة بن عبيد الله يهرول فصافحني وهنأني.

حدثنا عمرو بن عاصم.......... عن قتادة قلت لانس اكانت المصافحة فى اصحاب النبى صلى الله تعالى عليه وسلم قال نعم.

وفى سنن ابى داؤد(۲/۳۵۳): حدثنا احمد بن يونس.....ان عبدالله بن عمر حدثه وذكر قصة قال فدنونا يعنى من النبى صلى الله عليه وسلم فقبلنا يده.

وفى سنن ابن ماجة (صـ۲۶۳): حدثنا ابوبكر بن ابى شيبة.......... قال قبلنا يد النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم.

وفى حاشيته قبلنا يد النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قال فى الدر واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه اجماعاً وكذا ما يفعلونه من تقبيل الارض بين يدى العلماء والعظماء والفاعل والراضى به آثمان لانه يشبه عبدة الاوثان.

وفى الشامية (۲/۳۸۳):فى الدرالمختار: ولا بأس بتقبيل يد الرجل العالم والمتورع على سبيل التبرک درر ونقل المصنف عن الجامع انه لا بأس بتقبيل يد الحاكم والمتدين السلطان العادل وقيل سنة مجتبى.......... ولا رخصة فيه اى فى تقبيل اليد لغيرهما اى لغير عالم وعادل هو المختار مجتبى.......... واما تقبيل يد صاحبه عند اللقاء فمكروه بالاجماع وقال الشامیؒ تحته فمكروه بالاجماع اى اذا لم يكن صاحبه عالما ولا عادلاً.......... وفى المحيط انه يكره الانحناء للسلطان وغيره..... قوله هو المختار قدم على الخانية والحقائق ان التقبيل على سبيل البر بلاشهوة جائز بالاجماع،

(۴۶۵) درس قرآن سے روکنا

سوال.....کیا فرماتے ہیں علماءکرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کے صدر صاحب نے مسجد کے اٹھارہ/بیس نمازیوں کی موجودگی میں یہ بات کہی کہ مسجد کے اندر امام مسجد جو درس قرآن دیتے ہیں، ترجمہ اور تفسیر پڑھاتے ہیں اس کو کل سے بند کرو، اس سے فساد ہوتا ہے (نعوذ باللہ)۔اور باہر بڑا میدان ہے جہاں دل چاہے چلے جاؤ.......... ان کے ساتھ اس بات میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں۔آپ سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کے بارے میں شریعت کا حکم بیان فرمائیں۔کیا ان کا یہ عمل قرآن وسنت اور اسلامی تعلیمات کے موافق ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً.....صورت مسئولہ میں اگر مذکورہ امام صاحب مستند اور صحیح العقیدہ عالم ہیں اور ترجمہ وتفسیر بھی اکابر کے نقش قدم پر چلتے

ہوئے کرتے ہیں، اسمیں ذاتی تفردات سے کام نہیں لیتے اور تفسیر قرآن کی آڑ میں کسی کی ذاتیات پر حملہ نہیں کرتے جو کہ فساد کا سبب بنتا ہے تو پھر صدر صاحب کس وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکتے ہیں؟ اگر صدر صاحب اور ان کے حامی لوگوں کے کچھ معقول اشکالات ہوں تو وہ بطور اصلاح کے امام صاحب کے سامنے لائیں۔ البتہ اگر مذکورہ بالا نقائص میں سے کوئی نقص امام صاحب میں موجود ہے تو پھر صدر صاحب امام صاحب پر اشکال کر سکتے ہیں۔

اگر صرف انانیت اور ذاتیات کی وجہ سے امام صاحب کو درس قرآن سے روکا جا رہا ہے تو یہ بہت بڑی جرأت ہے جس کا دنیوی واخروی انجام بہت برا ہے، ایسے شخص کے بارے میں قرآن وسنت میں سخت وعیدیں آئی ہیں اور ایسے شخص کو سب سے بڑا ظالم کہا گیا ہے۔ اور اگر اس طرح سے درس قرآن کو بند کر دیا گیا تو اس کا خمیازہ بھی بھگتنا ہوگا کہ خداوند تعالیٰ اور اس کے کلام کی وقعت لوگوں کے دلوں سے نکل جائے گی، عبادات میں رغبت کم ہوگی، منکرات میں اضافہ ہوگا اور اس طرح ایک عظیم فساد برپا ہوگا جس سے بچنے کے لئے صدر صاحب درس بند کروا رہے ہیں۔

الغرض اس صورت میں صدر صاحب اور دیگر حمایتی افراد کو رب تعالیٰ کے حضور اس جرأت عظیمہ سے توبہ کر کے درس قرآن کی اجازت دینی چاہئے۔

قال اللہ تعالی (البقرۃ: ۱۱۴): ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہاط الآیۃ

فی احکام القرآن للقرطبی تحت ھذہ الآیۃ (۲/۷۷): قیل المراد من منع من کل مسجد الی یوم القیامۃ وھو الصحیح لان اللفظ عام ورد بصیغۃ الجمع، فتخصیصہا ببعض المساجد وبعض الاشخاص ...... وعلی الجملۃ فتعطیل المساجد عن الصلاۃ واظہار شعائر الاسلام فیہا خراب لہا.

وفی التفسیر المنیر تحت ھذہ الآیۃ (۱/۲۸۰): لاظلم ولااعتداء علی الحرمات اشد من منع العبادۃ فی المساجد العامۃ والسعی فی تخریبہاوھدمہا أو تعطیل وظائفہا وشعائر الدین فیہا لما فی ذلک من انتہاک حرمۃ الدین المؤدی الی نسیان الخالق، واشاعۃ المنکرات والفساد بین الناس.

(۴۶۶) سودخور کی شکل کا مسخ ہونا

سوال...... کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے ہاں مشہور ہے کہ سودخور یعنی سود کھانے والا رات کے وقت اسکی شکل تبدیل ہو جاتی ہے مثلاً کبھی کتا بن جاتا ہے یا گدھا بن جاتا ہے یہ بہت مشہور ہے۔ کچھ دن پہلے صبح کے وقت ایک گھر سے پانچ چھ سال کی بچی کو ایک حیوان گھر سے اٹھا کر لے جا رہا تھا۔ پھر لوگوں نے زبردستی اس سے چھڑوایا۔ ان لوگوں نے کہا کہ یہ حیوان کتا جیسا تھا لیکن یہ ہے سودخور واللہ اعلم۔ اس طرح کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو دلائل سے مزین جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......قرآن مقدس اوراحادیث مبارکہ میں سودخور کے بارے میں سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں اگر اللہ تعالیٰ دنیا میں لوگوں کی عبرت کے لئے سودخور کی شکل مسخ کرکے کتا، خنزیر یا بندر بنادیں تو یہ اس کی قدرت وحکمت سے بعید نہیں ہے جبکہ احادیث میں سودخور کے بارے میں خسف ومسخ کی پیشن گوئی بھی موجود ہے۔ البتہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر سودخور کی شکل تبدیل ہوتی ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھار عبرت کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

لمافی الزواجر (۱/۳۷۸): عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ انہ ذکر حدیثا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فیہ ماظھر فی قوم الزنا والربا الا أحلوا بانفسھم عذاب اللہ.

وفیھا ایضا (۱/۳۸۰): وعبداللہ ابن احمد فی زوائد المسند والذی نفسی بیدہ لیبیتن اناس من امتی علی الشر وبطر ولھو فیصبحواقردۃ وخنازیر باستحلالھم المحارم .... وبأکلھم الربا ولبسھم الحریر .... قال بعضھم: ورد ان اکلۃ الربا یحشرون فی صورۃ الکلاب والخنازیر من اجل حیلھم علی اکل الربا.

(۴۶۷) فخر کے طور پر انگلش بولنا اور سیکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ فخر کے طور پر انگلش بولنا کیسا ہے نیز اسی نیت سے انگلش سیکھنا کیسا ہے کہ میرا انگلش بولنے کی بناء پر دوسروں پر رعب ہوگا؟ وضاحت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......تمام زبانوں کا سیکھنا جائز ہے جب تک کہ کوئی اور قباحت اس میں نہ پائی جائے لہذا بغیر فخر ومباحات کے انگلش بولنا اور سیکھنا صحیح ہے اور اگر کوئی اس نیت سے سیکھے کہ غیرمسلموں کو دین کی دعوت دے سکوں تو اسے سیکھنے پر ثواب بھی ملے گا لیکن اگر کوئی شخص فخر ومباہات اور غیرمسلموں سے مشابہت کے طور پر سیکھتا اور بولتا ہے تو یہ درست نہیں بلکہ فخر کے طور پر اگر زبان سیکھنی اور بولنی ہے تو عربی سیکھنی اور بولنی چاہئے کیونکہ اسے تمام زبانوں پر برتری وفضیلت حاصل ہے۔

لمافی الصحیح للبخاری (۱/۲): عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انماالاعمال بالنیات.

وفی المشکوۃ (صـ۳۹۹): عن زید بن ثابت قال امرنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اتعلم السریانیۃ وفی روایۃ انہ امرنی ان اتعلم کتاب یھود ......الی آخر الحدیث.

وفی سنن ابی داؤد (۲/۲۰۳): عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تشبہ بقوم فھو منھم.

وفی صحیح ابن حبان (۱/۲۷۵): عن ابی موسی قال .... المرأ مع من احب.

وفی الدرالمختار (۶/۴۱۹): للعربیۃ فضل علی سائر الالسن وھو لسان اھل الجنۃ من تعلمھا

اوعلمها غيره فهو ماجور وفی الحديث احبوا العرب لثلاث لانی عربی والقرآن عربی ولسان اهل الجنة فی الجنة عربی.

(۴۶۸) ''انشاء اللہ و ماشاء فلان'' کہنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ انشاء اللہ و ماشاء فلان (یعنی اللہ تعالیٰ نے اور فلاں شخص نے چاہا تو یہ کام ایسے ہوگا) کہنا صحیح ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس طرح کا جملہ کہنا صحیح نہیں ہے لہٰذا اس طرح کے کلام سے پرہیز کرنا چاہئے۔

لمافی مسند احمدبن حنبل (۶/ ۳۱ ۵): عن حذيفة ان النبی ﷺ قال لاتقولوا ماشاء الله وشاء فلان قولوا ماشاء الله ثم ماشاء فلان.

وايضا فيها (۱/ ۳۵۴): عن ابن عباس ان رجلا قال للنبی ﷺ ماشاء الله وشئت فقال له النبی ﷺ اجعلتنی والله عدلا بل ماشاء الله وحده.

(۴۶۹) عرش افضل ہے یا کرسی؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عرش افضل ہے یا کرسی؟

الجواب حامداً ومصلیاً......عرش کرسی سے افضل ہے اور کرسی آسمان سے افضل ہے۔

لمافی تنقيح الفتاوی الحامدية (۲/ ۳۶۷): وسئل هل العرش افضل من الكرسی أجاب نعم كماصرح به ابن قتيبة.

وفی فتاوی الحديثية (ص۲۷): وسئل رضی الله عنه هل العرش افضل من الكرسی ؟ فأجاب رحمه الله بقوله : نعم كماصرح به ابن قتيبة.

(۴۷۰) والد کو خلاف شرع کام سے روکنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اپنے والد کو خلاف شرع کام کرتے ہوئے دیکھے تو روک سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں آدمی اپنے والد کو ایک دفعہ روک سکتا ہے، اگر بات مان لیں تو ٹھیک ہے ورنہ خاموش ہوجائے اور ان کے لئے استغفار کرے اور دعا کرتا رہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نصیب فرمائیں۔

لمافی الشامية (۴/۷۸): فی فصول العلامی :اذارأی منكر امن والديه يأمرهما مرة فان قبلا فبها،وان كرها سكت عنها واشتغل بالدعا والاستغفار لهما فان اللّٰه تعالىٰ يكفيه مااهمه من امرهما.

(۴۷۱) لفظ ''اسلام'' اس امت کی خصوصیت ہے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ لفظ اسلام صرف اس امت کیلئے خاص ہے یا سابقہ امتوں کیلئے بھی استعمال ہوا ہے؟ کیونکہ میرا ایک دوست ہے وہ کہتا ہے کہ اسلام صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے کیونکہ سابقہ امتوں کیلئے دیگر الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ کیا یہ بات درست ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... نصوص قرآنیہ سے لفظ اسلام کا استعمال تمام امتوں کیلئے عام معلوم ہوتا ہے کمافی قوله تعالىٰ (''انَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ'' .القصص:۵۳) وقوله تعالىٰ (''اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ''.يونس:۹۰) وقوله تعالىٰ (''رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ''. البقرة:۱۲۸) وقوله تعالىٰ (''هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ''. الحج:۷۸) جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے اس مت کی خصوصیت والے قول کو راجح قرار دیا ہے۔ البتہ اس میں بہتر بات یہ ہے کہ یوں کہہ دیا جائے کہ لفظ اسلام من وجہ عام ہے (اس اعتبار سے کہ تمام امتوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے لیکن دوسرے مذاہب کے، اس کے علاوہ اور بھی نام تھے جیسے یہودی، عیسائی وغیرہ) اور من وجہ یہ اس امت کے ساتھ خاص ہے ایک تو اس اعتبار سے کہ اس امت کے لئے صرف یہی نام منتخب کیا گیا اور اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا نام نہیں رکھا گیا۔ اور دوسرا اس اعتبار سے کہ اس امت پر دینِ اسلام کی تکمیل بھی کر دی گئی۔

لمافی القرآن الكريم(الحج:۷۸): هو اجتبٰكم وما جعل عليكم فی الدين من حرج ملة ابيكم ابراهيم هو سمٰكم المسلين من قبل وفی هذا.

(ال عمران:۱۹): ان الدين عند اللّٰه الاسلام......

(ال عمران:۲۰): فان اسلموا فقد اهتدوا......

(البقرة:۱۲۸): ربنا واجعلنا مسلمين لک ومن ذريتنا امة مسلمة لک ......الاية.

(المائدة:۳): اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتی ورضيت لكم الاسلام دينا......الاية.

وفی تفسير روح المعانی(۱/۱۰۶): وقوله تعالىٰ (ان الدين عند اللّٰه الاسلام)...... ای لادين مرضی عند اللّٰه تعالىٰ سوی الاسلام...... وروی علی بن ابراهيم عن امير المومنين كرم اللّٰه وجهه انه قال فی خطبة له لأنسبن الاسلام نسبة لم ينسبها احد قبلی، الاسلام هو التسليم و التسليم هو اليقين واليقين هو التصديق والتصديق هو الاقرار و الاقرار هو الاداء والاداء هو العمل...... وفی (ص۱۰۷) وقد اختلف فی اطلاق الاسلام علی غير ماجاء به نبينا صلی اللّٰه عليه وسلم والاكثرون علی الاطلاق

واظن انه بعد تحرير النزاع لا ينبغي ان يقع اختلاف.

وفی الحاوی للفتاویٰ (۲/۱۱۶): للعلماء فی هذه المسئلة قولان.......... احدهما انه يطلق الاسلام علـى كـل دين حق ولا يختص بهذه الملة...... فهذا القول...... دليل على جهله بنصوص العلماء ...... وبنصوص الكتاب والسنة الواردة فی ذلک.......... والقول الثانی ان الاسلام خاص بهذه الملة الشريفة ووصف المسلمين خاص بهذه الامة المحمدية ولم يوصف به احد من الامم السابقة سوى الانبياء فقط فشرفت هذه الامة بان وصفت بالوصف الذی يوصف به الانبياء تشريفالها وتكريما وهـذا الـقـول هـو الراجح نقلا ودليلا لما قام عليه من الادلة الساطعة وقد خصت هذه الامة عن بين سائـر الامـم بخصائص لم تكن لاحد سواها الا الانبياء فقط من ذلک الوضوء فانه خصيصة بهذه الامة ولم يكن احد من الامم يتوضأ الا الانبياء فقط......

واقول من شاء التفصيل والتحقيق فله المساغ فی هذا المقام والله اعلم بحقيقة الكلام.

(۴۷۲) مکہ افضل ہے یا مدینہ؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ مکہ کی زمین افضل ہے یا مدینہ کی یا دونوں فضیلت میں مساوی ہیں؟ تفصیل سے بیان فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......دنیا کے تمام شہروں سے مکہ اور مدینہ افضل ہیں۔اوران دونوں میں کون سا افضل ہے اس میں اختلاف ہے۔ائمہ ثلاثہ اور بعض صحابہ سے منقول اور راجح یہ ہے کہ مکہ افضل ہے لیکن یہ فضیلت نبی ﷺ کے روضہ مطہرہ کے علاوہ کے اعتبار سے ہے کیونکہ روضہ مبارکہ بالاتفاق مکہ بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

لـمـافـی الـمـرقـات (۶/۱۰): وعن عبدالله بن عدی بن حمراء قال رأيت رسول الله ﷺ واقفا على الحزورة فقال والله انک لخير ارض الله واحب ارض الله الى الله ولولا انی أخرجت منک ماخرجت .... فيـه تـصـريـح بـان مكة افضل من المدينة كماعليه الجمهور الا البقعة التی ضمت اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانها افضل من مكة بل من الكعبة بل من العرش اجماعا.

وفـی الـدرالمختار مع ردالمحتار (۲/۲۲۶): ومكة افضل منها على الراجح الاماضم اعضاءه عليه الصلوة والسلام فانه افضل مطلقا حتى من الكعبة والعرش والكرسی.

وفـی الشامية: اجمعوا على ان افضل البلاد مكة والمدينة زادهما الله تعالى شرفا وتعظيما. واختلفوا ايهـمـا افـضـل فـقيل مكة وهو مذهب الائمة الثلاثة والمروی عن بعض الصحابة وقيل المدينة وهو

قول بعض المالكية والشافعية .قيل هو مرويعن بعض الصحابة .... والخلاف فيماعدا موضع القبر المقدس فماضم اعضاء ه الشريفة فهو افضل بقاع الارض بالاجماع.

(۴۷۳) وحی لکھنے کی کیفیت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضور ﷺ کے زمانے میں کاغذ تھے یا نہیں۔عام طور پر مشہور ہے کہ نہیں تھے تو پھر وحی کس چیز پر لکھی جاتی تھی؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں یہ کہنا کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں کاغذ بالکل نہیں تھے صحیح نہیں ہے۔بلکہ کاغذ موجود تھے،اتنا ضرور ہے کہ کم تھے اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے پتھر،ہڈیاں،بڑے بڑے پتے اور چمڑے کے ٹکڑے استعمال کئے جاتے تھے۔

لمافی الصحيح للبخاری (۲/۷۴۵): فلم يزل ابوبكر يراجعنى حتى شرح الله صدری للذی شرح له صدر ابی بكر وعمر فتتبعت القرآن اجمعه من العسب واللحاف وصدور الرجال حتی وجدت آخر سورة التوبة.

وفی روح المعانی (۱/۲۱): فقد اخرج الحاكم بسند علی شرط الشيخين عن زيد بن ثابت قال كنا عند النبی ﷺ نؤلف القرآن فی الرقاع.

(وهكذا فی الاحكام القرآن للقرطبی (۱/۵۰)،وفی التفسير المنير (۱/۲۱)

(۴۷۴) مکڈونلڈ وغیرہ کے کھانے کا حکم

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ امریکہ،اسرائیل اور دیگر یورپی ممالک نے مسلم ممالک میں مکڈونلڈ،شیرٹن وغیرہ کے نام سے مختلف ہوٹل کھول رکھے ہیں۔عموماً اس طرح کے ہوٹلوں میں ان کے ہاں رائج کھانے ہی پکتے ہیں۔دور حاضر میں شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جو ان سے خالی ہو۔کیا ان ہوٹلوں میں کھانا کھانا جائز ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں مکڈونلڈ،کے ایف سی اور شیرٹن وغیرہ امریکہ،اسرائیل اور دیگر یورپی ممالک کی ملکیت ہیں۔اوران کی آمدنی کا ایک معتد بہ حصہ یہودیوں اور دیگر اسلام دشمن لوگوں کے تبلیغی فنڈ میں جاتا ہے جو عالمی سطح پر مسلمانوں کے خلاف تبلیغی سرگرمیوں اور دیگر منصوبوں میں استعمال ہوتا ہے تو گویا ان ہوٹلوں میں کھانا اور مشروبات پینا غیر ارادی طور پر اسلام کو مٹانے کی ناکام سعی میں حصہ دار بننے کے مترادف ہے۔لہٰذا ہر مسلمان کا دینی فریضہ بنتا ہے کہ ان ہوٹلوں اور دیگر امریکن ویورپی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کر کے ان لوگوں کو اقتصادی میدان میں کمزور کرنے میں اپنا کردار ادا کرے۔

(۴۷۵) تقدیر پرایک شبہ کا ازالہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب ایک شخص کی تقدیر میں لکھا ہے کہ فلاں شخص اسے قتل کردے گا تو پھر قاتل کو گناہ اوراس سے قصاص کیوں لیا جاتا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں قاتل کو گناہ کا ملنا اوراس سے قصاص لیا جانا اس وجہ سے ہے کہ ہر شخص اپنے افعال میں مختار ہوتا ہے یعنی وہ ہر کام اپنی مرضی اور اختیار سے کرتا ہے اور قاتل نے اپنی مرضی اور اختیار سے ایک ایسا کام کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے تو اس فعل ممنوع کو کرنے کی وجہ سے اسے گناہ بھی ملتا ہے اوراس سے قصاص بھی لیا جاتا ہے۔

لمافی شرح العقائد للنسفی (صـ۱٦۷): لمااستحق القاتل ذماولاعقاباولادية ولاقصاصا اذليس موت المقتول بخلقه ولابكسبه..........ان وجوب العقاب والضمان على القاتل تعبدى لارتكابه المنهى وكسبه الفعل الذى يخلق الله تعالى عقيبه الموت بطريق جرى العادة فان القتل فعل القاتل كسباوان لم يخلق.

وهكذا فى شرح الفقه الاكبر (صـ۱۲۵)

(۴۷٦) بنی اسرائیل سے من وسلویٰ ختم ہونے کی وجہ

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر من وسلویٰ نازل فرمایا تھا، پھر یہ نعمت اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے اٹھالی۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ آیا ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ایسا ہوا؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو آجکل مدارس اور دیگر رفاہی اداروں میں جو ذخیرہ اندوزی ہوتی ہے مثلاً بعض اوقات گوشت رکھے رکھے سڑ جاتا ہے پھر مستحقین کو کھلایا جاتا ہے۔ کیا ایسا کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں بنی اسرائیل سے یہ نعمت ذخیرہ اندوزی کی وجہ سے ختم ہوئی تھی البتہ مدارس اور رفاہی اداروں کو اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ انمیں ذخیرہ اندوزی ضرورت کی وجہ سے کی جاتی ہے۔ البتہ اس حد تک جمع کئے رکھنا کہ جمع شدہ اشیاء سڑنے لگیں ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

لمافی قوله تعالى (البقرة: ۵۷): وظللنا عليكم الغمام وانزلنا عليكم المن والسلوىٰ ط الاية

وفى تفسير ابن كثير (۱/۸۴) تحت هذه الاية: عن وهب بن منبه: السلوى طير سمين مثل الحمامة كان يأتيهم فياخذون منه..........فخبأوا للغد فنتن اللحم وخنز الخبز.

وهكذا فى الدرالمنثور للسيوطى (۱/۱۷۲)

(۴۷۷) پیدائش سے قبل سانس بھی متعین ہوتے ہیں؟

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بچہ کی پیدائش سے قبل یا پیدائش کے بعد وہ کون سی چیزیں ہیں جن کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے مثلاً ہم نے سنا ہے کہ پیدائش سے پہلے ہی اس کا رزق، عمر، سعید ہوگا یا بد بخت یہ تمام امور متعین کر دیئے جاتے ہیں۔اب معلوم یہ کرنا ہے کہ کیا انسان کے تمام سانس بھی لکھ دیئے جاتے ہیں کہ یہ بندہ اتنے سانس لے گا؟ اگر اس کا ذکر کہیں قرآن وحدیث میں موجود ہو تو لکھ دیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً ......صورت مسئولہ میں بچہ کی پیدائش سے قبل جن چار چیزوں کے بارے میں لکھ دیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) یہ مرد ہوگا یا عورت (۲) رزق کتنا استعمال کرے گا (۳) اس کی عمر کتنی ہوگی (۴) سعید ہوگا یا شقی۔

نیز عمر کی تعیین سانس کے ذریعے سے ہوتی ہے یا نہیں قرآن وسنت میں اس کی صراحت موجود نہیں ہے البتہ عمومی روایات سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سانس بھی متعین ہوتے ہیں۔

لقوله تعالیٰ (یٰسٓ : ۱۲): وکل شیءٍ احصیناه فی امام مبین o

(الانعام : ۵۹): وعنده مفاتح الغیب لایعلمها الاهو ط ویعلم مافی البر والبحر ط وماتسقط من ورقة الایعلمها ولاحبة فی ظلمات الارض ولارطب ولایابس الافی کتاب مبین o

وفی الدرالمنثور (۱۷/۷/۱): یآایها الناس ان کنتم فی ریب من البعث فاناخلقناکم من تراب ثم من نطفة الاٰیة.........اخرج احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجة وابن المنذر وابن ابی حاتم والبیهقی فی شعب الایمان عن عبدالله بن مسعود قال حدثنا رسول الله ﷺ وهو الصادق المصدوق ان احدکم یجمع خلقه فی بطن امه اربعین یوما نطفة ....ثم یرسل الیه الملک فینفخ فیه الروح ویؤمر باربع کلمات یکتب رزقه واجله وعمله .....الی آخر الحدیث ...... واخرج الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن ابی حاتم عن ابن مسعود .....وفیه یقال للملک: اذهب الی ام الکتاب فانک ستجد فیه قصة هذه النطفة ....واخرج ابن جریر عن ابن مسعود ..... قال یارب فماصفة هذه النطفة .....اذکر ام انثی ؟مارزقها؟ وما اجلها؟اشقی ام سعید ؟فیقال له انطلق الی ام الکتاب فاستنسخ منه صفة هذه النطفة. والله اعلم بالصواب

(۴۷۸) کرامات اولیاء کا ثبوت

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا کرامات اولیاء حق ہیں؟ اگر کوئی شخص ان کا انکار کرے

تو ایسے شخص کا کیا حکم ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... کرامات اولیاء کا ثبوت قرآن وسنت سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت والجماعت اتفاقی طور پر ان کی حقانیت کے قائل ہیں۔ البتہ جو شخص اس کے باوجود کرامات کا منکر ہو وہ اپنی خواہش کا غلام اور گمراہ ہے۔

لقوله تعالی (آل عمران:۳۷):- كلمادخل عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقا قال يامريم انى لك هذا قالت هو من عندالله ان الله يرزق من يشاء بغير حساب o

وفی الصحيح للبخاری (۲/۵۸۷): قال هشام بن عروة فاخبرنی ابی قال لما قتل الذی ببئر معونة واسر عمرو بن امية الضمری قال له عامر بن الطفيل من هذا واشار الى قتيل فقال له عمرو بن امية هذا عامر بن فهيرة فقال لقد رأيته بعد ماقُتل رُفع الى السماء حتى انی لانظر الى السماء بينه وبين الارض ثم وضع.

وفيها ايضا (۲/۵۸۵): حدثنی ابراهيم بن موسى قال ....وفيه تصف بعض بنات الحارث حال الخبيب وتقول مارأيت اسيرا قط خيرا من خبيب لقد رأيته ياكل من قطف عنب ومابمكة يومئذ وانه لموثق فی الحديد وماكان الارزق رزقه الله.

وفی النبراس (ص۴۷۵): وكرامات الاولياء حق ....والدليل على حقيقة الكرامات ماتواتر عن كثير من الصحابة ومن بعدهم لايمكن انكاره خصوصا الامر المشترك وان كانت التفاصيل آحاد.

وفی شرح الفقه الاكبر (ص۷۹): والكرامات للاولياء حق ای ثابت بالكتاب والسنة ولاعبرة بمخالفة المعتزلة واهل البدعة فی انكار الكرامة.

(۴۷۹) سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کرنے کی حقیقت

سوال ...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''ہم نے سات زمینیں اور سات آسمان پیدا کئے''۔ اب معلوم یہ کرنا ہے کہ یہ سات زمینیں اور سات آسمان کہاں ہیں اور کیسے ہیں اور ان میں کوئی مخلوق آباد ہے یا نہیں؟ اگر آباد ہے تو وہ کون سی شریعت کی پابند ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... قرآن پاک میں سات زمینوں اور سات آسمانوں کے پیدا کرنے کا ذکر ملتا ہے جس میں یہ تفصیل بھی ہے کہ یہ آسمان اور زمینیں اوپر نیچے تہہ در تہہ ہیں اور ان کا درمیانی فاصلہ پانچ سو سال کا ہے۔ اس کے علاوہ دوسری زمینوں میں مخلوقات آباد ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کس شریعت کی پابند ہیں اس کی صراحت نصوص سے نہیں ملتی۔ البتہ مفسرین نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں اور سب سے بہتر یہ ہے کہ جس چیز کے بارے میں شریعت نے صراحۃً کوئی چیز بیان نہیں کی اس کی تحقیق میں نہ پڑا جائے خاص طور پر جبکہ وہ معاملہ عمل

سے متعلق نہیں لہٰذا اس تفصیل سے بھی سکوت بہتر ہے۔

لقوله تعالی (الطلاق: ۱۲): الله الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلهن ط یتنزل الامر بینهن لتعلموا ان الله علی کل شیٔ قدیر لا وان الله قد احاط بکل شیٔ علما o

وفی روح المعانی (۱۴۲/۲۸): فقال الجمهور هی ههنا فی کونها سبعا او کونها طباقا بعضها فوق بعض بین کل ارض وارض مسافة کمابین السماء والارض وفی کل ارض سکان من خلق الله عزوجل لایعلم حقیقتهم الاالله تعالی ....واخرج ابن ابی حاتم والحاکم وصححه عن بن عمر مرفوعا ان بین کل ارض والتی تلیها خمسمائة عام ....کون مابین کل أرضین خمسمائة سنة کمابین کل سماء ین جاء فی اخبار معتبرة کماروی الامام احمد والترمذی عن ابی هریرة .... والاخبار فی تقدیر المسافة بماذکر بین کل سماء ین اکثر من الاخبار فی تقدیرها بین کل ارضین واضح ومنها ماهو مذکور فی صحیح البخاری وغیره من الصحاح :وفیها ایضا ان ثخن کل سماء خمسمائة عام.

وفی تفسیر ابن کثیر تحت هذه الایة(۳۴۷/۴): ومن الارض مثلهن ای سبعا ایضا کماثبت فی الصحیحین من ظلم قید شبر من الارض طوقه من سبع ارضین وفی صحیح البخاری خسف به الی سبع ارضین .....ومن حمل ذلک علی سبعة اقالیم فقد ابعد النجعة واغرق فی النزع وخالف القرآن والحدیث بلامستند.

(۴۸۰) روضۂ اطہر پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ روضۂ اطہر پر جاکر "الصلوة والسلام علیک یارسول الله" کہنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب حامداًومصلیاً......روضۂ اطہر پر مذکورہ کلمات سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز بلکہ مستحسن ہے۔

لمافی المشکوة (ص۸۷): عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ من صلی علی عند قبری سمعته ومن صلی علی نائیا ابلغته.

وفی عمدة القاری (۷۰/۸): وکان ابن عمر اذا قدم من سفر اتی قبره المکرم فقال السلام علیک یارسول الله.

وفی مناسک ملاعلی القاری (ص۵۰۸): ثم توجه مع رعاية غاية الادب فقام تجاه الوجه الشریف

السلام علیک ایھا النبی ورحمة الله وبرکاته. وھذا القدر مماثبت فی الاثر وقد اقتصر علیه بعض الاکابر کابن عمر واختار بعضھم الاطالة من غیر الملالة وعلیه الاکثر ویؤیده ماورد فی الاخبار والآثار من فضیلة الاکثار من الصلاة والسلام علی النبی المختار.

(۴۸۱) درود کے الفاظ احادیث میں

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب احادیث کی کتابوں میں رسول اللہ ﷺ کا نام آجائے تو وہاں درود پڑھا اور لکھا جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ درود بھی احادیث کے الفاظ میں داخل ہے یا محدثین اپنی طرف سے اضافہ کرتے ہیں؟ اگر محدثین کی اپنی اختراع ہے تو پھر مبتدعین کو اپنی طرف سے متعین مقامات (مثلاً اذان سے پہلے یا بعد) پر ان کے مخصوص درود (صلوٰۃ وسلام) پڑھنے سے کیوں منع کیا جاتا ہے؟ اور اگر احادیث میں آپ کے نام نامی پر پڑھا اور لکھا جانے والا درود "صلی اللہ علیہ وسلم" احادیث سے ثابت ہو یا صحابہ کرام سے ثابت ہو تو مع حوالہ نقل کریں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... احادیث مبارکہ میں جہاں نبی کریم ﷺ کا نام مبارک آجائے تو وہاں جو درود پڑھا جاتا ہے وہ بھی صحابہ سے ہی منقول ہے۔ محدثین اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جہاں رسول اللہ ﷺ سے کسی نے بالمشافہ ملاقات میں "یا محمد" یا "یارسول اللہ" کے الفاظ کہے تو ان مواقع پر وہ الفاظ بغیر درود کے نقل کرتے ہیں، اپنی طرف سے اضافہ نہیں کرتے۔

اور مبتدعین کو ان کے مخصوص "صلوٰۃ وسلام" سے منع کرنا اس وجہ سے نہیں ہے کہ صلوٰۃ وسلام منقول نہیں ہے بلکہ فساد عقیدہ اور التزام کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے لہٰذا اگر فساد عقیدہ اور التزام نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔

لمافی المشکوۃ (صـ ۱۱): **عن عمر بن الخطاب** رضی اللہ عنہ **قال بینما نحن عند رسول الله** ﷺ **ذات یوم اذ طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لایُری علیه اثر السفر ولایعرفه منا احد حتی جلس الی النبی** ﷺ **فاسند رکبتیه** .... **وقال یامحمد اخبرنی عن الاسلام.**

وفیھا ایضاً (صـ ۲۷): عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ **من احدث فی امرناھذا مالیس منه فھو رد.**

وفیھا ایضاً (صـ ۲۲): عن عائشة رضی الله عنهاقالت قلت یارسول الله ذراری **المؤمنین قال من آبائھم** الی آخر الحدیث.

(۴۸۲) کیا ابوطالب ایمان لے آئے تھے؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب مرنے سے پہلے

ایمان لے آئے تھے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... جمہور اہل سنت کے نزدیک ابوطالب ایمان نہیں لائے تھے اور اپنے آباء واجداد کی ملت پر دنیا سے رخصت ہوئے۔لیکن احتیاط اس میں ہے کہ اس بارے میں زیادہ بحث نہ کی جائے بلکہ سکوت اختیار کیا جائے۔

لقوله تعالی (التوبة :۱۱۳): ماكان للنبی والذين آمنوا ان يستغفروا للمشركين ولو كانوا اولی قربیٰ الاية

وفی قوله تعالی (القصص:۵٦):انک لاتهدی من احببت ولكن الله يهدی من يشاءۚ وهو اعلم بالمهتدينo

وفی روح المعانی (۲۰/۹٦): تحت آية انک لاتهدی من احببت ....والاية مانطقت به كثير من الاخبار نزلت فی ابی طالب.اخرج عبد بن حميد ومسلم والترمذی وابن ابی حاتم وابن مردوية والبيهقی فی الدلائل عن ابی هريرة قال لما حضرت وفاة ابی طالب اتاه النبیﷺ فقال ياعماه قل لااله الاالله اشهد لک بها عندالله يوم القيمة فقال :لولا ان يعيرونی قريش يقولون: ماحمله عليها الاجزعه من الموت لاقررت بها عينک فانزل الله تعالی انک لاتهدی من احببت الاية ....ثم انه علی القول بعدم اسلامه لاينبغی سبه والتكلم فيه بفضول الكلام فان ذلک مما يتاذی به العلويون بل لايبعد ان يكون ممايتاذی به النبی عليه الصلوة والسلام الذی نطقت الاية بناء علی هذه الروايات بحبه اياه والاحتياط لايخفی علی ذی فهم.

وفی الصحيح للبخاری) ۱/۱۸۱): حدثنا اسحق ....اخبرنا سعيد بن المسيب عن ابيه انه اخبره انه لما حضرت اباطالب الوفاة جاء ه رسول اللهﷺ فوجد عنده اباجهل بن هشام وعبدالله بن امية بن المغيرة قال قال رسول اللهﷺ لابی طالب ای عم قل لااله الاالله كلمة اشهد لک بها عند الله فقال ابوجهل وعبدالله ابن امية يااباطالب اترغب عن ملة عبدالمطلب فلم يزل رسول اللهﷺ يعرضها عليه ويعودان تلک المقالة حتی قال ابوطالب آخر ماكلمهم به هو علی ملة عبدالمطلب وابی ان يقول لااله الاالله.

(۴۸۳) جنت کے مینڈھے کا گوشت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں جس مینڈھے کو جنت سے اتارا گیا تھا اس کا گوشت کس نے کھایا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......بعض مفسرین کی صراحت کے مطابق اس مینڈھے کا گوشت پرندوں اور درندوں نے کھایا۔

لمافی حاشية الصاوی علی الجلالين (۳/۳۴۳): وفدينا ه بذبح (بكبش)عظيم (من الجنة هو الذی

قربه هابيل جاء به جبرائيل عليه السلام)فذبحه السيد ابراهيم مكبرا............(قوله فذبحه السيد ابراهيم) اى وبقى قرناه معلقين على الكعبة الى ان احترق البيت فى زمن ابن الزبير ومابقى من الكبش اكلته السباع والطيور لان النار لاتوثر فيماهو من الجنة.

(۴۸۴) عید کے دن مبارک باد دینا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عید الفطر کے دن مبارک باد دینا ثابت یعنی جائز ہے یا نہیں ؟ کیا یہ بدعت تو نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......اگر اس کے التزام کا عقیدہ نہ ہو تو جائز ہے۔

لمافي ردا لمحتار (۲/۱۶۹): والتهنئة بتقبل الله منا ومنكم لاتنكر.

وفي الشامية : (قوله لاتنكر) خبر قوله والتهنئة ....قال المحقق ابن امير الحاج :بل الاشبه انها جائزة مستحبة فى الجملة ثم ساق آثارا باسانيد صحيحة عن الصحابة فى فعل ذلک ثم قال: والمتعامل فى البلاد الشامية والمصرية عيد مبارک عليک ونحوه وقال يمكن ان يلحق بذلک فى المشروعية والاستحباب لمابينهما من التلازم فان من قبلت طاعته فى زمان كان ذلک الزمان عليه مباركا على انه قد ورد الدعاء بالبركة فى امور شتى فيوخذ منه استحباب الدعا بها هنا ايضا اه.

(۴۸۵) روضہ اقدس پر حاضر ہو کر شفاعت طلب کرنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آیت کریمہ ﴿ولو انهم اذظلموا انفسهم جاءوک فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی حیات مبارکہ میں جا کر کوئی دعا کرا سکتا تھا لیکن کیا آج بھی ایسا کر سکتا ہے؟ کیونکہ حضرت مفتی شفیع رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضری جیسا کہ آپ کی حیات دنیویہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے الخ۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر آج کوئی شخص اپنی حاجات روضہ مبارک کے پاس جا کر پیش کرے کہ آپ میری حاجات سفارش کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کریں جیسا کہ عام طور پر لوگ مزاروں پر جاتے ہیں تو ایسا کرنا شرعا درست ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......حضور ﷺ کی قبر مبارک کے پاس جا کر اپنی حاجت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا اور شفاعت کرانا درست ہے البتہ خود حضور ﷺ کی ذات سے حاجت طلب کرنا درست نہیں بلکہ شرک ہے۔ یہ آیت کریمہ اگرچہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی

لیکن اب بھی کوئی جا کر رفع حاجت کے لئے شفاعت طلب کرے گا تو جائز ہے چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے حضور ﷺ کے روضہ مبارک کے پاس جا کر شفاعت کی درخواست کی تا کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دیں تو اس نے خواب میں دیکھا کہ آپ اس اعرابی کی مغفرت کی خوشخبری سنا رہے ہیں۔

لمافی روح المعانی (۵/۷۱):"ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاء وک" على اثر ظلمهم بلاريث متوسلين بک تائبين عن جنايتهم غير جامعين ....فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول وسأل الله تعالى ان يقبل توبتهم ويغفر ذنوبهم.

وفي احكام القرآن للقرطبي (۵/۲۶۵): "ولو انهم اذظلموا انفسهم جاء وک "روى ابو صادق عن على :قال قدم علينا اعرابى بعد مادفنا رسول الله ﷺ بثلاثة ايام فرمى بنفسه على قبر رسول الله وحثا على رأسه من ترابه ؟فقال :قلت يارسول الله فسمعنا قولک،ووعيت عن الله فوعينا عنک وكان فيما انزل الله عليک ولو انهم اذظلموا انفسهم،الاية وقد ظلمت نفسى وجئتک تستغفر لى ،فنودى فى القبر انه قد غفر لک.

وفي تفسير ابن كثير (۱/۲۶۱): ولو انهم اذظلموا انفسهم الاية يرشدالله تعالى العصاة والمذنبين اذا وقع منهم الخطاء والعصيان ،ان ياتوا الى الرسول فيستغفروا لله عنده ويسألوه ان يستغفرلهم فانهم اذافعلوا ذلک تاب الله عليهم ورحمهم وغفر لهم،ولهٰذا قال لوجدوالله توابارحيما وقد ذكر جماعة منهم الشيخ ابومنصور الصباغ فى كتابه الشامل الحكاية المشهورة عن العتبى قال :كنت جالسا عند قبر النبى ﷺ فجاء اعرابى فقال:السلام عليک يارسول الله ....وقد جئتک مستغفرالذنبى مستشفعا بک الى ربى ثم انشأ يقول ؎

ياخير من دفنت بالقاع اعظمه	فطاب من طيبهن القاع والاكم
نفسى الفداء لقبر انت ساكنة	فيه العفاف وفيه الجود

ثم انصرف الاعرابى فغلبتنى عينى فرأيت النبى ﷺ فقال ياعتبى الحق الاعرابى فبشره ان الله قدغفرله.

(۴۸۶) آپ ﷺ پر سلام اور اس کا جواب

سوال ......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک حدیث کا ترجمہ نظر سے گزرا جس کا حاصل یہ ہے کہ ''نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں :جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹاتے ہیں یہاں تک کہ میں اس کو سلام

کا جواب لوٹاتا ہوں''۔اب سوال یہ ہے کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کو روضہ مبارک میں حیات حاصل ہے تو پھر اس روح کو لوٹانے کا کیا مطلب ہے؟ براہ کرم اطمینان بخش جواب دے کر میرے اس خلجان کو دور فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلياً......صورت مسئولہ میں روح کو لوٹانے کے کئی مطلب علماء نے بیان کئے ہیں:

(۱) حضور ﷺ کی روح مبارک اللہ تعالیٰ کی جناب کی طرف ہر دم متوجہ رہتی ہے جس کی وجہ سے آپ کی ساری توجہ اسی طرف مرکوز رہتی ہے۔ جب کوئی شخص سلام کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس حالت سے دوسری حالت کی طرف آپ کی روح لوٹاتے ہیں تاکہ آپ اس کا جواب دے سکیں۔

(۲) روح کا لوٹانا کنایہ ہے اس بات سے کہ اللہ تعالیٰ انہیں درود پڑھنے والے کا بتلاتے ہیں یعنی حقیقۃً روح نہیں لوٹائی جاتی بلکہ صرف یہ بتلایا جاتا ہے کہ فلاں نے سلام کہا البتہ اس کو روح لوٹانے سے تعبیر کیا۔

(۳) اس روایت کی وجہ سے شبہ میں پڑنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ اہل سنت کے مذہب کے خلاف نہیں ہے وجہ یہ ہے کہ اگر روایت کو اپنے معنی پر باقی رکھ کر غور کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ یہ روایت خود حیات انبیاء کی دلیل ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اگر سلام کے وقت آپ کی روح کو واپس لوٹانا تسلیم کیا جائے تو کوئی وقت ایسا نہیں جس میں کائنات میں کوئی بھی شخص آپ پر درود وسلام نہ بھیج رہا ہو، تو اس معنی کے علاوہ کیا ہوسکتا ہے کہ آپ کی روح ہمیشہ آپ کے جسد مبارک میں رہتی ہے اور اسی کا نام حیات ہے۔

لمافي المشكوة (ص۸۶): عن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول الله ﷺ مامن احد يسلم على الارد الله على روحى حتى ارد عليه السلام.

وفى المرقات (۲/ ۳۴۱): تحت هذه الرواية ......قال القاضى لعل معناه ان روحه المقدسة فى شأن مافى الحضرة الالهية فاذابلغه سلام احدمن الامة رد الله تعالى روحه المطهرة من تلك الحالة الى رد من سلم عليه ....وقال ابن الملك رد الروح كناية عن اعلام الله اياه بان فلانا صلى عليه.

وفى الحاوى للفتاوى (۲/ ۱۵۱): ان الرد يستلزم الاستمرار لان الزمان لايخلوا من مصل عليه فى اقطار الارض فلايخلوا من كون الروح فى بدنه ....راجعت كتاب الفجر المنير فيمافضل به البشير والنذير للشيخ تاج الدين بن الفاكهانى المالكى فوجدته قال فيه ....يؤخذ من هذا الحديث ان النبى ﷺ حى على الدوام وذلك انه محال عادة ان يخلوا الوجود كله من واحد مسلم على النبيا فى ليل اونهار.

(۴۸۷) درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیوں ہے؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ جب درود پڑھا جاتا ہے تو تمام انبیاء میں سے صرف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہی کیوں تشبیہ ذکر کی جاتی ہے جیسے " کماصلیت علی ابراهیم "۔حالانکہ کتنے ہی دوسرے انبیاء بھی گزرے ہیں؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں درود شریف میں صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خاص کرنے کی کئی وجوہات علماء نے ذکر فرمائی ہیں:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نبی علیہ السلام کے واسطے لیلۃ المعراج میں ہمیں (امت محمدیہ کو) سلام کہلوایا لہٰذا ہمیں بھی ایسا کرنے کا حکم دیا گیا۔

۲۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ہمارا نام مسلمان رکھا اس پران کی فضیلت کے اظہار کے لئے صرف ان ہی کو خاص کیا۔

۳۔ درود شریف سے مقصود دعا کرنا ہے کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے خلیل بنایا اسی طرح ہمارے نبی علیہ السلام کو بھی خلیل بنائیں۔

۴۔ آپ چونکہ نسب کے اعتبار سے آپ علیہ السلام کے آباء میں شامل ہیں اس لئے ایسا کیا گیا۔

۵۔ آپ بقیہ تمام انبیاء میں افضل ہیں۔

۶۔ آپ علیہ السلام کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اقتدا کا حکم دیا گیا اس لئے درود میں بھی ان ہی کو خاص کیا گیا۔

لما فی الدرالمختار (۱/۵۱۴): وخص ابراهيم لسلامه علينا،ولانه سمانا المسلمين اولان المطلوب صلاة يتخذ بهاخليلا.

وفی الطحطاوی علی الدر(۱/۲۲۶): (قوله لسلامه علينا) ای ليلة المعراج حيث قال ابلغ امتک منی السلام (قوله ولانه سماناالمسلمين) كمااخبر تعالى بقوله هو سماكم المسلمين.

وفی ردالمحتار علی الدرالمختار (۱/۵۱۴): نقل اولا كمانقل فی الطحطاوی ثم قال .... واجيب باجوبة اخرى :منها ان ذلک لابوته ....ولرفعة شانه فی الرسل وكونه افضل بقية الانبياء على الراجح .... وللامر بالاقتداء به فی قوله تعالى ان اتبع ملة ابراهيم حنيفا.

(۴۸۸) سید کون ہیں؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ آج کل اکثر لوگ اپنے نام کے ساتھ "سید" لکھتے ہیں۔اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ سید کا مصداق اصل میں کون ہے؟ اور کون کون لوگ اس میں شامل ہیں؟ نیز نبی علیہ السلام نے سب سے پہلے سید کا لفظ کس کے لئے استعمال کیا؟

الجواب حامداً ومصلیاً......سیّد کے مصداق وہ لوگ ہیں جو حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عباس اور حضرت عقیل رضی اللہ عنہم کی اولاد میں سے

ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے سید کالفظ کس کے لئے استعمال کیا تھا اس کی صراحت نہیں مل سکی البتہ بعض روایات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے لئے استعمال فرمایا۔

لمافی الصحیح لمسلم (۲۷۹/۲): حدثني زهير بن حرب ....حدثني يزيد بن حيان قال انطلقت انا وعمر بن مسلم الى زيدبن ارقم فلما جلسنا اليه ......قال قام رسول الله ﷺ يوما فينا خطيبا ......وذكر الحديث وفيه ثم قال واهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي اذكركم الله في اهل بيتي فقال له حصين ومن اهل بيته يازيد اليس نساء ه من اهل بيته قال نساء ه من اهل بيته ولكن اهل بيته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علي وآل عقيل وآل جعفر وآل عباس قال كل هؤلاء حرم الصدقة.

وفي الصحيح للبخاري (۵۳۷/۱): عن ابي سعيدالخدري ان اناسا نزلوا على حكم سعد بن ابراهيم فارسل اليه فجاء على حمار فلمابلغ قريبا من المسجد قال النبي ﷺ خيركم اوسيدكم فقال ياسعد وذكر الحديث.

وفي الحاوى للفتاوى (۳۲/۲): اسم الشريف كان يطلق في الصدر الاول على كل من كان من اهل البيت سواء كان حسنيا، ام حسينيا ام علويا من ذرية محمد ابن الحنفية وغيره من اولاد علي بن ابي طالب أم جعفر يا أم عقيليا أم عباسياولهذا تجد تاريخ الحافظ الذهبي مشحونا في التراجم بذلك .... لاشك ان المصطلح القديم اولى وهو اطلاقه على كل علوى وجعفرى وعقيلى وعباسى كماصنعه الذهبي وكمااشار اليه الماوردى من اصحابنا.

(۴۸۹) آبِ حیات کا وجود

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عام طور پر مشہور ہے کہ جس نے آبِ حیات سے پانی پی لیا وہ ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اور آبِ حیات کا کہیں وجود ہے یا صرف یہ بات شہرت کی حد تک ہی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......بعض تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آبِ حیات موجود ہے البتہ اصل آبِ حیات جنت میں ہی ہوگا۔

لمافي عمدة القاري (۱۷۰/۱): عن ابي سعيدالخدري رضی اللہ عنہ عن النبي ﷺ وذكر الحديث وفيه: فيخرجون منها قد اسودوا فيلقون في نهر الحياةالحديث.

(في نهر الحياة)..........لان المراد كل مايحصل به الحياة.

وفی البدایة والنهایة (۹۸/۲): وقد ذکر ابن عساکر من طریق وکیع ....ان ذا القرنین کان له صاحب من الملائکة یقال له رناقیل فسأله ذوالقرنین هل تعلم فی الارض عینا یقال لها عین الحیاة فذکر له صفة مکانها فذهب ذوالقرنین فی طلبها وجعل الخضر علی مقدمته فانتهی الخضر الیها فی واد فی ارض الظلمات فشرب منها ولم یهتد ذوالقرنین الیها.

(۴۹۰) مجدد اور مہدی میں فرق

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مہدی اور مجدد کے منصب میں کیا فرق ہے اور ان مناصب کے حاملین کو وحی وکشف اور الہام میں سے کون سی چیز حاصل ہوتی ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً...... صورت مسئولہ میں مجدد کا منصب یہ ہے کہ ہر سو برس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک مجدد پیدا فرماتے ہیں جو لوگوں کی طرف سے کی گئی کمی یا زیادتی کو ختم کر کے شریعت کو اس کی اصل روح کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اور مہدی کا ظہور قیامت کے قریب ہوگا جو اس وقت مسلمانوں کے امام ہوں گے اور ان کا تعلق اہل بیت سے ہوگا۔ نیز وحی خاص ہے صرف رسولوں اور پیغمبروں کے ساتھ جبکہ کشف والہام نبی کے علاوہ اللہ تعالیٰ جسے چاہے عنایت فرماتے ہیں۔

لمافی قوله تعالی (الشوریٰ: ۵۱): وماکان لبشر ان یکلمه الله الاوحیا اومن ورآئ حجاب اویرسل رسولا فیوحی باذنه مایشاء ط الایة

وفی سنن ابی داؤد (۲۳/۲): عن ابی هریرة فیمااعلم عن رسول الله ﷺ قال ان الله یبعث لهذه الامة علی رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها.

وفی المشکوة (۴۷۰/۲): عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف یملأ الارض قسطاوعدلا کماملئت ظلما وجورا یملک سبع سنین.

(۴۹۱) کیا صحیح بخاری کی احادیث دوسری کتابوں پر مقدم ہیں؟

سوال...... کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ جو مشہور ہے کہ جو حدیث بخاری شریف میں موجود ہے وہ باقی کتب حدیث پر مقدم ہوگی۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ اگر کسی روایت کی سند صحیح ہو تو اسے بھی قبول کرنا چاہئے ورنہ بخاری کے علاوہ سارا ذخیرہ حدیث (العیاذ باللہ) ناقابل اعتماد ہوگا۔ امید ہے کہ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... بخاری شریف کو دوسری کتابوں پر جو فوقیت حاصل ہے وہ مجموعے کے اعتبار سے ہے یعنی "مجموعة من حیث المجموعة" بخاری شریف کو دوسری کتب پر ترجیح حاصل ہے۔ البتہ فرداً فرداً اگر ایک ایک روایت کو لیا جائے تو اس بات کا قوی

احتمال بلکہ فی الواقع ایسا ہے کہ بعض دوسری کتب کی روایات سند کے اعتبار سے بخاری شریف میں موجود روایت سے زیادہ قوی سند سے مروی ہیں۔

اس کا سب سے بڑا ناقابل انکار ثبوت یہ ہے کہ ائمہ متقدمین میں سے بعض حضرات نے بعض احادیث کی سند کے بارے میں فرمایا کہ یہ دنیا کی صحیح ترین سند ہے۔ اگرچہ کسی ایک سند کو ہر اعتبار سے تمام اسناد سے صحیح ترین قرار دینا متأخرین کے نزدیک محل نظر ہے لیکن اس بات پر متأخرین کا اتفاق ہے کہ جن اسناد کے بارے میں ان ائمہ حضرات نے صحیح ترین کا قول کیا ہے وہ کم سے کم ان روایات سے جن کے بارے میں ایسا قول نہیں ملتا ضرور راجح اور صحیح ہیں اور اس طرح کی کئی اسناد بخاری کے علاوہ دوسری کتب میں موجود ہیں اور ان روایات کے بارے میں باقی اسناد کی نسبت سے صحیح ترین کا قول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ (جس میں بخاری کی روایات بھی شامل ہوں گی)۔

اس کے علاوہ دیگر کئی وجوہ کی بناء پر بھی بعض دیگر روایات، بخاری شریف کی بعض روایات پر مقدم ہوں گی لہٰذا یہ کہنا کہ بخاری شریف کی روایات کو فرداً فرداً دوسری تمام روایات پر فوقیت حاصل ہے یہ خلاف حقیقت اور محض پروپیگنڈہ ہے جو ایک خاص طبقے کی طرف سے کیا گیا۔ اور مقصود بخاری شریف کی آڑ میں اپنی خواہشات کی تکمیل ہے تاکہ دینداری کا لبادہ بھی باقی رہے اور اپنی خواہشات پر عمل بھی ہوتا رہے۔

لمافی تدریب الراوی (۱/۹۸): ولم یستوعبا الصحیح ولاالتزماه قیل ولم یفتهما الاقلیل وانکر هذا .... (ولم یستوعبا الصحیح) فی کتابیهما (ولاالتزماه) ای استیعابه، فقد قال البخاری ما ادخلت فی کتاب الجامع الاماصح، وترکت من الصحاح مخافة الطول ...... (وانکر هذا) القول البخاری فیمانقله الحازمی والاسماعیلی وماترکت من الصحاح اکثر.

وفیها ایضاً (۱/۷۶): والمختار انه لایجزم فی اسناد انه اصح الاسانید مطلقا. قال شیخ الاسلام: مع انه یمکن للناظر المتقین ترجیح بعضها علی بعض من حیث حفظ الامام الذی رجح واتقانه، وان لم یتهیأ ذلک علی الاطلاق فلایخلوا النظر فیه من فائدة، لان مجموع مانقل عن الائمة من ذلک یفید ترجیح التراجم التی حکموالها بالاصحیة علی مالم یقع له حکم من احد منهم.

وفی اعلاء السنن (۱۹/۶۵): ان دعوی اصحیة مافی الکتابین اواصحیة البخاری علی صحیح مسلم وغیره انماتصح باعتبار الاجمال ومن حیث المجموع دون التفصیل باعتبار حدیث وحدیث صرح به فی التدریب .... حیث قال .... قد یعرض للمفوق مایجعله فائقا کأن یتفقا علی اخراج حدیث غریب ویخرج مسلم اوغیره حدیثا مشهورا اوممّا وصفت ترجمته لکونها اصح الاسانید، ولایقدح فیماتقدم لان ذلک باعتبار الاجمال. قال الزرکشی: ومن هنا یعلم ان ترجیح

کتاب البخاری علی مسلم وغیره انماالمراد به ترجیح الجملة علی الجملة لاکل فرد من احادیثه علی کل فرد من احادیث الاخر.

(۴۹۲) کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی بزرگ کے ہاتھ چومنا کیسا ہے؟ اسکی وضاحت فرمادیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً...... تعظیم واکرام کی غرض سے کسی عالم یا بزرگ کے ہاتھ چومنا جائز ہے البتہ دنیاوی اغراض کے لیے یا عبادت سمجھ کر چومنا جائز نہیں ہے۔

لما فی الهندية (۳۶۹/۵): ان قبل یدعالم اوسلطان عادل لعلمه وعدله لابأس به وان قبل ید غیر العالم او غیر السلطان العادل ان اراد به تعظیم المسلم واکرامه فلا بأس به ...... وان اراد به عبادة له او لینال منه شیئامن غرض الدنیا فهو مکروه.

وفی الدرالمختار (۳۸۳/۶): ولا بأس بتقبیل ید الرجل العالم والمتورع علی سبیل التبرک ونقل المصنف عن الجامع انه لابأس بتقبیل ید الحاکم المتدین السلطان العادل ولارخصة فیه لغیرهما...... وفی المحیط ان لتعظیم اسلامه واکرامه جاز وان لنیل الدنیا کره.

(۴۹۳) کیا مکڑی نے غار ثور کے دہانے پر جالا تنا تھا؟

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ مشہور یہ ہے کہ مکڑی نے حضور ﷺ کی حفاظت کے لئے غار حرا کے منہ پر جالا بنایا تھا۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو پھر یہ تو ایک اچھی چیز ہوئی جبکہ دوسری طرف مشہور یہ ہے کہ جس گھر میں مکڑی کے جالے ہوں گے اس گھر کے رزق میں برکت نہیں ہوگی۔ دونوں کا جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداً ومصلیاً......غار حرا نہیں بلکہ غار ثور کے دہانے پر مکڑی نے جالا تنا تھا اور نبی کریم ﷺ نے اس کے مارنے سے منع فرمایا ہے۔ اگر یہ روایت صحیح تسلیم کر لی جائے تو اس کا مارنا جائز نہ ہوگا البتہ اس کے جالے جو گھروں میں ہوں ان کے صاف کرنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں اسے فقر کا سبب بتایا گیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ صفائی اور نظافت کے لئے ان کو صاف کیا جاتا ہے اور نظافت وصفائی کے استحباب میں کوئی تردد نہیں ہے۔

لمافی روح المعانی (۱۶۱/۲۰): تحت آیة " ان اوهن البیوت لبیت العنکبوت الایة"............وقیل لایسن قتلها فقد اخرج الخطیب عن علی کرم الله وجهه قال قال رسول الله ﷺ دخلت انا وابوبکر الغار فاجتمعت العنکبوت فنسجت بالباب فلا تقتلوهن. ذکر هذا الخبر الجلال السیوطی فی

الـدرالـمـنثـور واللہ تعالی اعلم لصحته وکونه ممایصلح للاحتجاج به .... وذکر انه یحسن ازالة بیتها من البیوت لمااسند الثعلبی وابن عطیة وغیرهما عن علی کرم اللہ وجهه انه قال: طهروا بیوتکم مـن نسج العنکبوت فان ترکه فی البیوت یورث الفقر وهذا ان صح عن الامام کرم اللہ وجهه فذاک والافحسن الازالة لمافیها من النظافة ولاشک بندبها.

وفـی البـدایة والـنهایة (۱۷۶/۳): لماخرج من مکة مهاجرالی اللہ یرید المدینة قال .... قال ابن اسـحـاق ثم عمدا الی غار بثور جبل باسفل مکة فدخلاه .... فاقتفوا اثره فلمابلغوا الجبل اختلط علیهم فصعدوا الجبل فمروابالغار فرأوا علی بابه نسج العنکبوت الخ.

(۴۹۴) قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قبلہ یا کتابوں کی طرف پاؤں پھیلانا کیسا ہے؟ میرے ایک عزیز جومعذور ہیں وہ نماز میں بھی قبلہ کی طرف پاؤں پھیلا کر بیٹھتے ہیں۔ کیاایسا کرنا شرعاً صحیح ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......قبلہ اورکتب شرعیہ کی طرف بلاکسی عذر کے قصداً پاؤں پھیلانا ناجائز ہے جبکہ کتب پاؤں کے برابر ہوں۔ اوراگر کوئی عذر ہو یا پھر کتب پاؤں کے برابر نہ ہوں بلکہ اوپر ہوں یا بہت دور ہوں تو پھر پاؤں پھیلانا جائز ہے۔

لمافی الدرالمختار مع ردالمحتار (۶۵۵/۱): کره مد رجلیه فی نوم اوغیره الیها ای عمدالانه اساءة ادب اوالـی مـصـحف اوشـئ مـن الـکـتـب الشـرعیة الاان یکون علی موضع مرتفع عن المحاذاة فلایکره.

وفـی الشـامـیة: "ای عـمـدا" ای مـن غیـر عـذر امـابـالعذر او السهو فلا. (لانه اساءة ادب) افاد ان الـکـراهة تـنـزیهیة لـکن قدمناه عن الرحمتی .... انه سیأتی انه بمد الرجل الیها ترد شهادته قال وهـذا یـقـتـضی التحریم. (مرتفع) ظاهره لوکان الارتفاع قلیلا. قلت ای بما تنتفی به المحاذاة عرفا .... والظاهر انه مع البعد الکثیر لاکراهة مطلقا.

(۴۹۵) قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بےادبی ہے

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ یہ کہنا کہ "قبلہ کی طرف پاؤں کرنا بےادبی ہے" یہ بات کسی حدیث یا فقہ کی کتاب سے ثابت ہے یانہیں؟ اورقرآن مجید یا کتب فقہ کوکتنا اونچا رکھنا چاہئے جس سے بےادبی لازم نہ آئے۔ وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے اس کی صراحت تقریباتمام کتب فقہ میں موجود ہے۔اسی طرح کتب حدیث وفقہ کی طرف پاؤں پھیلانا بھی بے ادبی ہے البتہ اگر یہ کتب پاؤں کی برابری سے اس قدر اونچی ہوں جسے عرف میں برابری نہیں سمجھا جاتا تو پھر اس طرف پاؤں پھیلانا جائز ہوگا۔

لمافی الهندية (۳۲۲/۵): مد الرجلين الى جانب المصحف ان لم يكن بحذائه لايكره وكذا لو كان المصحف معلقا فی الوتد وهو قدمد الرجل الى ذلک الجانب لايكره.

وفی الدرالمختار مع ردالمحتار (۱/۶۵۵): كره مدّ رجليه فی نوم اوغيره اليها ای عمداً لانه اساءة ادب اوالى مصحف او شیء من الكتب الشرعية الاان يكون على موضع مرتفع عن المحاذاة فلايكره.

وفی الشامية: (مرتفع) ظاهره لوكان الارتفاع قليلا ط.قلت:ای بما تنتفی به المحاذاة عرفا.ويختلف ذلک فی القرب والبعد،فانه فی البعد لاتنتفی بالارتفاع القليل والظاهر انه مع البعد الكثير لاكراهة مطلقا.

(۴۹۶) مصافحہ کے وقت جھکنا اور سینے پر ہاتھ رکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ کسی عالم کے مصافحے کے وقت جھکنا اور مصافحہ کے بعد سینہ پر ہاتھ رکھنا صحیح ہے یانہیں؟ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ سینہ پر ہاتھ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے رکھا جاتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کے لئے اس طرح کرنا صحیح نہیں۔آپ قرآن وسنت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب حامداًومصلیاً......مصافحہ کے وقت جھکنا شرعاً جائز نہیں ہے اسی طرح مصافحہ کرنے کے بعد سینے پر ہاتھ رکھنا کہیں سے ثابت نہیں ہے لہٰذا اس سے بھی احتیاط کرنی چاہئے۔

دلائل المسئلة مرت سابقافی رقم السؤال:۴۶۴

(۴۹۷) اللہ نبی وارث لکھنا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض گاڑیوں کے سوئچ بورڈ پر اللہ نبی وارث لکھا ہوتا ہے۔کیا ایسا لکھنا جائز ہے؟

الجواب حامداًومصلیاً......صورت مسئولہ میں اس قسم کے کلمات لکھنا جائز نہیں اگرچہ لکھنے والے کا عقیدہ صحیح ہو کیونکہ اس میں شرک کا پہلو پایا جاتا ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں غیر کو شریک ماننا لازم آرہا ہے حالانکہ تمام چیزوں کے وارث ومالک حقیقی صرف اللہ تعالیٰ

ہی ہیں کوئی رسول یا فرشتہ یا ولی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کا مالک نہیں ہوسکتا۔

لقوله تعالی (الاسراء:۱۱۱): وقل الحمدلله الذی لم یتخذ ولدا ولم یکن له شریک فی الملک الایة

(النور : ۴۲): ولله ملک السمٰوٰت والارض ج والی الله المصیر o

(الزمر : ۶): ذٰلکم الله ربکم له الملک ط لااله الاهو ج فانیٰ تصرفون o

(الشوریٰ : ۴۹): لله ملک السمٰوات والارض ط یخلق مایشاء ط الایة

(۴۹۸) چھ کلمات کی حقیقت

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ قراء حضرات مساجد ومکاتیب میں چھوٹے بچوں کو چھ کلمے یاد کراتے ہیں اور ان کے مخصوص نام ہیں جیسے کلمہ طیب، شہادت، تمجید، توحید، استغفار اور رد کفر۔ کیا یہ کلمات احادیث سے ثابت ہیں؟ ان کے پڑھنے پڑھانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں ان چھ کلمات میں سے چار کلمے تو بعینہا کتب احادیث میں ملتے ہیں۔ پانچواں اور چھٹا کلمہ بعینہ احادیث میں موجود تو نہیں البتہ یہ احتمال ہے ان دو کے الفاظ کو مختلف ادعیہ سے لیا گیا ہو ان کلمات کو پڑھنا اور پڑھانا ضروری نہیں ہے البتہ ان کلمات کو پڑھنے کے بہت سے فضائل وارد ہوئے ہیں لہٰذا بہتر یہ ہے کہ انہیں سیکھا اور سکھایا جائے۔

نیز احادیث میں ان کے نام مذکور نہیں ہیں اور نہ ہی مروجہ ترتیب ہے ہاں ممکن ہے کہ عوام میں امتیاز کے لئے ان کے نام اور مروجہ ترتیب مشہور ہوگئی ہو۔

لما في لترغيب والترهيب (۲/۲۶۷): عن ابی هريرة ﷜ قال قال رسول الله ﷺ ماقال عبد لااله الاالله قط مخلصا الا فتحت له ابواب السماء حتی یفضی الی العرش مااجتنبت الکبائر.

وفيه ايضاً (۲/۲۷۰): عن عبدالله بن عمروبن العاص ﷜ ان رسول الله ﷺ قال ان الله يستخلص رجلا من امتی علی رؤوس الخلائق يوم القيامة فينشر عليه تسعة وتسعين سجلا کل سجل مثل مد البصر .... فيقول الله تعالی بلی ان لک عندنا حسنة فانه لاظلم عليک اليوم فتخرج بطاقة فيها اشهد ان لااله الاالله واشهدان محمدا عبده ورسوله.

وفيه ايضاً (۲/۲۷۱): عن ايوب ﷜ عن النبی ﷺ قال من قال لااله الاالله وحده لاشريک لهٗ له الملک وله الحمد وهو علی کل شیٔ قدير کان کعدل محرر اومحررين.

وفيه ايضاً (۲/۲۷۲): عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من قال لااله الاالله وحده لاشريک له الملک وله الحمد يحيی ويميت وهوالحی الذی لايموت بيده الخير

وھو علی کل شئ قدیر لایرید بہ الاوجہ اللہ ادخلہ اللہ بھا جنات النعیم.

وفیہ ایضاً (۲/۲۷۵): وعن رجل من اصحاب النبی ﷺ قال افضل الکلام سبحان اللہ والحمدللہ ولاالٰہ الااللہ واللہ اکبر.

وفیہ ایضا (۲/۲۹۰): عن ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ ان النبی ﷺ قال لہ قل لاحول ولاقوۃ الاباللہ فانھا کنز من کنوز الجنۃ.

(۴۹۹) لفظ اللہ کو تھوک سے مٹانا

سوال......کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کسی کاغذ پر اللہ جل جلالہ لکھا ہو تو اسے تھوک سے مٹانا جائز ہوگا؟ جبکہ اس میں اسم مبارک کی توہین بھی ہے۔

الجواب حامداً ومصلیاً......صورت مسئولہ میں تھوک سے اسم مبارک کو مٹانا جائز نہیں ہے۔

لمافی الھندیۃ (۵/۳۲۲): وقد ورد النھی عن محو اسم اللہ تعالٰی بالبزاق کذا فی الغرائب.

وفی الدر المختار مع ردالمحتار (۱/۱۷۸): وقد ورد النھی فی محو اسم اللہ بالبزاق.

وفی الشامیۃ :(وقد ورد النھی) فھو مکروہ تحریما.